Henny Ball

ہنی بال

مصنف

ہیرلڈ لیم

فہرست

حرف آغاز

ہملکار برقہ کے فرزند اور شہر قرطاجنہ (Carthage) کے باشندے ہینی بال کو گزرے ہوئے بیس صدیاں گزر چکی ہیں۔ پھر بھی اس کا نام اتنا معروف و مانوس ہے۔ گویا وہ چند ہی روز پہلے کا آدمی تھا۔

آج کل سکول کے بچے جولیس سیزر کے محاربات غالیہ (فرانس) کے تبصرات (Commentaries) پڑھ کر کسی دھوکے میں نہیں پڑتے۔ ان کے لئے سیزر کی فتوحات پہلے کی بات ہے۔ جس سے اب انہیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن وہ ہینی بال کی زندگی کے واقعات، مثلاً کس طرح اس نے اپنے ہاتھیوں کو الپس کے پہاڑوں پر سے گزارا۔ ایسی دل چسپی سے پڑھتے ہیں۔ جیسے اس مہم میں خود موجود تھے۔ اس طفلانہ خصوصیت کا لاطینی طنز نگار شاعر یوونال (Juvenal) نے بہت پہلے مشاہدہ کیا تھا۔ دراصل یوونال کے زمانے میں مائیں اپنے بچوں کو یہ کہہ کر ڈراتی تھیں کہ ''آیا ہینی بال دروازے پر کھڑا ہے۔''

ہینی بال چونسٹھ سال جیا۔ کم و بیش سیزر سے ایک صدی پہلے اور سکندر اعظم سے ایک صدی بعد۔ یہ بحیرہ روم کی دنیا میں بڑی انقلابی تبدیلیوں کا زمانہ تھا۔ اس سے پہلے قبائلی معاشرے کے خوگر تھے۔ اور زمانہ قدیم کی شہری ریاستیں برادری کے بزرگوں یا پنچایتوں کی حکومت کے ماتحت، سواحل کے مختلف حصوں پر بکھری ہوئی تھیں۔ یہ انقلاب یونانیوں سے شروع ہوا۔ جن کی انفرادیت نے ترقی کر کے انہیں

یہ شعور دیا کہ وہ ایک بڑے کل کا جزو ہیں۔ تا آنکہ یہ خیال بالآخر وسیع سلطنت رومہ کی صورت اختیار کر گیا ہینی بال کا اس انقلاب سے اتنا ہی گہرا تعلق تھا، جتنا کہ معروف تر سکندر اعظم اور سیزر کا تھا۔ لیکن ذرا مختلف انداز میں۔

مورخ پولی بیئس ہمیں بتاتا ہے کہ یہ سب آفتیں۔۔۔۔۔ جو آئیں، ان سب کا سبب ایک آدمی تھا۔'' حالانکہ ہینی بال کو آخری جنگ میں شکست ہوئی تھی۔ اور اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد غالباً ایک حد تک اسی شکست کی وجہ سے قرطاجنہ بالکل تباہ کر دیا گیا۔ لیکن تباہ شدہ ''کارتھیج'' بھی ہمارے حافظے میں اُلجھا رہا۔ نہ صرف ایک شہر ہونے کی صورت میں یا ملکہ بحر ہونے کی حیثیت سے یا ایسے خاموش طبع لوگوں کی بستی ہونے کی وجہ سے جن کے عجیب وغریب دیوتا تھے۔ اسی طرح ہینی بال زندہ رہا۔ حالانکہ سوائے اس کے نام کے اور سنین کے ہر چیز قعر گمنامی میں پڑی ہے۔ اس کا اصل مقام کیا تھا؟۔ کیا وہ بادشاہ تھا یا ایک جرنیل تھا؟۔ اس کو کس مقصد نے بجلی کی طرح اطالیہ پر ٹوٹ پڑنے پر ابھارا؟۔ اس کی سپہ سالاری میں کس قسم کی فوج تھی؟۔ کس منزل مقصود کی طرف وہ اسے لے کر چلا تھا۔ کہ قدیم ترین وقائع نوسیوں نے اس آفت کا ہینی بال کی جنگوں کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب آخر میں شکستیں کھا کھا کر ہٹتے ہٹتے اس نے اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی تو ایسا کیوں معلوم ہوا کہ اس نے اپنے طاقت ور جنگ جو دشمنوں پر جن کے ہاتھوں اسے شکست ہوئی تھی، ایک عجیب قسم کی ذاتی فوقیت حاصل کر لی ہے۔ اس نے اپنی فوقیت کا خود کوئی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ ایک قابل اعتماد روایت کے مطابق ہینی بال

نے کہا تھا کہ ''وقت آ گیا ہے۔'' کہ اہل رومہ کو ایک بڑے فکر سے نجات ملی ہے۔ جو ایک ملعون بوڑھے کے مرنے کا انتظار کرتے کرتے اکتا گئے ہیں۔'' ان الفاظ سے جو طنز مترشح ہوتا ہے۔ وہ ہمارے پاس ہینی بال کا واحد خاکہ ہے۔ قرطاجنہ کے ہاتھوں کی تصویر تو ہے۔ لیکن ہینی بال کا چہرہ کہیں بنا ہوا نہیں بظاہر کبھی اس کا بت کہیں نصب نہیں کیا گیا۔ اس نے پیتل کی ایک یادگار تختی تو بنوائی تھی۔ جس پر اس کی فتوحات کی فہرست درج تھی۔ اور جو اس کی اطالیہ سے مراجعت کے بعد ایک مندر میں لگائی گئی تھی۔ اس کو لکھنے کا شوق تھا۔ اس کی جو تحریر کچھ مدت محفوظ رہی، وہ زمانہ قدیم کے لوگوں کی ایک تاریخ تھی۔ جو اس نے رودس (Rhcdeo) کے رہنے والوں کے لئے لکھی تھی۔ وہ مانا ہوا جنگ جو ہے۔ جس کو لڑائی کا فہم وادراک سکندر سے زیادہ ملا اور جس کا طریق جنگ نپولین بونا پاٹ سے زیادہ موثر تھا۔ اس نے عہد حاضر کے ماہرین جنگ کے لئے اپنی جنگ کناہی (Camae) کی فتح تو چھوڑی۔ جس کی نقالی کی کئی دفعہ کوشش کی گئیں۔ لیکن دوسرے فاتحین کے بر خلاف، کوئی مضبوط اصول جنگ یا رائے ایسی نہیں چھوڑی، جس پر آئندہ عمل کیا جا سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اس نے تاریخ کے سوالوں کو محض مجھے کچھ نہیں کہنا'' کہہ کر ٹال دیا ہے۔

پلوتارک، یونانی زمانے کے بڑے لوگوں کے ان تھک سوانح نگار نے بہت سے ایسے لوگوں کے سوانح لکھے ہیں۔ جنہیں ہینی بال کے خلاف لڑ کر شہرت حاصل ہوئی ہے۔ لیکن خود قرطاجنہ کے جنگ جو کے متعلق چند حکایات کے سوا اور کچھ قلم بند نہیں

کیا۔ نامی سپہ سالار سی پیو افریکانس (Seipio,,Africannus) جس کی شہرت جولیس سیزر سے کم نہیں، زیادہ تر اس لئے مشہور ہوا کہ اپنے خاموش دشمن کو شکست دے سکے۔ اس کا لڑائی کو افریقہ کے اندر لے جانا'' اسی طرح ضرب المثل ہو گیا۔ جیسے کہ فے بئیس میکمیس کی تاخیری چالیں، اس کے نام سے فے بئیس'' کی چالیں کہلانے لگی ہیں۔ کیتو جوان واقعات میں بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ آج محض اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ بار بار یہ نعرہ لگاتا تھا کہ ''قرطاجنہ کو تباہ کر دینا چاہیئے۔'' حقیقت یہ ہے کہ روم کے ان تین مشاہیر کے نام سے آج ہم صرف اس لئے واقف ہیں کہ وہ اپنے اپنے طور پر ہینی بال کے خلاف معرکہ آرا ہوئے تھے۔

اسی طرح بحیرہ روم جو ہینی بال کی وفات کے بعد اہل روم کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ اس کے سواحل، اس کی یادسے پٹے پڑے ہیں۔ کیونکہ اس نے اکثر سمندر کے سینے سے اٹھتی ہوئی غضب ناک لہروں کو مغرب کی مقدس چٹان پر، جہاں سورج غروب ہوتا ہے۔ اپنا سر توڑتے دیکھا تھا۔ اور اسی طرح مشرق میں شیر تروے کے کھنڈروں کے قریب جہاں سورج طلوع ہوتا ہے۔ اسی سمندر پر اس نے اپنے دشمنوں کو خیر باد کہی تھی۔ برف پوش الپس کے نیچے کسی سڑک پر، آپ کو بتایا جائے گا کہ یہاں سے ہینی بال گزرا تھا۔ لیکن یہ آپ کو کوئی نہیں بتائے گا کہ وہاں سے وہ کیوں گزرا تھا؟۔ اور اس کے ساتھی کون تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے وہاں سے گزرنے کی کوئی ایسی اہمیت ہے جو احاطہ بیان میں نہیں آتی۔ لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اس کے آنے سے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آ گیا تھا۔ یعنی وہ کسی ایسے غیر

معمولی واقعہ سے دوچار ہوئے تھے کہ اس کے بعد حالات پہلے جیسے نہیں رہے۔لیکن ان تمام عجیب وغریب واقعات کا راز صرف پتھریلی چٹانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔اور وہ بولنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ عجیب واقعہ ہے کہ ایک ایسے شخص کی یاد اتنے عرصہ قائم رہے،اور اس سے بھی عجیب تر یہ بات ہے کہ ایسے اہم کردار کی زندگی پردہ راز میں پوشیدہ رہے۔ یہ پردہ اس کے ہر اقدام پر پڑا ہوا ہے۔اس راستے کا معما جس پر ہینی بال کوہ الپس سے اپنے ہاتھیوں کا لشکر لے کر گزرا تھا۔صدیوں اہل علم کی پرشوق توجہ کا مرجع رہا۔ اور اسی کو حل کرنے کے موضوع پر لائبریریوں میں کم از کم سو کتابیں لکھی ہوئی موجود ہوں گی۔دوسری طرف فن جنگ کے تاریخ دانوں نے ہینی بال کے راز فتح مندی کا عقدہ وا کرنے کی اتنی ہی کوشش کی ہوں گی۔جتنی کہ کوہ الپس کا رستہ معلوم کرنے والوں نے اس کے برعکس خود ہینی بال پر عمل کار پر کوئی کتاب شاید ہی شائع ہوئی ہو۔ہاں اگر اس کی جنگوں کے سلسلے کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی زندگی کا کچھ نہ کچھ نقشہ مہیا ہو سکتا ہے۔

مورخ ہینی بال کے متعلق خاموشی کی وجہ اس کی شخصیت ہی کو بیان کرتے ہیں۔اور یہی وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ قرطاجنہ کے لوگ بہت راز داری برتتے تھے۔اور انھوں نے بہت کم تحریری دستاویزیں رکھیں۔ہینی بال بھی ایسا ہی خاموش طبع آدمی تھا۔اور جب قرطاجنہ بالکل تباہ ہو گیا۔تو وہاں کی بچی کھچی کتابوں کے ذخیرے ہمسایہ افریقی امیروں کے دے دیئے گئے۔اور گو یہ والیان ریاست ا

فریقی زبان سے واقف تھے۔لیکن انہیں مطالعہ کا خاص شوق نہ تھا۔نقاشی اور بت تراشی کے خزانے رومہ منتقل کر دیے گئے ۔یا فاتح قوم حلیفوں میں تقسیم کر دیئے گئے ۔ شہر کے باقی ماندہ لوگ افریقی سواحل پر منتشر ہو گئے ۔اور پھر انہیں اپنے لئے ایک اور شہر بنانے کی توفیق نہ ہوئی،اوران ہی کے ساتھ ان کی قدیم روایات ختم ہو گئیں ۔

ایک مدت بعد جب قرطاجنہ کے بلند بام مندر پر آتش جنگ کے آخری شعلے بجھ گئے تو رومن جرنیل،سی پیو اصغر نے تباہ شدہ دارالسلطنت اوراس کے لوگوں پر خطبہ وفات ان الفاظ میں صادر کیا۔''اوخدائے جنگ وموت''اس شہر کو جہنم کا نمونہ بنادے۔ اوراس کی افواج اوراس کی عوام کو اس میں بھسم کر دے ۔ہم اہل رومہ قرطاجنہ والوں پر اپنی زندگی کی پوری قوت سے لعنت بھیجتے ہیں ۔خدا نیست ونابود کرے،جنہوں نے اس شہر میں کام کیا۔اس شہر میں رہے۔اس شہر کی زمینوں کو کاشت کیا۔

خدایا!انہیں دوبارہ زندگی کی روشنی دیکھنا نصیب نہ ہو۔ہم اہل رومہ تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ اے خدائے جنگ وموت کہ یہاں ہمیشہ ہمیش کے لئے خاموشی اور ویرانی مسلط رہے ۔ان پر لعنت ہو جو یہاں واپس آئیں،اوران پر دوہری لعنت ہو جوان کھنڈروں کو دوبارہ بسانے کی کوشش کریں ۔

یہ نہیں کہ سی پیو ایمی لیانس نے اس طرح اپنے رنج وغصہ کا اظہار اس تمام کائنات حیات کے خلاف کیا۔جوقرطاجنہ میں منصہ شہود پر آئی تھیں ۔اس کی لعنت ایک رسمی چیز تھی ۔ایک فوجی فرض کی تکمیل کا نشان،جیسے ایک لوح کو مقفل کرنے سے پہلے اس پر مہر ثبت کرنے کا کام۔حقیقت میں پولی بیس نے جواس کے ساتھ

تھا، دیکھا کہ سپہ سالار کا چہرہ ستا ہوا اور متفکر تھا۔ اور اس نے سی پیو کو ہومر کا یہ مصرعہ گنگناتے ہوئے سنا ''ایک دن آئے گا جب مقدس شہر ترو ے اپنے باشندوں کے ساتھ نیست و نابود ہو جائے گا۔'' پولی بیس نے پوچھا کہ اس نے ایسا یاس انگیز مصرع کیوں پڑھا۔ رومن فاتح نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ یہی حشر ایک دن میرے شہر کا ہوگا۔

اسی طرح ہینی بال کی یاد اس شہر کی زندگی اور تہذیب کے ساتھ مٹ گئی، جو کچھ آثار قدیمہ کے ماہرین نے پایا۔ وہ کچھ مندروں کی بنیادیں اور قبروں کے نشان تھے۔ دعائیں جو تعویزوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ ان سے ہینی بال کا کچھ پتا نہیں چلتا۔

اس پر مستزاد مورخین نے اس بات کا اہتمام کیا کہ ان یونانی مدیروں کی تحریریں جو ہینی بال کے ہمراہ تھے۔ تلف یا گم کر دی جائیں سوائے ان چند اجزاء کے جن سے بعد کے مصنفین نے اقتباس دیے۔ چونکہ تمام مورخین رومن تھے یا رومنوں کے تنخواہ دار تھے۔ بحیری روم پر تسلط کی جنگ کے دوران میں قرطاجنہ کی تاریخ اہل رومہ کے بہت بڑے دشمن کی کہانی بن گئی۔ جب رومہ تمام شہروں پر سبقت لے گیا۔ اور آگسٹس کے ماتحت سلطنت میں تبدیل ہو گیا، اس کے قابل مورخین نے قدرتی طور پر رومۃ الکبریٰ کی حیرت انگیز نئی داستانیں اس انداز سے لکھیں، جو اس سلطنت عظیم کے شایان شان ہو۔ اور ''ظل اللہ'' آگسٹس کے اقبال کو نمایاں کرے۔ ان کی تحریروں نے ہینی بال کی یاد اہل رومہ کے بدترین دشمن کی یاد بنا دی۔ ہینی بال کی صفات اور غائب شدہ قرطاجنہ کی حقیقت و اصلیت صفحہ غلط کی طرح مٹنی شروع ہو گئی۔

جو کچھ رہ گیا، وہ ایسی تختی کی مانند ہے۔ جس پر پہلے کی عبارت کو مٹا کر بالکل نئے نقوش مرتسم کر دیے گئے ہوں۔ لیکن ایک تختی پر پہلی تحریر کے مدھم نشانات اب بھی موجود ہیں۔ اور شاید ان میں سے کچھ نشانات اسی خط میں تازہ کر دیے جائیں۔ جن میں وہ اولین ہاتھوں سے لکھے گئے تھے۔

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ ہینی بال کی زندگی کے 183ء قبل مسیح میں ختم ہونے سے پہلے کے نشانات کو تازہ کیا جائے، ہم صرف اس چیز کی تلاش کریں گے جو اس کی ذات سے متعلق ہو۔ خواہ وہ ایک قدیم قلطی تلوار کے پھل کی صورت میں ملے یا ایک ایسا پتھر ہو جو وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ یا کوئی اونی ٹوپی کی قسم کی کوئی چیز ہو۔ جو وہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ یا وہ کلابنا کی بلندی سے مشہور رومہ کے دروازے کا نظارہ ہو۔ اس کے زمانے کے واقعات کو تو مورخین نے قلم بند کر دیا ہے۔ کیوں نہ ہم تصور کے سہارے سفر کر کے اس شخص تک پہنچیں جو ان تمام واقعات کا اصل بانی تھا۔

ہم اپنا سفر جزیرہ صیقلہ کے ایک پہاڑ سے 241 قبل مسیح میں شروع کریں گے۔ کہنے کو تو وہ سال صلح کا تھا، لیکن درحقیقت یہ کوئی صلح نہ تھی۔

باب اول :: سمندر سے پسپائی

''تیرے کشتی بان تجھے بہت بڑے سمندر میں لے آئے ہیں۔''

اور بہت سے لوگوں کی طرح ہینی بال بچپن گزار کر ایسی جگہ بڑا ہوا۔۔۔۔ جہاں سمندر حد نگاہ کے اندر تھا۔ اس نے پہاڑوں کو نہیں چھوڑا، جب تک کہ وہ پانچ سال کا نہ ہو گیا۔ کوہ اریکس ایک دیو کے مینارے کی طرح نیم ہلالی خلیج کے اندر گھسا ہوا تھا۔ وہاں سے خلیج کے کنارے کا فصیل دار شہر بخوبی نظر آتا تھا۔ ہینی بال اس شہر میں کبھی نہ جا سکا ہو گا۔ کیونکہ پہاڑوں کے رہنے والوں اور اہل شہر میں جنگ جاری تھی۔

اس طرح اگرچہ پہلوٹی کے بچوں کا یہ معمول نہیں ہوتا، ہینی بال کا اولین ماحول جو اس کی یاد میں محفوظ رہا۔ وہ ایک فوجی چھاؤنی تھا۔ یہ نہیں کہ اس کے اردگرد کے لوگ ہر وقت ہتھیاروں سے مسلح رہتے تھے۔ اکثر اوقات وہ اپنی جھونپڑیوں کے بانسوں والی چھتوں کو مرمت کرتے یا اپنی عورتوں کا ہاروں میں چاندی کے سکے پروتے ہوئے دیکھتے تھے۔ جو آڑے وقت کام آنے کے لئے وہ تیار کرتی تھیں۔ ان کے قیدی پہاڑوں کی ہموار سطح کے چھوٹے چھوٹے قطعات میں جو کی فصل بوتے تھے۔ اور ان کے بڑے لڑکے بکریوں اور بھیڑوں کے گلوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ جو ان کی غذا کا کام بھی دیتی تھی۔ یہ کچھ غیر معمولی واقعہ ہے کہ ہینی بال کی زندگی کا پہلا دور دشمن کے علاقے کے اندر ایک قلعہ بند جگہ میں اس نہج پر گزرا کوہ

اریکس کی خطرناک ڈھلوانیں، اس گروہ کی محافظت کا فرض ادا کرتی تھیں۔ جس کا حکمران ہملکر برقہ تھا۔

جب آخری ایام میں خوراک کی کمی ہوگئی تو ہینی بال اکثر سپاہیوں کے بھاری قدموں کی تھپ تھپ سنا کرتا تھا۔ جن کے سروں پر خود، شانوں پر ڈھالیں لٹکتی ہوتیں۔ وہ غروب آفتاب کے وقت ڈھلانوں کی محفوظ چیوں سے جاتے اور راتوں رات اپنے گدھوں اور قیدیوں کو جو شراب کے اور گندم کے مٹکے اٹھائے ہوئے ہوتے، ہنکاتے ہوئے واپس آجاتے۔ اور شاید کبھی نیچے کے میدانوں سے مویشی بھی ہانک لاتے تھے۔ چونکہ ہینی بال ان ٹولیوں کا نظارہ کرتا تھا۔ اس پنج سالہ لڑکے کو کئی بولیاں سننے کی بھی عادت ہوگئی تھی۔ کیونکہ یہ من چلے سپاہی دس بارہ ولایات و جزائر کے باشندے تھے کیمپ کے رہنے والوں کی عادت کے مطابق وہ دہقانی افریقی روزمرہ بھی استعمال کر لیتے اور یونانی تجارتی زبان بھی۔ اور ہینی بال نے جلد ہی ان بولیوں کو سمجھ لیا۔ جب وہ کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تو سپاہی ہمیشہ اپنا کام بند کر کے اپنے آقا ہملکر کے بڑے بیٹے کے سوالات کے جواب دیتے اور بات سمجھاتے تھے۔ ان کا یہ آقا جو ان پر چنگھاڑتا بھی تھا۔ اور ان کی ضروریات کا خیال بھی رکھتا تھا۔ ممکن ہے اس کے دل پر سب سے گہرا نقش لبیا کے دیو قامت سپاہی کا پڑا ہو۔ جس کے کانوں کے چھلے ٹکرا ٹکرا کر ٹن ٹن کرتے تھے۔ اور وہ بچھڑے کے پاؤں باندھ کر اپنے مضبوط کاندھوں پر باآسانی اٹھا سکتا تھا۔ بہر حال یہی لشکر گاہ بچے کی تربیت گاہ بن گیا۔ جس کے خدام وہ سپاہی تھے جو اس کے

باپ کی ملازمت چاندی کے سکوں کے لئے، وفاداری کی خاطر یا محض لوٹ مار کی امید میں کیا کرتے تھے۔ ہملکر برقہ کو مختلف النوع مخلوق کے دلوں کو جن میں رومن بھگوڑے فوجی بھی ہوتے تھے۔ جیتنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس نے قیدی غلاموں کو شادی کرنے کا حق دیا تھا۔ اور تھوڑی سی تنخواہ بھی دیتا تھا۔ جو ان کے کبھی کام آسکتی تھی۔ خود اس کے اپنے گھر کی عورتیں کوہ اریکس کی جوان اور ہنر مند رنڈیاں ہوتی تھیں۔

پہاڑ نے ہینی بال کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اس کی ہوا کے تھپیڑے کھاتی ہوئی چوٹی جو بعض اوقات متحرک بادلوں کے جھرمٹ میں چھپ جاتی تھی۔ اندرون جزیرہ کی تاریک بلندیوں سے بالکل الگ تھلگ کھڑی نظر آتی تھی۔ کالے بادلوں کے طوفان جزیرہ میں آتے اور ان میں بجلی رگوں کی طرح چمکتی۔ کوہ اریکس کے انسانی پاسبان آسمان کے غصے قہر یا مہربانی کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ زندگی بھر ہینی بال آسمان کے ان بھوتوں سے متاثر ہوتا رہا۔ کہ شاید وہ ارضی دیوتاؤں کے ارادوں کی نشان دہی کرتے تھے۔ وہ اپنے ساتھ بزرگ اہل بصیرت کو اس لئے رکھتا تھا کہ شگون پکارنے کی بجائے وہ حالات کی ترجمانی کریں۔ اور گویا آسمان کا زائچہ کھینچ لیا جائے۔ نہ معلوم اس رجحان کا اس بات سے کوئی تعلق تھا یا کوئی خاندانی نام ''برقہ'' کا مطلب بجلی کی کڑک تھا۔

پھر صبح کاذب کے وقت انسان کی نگاہ ساحل کے سایوں کے پرے مشرق میں سمندر پر سورج کے موہوم عکس پر پڑتی تھی۔ پروہت ابھرتے ہوئے سورج کے

سامنے منہ کر کے کھڑے ہو جاتے، اور صراحیوں سے قربانی کی شراب خیمے میں ایستادہ دیوتا کے حضور بہاتے تھے۔

ہمل کر جو ہمیشہ اپنی رہائش مسلسل بدلتا رہتا تھا۔ اپنے گھرانے کے بت اسی خیمے میں جمع رکھتا تھا۔ اہل قرطاجنہ ہمیشہ اپنی نگائیں مشرق کی جانب جمائے رکھتے۔ وہ اس فعل کی ضرورت واضع طور سمجھتے نہ تھے۔ لیکن وہ محسوس ضرور کرتے تھے۔ وہ ان کے اجداد کی پیدائشی سرزمین تھی۔ وہ سرخ سرزمین جو زمانہ قدیم میں آباد تھی۔ اور جس کی سرحدیں غالباً خلیج فارس سے جاملتی تھیں۔ جہاں سے ان کے بزرگ کنعان اور وسطی سمندر (بحیرہ روم) کے سرسبز و زرخیز سواحل پر آئے تھے۔ انھوں نے سمندر سے مچھلیاں پکڑنے کا پیشہ اختیار کیا۔ ماہی گیری کا مقام سیدا ان کی پہلی بندرگاہ بن گیا۔ وہ سی پیوں سے اودا رنگ ہی نہیں نکالتے تھے۔ بلکہ شجاعت اور بے خوف سے خودساختہ کشتیوں میں سواحل کے دوسرے شہروں سے تجارت بھی کرتے تھے۔ حضرت حزقیل نے ان کے متعلق کہا تھا کہ وہ ''بہت سے جزیروں پر عوام کے سوداگر تھے۔'' بحرنوورد ہونے کی وجہ سے انہوں نے سنگستانی جزیروں پر جو ساحل کے قریب، لیکن اردگرد کے حملہ آوروں سے محفوظ تھے۔ بہت سے مضبوط شہروں کی بنیاد رکھی۔ فنیقی قوم کا سب سے مضبوط شہر صور (Tyre) یعنی چٹان، ایسے ہی ایک جزیرے پر واقع تھا۔ دمشق، یہودیہ، سبا اور ادوم کے کاروانوں کے ذریعے براعظم کے دوردراز حصوں سے اس کے سوداگر خام مال لاتے تھے۔ جو بالآخر صنعت کاروں کے ہاتھوں میں جاتا تھا اور مصر کی ململ اور ربیلوس کے شیشے کی

صورت اختیار کر لیتا۔

صور کی پتھریلی زمین سے بے شک اس کے باشندوں کو کوئی سامان معشیت حاصل نہ ہوتا تھا۔ اور وہ قریب کی زمین پر کاشت کاری کر کے اپنے لئے خورد ونوش کا سامان مہیا کرتے تھے۔ عوام جو اونچی عمارتوں کے کمروں میں بہ تعداد کثرت جا رہتے تھے۔ غالباً تعداد میں پچیس ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ استرابو لکھتا ہے کہ ''صور والوں کی دولت مندی وہاں کے رہنے والوں کی ہنر مندی کی رہین منت تھی۔'' سامی نسل کے فنیقوں کا خاص جوہر ان کی تجارتی استعداد ہی تھا۔ جو خام مال کی بنی ہوئی چیزیں اور بنی ہوئی چیزوں کو خام مال میں بدل دینے پر قادر تھی۔ ہیرام بادشاہ کے زمانے میں انہوں نے بحر قلزم میں اسرائیل کے بادشاہ سلیمان کے لئے ایک جہازی بیڑا بنایا تھا۔ اس میں لبنان کے سیدھے، لمبے دیودار کی لکڑی استعمال ہوئی تھی۔ اور میخیں کوہ طارس کے لوہے کی تھیں۔ اور بادبان مصری کپڑے کے تھے۔ اس کے معاوضے میں انہیں اوفیر کی کانوں سے سونا اور سبا کے ساحل سے قیمتی بخور نکالنے کی اجازت ملی۔ ہیرام نے حضرت سلیمان کے ہیکل کے لئے لکڑی بھی مہیا کی تھی۔

فنیقی غالباً پہلی اور آخری قوم تھی، جس نے اپنی تہذیب کی بنیاد صرف تجارت پر رکھی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر امن کے زمانے میں اور ان وقفوں میں جو لڑائی اور حملوں کے دوران آجاتے تھے۔ وہ لوگ خوش حال زندگی بسر کرتے تھے۔ سناشرب کا لشکر بھی اور کئی حملہ آوروں میں سے ایک تھا۔ جس نے صور کے قلعے کا محاصرہ کیا تھا۔ جب یہ شہر ہمل کر کے زمانے سے تین سو سال پہلے 538 ق م میں اہل فارس

کے تسلط میں آیا تو فنیقی لوگوں نے فارس کے بادشاہ کو بار برداری جہاز مہیا کر کے اپنی بسر اوقات کی صورت میں ان کی تعمیر کردہ بندرگاہیں جوں کی توں قائم رہیں۔اور اہل فارس کے ماتحت ان کی دولت میں اضافہ ہوا۔لیکن اس کے باشندے دوسروں کے غلام بن گئے تھے۔اور وہ سمندر میں اپنی زندگی کی من مانی راہوں پر چلنے کے قابل نہ رہے تھے۔

''تیرے کشتی بان تجھے بڑے بڑے پانیوں میں لے آئے ہیں۔'' حضرت حزقیل نے فنیقیوں کے متعلق کہا تھا۔''وہ بڑے پانی'' خود سمندر تھا۔اور فنیقیوں نے اس پر اپنا تسلط بڑے جہازوں کے ذریعے قائم کیا تھا۔جو بادبانوں اور چپوؤں کے زور سے چلتے تھے۔

فنیقی ساحل سے چمٹ کر یا جزیرہ بہ جزیرہ ملاحی کے قائل نہ تھے۔وہ گہرے سمندر میں دور دراز ملکوں کے راستے کاٹنے پر مسرت محسوس کرتے تھے۔اپنے کالے جہازوں میں ان کے ناخدا ستاروں کے تبدیل ہوتے ہوئے نقشے سے اپنے راستے دریافت کرتے اور اس طرح اپنے پہلے کے حاصل شدہ علم پر انحصار کرتے جو خالدیہ کے علم ہیئت سے ماخوذ تھا (''تیرے اہل دانش لوگ، او رصور تیرے ملاح تھے)وہ سمندر میں ایسی گہرائی پر جاتے جہاں ملکی کشتیاں ہلاکت سے نہ بچ سکتیں۔ وہ بحیرہ روم کی موسمی باد تند کا مقابلہ کرتے، وہ ان دیکھی موجوں کو جانتے اور اپنے ذہنوں میں ان پہاڑی چوٹیوں کا اندازہ لگاتے جو ساحل سمندر پر چوکی داروں کی صورت میں کھڑی ہوتیں اور اس طرح ان محفوظ بندرگاہوں اور دریاؤں کے دہانے

پر جا اترتے جن کی ان کے نقشے نشان دہی کرتے اور جنہیں وہ بڑی احتیاط اور رراز داری سے دوسرے بحرنوردوں سے چھپائے رکھتے۔ انہوں نے طوفانوں کا مقابلہ کرنے یا ان سے بچ کر پناہ لینے کا ہنر سیکھ لیا تھا۔ ان کو کریٹ (قریطش) کے ملاحوں سے جو سمندر کے بادشاہ تھے اور جن کے پاس دوررس جہاز تھے، زیادہ خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ قریطش کے بعد یونان کے غیر مہذب شہری ریاستوں کے چپوؤں والے جہازی بیڑوں سے انہیں سابقہ پڑا۔ کھلا سمندر کسی حکومت کے تابع نہ تھا۔ وہاں کوئی قانون اور قاعدہ نہیں چلتا تھا۔ اور ایک تجارتی سامان کی باربردار کشتی ہر ایسے مسلح جہاز کے رحم وکرم پر تھی جو اسے آن پکڑے فنیقی محافظ جہازوں کے سرے پر پیتل کی پھالیاں ہوتی تھیں وہ اپنی حفاظت میں تجارتی جہازوں کو ان کی منزل مقصود تک پہنچاتے یہ شہر بھی صور کی طرح، زرخیز ساحل کے قریبی چٹیل جزیروں پر آباد کیے جاتے یا ایسے جزیرہ نما کے سرے پر واقع ہوتے جہاں تک پانی کے ذریعے تو رسائی ہوسکتی تھی لیکن خشکی سے پہنچ بہت مشکل تھی۔ جیسا کہ قرطاجنہ (یہ تصحیح مترجم) ''قرتھادشت' Katheadasht' یعنی شہر جدید) کا حال تھا''

اس طرح ہنی بال کے اجداد کے خون میں سمندر موجود تھا۔

جو لوگ سمندروں پر سفر کرتے ہیں وہ خطرات کے عادی ہو جاتے ہیں اور احتیاط ان کی طبع ثانی بن جاتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان لوگوں میں، جو ایک بار بھی ایک جہاز کو زمین کی حد نظر سے پار لے جاتے ہیں، آزادی کی پیاس کبھی نہیں بجھتی۔ سمندر پر رہنے والے فنیقیوں نے ہر طریقے سے جنگ کی تباہی سے بچنا چاہا۔

انہوں نے یہ بڑی دریافت کی تھی کہ گہرے سمندر کے راستے، ساحلی باشندوں تک پہنچنے کے سب سے محفوظ رستے تھے۔ یہ ساحلی لوگ ایک دوسرے سے الگ تھلگ اور برسر جنگ رہتے تھے۔مختلف براعظموں تک پہنچنے کے لیے وسطی سمندر(بحر روم) ان کی شاہراہ بن گیا اور انہوں نے اپنے رقیبوں کو اس سمندر کے خطرات کی جھوٹی کہانیاں سنا سنا کر خوب ڈرایا مثلاًیہ کہ اس میں ایک ایسا جزیرہ ہے جہاں ایولس دیوتا ہوائیں مقید رکھتا ہے ان دور دراز سواحل پر رات اور دن کی طوالت ہمیشہ برابر ہوتی ہے اور ایک جزیرے کے دیو قامت لوگ شکستہ جہاز کے ملاحوں کا گوشت کھانے کے عادی ہیں ان کہانیوں نے ہومر کی داستان میں جگہ پائی بایں ہمہ ان دروغ باف امن پسند صور کے باشندوں نے اپنی زوال پذیر طاقت کے آخری دم تک اپنے شہر کی آزادی کی جنگ لڑی اور جب اس جنگ میں شکست ہوئی تو صور ”سمندر کے درمیان ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔“

صور کے خاتمے تک، قرطاجنہ یعنی ”نیا شہر“ اپنے اجداد کے دیوتاؤں کے مندروں میں نذر کے لیے ہر سال صور کو روپیہ بھیجتا تھا۔ حالانکہ انہی دیوتاؤں، تانت، ایشمون، ہیلر اور مل کرت کے مندر خود قرطاجنہ کی بلندی پر بنا لیے گئے تھے ایک ہزار سال کی دیرینہ روایت ہی کا سبب تھا کہ سب تک سردار ہمل کر کے پروہت ایک خدشے کے احساس کے ساتھ مشرق سے دعائیں مانگتے تھے ہمل کر کا مفہوم مل کرت کا بیٹا تھا جو شہر کا قدیم حاکم تھا۔

خود اس ہمل کر کو شیر ببر کی سی بے قرار فطرت اور ہمت ملی تھی اسی لیے دور دراز

سے پیشہ ورسپاہی اس کی ملازمت کے لیے آتے اور کسی کو اجرت دینے میں وہ بخل سے کام نہ لیتا تھا۔مزید کشش کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ایک نئی جہت میں چلنے کا تہیہ کر لیا تھا۔قرطاجنہ کے اکابران قدیم خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جو اپنا سلسلہ نسب اہل صور سے ملاتے تھے۔۔۔۔خاندان برقہ سیرین (موجودطرابلس) سے آیا اور ان صوری نسل کے عمائد میں شامل نہ تھا ان عمائد کی زندگی میں ایک دوغلا پن تھا۔ ایک طرف وہ تقلید کی پابندی کی وجہ سے کنعان کے قدیم دیوتاؤں کے پرستار تھے، انہی کے نام کی قربانیاں دیتے تھے۔لوگوں سے الگ اور کشیدہ رہتے تھے۔اور ادھر ہر وقت خود اپنے انجام کی طرف سے لرزاں تھے جو ان سے ان کی اپنی زندگی کی قربانی کا مطالبہ کرتا۔اہل قرطاجنہ کے ذہنوں کا دوسرا اور مختلف پہلو یہ تھا کہ وہ اختراع و ایجاد کے جویا تھے، حالات سے فائدہ اٹھانے کے قائل اور اس حد تک تنوع پسند تھے کہ انہوں نے شامیوں اور بعد کے بعض یونانیوں کی طرح اپنی زبان کے قدیم نشانوں کو الف، ب کے حروف تہجی میں تبدیل کر دیا تھا۔ زندگی کو بہتر بنانے کے منصوبوں کی بدولت انہوں نے معمولی اراضی کو زیادہ زرخیز بنایا، محنت کے نئے نئے طریقے اختیار کیے۔چھپی ہوئی دھاتوں کے خزینوں کو نکالا اور اس طرح انہیں اس بات کی بھی جستجو پیدا ہوئی کہ مغرب کے نامعلوم غیر مہذب اور اکھڑ باشندوں کا کھوج لگائیں۔ہملکر برقہ نے اس کا مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ وہ پرانی ڈگر کو چھوڑ کر نئی منزل کی تلاش کرے گا۔اس منزل کی تلاش میں ایک تو اس طرح مدد ملی کہ جب صقلیہ کے جزیرے پر اہل رومہ کا قبضہ ہو گیا تو قرطاجنہ کے خالی شدہ

خزانے پر بار ڈالے بغیر ان سے جنگ جاری رکھنے کا اس نے یہ طریقہ سوچا کہ کوہ اریکس پر قبضہ کرکے اپنے ذاتی چند ہزار ملازم سپاہیوں سے مقابلے پر ڈٹ جاتے۔ اس ناقابل تسخیر پہاڑ پر حملہ ناممکن تھا۔خوراک ختم ہونے پر بھی ہمل کر اپنے مضبوط سرپل کو چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔

مچھیرے اپنی مچھلیوں کے انبار پہاڑ کے ایک نچلے حصے میں لاتے بعض اوقات کوئی تیز کشتی ایک محفوظ گودی میں داخل ہو جاتی، جس میں قرطاجنہ سے آیا ہوا سامان رسد صبح ہونے سے پہلے ہی نکال لیا جاتا۔ یہ سب کام رومہ کے جنگی جہازوں اور طاقت ور سیرا کوزی بیڑے سے بچ کر کیے جاتے تھے۔ یہ جہاز کھلے سمندر میں گشت لگاتے اور پنارمس کی بندرگاہ کے قریب تک پہرہ دیتے ہوئے دیکھے جا سکتے تھے۔ یہی چیز قرطاجنہ والوں کی پریشانی اور مایوسی کا باعث تھی 23 سال کی جدوجہد کے دوران میں اطالیہ کے ان بحری بیڑوں نے افریقہ کے ساحلی جہازوں پر فوقیت حاصل کر لی تھی اور اس طرح سمندر پر قرطاجنہ کے تسلط کا دور ختم ہو گیا تھا۔وہاں کے قدامت پرستوں نے اس صورت حال کو اپنے دیوتاؤں کا فیصلہ سمجھا جو ان کی کوششوں سے تبدیل نہ ہو سکتا تھا۔کوہ اریکس پر ہمل کر کی جدوجہد محض ایک دفع الوقتی اور قسمت سے سرکشی تھی۔اس کا نتیجہ کامیابی نہیں ہو سکتا تھا۔

مجلس قرطاجنہ کی یہ عاقلانہ چال تھی کہ انہوں نے اہل رومہ سے گفت وشنید کے لیے ایسے شخص کو منتخب کیا جو صلح و امن کی خاطر حریف کے سامنے خود بھی مضمحل ہو چکا تھا ہمر تسلیم خم کرنے کو تیار نہ تھا۔مجلس مذکور امیر خاندانوں کے سن رسیدہ بزرگوں پر

مشتمل تھی۔ ان میں کئی قدامت پرست اور بعض برقہ خاندان کے دشمن بھی تھے مجلس کی اکثریت نے صلح کی تجویز منظور کی۔ اگر ہمل کر اس بعید سلطنت سے جو خود کو جمہوریہ اہل رومہ کہتی تھی، اچھی شرائط حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس سے بہتر کوئی بات نہ تھی۔ لیکن اگر وہ اس مقصد میں ناکام رہا تو برقہ خاندان کی عزت و توقیر ہی کا نقصان تھا۔ مجلس کے بزرگان کرام ایک کامیاب سپہ سالار سے خائف تھے اور اسے قابل اعتماد نہ سمجھتے تھے حالاں کہ ہمل کر کئی منفرد خصوصیات کا مالک تھا اور دوسرے سپہ سالاروں سے مختلف تھا۔

ننھے ہینی بال کو جنگ کے خاتمے کا اس وقت پتہ لگا جب مغربی جانب سے بہت سے جہاز اور کشتیاں آنی شروع ہو گئیں اور رومی محافظوں نے کوئی تعرض نہ کیا۔ بار برداری کے جو جہاز آئے وہ قرطاجنہ والوں نے اپنے محصور ہم وطن بھائیوں کی واپسی کے لیے بھیجے تھے اور وہ ہلالی خلیج میں آ کر ٹھہر گئے تھے ہمل کر اپنے مصاحبین کے جلو میں نمودار ہوا۔ جن میں کچھ درختوں کی شاخیں لہرا رہے تھے اور کچھ کھجور، شراب اور زیتون کے تیل کے بڑے بڑے مرتبان اٹھائے ہوئے تھے۔ اس طرح ہمل کر نے جنگ اور بھوک دونوں کے خاتمے کا پر اثر مظاہرہ کیا۔

پھر ایک واقعہ ہوا، جو تھا تو بہت معمولی لیکن جو ہینی بال کی یادداشت میں ضرور محفوظ رہا ہوگا۔ اس کے گھر کے بڑے دروازے کے ستونوں کے سامنے ہمل کر کے ساتھی وہ رو بہ استادہ تھے ان میں کچھ اجیر عسکری تھے، جنہوں نے اپنے ہتھیاروں پر خوب صیقل کیا تھا۔ ان میں وہ اطالوی بھی تھے جو رومی فوج کے بھگوڑے تھے۔ ان

سے آگے بھاگے ہوئے غلام تھے، جن کے کانوں میں اب تک حلقے لٹک رہے تھے۔اور ان کے پیچھے پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس عورتیں کھڑی تھیں۔

ان میں ایک سپاہی آگے بڑھا تو ہمل کر نے اسے بولنے کی اجازت دی اس آدمی نے کرخت زبان میں کہا کہ اگر وہ اور اس کے ساتھی جنہوں نے ہمل کر کی اتنی مدت خدمت کی ہے، اہل رومہ کے سپرد کر دیئے گئے تو وہ سولی پر چڑھا دیئے جائیں گے۔اس پر غلاموں نے جنہیں بات کرنے کا یارا نہ تھا، اس تقریر کی تائید میں اپنے آپ کو ہمل کر کے سامنے بچھا دیا۔ان کی زمین پر پڑی ہوئی صف کے سامنے کھڑے ہو کر دیو قامت لمبیا کے غلام نے ایک پرسوز گیت گایا اور اپنے سر کو اس قدر پیچھے گرایا کہ اس کے کانوں کے حلقے ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔وہ افریقی لوگوں کا قدرتی قائد، سب میں مقبول اور اس بات پر خود بھی نازاں تھا۔ہمل کر نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔اس کی عقال یا کلغی جو کوفیہ (سر کے رومال) کے گرد بندھی تھی، اس میں ایک نایاب ہیرا تھا جو اس کے بات کرنے کے ساتھ سورج میں چمکا۔ہمل کر نے کہا وہ کافی سن چکا ہے اور وہ سب باتوں کا جواب تیسرے دن دے گا۔

حسب وعدہ ہمل کر قربانیاں ختم ہونے کے بعد، تیسرے دن صبح، بڑے دروازے کے سامنے آیا۔اس نے اپنے مضبوط ہاتھوں کو ایک دوسرے پر مارا اور پھر انہیں پھیلایا پھر اس نے سامعین سے کہا کوئی رومی فوج کا بھگوڑا واپس نہ کیا جائے گا۔اور نہ کسی پناہ گزین غلام کو حوالے کیا جائے گا وہ سب کے سب قرطاجنہ لے

جائے جائیں گے۔ کیونکہ اس کی اپنی سپہ سالاری صلح کے ساتھ ختم ہوگئی پیشتر اس کے حیرت زدہ سپاہی خوشی کی صدائیں بلند کریں ہملِ کر دروازے سے اپنے گھر کی طرف مڑ چکا تھا۔

غرض تین سال بعد، کوہ اریکس کی پوری فوج ان منتظر کشتیوں کی طرف لپکی، جو انہیں قرطاجنہ واپس لے جانے کے لیے آئی تھی انہیں اپنی جھونپڑیوں کو چھوڑنے کی کوئی خوشی نہ تھی۔ گو وہ بھوک سے دبلے ہو گئے تھے اور ان کے پاس غنیمت کا مال بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ جہازوں پر فوجی یہ حساب کتاب کر رہے تھے کہ انہیں قرطاجنہ کے حکمرانوں سے جنہوں نے ایک لفظ میں ان کے پہاڑ کو دشمن کے حوالے کر دیا تھا، پچھلے مہینوں کی تنخواہ پر کتنی رقم ملے گی۔ اجید سپاہیوں کو اتنی شکایت ہوئی کہ انہوں نے غدر مچا دیا جس سے علاقوں میں بھی بغاوت ہوگئی اور اس طرح ایک ایسی بے رحم خانہ جنگی شروع ہوئی جس نے ان کے آقا ہملِ کر اور قرطاجنہ کے حکمرانوں کے سارے منصوبوں کو بدل دیا۔

ان واقعات کا ننھے ہنی بال کی یادداشت میں ہلکا سا ہی عکس رہ گیا ہوگا۔ کیونکہ اس کو پتہ نہیں تھا کہ اس کے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ ویسے بھی وہ جہاز سے سیدھا اپنے شہر کے آرام دہ پر تکلف محل میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں اس کی بہنیں اور چھوٹے بھائی رہتے تھے اور جہاں استاد اس کی تعلیم کے لیے مقرر تھے۔ اور خدام اس کے ہر حکم کو بجالانے کے لیے استادہ تھے۔ پھر بھی اس کے ذہن سے اس چھاؤنی کی یاد قطعی طور پر محو نہ ہو سکتی تھی جہاں اس نے مسلح جنگ جو سپاہیوں کو بسر اوقات کرتے دیکھا تھا۔

سمندروں کی ملکہ

نیا شہر یعنی قرطاجنہ پانچ سو سال پرانا تھا۔شروع میں وہ فنیقی قوم کے لئے اسپین کے رستے میں ایک پڑاؤ کا کام دیتا تھا اور اس میں اب تک اپنے اصل اور ابتدائی حالت کے نشان موجود تھے۔ایک تنگ جزیرہ نما، جو خلیج تیونس کے اندر گھسا ہوا تھا، اس کی آخری نوک پر ''جبل مقدس'' کی سینگ نما چوٹیوں کے پار چار سو فٹ اونچی پہاڑی کے پیچھے ایک عارضی بندرگاہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی اس کے بڑے بڑے پشتے جہازوں کو شمال مغرب کی خطرناک ہواؤں سے محفوظ رکھتے تھے جزیرہ نما کی گردن کی پہاڑیاں قرطاجنہ کی بندرگاہ تک خشکی کے راستے کی حفاظت کرتی تھیں۔

ایک دوسری، داخلی بندرگاہ جنگی جہازوں کے لئے پہاڑوں کو تراش کر بنائی گئی تھی۔شکل میں چکر کی طرح گول، یہ ایک بہ بڑی محراب کے اندر واقع تھی اور دو سو جنگی جہاز اس میں لنگر ڈال سکتے تھے۔ ہر گودی کے ساتھ رسوم ادا کرنے کے لئے سنگ مرمر کے ستون تھے جہاں پر جہاز آکر ٹھہرتے تھے۔اس چکر کا مرکزی نقطہ ایک جزیرہ تھا جس پر محکمہ بحریہ کے دفاتر واقع تھے۔یہاں فرعون کے چھوٹے سے بت کی مانند ایک اونچا مینار تھا، جہاں سے باہر کے سمندر پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔یہ مینار جہازوں کو اشارے اور پیغام دینے کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا گول محراب کے پیچھے گوداموں میں لکڑی، ہتھیار، رسے اور جنگی سامان بھرے رہتے تھے۔گو قرطاجنہ کا اب اتنا بڑا بحری بیڑا نہیں تھا جتنا کہ اس صدی میں جب وہ مغربی سمندروں کی ملکہ تھا۔پھر بھی بڑے بیڑے کا ساز و سامان ضرور موجود تھا۔ایک

حفاظتی دیوار، ایسے لوگوں کو جو وہاں آنے کے مجاز نہ تھے، ناگہانی ضرورت کے وقت اس خفیہ بندرگاہ پر جاسوسی کرنے سے باز رکھتی تھی۔

ایک بہت فراخ سڑک پرانے قلعے بیرسا کو جاتی تھی قریب دو سو فٹ کی بلندی پر جس کا رقبہ ایتھنز کے بالا حصار (اکروپولس) کا بہ مشکل نصف ہوگا، یہ جگہ کلی طور پر مندروں کے لئے مخصوص تھی، جن میں دھرتی ماتا تانت، صحت دینے والے اشمون اور مل کرت کے مندر سب سے نمایاں تھے چونکہ وسط شہر میں جگہ کی قلت تھی، معماروں نے سات سات منزل کے مکانات بنائے جو بیرسا قلعے کے آس پاس تھے اور جن کے عقب میں روشنی حاصل کرنے کے لیے کھلی چھتیں تھے اور بارش کا ذخیرہ کرنے کے لئے بے شمار حوض بنے ہوئے تھے۔ یہاں وہ معمار اور نجار کار کرتے تھے جو پورے بحر روم کی منڈیوں کو سامان مہیا کرتے تھے ان کی اپنی جماعتیں جو مشترکہ دستر خوان پر جمع ہوتے تھے اور شہر کے معاملات پر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔

بیرسا کی بلندی سے درے، جزیرہ نما کے ساتھ ساتھ ایک چوڑی سڑک سات میل تک ایسے باغات میں ہوتی چلی گئی تھی جو دراصل قبرستان تھے اور جن کے مقبروں پر کہیں کہیں فنیقی سنگ تراشی کا لاثانی کام کیا ہوا تھا۔ سمندر کی طرف دوسرے احاطہ بند باغات تھے جو ایسے بڑے خاندانوں کی ملکیت تھے، جنہوں نے تجارت سے دولت کمائی تھی ان میں سے بعض نے مثلاً ماگو خاندان کے امراء، اور ہنو خاندان کے سیانے افراد نے نسل ہا نسل شہر پر حکومت کی تھی ہنو کا قبیلہ نو دو تسے

اور کمیاب ہمل کر کا کھلم کھلا دشمن تھا۔

شاہراہ کے کناروں پر جو ہجوم گزر رہتا تھا وہ اس نئے شہر (قرطاجنہ) کے باشندے نہ تھے ان میں گے پہنے نومدیہ والے سبک روگھوڑوں پر سوار اوران کے جلو میں نفیری والے نفیری بجاتے ہوئے چلتے کہیں سوڈانی لوگ گرد آلودسڑک پر چلتے نظر آتے، جن کے کاندھے اپنے بوجھ کے نیچے بھی سیدھے رہتے تھے۔ مسالیہ کے جنگ جو اپنے اہل وعیال سمیت اس بے حدوحساب دولت کے شہر کی طرف قدم فرسائی کرتے دکھائی دیتے۔ لبیا کے کسان بھی جو اس زرخیز ساحل کے اصل باشندے تھے، اپنی گاڑیاں اس ہجوم میں سے ہانک کر گھر لے جاتے۔ سانولے یونانی داروغہ چابکوں کو چٹخا کر اپنی پرانی طرز مگر بارعب رتھوں کے لئے راستے بناتے تھے۔ دیہاتی گھوڑوں بھاری بھرکم ہاتھیوں سے بدکے تھے، جو چوبینے کے بڑے بڑے بوجھ لیے چپ چاپ راستہ طے کرتے قافلوں پر قافلے غلاموں کی سر زمین یعنی دوردراز اندرونی افریقہ سے آتے اور یہاں کی سڑکوں پر نمودار ہوتے تھے حقیقتاً قرطاجنہ شاہراہیں افریقی براعظم کی رگیں بن گئی تھیں ان کے توسط سے افریقہ کی پیداواریں یہاں آتیں اور جہازوں کے ذریعے بحرروم کی دوسری بندرگاہوں کی طرف روانہ ہوجاتی تھیں۔

قرطاجنہ قوموں کا اعصابی مرکز بن گیا تھا اور سمندر کے کنارے اس کی صورت ایک عالمی صدر مقام کی ہوگئی تھی اس کی دکانوں میں فنیقی زبان کے ساتھ ساتھ وہاں کی اصلی زبان بھی سنائی دیتی تھی اور تجارتی یونانی کے ساتھ مشرق کی آراجی حقیقت

میں قرطاجنہ مشرقی شہر ہی تھا۔ افریقہ ساحل کی سرخ پہاڑیاں کنعاں کی سرخ زمین سے ملتی جلتی تھیں۔ قرطاجنہ کی ایک اور خصوصیت تھی کہ یہ شہر ہمیشہ آزاد رہا تھا صور پہلے خالیہ والوں کا مطیع ہوا اور اس کے بعد ایرانیوں کا جنہوں نے بالآخر سکندر کے مقدونی فوج سے شکست پائی سن 333ء ق م میں اس تباہی سے بچے ہوئے مہاجرین عورت و مرد اور بچے اس نئے شہر (قرطاجنہ) میں آکر پناہ گزیں ہوئے ورنہ صور کی طرح شمال (یعنی یورپ) کے معزز ترین شہر ایتھنز اور کاپوآ تک حملہ آوروں کی یورشوں سے نہیں بچ سکتے تھے۔

تعجب یہ تھا کہ قرطاجنہ کی کوئی حفاظتی شہر پناہ نہ تھی اصل میں اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ نواحی سمندر شہر کو محیط اور اس کی حفاظت کرتا تھا۔

صور کے برخلاف نئے شہر کی خوردونوش کی ضروریات عقبی سرزمین سے پوری ہوتی تھیں جزیرہ نما کی پہاڑیوں سے زیریں میدانوں میں سیراب فصلوں کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔ یہ کھیتیاں دریائے مگردس کی زرخیز وادی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ جس کے آگے قدیم جنگلوں کی کالی باڑیں کھڑی تھیں جہاں ہنرمندوں کے دست و بازوں، برگد اور دیودار کو دوبارہ سہ بارہ جتنی جلدی وہ کٹ سکیں لگاتے اور بڑھاتے تھے۔

پہلے پہل ہنی بال اپنے بے چین باپ کے ساتھ متمدن دنیا کے کناروں تک گیا ہوگا۔ جہاں لبیا کے لوگ اپنے مویشیوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اپنے سردار کے ماتحت جو کچی اینٹوں کے مکان میں رہتا تھا، بسر اوقات کرتے تھے۔ شاید وہ صحار کے لوگوں کے شہر سرتا (کانس ٹنٹیسن) بھی گیا ہو، جو مغرب میں ایک دریا کے

کنارے آباد تھا لیکن شاید 238-241 ق م کی بغاوت نے جو جزیرے کے عقبی حصے میں طوفان کی طرح پھیلی، اسے قرطاجنہ میں اپنے مکان کے اندر رہنے پر مجبور کر دیا ہو جہاں وہ اپنے ایک یونانی حساب دان استاد سے سبق لیتا رہا ہوگا اور اپنے چھوٹے بھائیوں کے استاد سے بہادری کے گیت سنتا رہا ہوگا۔

بغاوت جلد ہی خانہ جنگی میں تبدیل ہوگئی اور جزیرہ کے عقبی حصے کے مغلوب لوگوں نے جزیرہ نما کے شہر کے تسلط کو اتار پھینکنے کی کوشش کی لیکن اس خانہ جنگی نے ایک اور پیچیدہ صورت اختیار کی لٹیرے قبیلے ان دیہات والوں سے مل گیر جو اپنے آقاؤں کے ظالمانہ جنگی محاصل کے بوجھ سے نالاں تھے۔ دوسرے باشندے قرطاجنہ کے وفادار رہے۔ کوہ اریکس کے تجربہ کار فوجی، جن کو ان کی مرضی کے مطابق پچھلی تنخواہوں کا بقایا نہ ملا تھا، وہ اس بغاوت کے سرغنہ تھے۔ شہر کے پاس کوئی تربیت یافتہ فوج نہ تھی جو ان بلوائیوں کا مقابلہ کر سکتی۔ دوسری طرف باغیوں کا سردار کوئی قابل قائد نہ تھا اسی لیے انہوں نے دہشت انگیزی پر کمر باندھ لی اپنے خطرے کو محسوس کر کے، شہر والوں نے ہنو خاندان سے اقتدار چھین لیا اور ہملکر کو تنہا سپہ سالار مقرر کر دیا۔

ہملکر نے نئی فوج ترتیب دی۔ نومدیہ کے سوار اس کے جھنڈے تلے آ گئے ایک ہاتھیوں کی فوج، جن کی چمڑے کی پوشش ہوتی تھی، شہر کے صدر دروازوں سے دیہات کی طرف روانہ ہوئی۔ اسی بچ رنگی فوج سے ہملکر نے باغیوں کو واپس جل دیا کہ وہ سب کے سب ایک سربلند وادی میں آ گئے اور پھر ان میں سے کوئی گروہ زدہ

نکل کر نہ جا سکا۔

جب زخم خوردہ افریقی ساحل پر دوبارہ سڑکیں کھلیں تو ان پ سولیوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں ۔جن پر بغاوت کے سرغنوں کو لٹکا دیا گیا تھا۔ ان لاشوں پر گدھوں کا ہجوم تھا۔ انہی میں اس دیو قامت لبیا والے غلام کی بھی لاش تھی، جسے اپنے کان کے چھلوں پر بہت فخر تھا، آٹھ سالہ ہنی بال نے اس جنگ کے نشان ضرور دیکھے ہوں گے جسے رومی مورخوں نے نا قابل کنارہ قرار دیا تھا۔

شاید اسی چھوٹی عمر میں اس کو جنگ سے نفرت اور اپنے آدمیوں کو جنگی میدان میں بھیجنے سے نا گواری پیدا ہوئی اور آئندہ سنین میں اس کا یہ رجحان اور بھی راسخ ہو گیا۔

ہمل کرنے اور سب کو ہٹ جانے کا حکم دیا

قرطاجنہ مضمحل ہو چکا تھا کہ اتنے میں ایک لیہ خطرے کا خوف اس پر طاری ہوا اور سال 37-238 ق م میں شہر والوں کو اس بارے میں فوری فیصلہ کرنا لازم ہوا۔

رومیوں نے چند ہی روز پہلے صلح کے قول و قرار کئے تھے، لیکن اب ایک نیا مطالبہ کیا کہ اہل قرطاجنہ سارو ینہ اور کورسکا کا جزیرہ خالی کر دیں اور سابقہ تاوان جنگ پر جو تین سال قبل (241 ق م میں) طے ہوا تھا، 1200 ٹیلنٹ وزن کی چاندی اور زیادہ ادا کریں (ٹیلنٹ=قریب ایک من)

پچھلا صلح نامہ جس پر ہمل کرنے سفیر مختار قرطاجنہ کی حیثیت سے دستخط کئے با قاعدہ دو برابر کی حکومتوں کے درمیان ہوا تھا۔قرطاجنہ نے پورا جزیرہ قصلیہ،

حکومت رومہ کے حوالے کیا اور تاوان جنگ دینا قبول کیا تھا۔ دونوں حکومتوں کے تجارتی حلقے مقرر ہوئے تھے اور انہوں نے مان لیا تھا کہ ایک دوسرے کے حلیفوں کو نہیں ستائیں گے۔ مگر حملہ کرنے رومہ کے سپہ سالاروں کی یہ شرط نہیں قبول کی تھی کہ مغرور سپاہی یا غلام ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اب اسی زمان میں بھی قرطاجنہ میں بغاوت فرد کی جا رہی تھی، مغربی بحر روم کے جزیروں میں چند بندرگاہوں کی مقامی قرطاجنی فوجوں میں بھی باہم لڑائی جھگڑے ہوئے۔ اتمیس ساوینہ اور کورسکا واقع میں ساحل اطالیہ سے قریب تھے لہذا رومہ کی مجلس عمائد (سینٹ نے قرطاجنہ کے اضمحلال سے فائدہ اٹھایا اور ان جزیروں سے اس کی حفاظتی فوجوں کا واپس بلائے جانے کا مطالبہ کیا جس کے معنی درحقیقت یہ تھے کہ وہاں کے ساحلی شہر رومہ کے حوالے کر دیئے جائیں۔ الغیر متوقع مطالبات کے ساتھ بتا دیا گیا کہ انکار کی صورت میں ازسر نو جنگ کا اعلان کر دیا جائے گا۔

قرطاجنہ کے قصر بیر ساکی کی مجلس کے سامنے مذکورہ جزیروں سے دست برداری کے معنی یہ تھے کہ وہاں کی عمارتی لکڑی اور ماون کی درآمد موقوف ہو جائے، لیکن اس سے کہیں زیادہ نقصان تھا کہ وہ بندرگاہیں ہاتھ سے نکل جائیں جو مغربی بحر روم میں آمد و رفت کا ذریعہ تھیں۔ زرخیز صقلیہ کے چھن جانے سے مشرقی روم میں ان کا بحری اقتدار پہلے ہی ختم ہو گیا تھا، کیونکہ قرطاجنہ کے سمندر میں نکلے ہوئے سر اور اطالیہ کی ایڑی کے درمیان یہی صقلیہ حائل تھا۔ اب مغربی جزیروں کے ہاتھ سے نکل جانے کے معنی یہ تھے کہ تین سو برس کی بحری سیاحت کے بعد آئندہ قرطاجنہ کے

ملوک تجار ہر طرف کے بحری اقتدار سے محروم ہو جائیں گے۔ سوائے اس کے کہ کوئی غیر متوقع تدبیر نکل آئے۔ رہا تاوان جنگ کا المضاعف ہو جانا، تو ان با موقع جزیروں کے نقصان کے مقابلے میں یہ محض ایک ناگوار زیر باری تھی۔

مجلس شوری میں جو ارکان قسمت کے لکھے کو اٹل سمجھتے تھے جیسا کہ دیوار بابل پر (وہاں کے بادشاہ کو) تقدیر کا نوشتہ نظر آیا تھا، وہ تو رضا بالقضا پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن جنہیں بہت غصہ آیا، انہوں نے کہا کہ دراصل ہملکر کو اریکس چھوڑنا ہی نہ چاہیے تھا۔ بہر حال اکثریت اس بات کو سمجھتی تھی کہ تین سال کی صلح کے بعد اب رومہ کی تازہ دم فوجوں کا مقابلہ کرنا محال ہوگا۔

قرطاجنہ کا جزیرہ چھوڑ دینا اور زائد تاوان کے لئے چاندی فراہم کرنا تاریخ میں صراحۃً مرقوم ہے لیکن وہاں کے عمائد کا طیش و غضب اور بحر روم میں اپنی سرگرمیوں کے لئے کوئی نیا خطہ تلاش کرنے کا عزم، اس کی شہادت ان کوششوں سے ملتی ہے جو اس سال انہوں نے آغاز کیں اور جنہیں ممالک بحر روم کی سیاحت کے واسطے ہینی بال کی بسم اللہ کہنا درست ہوگا۔ اگرچہ خود ہینی بال اس وقت نو برس کا لڑکا تھا جب اس نے ان تیاریوں کو اس طرح شروع ہوتے دیکھا کہ شہر کے گرد تہری فصیل بنانے کے لئے کھمبے گاڑے گئے۔ ان میں سب سے اندرونی فصیل خاصی جناتی قسم کی بنائی جا رہی تھی جس کی چوڑائی 20 قدم اور آدمی کے قد سے سات گنی اس کی بلندی تھی۔ نیز ایک ایک پرتاب ر دفاعی برج بنے تھے اور اندر کے رخ فیل خانے ہزار ہا گھوڑوں کے اصطبل اور دانہ چارہ جمع رکھنے کے گودام تھے۔ فصیل کی اتنی بڑی

چوڑائی کا مقصد یہ تھا کہ اس پر نئی کلیں سنگ باری کے لئے جمائی جا سکیں۔ ان تیاریوں کی تکمیل ہو جانے پر شہر خشکی کی طرف سے نا قابل تسخیر ہو جاتا کم سے کم اہل قرطاجنہ یہی امید کرتے تھے۔

ان دید تعمیرات کا اچھی طرح آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ ہملکر نے ایک نئے دیس میں نقل مکانی کی تیاریاں کی جو رومیوں کی دسترس سے باہر تھا۔ اس کے ہمراہ سب سے بڑی بیٹی کا شوہر، چند سردار اور آموزدہ افریقی سپاہی تھے۔ لیکن اس قسم کی رنگ برنگی اجیر فوجیوں کی کوئی جمعیت نہ تھی جسے ہنی بال نے اریکس میں دیکھا تھا۔ یہ سب ڈوبتے سورج کے رخ جا رہے تھے۔ سورج سمند کے کنارے ہرقل کے کھمبوں (موجودہ جبل الطارق) کے درمیان غروب ہوتا تھا۔

ایک مدت بعد، جب یہ جلیل القدر سپہ سالار (ہنی بال) مشرق میں شاہ الطیاکس کے دربار میں آ گیا تھا، اس نے اپنے باپ کی نقل مکانی کی کیفیت دہرائی کہ کس طرح ہملکر نے ساتھیوں سے حلف لیا کہ وہ واقعی اپنی خوشی سے ہمراہ لے جا رہے ہیں۔ اس غرض سے وہ بیرسا کی چوٹی پر ملکرت دیوتا کے مندر میں گئے، جہاں تانت دیوی کے نام پر چھوٹی ہوئی کبوتریاں سروں پر منڈلا رہی تھیں۔ صحن میں دھوپ اور لوگوں کا اژدہام تھا۔ دھوپ سے بچ کر مندر کے اندھیرے حجرے میں آئے ہملکر نے اپنے ہم نام دیوتا پر قربانی کی بھیڑ ذبح کی (پھر صراحی ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا اور اس کی شراب دیوتا پر لنڈھائی۔ ہنی بال نے کہا ''میں قربان گاہ کے قریب کھڑا تھا سب رسمیں ادا کرنے کے بعد میرے باپ نے اپنے رفیقوں اور

سب حاضرین کو حکم دیا کہ پیچھے ہٹ جائیں پھر مجھے اپنے پاس بلایا اور بڑے نرمی سے پوچھا کہ تو بھی اس سفر میں ساتھ چلنا چاہتا ہے۔ میں نے جیسا کہ لڑکوں کی فطرت ہے، قبول کیا بلکہ منت کی کہ مجھے ضرورت ساتھ لے چلئے۔ تب اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور قربان گاہ کے پاس لے جا کر کہا کہ وہ دوسرا ہاتھ قربانی کی بھیڑ پر رکھ کر قسم کھا کہ تو کبھی رومیوں کا دوست نہیں ہوگا، چنانچہ میں نے قسم کھائی۔''

ہسپانیہ کو جاتے وقت ہرقہ خاندان کی یہ قسمیں تاریخ میں یادگار ہیں۔ مورخ واقعے کو دہراتے رہے اور اس نے وہ اہمیت حاصل کر لی جو قسمیں کھاتے وقت اسے نہیں دی گئی تھی۔ اکثر کتابوں میں ہم پڑھتے ہیں کہ ہمبل کار نے اپنے بیٹوں کو رومہ سے دائما دشمنی کا حلف دیا تھا اور انہوں نے خصوصی ''ہنی بال نے حالانکہ وہ کمسن لڑکا تھا اپنی ساری زندگی اسی کام کے لئے وقف کر دی۔ لیکن یہ حلف دوسرے قرطاجنہ کے عسکی سرداروں نے بھی اٹھایا ہنی بال نے اس واقعے کا ذکر محض سفر ہسپانیہ کے ضمن میں کیا ہے جس کا فیصلہ پہلے ہو چکا تھا دوسری قسم کے الفاظ قابل لحاظ ہیں ان کا مطلب قدرے مختلف ہے ''رومیوں کا کبھی دوست نہ ہونا'' اور ردائما دشمنی کرنے میں فرق ہے یہ بھی واضح رہے کہ اس زمانے میں رومہ کی مجلس یا قوم سے دوستی کا خاص سیاسی مفہوم تھا۔ اس کا دوست ہونا عملاً حکوم رومہ کا زبردست ہونا تھا۔ رومہ کے ''حلیف ہو جانے کی اصطلاح بھی قریب قریب یہی معنی رکھتی تھی۔ لیکن حلیف پھر بھی کچھ نہ کچھ امتیازات رکھتے تھے پولی بئیس مورخ نے یہ مطلب ان لفظوں میں ادا کیا'' جب لوگوں کو ہمت ہار جائے اور وہ صلح کی شرائط طے

کریں۔۔۔تو ان پر دوست اور ماتحت کی حیثیت سے بھروسہ کرنا ممکن ہے" پس ہملکر کا یہ مطالبہ اور ہینی بال کی قسم کا منشا یہ تھا کہ وہ کبھی حکومت رومہ کی اطاعت نہیں قبول کریں کریں گے۔ان کا غصہ دراصل اس پختہ ارادے کا باعث ہوا تھا نہ یہ کہ اس حلف کو وہ سے انہوں نے آئندہ عداوت کا بیڑا اٹھایا۔مذکورہ بالا مورخ نے بھی یہ بات اپنی طرز خاص میں تحریر کی ہے "رومہ اور قرطاجنہ کی ہینی بال والی) جنگ کا پہلا سبب ہمیں ہینی بال کا باپ ہملکر معروف بہ "برقہ" کا غیظ وغضب قرار دینا پڑے گا۔۔۔رومہ کے ازسرنو جنگ پر تیار ہونے کا اعلان سن کر شہر قرطاجنہ ہر معاملے پر گفت وشنید کے لئے آمادہ تھا لیکن اہل رومہ نے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا تو قرطاجنہ والوں کو حالات سے مجبور ہو کر ساردینہ کا تخلیہ کرنا اور بارہ سو تیلنٹ چاندی کا زائد تاوان بھرنا پڑا۔اس زبردستی کا انہیں شدید صدمہ ہوا تھا لیکن مقابلے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔۔۔اسی کو جنگ کا دوسرا بڑا سبب سمجھنا چاہئے کیونکہ ہملکر کو بھی دوسرے اہل وطن کی طرح رومہ کی اس زیادتی پر سخت غصہ آیا" پھر پولی بئیس آئندہ واقعات کی بنا پر لکھتا ہے کہ "جنگ کا تیسرا سبب قرطاجنہ کی ہسپانیہ میں کامیابی کو قرار دینا چاہیے۔"

موسم بہار یعنی جہاز رانی کا موسم آنے پر ناخداؤں نے تیاری کا اعلان کیا۔ہملکر کا بڑا جہاز امیر البحر کی لنگر گاہ سے کھاڑی کے ذریعے چل کر تجارتی بندرگاہ میں داخل ہوا۔اس کے حجرے میں پتلے کے سامنے مذہبی رسم کے مطابق دیوی جلائی گئی۔ ملاحوں نے بادبانوں کا رخ بدل دیا کہ ساحل کی ہوا سے طاقت حاصل کریں پشتہ

پل کے سرے پر حکام اور چغہ پوش عمائد مجلس کا اژدہام تھا۔ سب نے ہاتھ اٹھا کر خیر و سلامت سے سفر طے ہونے کی دعا مانگی۔ پچاس لمبے چپوؤں کا مسافر جہاز حرکت میں آیا اور مقدس کوہ بیرسا کا چکر کھا کے سمندر میں روانہ ہوا۔ سرخی مائل ساحل کے اوپر قصر بیرسا کی مرمریں عمارت کی سفیدی نیلے آسمان کے نیچے مدھم ہوتی چلی۔ ہینی بال اگلے عرشے پر سائبان کے سائے میں کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ آیا ہوگا کہ آئندہ چھتیس برس تک قرطاجنہ کا یہ ساحل اسے دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

مسافر جہاز چھ دن اور چھ رات ہوا کی مخالف سمت میں چلتا رہا۔ اہل قرطاجنہ کی ساحلی چوکیوں سے دور اور اسی طرح یورپ جانب کے جزیروں سے فاصلے پر چلتا ہوا ہرقل کے کھمبوں یعنی جبل الطارق اور سبطہ کی پہاڑی کے درمیان سے گزر کر اوقیانوس کے مواج پانی میں پہنچا۔ رنگ برنگ کی نئی مچھلیاں اس کے لمبے چپوؤں سے کھیلنے لگیں، تا آنکہ شمال میں مڑ کر وہ ساحل یورپ سے متصل ایک چھوٹے سے جزیرے پر لنگر انداز ہوا۔

یہ پہاڑی جزیرہ گاوس یا گادر (بہ معنی قلعہ) موجودہ قادص تھا جس کی فلیفتی نو آبادی قرطاجنہ سے بھی پہلے بسی اور مادری شہر سے بہت مشابہت رکھتی تھی خشکی کی ایک لمبی قوسی پٹی ساحل تک گئی اور قدرتی پشتہ پل کی صورت میں اعلیٰ درجے کی گہری اور محفوظ بندرگاہ بناتی تھی۔ مگر اس میں صرف بڑے بڑے جہاز ہی لنگر ڈالتے تھے۔ چغہ پوش حکام نے ہمل کر کا رسمی خیر مقدم ادا کیا مگر قرطاجنہ کی خواتین کی طرح

یہاں مندر کی سیڑھیوں پر عورتیں نہیں تھیں۔ موجوں میں جو کنارے سے آ کر ٹکراتی تھیں، اس وقت طغیانی کی کیفیت تھی، اگر چہ مطلع صاف تھا۔ ہمل کر کے پاس سرکاری ہر کی تختی جس پر اس کا ''شوفت یعنی محافظ قرطاجنہ ہونا کندہ تھا، موجود تھا مگر اس نے قادص کے حکام کو صرف وہ ماسلہ دیا جس می انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ وہ اپنی مہم کے مصارف خود ادا کرے گا۔''

یہ مہم سر زمین ہسپانیہ کو زیر نگیں لانا تھی۔ قرطاجنہ والے براعظم یورپ کے مغربی سرے کے اس ٹکڑے کو کم سے کم وقت میں اپنے قبضے میں لانا چاہتے تھے کہ اسے قرطاجنہ کی ایک نئی چھاؤنی بنا کر سمندر کے مغربی سواحل پر اپنا تجارتی کاروبار پھیلایا جائے۔ ہمل کر کا یہ بیان صحیح تھا مگر اس میں پوری تفصیل اور توجیہ نہیں بتائی گئی تھی یعنی یہ کہ ہسپانیہ کا عظیم جزیرہ نما رومہ والوں کے حلقہ اثر سے باہر تھا۔ اس کی زمین کو شمال کی طرف سے کوہستان پارین کی فصیل نے سر بند کر دیا تھا۔ اہل قرطاجنہ چاہتے تھے کہ اس علاقے کو زیر اقتدار لا کر یہاں کے معاون سے قیمتی دھاتیں نکالیں اور یہاں کی جنگلی قوموں سے تازہ فوجیں بھرتی کریں اور اس طرح رومیوں کے ستائے ہوئے قرطاجنہ کو ایک نیا گڑ ہاتھ آ جائے، یعنی وسیع تر پیانے پر ایک اور کوہ اریکس تیار ہو جائے اس مقصد عظمیٰ نے ہمل کر کے لقب شوفت کے بھی دو معنی پیدا کر دیئے۔

لیکن کام بڑا اور فرصت کم رہ گئی تھی۔

اسپین میں خزانہ

قرطاجنہ کے بحرنوردوں کے لئے بحراوقیانوس کوئی راز نہیں تھا، اگرچہ وہ اس حقیقت کو طرح طرح کی تدبیروں سے مخفی رکھتے تھے۔صدیوں پہلے مصر کے ایک فرعون کے ایماء سے فنیقیوں سے براعظم افریقہ کا چکر لگایا تھا۔زیرنظر زمانے سے پانچ صدی قبل سے قادس ان کی مرکزی نوآبادی بن چکا تھا۔اور بحراوقیانوس کی سوکھی مچھلی، ٹین اور کچھ عنبر جمع کرتا اور دساور بھیجتا تھا۔جس سے پیتل بنانے میں کام لیتے تھے ان کے حریفوں کو کبھی معلوم نہ ہوسکا کہ کارآمد ٹین وہ کہاں سے لاتے ہیں۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں جب قرطاجنہ کو فروغ ہوا تو بحری تجارت کے راز اور زیادہ تشدد سے محفوظ رکھے گئے۔آبنائے جبل الطارق سے بیرونی سمندر کے راستے کا پہرہ دار قارص بنایا گیا اس پہرے چوکی کی کامیابی بالواسطہ پی تھیاس کے قص سے بھی واضح ہوتی ہے جو یونانیوں کی نوآبادی مسیلیہ موجودہ (مارسیلز) کا باشندہ تھا اور کسی طرح قاوص والوں سے بچ کر کھلے سمندر میں جا نکلا اور واپس آکر اپنے مشاہدات بیان کیے یونانی اہل علم نے انہیں من گھڑت کہانی قرار دیا۔وہ یورپ کے اس ٹکلے کو زمین کا سرا سمجھتے اور ''ہسپانیہ'' کہتے تھے،جس کے معنی ہی خفیہ دیس کے ہیں۔

مگر دوسروں کو بے خبر رکھ کر خود قرطاجنہ والوں نے جزائر کیغری بلکہ ممکن ہے اور آگے ازور تک سمندر کی دیکھ بھال کی ہوان کا ایک ناخدا ہمبل کو ابیون (یعنی برطانیہ) کے بڑے جزیرے کی سفید پہاڑیوں والے ساحل تک حکومت کی طرف

سے گیا۔ اس لیٹ ین کی پیداوار کے علاقے کورن وال اور بریطانی کا چکر لگایا اور برطانیہ کے چھوٹے بھائی ''مقدس جزیرے'' (آئرستان) تک پہنچا اکتشاف حالات کہ اس بحری سفر میں ہمبل کو کے بیڑے کو بند ہوا کا ایک قطعہ آب ملا جہاں مچھلیاں اور جہاز رک رک جاتے تھے۔ اگرچہ یہ کیفیت امریکی براعم کے بحیرہ سر گاسو سے ملتی جلتی ہے لیکن رنیہ چاہتا ہے کہ یہ خلیج بسکے کا کوئی حصہ ہوگا جس میں کائی کی گھانس، نرسل وغیرہ میں مچھلیوں کے جھلڑ الجھ جاتے ہیں جس سے قرطاجنہ والوں کی بڑی دلچسپی تھی۔ بہرحال اس بے حرکت قطعہ بحر کی کہانی ان دہشت انگیز قصوں میں اضافہ کرلی گئی جن کی مدد سے قرطاجنہ والے اپنی بحری تجارت کے بھید چھپاتے تھے۔

اسی زمانے میں، یعنی 500 قبل مسیح کے قریب ایک اور قرطاجنی مسمی ہنو ایک بڑا بیڑا لے کر شمالی افریقہ کے مغربی بازوں کی سیاحت کے لئے روانہ ہوا۔ یہ بحری سفر صف دیکھ بھال کی غرض سے نہ تھا بلکہ پچاس چپو والے پچاس جہازوں کے اس بیڑے سے میں ملاح اور آبادکار ملاکر 30 ہزار نفوس شریک تھے۔ ہنو ای بڑا منصوبہ باندھ کر چلا تھا اور ہر دریا کے سرسبز دھانے پر آبادکاروں کو بساتا ہوا جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہر مقام سے دیسی باشندوں کو لیتا جاتا تھا جو اگلی منزل کے لئے رہنمائی اور ترجمانی کی خدمت انجام دیں اسی سفر میں اس کے قرطاجنی ساتھیوں کو دیسی باجوں کی نئی نئی آوازوں کے علاوہ ایک نئے آدمی نما جانور ''گوریلا'' کا نام معلوم ہوا ہنو بھی ہمبل کر کی طرح قرطاجنہ کے ''شوفت'' ''کرنی'' (Cerne) نام کی نوآبادی

بسائی جس کا سب ٹھیک پتہ نہیں چلتا لیکن اکثر اہل الرائے اسے قرطاجنہ کے ٹھیک جنوب میں قرار دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہنو نائجر دریا تک جا پہنچا تھا اور اس کی نوآبادیاں ساحل پر اس طرح بسائی گئی تھیں کہ اندرون ملک کے کارروانی راستے وہاں تک آتے اور ہاتھی، سونا، غلام، قیمتی پتھر قرطاجنہ والوں کے ہاتھ فروخت کرتے تھے جو یہ مال شمال میں اپنے مادری شہر تک پہنچاتے تھے۔

حقیقت حال جو کچھ بھی ہو اس میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہملکر کے زمانے میں قرطاجنہ کی تجارتی بندرگاہیں افریقہ کے معنی ساحلوں پر قائم ہوگئی تھیں۔ حالانکہ یورپ کے جہازران آئندہ انیس صدی کے بعد ہی ان تک رسائی حاصل کرسکے۔

اس کارنامے کے علاوہ بہ تحقیق قرطاجنی ہی دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلی قوم تھی جس نے سمندر پار نوآبادیاں بسائیں پھر یہ کہ اس کام کو انہوں نے مصالحانہ آزاد تجارت کے ذریعے انجام دیا یہ بھی ایک نئے دور کی ابتداء کا اقدام تھا کہ انہوں نے غیر متمدن بیرونی اقوام کے ساتھ متمدن شہر سے رابطہ کی راہ نکالی اس سے پہلے اقتدار و تصرف کا عام طریقہ فوجی فتوحات ہوتی تھیں، خواہ ان کا پیرایہ آشوریوں کی ظالمانہ حکمرانی ہو یا مصریوں کا کسی قدر معتدل تسلط بخلاف اس کے خود قرطاجنہ صرف ساحل کی ایک پٹی پر آباد کیا گیا تھا جس کے ایک طرف خانہ بدوش کا علاقہ کرتا تھا اور دوسری طرف سیرتس خورد کا ریگستان جس طرح زمانہ دراز کے بعد ولندیزوں نے کیا، اہل قرطاجنہ بھی ساحل پر صرف ایک مرکز بنالیتے تھے اور اس کی سربراہی دور دور پھیلی ہوئی نوآبادیوں سے کی جاتی تھی۔ اور یہ تجارتی بستیاں اندرون ملک پر حکمرانی

قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتی تھیں بلکہ اکثر نواحی علاقے کی زراعت اور کان کنی کو ترقی دینے میں ہاتھ بٹاتی تھیں حزقیل نبی نے اس قسم کی ایک قدیم تجارتی بندرگاہ کی کیفیت بیان کی ہے۔

''تیرا سوداگر ترشیش تھا کہ تیری چاندی، لوہے، ٹین اور سیسے کے ظروف اور ہر قسم کے مال کی تجارت کرتا تھا۔''

یہ ترشیش، بحر اوقیانوس کے ساحل پر قارص کے قریب تھا۔ وہاں کے باشندے اہل قرطاجنہ سے جدا اپنے طور طریق کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔

لیکن اب اف قدیم نظام کو بدلنے کا کام ہملکر کے تفویض ہوا اور وہ پہلی مرتبہ اس غرض سے بھیجا گیا کہ پورے ملک اسپین کو اسکی اصلی باشندوں سمیت قرطاجنہ کے زیر نگیں لائے۔ چنانچہ آئندہ قریب نو برس تک وہ اس جدوجہد میں مصروف رہا۔ نہ خود آرام لیا اور نہ ساتھیوں کو آرام لینے دیا۔ حقیقت میں لوگوں کے انفرادی معاملات پر غور و لحاظ کرنے کی فرصت ہی اسے نہ تھی۔ اس کی کوشک میں پانی کی گھڑی لگی ہوئی تھی، اس کا ہر قطرہ جو نیچے طاس میں گرتا، گھڑیاں کی ضرب کی طرح خبردار کرتا تھا کہ وقت گزرا چلا جاتا ہے۔

ہملکر کی آتشیں طبیعت نے بہت سے کام انجام دیئے مگر جلد بازی کی وجہ سے نقصان بھی اٹھائے۔ اس کی بڑی بیٹی کا شوہر ہسدروبال نہایت زیرک آدمی تھا۔ اپنے خسر کی قابلیت اور کمزوری کو خوب سمجھتا تھا۔ معاون اور مالی انتظامات اس کی تحویل میں تھے۔ یہ فرق کہ ہملکر سپاہیوں کی سرداری کرنا، اور ہسدروبال (جسے

لوگ ''ذی شان'' کے لقب سے یاد کرتے تھے) مالیات کا انتظام کرنا جانتا ہے ہنی بال نے ابتدائی عمر میں دیکھ لیا تھا۔ اس وقت خود وہ اپنے باپ ہی کا والہ و شیدا تھا۔

اسپین میں ایک عمدہ عسکری مرکز گویا ان کے انتظار میں تھا۔ بتیس (وادی الکبیر) دریا کے راستے وہ قادص سے کشتیوں میں چلے تو انہیں سرسبز چراگاہیں اور بہت سی با رونق بستیاں ملیں۔ باشندوں نے شراب کی صراحیوں اور چاندی کے قدحوں سے ان کی مدارات کی۔ شہنائیوں کے نغمہ و سرود سے استقبال کیا۔ ناچنے والوں نے ناچ دکھائے۔ یہ لوگ جنوب کی ''ای بری'' قوم سے تھے لیکن بہت سی قرطاجنی رسمیں سیکھ گئے تھے ان کے برابر اجداد تنگ آبنائے کے پار سے یہاں آئے تھے۔ اور ان کی بندرگاہیں ابدرہ اور ملاکہ قرطاجنہ کے زیر نگیں تھیں۔ شہر کے دروازوں پر ڈاڑھی والے گاؤ جسم مردوں کے بت بطور پاسبان نصب تھے اور یہ عجیب ابوالہول بھی کسی بھولے بسرے زمانے میں دریائے نیل یا دجلہ ہی سے راستہ طے کر کے یہاں پہنچے ہوں گے۔

شاداب وادی بلنیس کے سفر میں ممکن ہے کہ نوعمری ہنی بال کو ہومر کے وہ اشعار یاد آ رہے ہوں جن میں اس نے اقصائے مغرب کے الی سی میدانوں کا ذکر کیا ہے، جہاں مردان جنگ موت کی دسترس سے باہر ہو جاتے ہیں ''پھر دیوتا تجھے زمین کے سرے پر الی سی کے میدان میں لے جائیں گے۔ خوب صورت بالوں والی رھدامن تھیں کے دیس میں جہاں زندگی بڑے عیش سے گزرتی ہے۔ نہ وہاں برف پڑتی ہے نہ طوفان آتے ہیں۔''

ممکن ہے شاعر کا بیان واقعیت سے عاری نہ ہو۔

معائنے کے بعد ہمل کرنے یہاں کے باشندوں سے نئے نئے کام لئے جہاں شورہ، وہاں کانیں کھودیں گئیں۔ ندیوں کو نہریں کھود کر ملایا گیا۔ شاہ بلوط کے جنگلوں سے شہتیر کاٹے گئے۔ جنگلی کرتب دکھانے والے نوجوانوں کی باقاعدہ جمعتیں مرتب کی گئیں ای بیریوں کو عظیم تر مملکت بنانے میں مدد دینے کی غرض سے ہمل کرقر طاجنی مہندس اور عسکری ماہر ساتھ لایا تھا۔

بیس کے اصل دھارے کے کنارے کوہ مورینہ (چاندی کی پہاڑیاں) اسپین کا خزانہ بغل میں دبائے کھڑی تھیں۔ اس خزانے کی شہرت کا اندازہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ مسیلیہ کے حاسد یونانی ناخدا قسمیں کھاتے تھے کہ انہوں نے ایک قرطاجنی جہاز کو خالص چاندی کے چپوؤں سے چلتا دیکھا ہے۔ ہسدروبال کے کان کنوں نے سونے چاندی کی ملی جلی دھاتوں کا سراغ لگایا اور ان کی زیر ہدایت پگھلانے کی نئ بھٹیاں تیار کی گئیں پہاڑی آبشاروں کے لئے حوض بنائے گئے جہاں پانی سے سونے کے ذرے چھن کر تہ نشین ہوتے جاتے تھے۔ ان پہاڑوں کی چوٹی پر گنڈ یعنی بڑی بڑی چٹانوں کے جھمٹ پر قلعہ کاستیولو واقع تھا۔ اس کے مالک نے ہمل کر کو بطور مہمان بلایا تھا مگر پھر وہ بطور حاکم وہیں مقیم ہو گیا۔

اس پہاڑی فصیل کے شمال میں اسپین کی وسطی سطح مرتفع بنجر تھی۔ اس میں قدیم کلطی حملہ آوروں کی نسل کے لوگ بستے تھے۔ جہاں کہیں مویشی کے گلوں کے درمیان ان کے گول چھپروں کے گاؤں تھے وہاں ای بری تہذیب اثر انداز ہو رہی

تھی لیکن ان کا قلطی خون تجارت کی بجائے انہیں مار دھاڑ کی زیادہ تحریک دیتا رہتا تھا۔ہمل کر اپنے خاندانی نام برقہ کی طرح واقعی صاعقہ بن کر ان پر گرا۔ ان کے رئیسوں کی پرانی پہاڑی گڑھیوں کو یورش کر کے چھین لیا۔ گاؤں کے چودھریوں سے یرغمال حاصل کیے۔ جنہوں نے مقابلہ کیا ان کو بے رحمی سے کچل ڈالا۔ یہ جنگلی اسپینی اپنے گھوڑوں کے لگاء لگانا جانتے تھے لیکن افریقی سواروں کی مہارت ان میں نہ تھی البتہ اچھی سوار فوج بنائے جانے کا مادہ رکھتے تھے۔ ان کے علاقے کی لمبی گھاس ''اسپارٹو'' رسے بنانے کے مطلب کی چیز تھی اور گھوڑوں کے گلے تیز رفتاری کے لیے نہیں تو دروردم ہونے کے بناء پر پالے جاسکتے تھے۔

ایک دور کے دیسی بادشاہ نے سواروں کی خاصی زبردست فوج جمع کی کہ قرطاجنہ کے نئے حاکموں کو ملک سے مار کر نکال دے۔ ہمل کر اپنی نومدی قرنا کی دہشت انگیز آوازوں اور نیزوں کی جھنڈیاں اڑاتا ہوا مقابلے کو چلا۔ راستہ صاف کرنے والوں کے ساتھ پندرہ بیس ہاتھی آگے بھیجے جن کو جنگ کے واسطے چرمی پوشش سے آراستہ کیا گیا تھا۔ یہ عظیم جانور انسانوں پر جنہیں ان سے واسطہ نہ پڑا ہو، ہمیشہ نفسیاتی اثر ڈالتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اسپین کے گھوڑے بھی ڈر گئے۔ تلط بیر لشکر بھاگ کھڑا ہوا بادشاہ کا تعاقب کر کے اسے پکڑ لائے ہمل کر کے سامنے پیش کیا اس نے اندھا کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ مگر دوسرے قیدیوں کو اسپین کی نئی، روز افزوں فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔

نو برس گزر گئے اسپین کا صرف ایک تہائی حصہ فتح ہو سکا تھا کہ ہمل کر برقہ مارا

گیا۔

اس واقعے کی زبانی روایت کہتی ہے کہ وہ ہینی بال اور دوسرے بیٹے کے ساتھ کسی قبیلے سے صلح نامہ کرنے گیا تھا۔ انہوں نے گھات لگا کر حملہ کیا۔ یہ جگہ کا استیولو یا اس کے سفید قلعے سے زیادہ دور نہ تھی۔ اور وہ لڑکوں سمیت بچ کر نکل آیا لیکن پیچھا کرنے والے پہاڑی کے نیچے تک دبائے ہوئے چلے آئے۔ یہاں بیٹا کے موڑ پر اس نے ہینی بال کو حکم دیا کہ چھوٹے بھائی کو لے کر دوسری طرف مڑ جائے وہ خود ایک ندی تک پہنچ گیا تھا لیکن وہاں مارا گیا۔

ہینی بال سیدھا ساحل تک دوڑتا چلا گیا۔ وہاں فوجی صدر مقام میں خاندان برقہ کے افراد جمع ہوئے۔ کوئلوں سے ماتم کی آگ سب مندروں میں جلائی جا چکی تو قرطاجنہ کے سرداروں نے ہسروبار ''ذی شان'' کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا۔ پھر اپنی ہسپانوی فوج اور جنگی ہاتھی لے کر چڑھے کہ اپنے محبوب سردار ہملکر کا انتقام لیں اور دیہات کو تباہ تاراج کر کے ان سب باشندوں کو غلام بنالیں جنہوں نے ہملکر کے قتل میں حصہ لیا تھا۔

''نیا قرطاجنہ''

آٹھ برس اور گزر گئے۔

لیکن اس عرصے میں ان سمندروں کے عقب میں جہاں از روئے معاہدہ رومن جہاز داخل نہ ہو سکتے تھے، اندر ہی اندر جنوبی اسپین میں ایک بڑی تبدیلی واقع ہوئی۔

ہس دروبال نہایت موقع شناس سیاست دان تھا۔اس نے ہملکر کی جنگی فتوحات کا طریقہ چھوڑ کر اخلاقی تسلط کو ترجیح دی۔ ای بری رئیسوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے تحفے تحائف دے کر ان کی خودداری کی تسکین کی اور انہی میں سے ایک دیسی خاتون سے شادی بھی کر لی۔ دور جدید کی زبان میں ہس دروبال نے ہملکر کی فتوحات کو مضبوط کرنے اور جنگی مزاج والوں کی غلطیوں سے بچنے کا بیڑا اٹھایا۔

اسپین کی ندیوں میں ہر طرف چمڑے کی ہلکی کشتیاں دوڑنے لگیں۔ وادیوں میں ہرے ہرے گندم کے کھیت زیادہ دور تک پھیل گئے۔ پہاڑوں سے قیمتی دھاتیں گدھوں کے پالانوں اور بیل گاڑیوں میں پہلے کی نسبت سہ گنی زیادہ لائی جانے لگیں جنوبی اسپین قرطاجنہ کو بڑی مقدار میں چاندی بھیج رہا تھا اور ہس دروبال خود اپنا سکہ ضرب کرانے کی تیاری میں تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مغربی ساحل کے قادس کی بجائے اس نے مشرق کے بحر روم کے کنارے ایک نئی بندرگاہ کھولی جو مادری شہر سے صرف چار دن کی مسافت پر واقع تھی۔ ایک قدرتی کھاڑی کے کنارے پہاڑی کے سامنے آ جانے سے محفوظ مقام پر اسے دو میل کے دور میں بنایا تھا۔ مقامی نام ماسیہ اور وہاں ای بری قوم کا ایک قدیم مندر بھی تھا۔ جس کے اوپر سے قرطاجنی مہندس مارا مار نہر کھود کر ایک کھاری جھیل تک لے گئے اور اس کے کنارے جھیل کے اندر تک گودیاں تیار کیں جہاں طوفان اور دشمن سے گزند کا اندیشہ نہ تھا۔ مجوزہ شہر کی بلندی پر اشمون دیوتا کا مندر اور اندرونی لنگر گاہ کے کنارے ہس دروبال کا مختص محل بنایا اور ایک شہر پناہ کی بنیاد بھی ڈالی گئی۔ گودیوں کے کام دینے کے ساتھ ایک ٹکسال

سے نئے سکے ضرب کئے جانے لگے۔

ظاہر ہے کہ اس پیانے کی بندرگاہ گزرتے ہوئے جہازوں کی نظر سے اوجھل نہ رہ سکتی تھی اسے افریقہ کے قرطاجنہ سے عجیب طرح کی مشابہت بھی تھی۔ مارسیلہ کے چوکنے تاجروں نے رومہ کو اطلاع دی کہ ایک نیا قرطاجنہ (Nova Cartago) تعمیر ہو رہا ہے اس کے کارخانوں میں ضرور نئے جہاز بھی بنائے جایا کریں گے۔

یہ مسیلہ یا مارسیلہ کے تاجر قدیم یونانی ''جہازی ماہروں'' کی اولاد میں سے تھے اور اسپین کے مشرقی ساحل پر دریائے ابرو کے دہانے کے شمال میں بھی ان کی ایک تجارتی بندرگاہ تھی۔ وہ ڈرتے تھے کہ مکار قرطاجنی انہیں ساحلی کاروبار سے بھی محروم کر دیں گے۔ مارسیلہ، جمہوریہ رومہ کا حلیف تھا لہٰذا اس نے اپنے محافظوں سے فریاد کی اور وہاں سے مجلس رعیان کی رسمی بحث کے بعد ہسدروبال کے پاس سفارت بھیجی گئی کہ قرطاجنہ والوں کے دریائے ابرو کے اوپر ہتھیار باندھ کر نہ جانے کا اطمینان دلایا جائے۔ مہذب ہسدروبال نے حکومت قرطاجنہ کی طرف سے یہ عہد کر لیا۔ حالانکہ اس اقرار کے معنی یہ تھے کہ ہسدروبال اپنی نئی زیر تعمیر مملکت کو اس کی قدرتی فصیل کوہستان پائی ریں سے منقطع کئے دیتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس نے دریائے تیر کے رومہ کی حکومت ساڑھے چھ سو میل دور ابرو تک گویا تسلیم کر لی لیکن اس کے عوض خود اسے اپنی تیاریوں کی بیش قیمت مہلت ضرور حاصل ہو گئی۔

جاسوسوں نے مارسیلہ کو اور وہاں سے رومہ والوں کو اطلاع دی کہ وہ طرح طرح کی ترغیب دے کر ''دیسی قبائل کو کمال ہنرمندی سے اپنی مملکت میں شامل کرتا چلا جاتا

ہے۔''

بایں ہمہ، وقت نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ ابرو کے معاہدے سے پانچ سال بعد اسے بھی حسب روایت قلطی قوم کے ایک خاص خدمت گار نے قتل کر دیا۔ کسی قلطی شمشیرزن سے ایسا کینہ پروری کا فعل لائق تعجب نہیں تھا۔ پھر بھی یہ احتمال باقی رہا کہ قرطاجنہ کے طاقت ور دشمنوں نے اسے شہہ دی تھی، اگرچہ اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔

اسپین کی فوج کے سردار نئے قرطاجنہ میں جمع ہوئے اور مقتول ہسدروبال کی جگہ انہوں نے ہنی بال کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا، جس میں ''ان کے محبوب و محترم ہملکر کی شبیہہ، انہیں نظر آتی تھی۔''

اس انتخاب پر قرطاجنہ کے مجلس اعیان میں قیل و قال ہوئی۔ اسپین کا منصوبہ بخوبی کامیاب ہوا اور مادری شہر کو توقع سے بڑھ کر منافع پہنچا رہا تھا لیکن ہنو کی ٹولی برقہ خاندان کی دشمن تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ہسدروبال ''ذی شان'' اسپین میں نام کے سوا عملاً خود مختار بادشاہ بن بیٹھا تھا، حالانکہ وہ قرطاجنہ کا ''شوفت'' بھی نہیں بنایا گیا تھا۔ رہا ہنی بال جسے وہاں کے کہن سال حکام لڑکا سمجھتے تھے تو اس کا حال ابھی تک کسی کو معلوم نہ تھا۔ ہنو کی جماعت والے کہتے تھے کہ پہلے اسے قرطاجنہ بلا کر دیکھا جائے اور کم سے کم ضروری ہدایات دینے کے بعد سپہ سالاری کا منصب تفویض کیا جائے۔ بزرگان مجلس تقریریں سنتے رہے۔ شہر کی تہری فصیل تیار ہو چکی تھی جس نے اسے ناقابل تسخیر بنا دیا تھا۔۔۔ انہوں نے بعید فوج کے سرداروں

کی تجویز مان لی اور وہ اس طرح کہ یہ معاملہ جلسہ عوام کے حوالے کر دیا۔ عوام الناس ہمیشہ سے خاندان برقہ کو پسند کرتے تھے چنانچہ اس مجلس میں آوازوں کے ذریعے ہینی بال کا تقرر منظور کیا گیا، اگرچہ اسے یہاں کے لوگ ذاتی طور پر نہیں جانتے تھے۔ منظوری کی توثیق یادگاری تحائف سے بھی ہوگئی، جو نئے قرطاجنہ کے نئے بنے ہوئے جہازوں میں غلہ، کھالوں اور کچی چاندی کے ڈلوں کی صورت میں شہر کی بندرگاہ میں پہنچی۔

پھر بھی یہ سوال باقی تھا کہ ہمل کر برقہ کا نوجوان بیٹا کیا کر کے دکھائے گا؟ اس وقت (221 ق م) ہینی بال کی عمر 26 برس کی عمر ہوگئی تھی اور اس کی سیرت و کردار کا اندازہ کرنے کے لئے خاصی طرح کافی تھی۔ جو لوگ اسے باپ کی شبیہہ سمجھتے تھے، وہ اس کے اوصاف سناتے تھے۔ مثلاً یہ کہ چڑھتے دریا کی موجوں میں کود پڑا اور تیر کر پار ہوا اور ساتھیوں کی بھی ہمت دلائی۔ یا یہ کہ اسے حویلیوں میں آرام کرنا پسند نہیں۔ اکثر پہرہ داروں نے دیکھا کہ شیر کی کھال کے چغے میں زمین پر باہر آ کر سو جاتا ہے۔ مشکلات پیش آنے کے وقت بے جھجک کام کرتا ہے، پریشانی میں بھی حواس قائم رہتے ہیں۔ گرمی ہر دی، سختی برداشت کرنے میں تکان محسوس نہیں کرتا۔

یہ باتیں بہت سے صحت مند طاقتور اشخاص کے لئے بھی کہی جا سکتی ہیں لیکن ہینی بال کی بعض دوسری خصوصیات بھی تھیں وہ بہت کم خوراک تھا۔ بہت کم شراب پیتا تھا صدری اور سر کا رومال معمولی صوفیانہ رنگ کے اون کا استعمال کرتا اور اسپین والوں کے سے چمڑے کے ڈھیلے موزے پہنتا تھا۔ صرف مرصع ہتھیار یا گھوڑے کا سازو

براق اس کی سرداری کا نشان ہوتے تھے حالانکہ قرطاجنہ کے عمائد، خصوصاً ہس دروبال ذی شان ایسی سادگی کے عادی نہ تھے۔ہنی بال ان عادتوں میں ای بری شہہ سواروں یا شکاریوں سے مشابہ تھا جو ناہموار پہاڑی ڈھلانوں میں جولانیاں دکھاتے پھرتے تھے۔

قہقہے لگانا بھی ہنی بال کا ایک وصف تھا۔خود اپنی نسبت یا ساتھیوں کے بارے میں طعن و تمسخر کا وہ خاص ذوق رکھتا تھا۔اس کی یہ خصوصیت بھی اسپین کے جنوبی باشندوں سے ملتی تھی جو نہایت زندہ دل خوش مزاج لوگ تھے اور دیوتاؤں کے میلے ٹھیلوں میں بھی ہنسی دل لگی سے باز نہیں آتے تھے۔ان کی حاضر جوابی تک ہنی بال کی خفیفی بول چال سے رشتہ رکھتی تھی۔دراصل اس کا لڑکپن اندلسی وادیوں میں گزرا تھا جہاں کی طرار عورتیں سیاہ بالوں پر پٹیاں جمائے ان کے اوپر چمکتی ٹوپیاں پہنتی اور کانوں میں جھمکے جھلنیاں ڈالے پھرتی تھیں۔انہی میں سے رئیس کاستیولو کی ایک امیرزادی سے اس نے عقد کیا جس کا قبیلہ ''اکاڈ'' اور صرف نام املکہ کا ہمیں علم ہے۔ایک شاعر کے بقول ان کی محبت پرانی یادوں پر مبنی تھی۔مگر ممکن ہے ہس دروبال کی طرح یہ شادی سیاسی مصلحت کی بنا پر ہوئی ہو کیونکہ اکاڈ قبیلہ ای بری کے سرحدی پہاڑ (کوہ مورنیہ) اور وسطی سطح مرتفع کے قبائل کارپتانی کی حد فاصل پر آباد تھا۔کارپتانی غیر متمدن تھے اور کسی رئیس یا حاکم کی حکومت کے ماتحت نہ تھے۔

تاریخ کی اس مختصر شہادت کے علاوہ بعض اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ہنی بال کی سیرت پر اسپین کا ضرور اثر پڑا۔اس ''خفیہ سرزمین'' کی گرفت بڑھتی گئی اور

آئندہ سنین میں وہ ای بری جنگ آزماؤں کی طرف بہت مائل ہوگیا۔ ممکن ہے ہس دروبال کی موت کے وقت سے ہی اسے محسوس ہوا ہو کہ قرطاجنہ سے دور بحر روم کی جنگ وجدال سے الگ، اسپین ہی اس کا وطن ہوگیا ہے۔ آغاز حکومت کے ساتھ ہی اس نے اپنا اقتدار شمال میں بڑھانے کا اقدام کیا۔

واضح ہو کہ جس طرح جولیئس سیزر کے زمانے میں غالیہ (فرانس) کا حال تھا، اسی طرح ہینی بال کے وقت میں اسپین کا جزیرہ نما تین حصوں میں اس اعتبار سے بٹا ہوا تھا کہ یہاں تین قسم کے لوگ بستے تھے۔ مگر سیزر کی نسبت تو کسی کا قول ہے کہ وہ غالیہ کے باشندوں سے اتنی کم واقفیت رکھتا تھا کہ تعجب ہوتا ہے انہیں کس طرح اپنا مطیع بنا سکا۔ ہینی بال کا یہ حال نہ تھا بلکہ وہ اسپین ہی میں پل کر جوان ہوا وہیں کی لڑکی سے شادی کی اور جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے۔ اسپین کے رہنے والوں سے واقفیت حاصل کرنے میں برابر کوشاں رہا۔ یہ اسپینی آبادی تعداد میں بہت کثیر تھی۔

اسپین کا سب سے پہلا اور چھوٹا ثلث حصہ ترتیشی اور ای بری قوم پر مشتمل تھا یہ اس کے جنوب میں اور مغربی سواحل پر آباد تھے دوسرا ثلث قلطی حملہ آوروں کی نسل سے تھا جو اس ملک میں مستقل طور پر بس گئے تھے اور اپنی عادات واطوار میں ای بری تہذیب کے عناصر کو انہوں نے ملا لیا تھا۔ مثلاً وہ اپنے مردوں کو جلا دیا کرتے تھے۔ ای بری لوگوں مہذب قرطاجنہ والوں کی طرح انہیں بڑے اہتمام سے مقبرے بنا کر دفن کرتے اور ان کی ارواح کو نذر و نیاز دیا کرتے تھے۔ اب ''قلط بریوں'' نے یہ دونوں رسمیں ملا دیں کہ جلانے کے بعد مردوں کی راکھ پر تکلف مرتبانوں میں دفن

کرتے اور مرنے والے کے تمام ہتھیار اس کی قبر پر چڑھاتے تھے۔ ان لوگوں کی آبادیاں زیادہ تر بالائی ٹیگس کے میدان میں تھیں جس کے وسط میں اب طیطلہ (Dotole) واقع ہے۔

اسپین کا تیسرا حصہ بعد کے قلطی نوواردوں سے آباد تھا۔ ان کے بعض گروہ پائی ریں کے پہاڑوں کو دو تین صدی قبل عبور کر کے آئے اور ان کی نقل مکانی ابھی تک جاری تھی۔ ان کے ساتھ بعض وہ جنگجو جرمن گروہ بھی تھے جو ان قلطیوں کو بالٹک کی ندیوں سے دھکیلتے ہوئے یہاں تک لائے تھے۔ انہی قلطیوں کو روما والے ''غال'' یا ''غلاشی'' سے بھی موسوم کرتے تھے۔ یہ لوگ چار خانے کمبل کا لباس پہنتے، بڑی بڑی بین بجا کر دل خوش کرتے اور جنگل کے دیوتاؤں سے مرادیں مانگتے تھے جن میں ایک عجیب دیوتا خنزیر نما انسان بھی تھا۔ ان کے پروہت ترئی بجا بجا کر دیوتاؤں کے بھجن گاتے تھے۔ وہ اپنے ''دروئد'' کاہنوں کو تو کہیں پیچھے چھوڑ آئے تھے لیکن بزرگوں کی پنچایت شگون بچار کر فیصلے کرتی تھی۔ چاند کی چودھویں رات کو بڑے بڑے الاؤ جلا کر وہ ان کے گرد وحشیانہ ناچ ناچتے اور الاؤ میں اپنے جنگی اسیروں کو زندہ جھونک دیا کرتے تھے۔ وہ اپنی کثرت تعداد سے قوی تھے اور مشتعل ہو کر دیوانہ وار کام کرتے تھے۔ اسپین کے ان تین ٹکڑوں میں جا بجا یہاں کے اصل ''باسک'' باشندے پائے جاتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنا ملجا پہاڑ کی گھاٹیوں کو بنا لیا تھا۔

یہ اور دوسری جزئیات بھی ہینی بال کو ضرور معلوم ہوں گی جو ایک قلیل مدت میں پورے ملک کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ لشکر کی شیرازہ بندی قرطاجنہ

کے تربیت یافتہ فوجی سرداروں کی جماعت کرتی تھی۔ان کے ساتھ افریقہ کے قواعد دان پیادے اور نیم تربیت یافتہ ای بری دستے تھے۔ہاتھیوں کی مرعوب کن قطاریں آگے آگے تھیں۔اس سازو سامان کے ساتھ، ساحلی شہروں کی تہذیب وتمدن کی روشنی سے وہ اندرون ملک کی بدوی جاہلیت اور ظلمت کی پہاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ایک طرف تو وہ حکمران خاندان برقہ کا سربراہ اور مجلس قرطاجنہ کا مقرر کردہ صدر سپہ سالار تھا، دوسری طرف قلطی باشندوں کی نظر میں وہ صریحاً ایک بادشاہ کا مرتبہ رکھتا تھا۔جس کے پاس دولت و مال اور لشکر کی کمی نہ تھی اس موقع پر تشدد سے کام لیے بغیر چارہ نہ تھا۔ہنی بال کو لامحالہ ایک سخت گیر بادشاہ کا کردار ادا کرنا پڑا جس کے اشارے پر لوگوں کی مرگ و زیست کا فیصلہ ہو جاتا تھا ایسا نہ کرتا تو قلطی قبائل اسے خاطر میں نہ لاتے بلکہ ممکن ہے کہ ہسدروبال کی طرح اسے بھی لمبی لمبی تیغوں سے مار کر اپنی بے اطمینانی رفع کرتے۔اس دورنگی کردار سے ہنی بال بہت مدت میں جا کر مخلصی پا سکا۔اور پھر بھی کچھ نہ کچھ اصلی مزاج کے خلاف اسے آخر تک کام کرنا پڑا جس طرح آئندہ جولیس سیزر کو یہی صورت پیش آئی تھی۔

ہنی بال کو ملک اسپین فانوس خیال نظر آتا تھا جس میں رنگ برنگ کی تصویریں حرکت کر رہی ہوں۔ یہ لوگ ہر وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے ، دوسروں کو لوٹ لینے پر کمربستہ رہتے تھے۔کسی مرکزی حکومت کا کوئی تصور ان کے ذہن میں نہ آتا تھا۔خود اس کے ای بری باشندے، اپنی وادی تیمں میں سب سے الگ تھلگ رہتے تھے۔اسی مرکزیت کے زیر نگیں لانا ہنی بال کا اصلی مقصود تھا کہ پہلے اسے جبراً قائم

کرے اور پھر اس کی خوبیاں لوگوں کو سمجھائے۔

اس کی ایک ذمہ داری ہر معاملے میں آگے رہنا بھی تھی۔ کہتے ہیں ہر معرکے میں پیش قدمی وہی کرتا تھا۔ اس زمانے میں اجتماعی کاموں میں فرماں روا کی موجودگی ضروری ہوتی تھی۔ ہینی بال کے افریقی ساتھی تک اس کے حکم سے اقدام کرنے کی بجائے اس کے پیچھے چلنے ہی کو ترجیح دیتے تھے۔ اصل میں فوج کو فراہم اور منظم کرنے کا کام ھس دروبال نے اپنی زندگی میں ہینی بال کو سونپ دیا تھا، لہٰذا سپاہی ہملکر کے بیٹے کے حکم پر فوراً عمل کرتے تھے خود ہینی بال کو ایسا نائب کوئی نہیں ملا تھا۔ دیرینہ سال سردار مہربال سے بھی یہ امید نہ ہوسکتی تھی کہ پراگندہ خیال اسپین والوں میں ان کے خلاف منشا کسی قانون قاعدے کا نفاذ کرسکے گا۔ہینی بال کی نسبت اہل الرائے کہتے ہیں کہ "دیسی رئیسوں کو حیلہ گری سے دوست بنالیتا تھا۔ اور لالچ دے کر یا خوف کے ذریعے انہیں اپنی مرضی کے مطابق چلاتا تھا۔"

ایک سال کے اندر اسی شہرت کے زور سے کہ وہ بادشاہوں کی طرح جسے چاہے سزا دے جسے چاہے انعام دے، ہینی بال دریائے ٹیگس کے وسطی میدانوں کے پار پہنچ گیا۔ پیش قدمی میں نئی فوج بھرتی کرتا جاتا، سرکش بستیوں کو جبراً قہراً مطیع بناتا ہوا کوہستان گوادرمہ سے گزر کر واکی قبائل کے علاقے میں یکا یک نمودار ہوا جو کارپتانی شہسواروں کے دور کے رشتہ دار ہوتے تھے۔ ان پہاڑیوں سے صرف تین مطالبے کیے رسمی طور پر خزاج گذاری۔ لشکر کے لئے دانہ چارہ اور بھرتی کے لئے مضبوط جوان جنہیں اس کی طرف سے گوشت کا راتب اور غیر ملکی سکوں میں چاندی،

اچھی خاصی کمائی کی صورت تھی۔

لیکن اتنی جلدی بزرگوں کا طریقہ چھوڑ کر کوئی نئی تبدیلی قبول کرنا، ان بدوی لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ انہیں سوچ کر فیصلہ کرنے کے لئے سالہا سال درکار تھے ہینی بال کو فرصت نہ تھی۔ یہ جنگلی حیران ہوتے کہ وہ بے چین صاحب اقتدار ان سے باتیں کرنے خیمے سے باہر کیوں نکل آتا ہے وہ اسے ہاتھ پکڑ کر واپس لے جاتے اور مسند پر بٹھا کر اس کی باتوں کا مطلب سمجھنے کی مہلت طلب کرتے تھے (ہینی بال ان قلط بریوں کی بولی سیکھ گیا تھا) سال بھر کی اس کوشش و کاوش کا نتیجہ وہی نکلا جو عمل کر کو جنوب میں پیش آیا تھا کہ ان شمالی قبائل نے بھی فیصلہ کیا کہ ہینی بال کی مل کر مزاحمت کریں گے۔

وا کی اور کارپتانی جنگ جو سب سے پہلے اور اندیشہ ناک تعداد میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ سرداروں نے مشورہ دیا کہ بلاتاخیر لڑائی چھیڑ دی جائے۔ ہینی بال کو یہ رائے پسند نہ آئی اس گیاہ زار میں بے تکان گھوڑا دوڑانے والوں سے پیادہ فوج کو لڑانا، آسان بات نہ تھی۔ چنانچہ وہ اپنے لشکر کو ٹیکس کے جنوبی کنارے کی طرف، پیچھے ہٹا لایا۔ قلط بری جتھے تعاقب میں آئے۔ ان کی تعداد برابر بڑھ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ ہینی بال تیز رو ندی کے پار صف آراء ہوا ہے انہوں نے ندی میں گھوڑے ڈال دیئے۔ مگر گہرے پانی میں گھوڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ادھر کنارے سے سدھے ہوئے نیزہ برداروں نے انہیں دھکیلا۔ ساتھ ہی ہیبت ناک ہاتھیوں نے دوڑ دوڑ کر سواروں پر سونڈ سے حملہ کیا اور گھوڑے بھڑک بھڑک کر ڈوبے قبائلی لشکر کی

ہمت ٹوٹ گئی بھاگ کھڑے ہوئے قرطاجنہ والوں نے جم کر پیچھا کیا کہ دوبارہ جمع نہ ہوسکیں۔اس طرح بغیر کسی گھمان کی جنگ کے قرطاجنی حملہ آور کا شہرہ وسطی علاقوں سے مشرقی ساحل کی ابروندی تک پھیل گیا۔اسی ساحل پر مقابلہ کرنے والوں نے ایک پرانے شہر کو دفاعی مرکز بنایا۔یہ فصیلوں سے محفوظ سلامی دار پہاڑی کی بلند چوٹی پر ای بری قوم نے بنایا تھا وہ اسے ارسہ کہتے تھے۔رومہ والوں میں سیگنتم معروف ہو گیا تھا۔اور وہ بھی اب اسی طرف متوجہ ہوئے۔

ادھر اندرونی علاقے ہی میں مہینوں تک ہنی بال کو معرکہ آرائی کرنی پڑی اور اس میں سب سے قیمتی چیز یعنی وقت صرف کرنا پڑا۔

سیگنتم کا قضیہ

زیر نظر زمانہ ''دور یونانیت'' کہلاتا ہے اس میں بڑے بڑے لائق لوگ پیدا ہوئے سکندر اور اس کے مقدونی لشکروں نے ہندوستان کے پہاڑوں تک راستے کھول دیئے تھے بلاد ایشیاء سے علم وفن کے نئے نئے افکار و معارف یورپ کی طرف امنڈ رہے تھے۔تجارت نئے راستے پر ترقی کر رہی تھی۔روس، انی سس (افسوس) اور نیل کے دہانے پر نوتعمیر سکندریہ اس کے بڑے مرکز و مرجع بن گئے تھے۔یہاں سے تجارتی مال کی طرح خیالات بھی مغرب میں سیراکیوز تک پہنچ رہے تھے ''صقلیہ کا یہ شہر یونانی دنیا کا مایہ ناز بن گیا تھا۔'' یونانی زبان کے الفاظ مارسیلہ سے ہندوستان تک گونجنے لگے تھے نئی دریافتوں کے ردعمل پر سب سے پہلے سکندر کا

استاد، استاجیرہ کے نامور حکیم ارسطو نے نظر ڈالی۔ سکندر کے بعد ''یونانیائی'' (Hellenistiq) دور میں بحر روم کے اہل علم کو عالم گیر حقیقتوں کا ادراک ہوا جن سے پرانے فلسفے، حتیٰ کہ فلسفہ رواقیہ بھی تقویم پارینہ معلوم ہونے لگے۔ رواقیہ کا صدر استاد زینو جزی طور پر فنیقی آدمی تھا۔

سیراکیوز میں انہی دنوں سن رسیدہ ارشمیدس دھاتوں کے وزن مخصوص اور بیرم (لیور) کی قوت کے مسائل حل کرنے میں مصروف تھا۔ اس سے یہ قول منسوب ہے کہ اگر زمین سے الگ کھڑے ہونے کی جگہ مجھے مل جائے تو بیرم لگا کر کرہ ارض کو ہلا دوں گا۔ غالباً یہ صحیح نہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ سیراکیوز کے جابر یعنی مطلق العنان بادشاہ ہاڑو کے اصرار سے اس نے خالی وقت میں طرح طرح کے جناتی کلوں کے نمونے شہر کی حفاظت کے لئے اور بڑے بڑے جہازوں کے نقشے تیار کیے۔ ادھر سکندریہ کے میوزیم میں ایک عالمی کتب خانہ بنا تھا اور یہاں ایک اور ماہر ہندسہ اراتوس تھنس خالدیہ (عراق) والوں کی معلومات کی بناء پر علم ہیئت کی جدولیں (زیچ) مرتب کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ دنیائے معلومہ کا جغرافیہ لکھ رہا تھا۔ کرہ ارض کی صحیح پیائش کا نزاعی مسئلہ بھی اراتوس نے دوپہر کو گہرے خشک کنویں میں اتر کر سورج کے سائے کو گھٹنا بڑھنا دیکھ کر حل کیا اس کی نسبت لوگ کہتے تھے کہ ایک جسم کے اندر پانچ دماغ رکھتا ہے۔

کچھ اسی قسم کی جامعیت ہسدروبال ذی شان نے دکھائی۔ کان کنی کو اس نے ترقی دی۔ نئے شہر اس نے آباد کئے، تجارت، ملک داری، حکمرانی کا سلیقہ اس نے

دکھایا۔ اب یہ سب مختلف ذمہ داریاں ہینی بال کو اٹھانی تھیں۔ وہ نسبتاً بہت کم عمر تھا اور اس کے آخری بارہ سال صرف چھاؤنیوں کے اندر گزرے تھے۔ دوسرے اس کے اور ہسدروبال کے مزاج میں بڑا فرق تھا جو ہمیں پہلی ہی نظر میں محسوس ہو جاتا ہے۔ مثلاً تعمیرات بلا دیا تجارت کے فروغ دینے کا بظاہر اسے کوئی خیال نہ تھا۔ یہ معاملات اس نے اپنے ذہین چھوٹے بھائی کے سپرد کر دیئے تھے۔ خود اس کی توجہ اپنے گردوسمندروں اور ان کے سواحل کی طرف لگی ہوئی تھی۔ قرطاجنہ کے شارون نامی مصنف نے کتاب ''پری پلوس'' میں ساحل کی مسافتیں لکھی تھیں۔ یہ کتاب اور ہمل کر کا سفر نامہ ہینی بال کا زیر مطالعہ رہتا ہوگا۔ ایک اور افریقی اراتوس تھنس کی کتاب ''وسائل اور ذرائع'' جواب مفقود ہوگئی، شاید اس کے مطالعے میں رہی ہو۔ یہ مصنف کرینہ (سائی رینCyrene) کا باشندہ تھا جہاں سے خاندان برقہ کے اجداد آئے تھے۔ کتاب میں قدرتی وسائل اور ان کو ترقی دینے کے علمی طریقوں پر بحث کی گئی تھی (سکندریہ کا یہ اراتوس وہی فاضل ہے جو ہومر کے افسانوں کی ہنسی اڑاتا اور کہتا تھا کہ تمہیں اڈیسے کا راستہ بھی مل جائے گا اگر کوئی ایسا موچی ڈھونڈ نکالو جو ہوا کی تھیلیاں سی دیتا ہو)

ایک طبی استاد سین ہائس کو بھی ہینی بال نے سکندریہ ہی سے بلوایا تھا مگر جزیرہ کوس طبیوں پر اعتنا نہیں کی جو جادو منتر سے علاج کیا کرتے تھے۔ اسے تاریخ سے بھی خاص شغف تھا۔ گردوپیش کے اقوام، خصوصاً اہل رومہ کے حالات جاننا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس وقت تک رومہ کی بہت کم کوئی تاریخ لکھی گئی تھی من چلے پرہوس کے

سپاہیانہ کارنامے ضرور ہینی بال نے پڑھے ہوں گے۔ جس نے کچھ مدت پہلے رومہ والوں کو شکستیں دیں مگر کچھ حاصل نہیں کر سکا تھا۔

بہر حال پڑھنے کی کتابیں تو معدودے چند ہی تھیں البتہ دیگر امرائے زمانہ کی طرح ہینی بال بھی رات کو چراغ کی روشنی میں دوسروں کی باتیں سنا کرتا تھا۔ بحری ناخدا، آنے والے سوداگر، سیاح، شاعر اور خود اس کے جاسوس **ملک ملک** کی خبریں آ کر سناتے تھے۔ ہینی بال کے شوق تجسس کی انتہا نہ تھی لوگوں کے رسم و رواج، کھیت کیار کے طریقے، فصلوں کی تعداد اور ایام اور اسی طرح کے سوالات کرتا۔ کبھی مارسیلہ کی روایات، دھاتیں پگھلانے کی ترکیبیں پوچھتا۔ کبھی قلطی قبائل کے ان پہاڑوں تک راستہ نکالنے کے متعلق دریافت کرتا، جنہیں ''الپس'' موسوم کرتے تھے۔ بعض پر اسرار یا گمنام قوموں کی جیسی اطالیہ کے ''ارسکن اور لگوریہ کے گلہ بان بھی اس کی جستجو سے نہیں بچے تھے۔ معلوم ہوتا ہے وہ بحر روم کے جملہ ممالک و اقوام کا ایک صحیح نقشہ اپنے ذہن میں مرتب کر رہا تھا۔ اسی کے ساتھ سن 220 ق م کے انہی بیش بہا مہینوں میں وسطی اسپین کا سفر جاری تھا اور نیم محکوم قطربیوں سے کام لینے کے امکانات دیکھے جا رہے ہے یہ مخلوط قبائل لبیا والوں کے برابر قوی الجثہ نہ تھے۔ لیکن ان پستہ قامت، سانولے رنگ کے لوگوں میں غضب کی پھرتی، قوت برداشت اور تیندولے کی سی تیزی پائی جاتی تھی اگر سدھا لیے جائیں اور قابو میں رہیں تو ان سے بہترین سوار فوج تیار کی جا سکتی تھی۔''

شمال میں سبک پا، دوردم، دراز کمر، اکڑا گھوڑوں کے گلے چرتے پھرتے تھے

یہاں کے لوگ اسپ پروری کی دیوی اپونہ کی پوجا کرتے تھے ہنی بال نے ان گلوں کو معائنے کے لیے طلب کیا اس کی نظر ایک ایک تفصیل پر جاتی تھی۔ قلط بریوں کے ہتھیار بھی دیکھے۔ ان کی تلوار کسی قدر خمیدہ، دو دھاری دو فٹ لمبی ہوتی تھی اور گھوڑوں کی سوای میں خوب کاٹ کرتی جاتی۔ انہوں نے ایک غیر معمولی نیزہ بھی ایجاد کیا تھا۔ یہ پانچ فٹ لمبا اور سرے پر آدھ انچ کی باریک انی ہوتی تھی۔ اسے سوار پھینک کر دشمن پر مارتا تو اس کی انی ڈھال اور بھدی قسم کی زرہ کو چھید ڈالتی تھی۔ اصلی مسئلہ یہ تھا کہ یہ جنگ جو قلط بری، قرطاجنی سرداروں کی ماتحتی میں کس طرح لائے جائیں؟

ہنی بال خوب جانتا تھا کہ اسپین کے اجیر سپاہی ذرا بھی بھروسے کے لائق نہیں ہوتے۔ روپیہ پیسہ انہیں پابند بنانے کے لئے کافی نہ تھا اور جبری بھرتی بھی ان میں نہیں چل سکتی تھی۔ اہل قرطاجنہ کی طرح اسپین کی سبھی قومیں آزاد اور زندگی کی دلدادہ تھیں۔ ان میں ایک خاص قسم کی نخوت پائی جاتی تھی جسے ادا کرنے کے لئے کوئی انگریزی لفظ نہیں ملتا۔ زمانہ حاضرہ کے اسپینی مورخ اسے ''التوز'' کہتے ہیں لیکن یہ جبلی غرور ایک ذکاوت حس رکھتا تھا۔ اور اگر کوئی قلط بری کسی سردار کی وفاداری کا قول دے دیتا اور حلف اٹھا کر یہ عہد کر لیتا، تو پھر وہ اس کی یہاں تک پابندی کرتا ہے کہ اگر وہ سردار ہلاک ہو جائے تو خود بھی اپنی زندگی کا خاتمہ کر ڈالتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے ہنی بال اس قسم کا کوئی حلفیہ عہد قلط بری سواروں سے لے لیا کرتا تھا۔

ان جنگ جو لوگوں کو اپنا وفادار بنانے کے بعد اس نے ان کی ہلکی گاڑیوں سے

رسد رسانی کا ڈاک کا نیا انتظام بھی کیا جن میں چھوٹے قد کے تیز پا بیل جوتے جاتے تھے افریقہ میں اس قسم کے تانگے یا بہلی کا رواج نہ تھا۔

219 ق م کے موسم بہار میں رومہ کی بہوری حکوم (Civic Romans) کے سفیر نئے قرطاجنہ میں ہینی بال سے ملنے کے لئے آئے۔ یہ دو سن رسیدہ سادہ لبادہ پوش رومی تھے انہوں نے ہسدروبال کے عہدنامے کے مطابق درخواست کی کہ ہینی بال ابرو ندی کو عبور نہ کرے اور سیگتم پر پیش قدمی سے باز رہے کہ وہ شہر اب اہل رومہ کا حلیف ہو گیا ہے۔ یہ شہر ابرو اور نئے قرطاجنہ کے وسط راہ میں ایک ساحلی قلعہ تھا، لہٰذا مذکورہ بالا عہدنامے کی رو سے یہ قرطاجنہ کے دائرہ اثر میں داخل تھا۔ اس میں تاجر یونانی آبادکاروں کا ایک محلّہ اور ایک خاصی تعداد اہل قرطاجنہ کے حامیوں کی موجود تھی اس طرح یہ سازشوں اور جوابی ریشہ دوانیوں کا گھر بن گیا تھا۔ صحیح حالات کا تو علم ہو نہیں سکتا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیگتم کے قریب ترتیشی آبادکاروں کو اہل سیگتم نے مار ڈالا تھا اور کوئی شک نہیں کہ بطور حلیف رومہ سے اپنی حفاظت کی درخواست کی تھی یہ معمولی سا معاملہ تھا مگر ایسا ہی معمولی جیسا زمانہ حاضرہ میں آسٹیہ کے شہزادے کا سربیہ کے ساحل پر قتل کر دیا جانا۔۔۔۔ اصل اہمیت کی بات یہ تھی کہ دیکھیں ہینی بال رومہ کو کیا جواب دیتا ہے؟

اس نے کہا کہ عہدنامہ کی رو سے رومہ کے لوگوں کو ابرو کے جنوب میں کوئی اقتدار حاصل نہیں ہے رہے سیگتم والے، تو انہوں نے ترتیشیوں پر ظلم کیا ہے۔ اس کی انہیں جواب دہی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ ہینی بال کے الفاظ میں ”قرطاجنہ کا قدیم

دستور یہ رہا ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کرتا ہے۔''

اس جواب میں چھیڑ خانی کا انداز پایا جاتا ہے لیکن ممکن ہے کہ نوجوان قرطاجنی حکم ایک مقصد خاص کا اظہار کر رہا ہو جو اس کے باطن میں ترتیب پا رہا تھا۔ بہر حال، رومہ کی استدعا نامنظور کر دی گئی۔ سفیر اپنے جہازوں میں واپس آئے اور جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا تھا قرطاجنہ روانہ ہوں اور وہاں کی مجلس عمائد میں یہ قضیہ پیش کریں۔ مجلس کو ہینی بال نے بھی حقیقت حال سے مطلع کر دیا۔

ہینی بال کی اس اطلاع کی تحریری شہادت محفوظ نہیں رہی اور قرطاجنہ کی سبھی اندرونی معاملات کا یہی حال ہے بخلاف اس کے رومہ کے وقائع محفوظ رہے اور اکثر دوبارہ تحریر کئے گئے زیر نظر عہد سے دو صدی بعد پڈووا کے مختتی مورخ ٹی ٹسلوی نے اپنے مشہور تاریخ ''بنائے شہر کے وقت'' قلم بند کی یہ اگسطس کا عہد تھا۔ لوی نے ہینی بال سے مذکورہ بالا سفیروں کی پہلی ملاقات کا رنگ ہی بدل دے اکیونکہ اس کی نظر میں ''محاربات ہینی بال'' کا اصلی سبب نہایت اہم ہو گیا تھا۔ اس کے صفحات میں ہینی بال اس وقت سیگنتم کا محاصرہ کئے ہوئے تھا (حالانکہ یہ محاصرہ آئندہ سال کا واقعہ تھا) اور سفیروں کے ساحل پر اترتے ہی ہینی بال نے انہیں کہلا بھیجا کہ ان کا ان کے پاس آنا مخدوش ہے۔۔۔۔۔ اور اس نازک وقت میں اسے ان سے گفتگو کرنے کی فرصت نہیں ہے یہ بیان صریحاً غلط ہے کیونکہ ہینی بال نے نئے قرطاجنہ میں رومی سفیروں سے ملاقات اور گفتگو کی۔ قرطاجنہ کی مجلس کو اطلاع لکھنے کے بارے میں لوی نے یہ توجیہہ تراشی کہ ہینی بال نے قیاس کر لیا ہو گا کہ سفیر قرطاجنہ

جتائیں گے لہذا اس نے وہاں کی حکومت کو لکھ بھیج کہ اہل رومہ کا مطالبہ تسلیم نہ کیا جائے۔

قرطاجنہ میں یہی صورت پیش آئی رومی سفیروں نے سیگنم کو اس کے حال پر چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔ مجلس قرطاجنہ نے ہنی بال کے کاموں میں دخل دینے سے انکار کر دیا۔

اپنی تاریخ میں لوی نے اس موقع پر بھی برقہ خاندان کے حریف ''ہنواعظم'' کی فصیح و بلیغ مخالفانہ تقریر نقل کی ہے۔ یہ اس کی بعد کی معلومات کی بنا پر محض طبع زاد تقریر ہے جس میں ہنو اہل مجلس سے التجا کرتا ہے کہ وہ ''سیگنم کے تنازعے کو رومہ سے جنگ نہ بنائیں'' پہلے بھی ہنو نے اپنی ساتھی عمائد کو خبردار کیا تھا کہ ہملکر کی اولاد کو فوج کی سپہ سالاری نہ دیں۔ اس لیے کہ مرنے پر بھی اس کا بھوت اور اس کا کٹم اہل رومہ سے معاہدہ صلح میں رخنہ ڈالے جائے گا۔ تم ایک ایسے نوجوان کے ہاتھ میں سپاہ کی قیادت دے رہے ہو جو اقتدار کا بھوکا ہے اور اس کے حصول کے لئے جنگ کا بیج بو رہا ہے۔ آج تمہاری سپاہ سیگنم کو گھیر رہی ہے جس پر پیش قدمی معاہدے کے خلاف ہے کل رومہ کے جیوش تمہارے شہر کو آن گھیریں گے۔ یہ آگ تم ہی بھڑکا رہے ہو جس کے شعلے تم کو گھیر لیں گے ایک قرطاجنی کی آئندہ واقعات کی یہ بظاہر سیدھی سادہ پیش گوئی دراصل سیدھی معمولی بات بھی نہیں ہے۔ بلکہ تی تس لوی اور اس کے ہم وطن ہنی بال فرزند ہملکر کی آئندہ خونی جنگوں کا جو جھوٹا فسانہ بنا رہے تھے، اس کی تمہید کے طور پر تیار کی گئی ہے۔ اس افسانہ کا یہ ابتدائی خاکہ پہلے

ہی بنا لیا گیا تھا کہ کس طرح لڑکپن ہی سے ہینی بال کو رومہ سے دشمنی کا حلف دیا گیا اور یہ کہ اب کامل اقتدار کی ہوس میں وہ قرطاجنہ کو جنگ کی طرف دھکیل رہا تھا۔ اگر چہ وہاں کے دانش مند عمائد اس کے خلاف تھے۔

اسی سال موسم گرما میں ہینی بال کی فوج نے سیگتم پر فوج کشی کی۔

سمندر کی شہادت

219ق م میں جو واقعات پیش آئے، اس کا صحیح سبب بحر روم کے پانی کی زبانی سننا ممکن ہے کیونکہ در حقیقت اس پانی پر قبضہ رکھنے کی جد وجہد دو حریص و سفاک قوموں میں ایک سو بیس سال سے جاری تھی۔ اب اس کا نقطہ عروج آ پہنچا تھا۔

بے شبہ ایک نا دیدہ خط بحر متوسط یا روم کے شمال اور جنوبی حصے کے درمیان موجود تھا۔ اس نے براعظم افریقہ کی سامی، مصری اور لبیا کی قوموں کی یورپ کی آریائی نسلوں سے جدا کر دیا تھا جو کسی وقت جزیرہ نمائے یونان میں اور کریٹ (قرلطیش) کے دل کش جزیرے میں آ گھسی تھیں۔ ڈوریائی یونان کی مخالفت میں جنوب کے فینقی مشرق کے ایرانیوں سے متحد ہو گئے تھے۔ جنوبی سواحل کے باشندوں کا کبھی تک شمالی یا یورپی ولایات کے باشندوں سے کوئی تام میل نہ ہو سکا تھا۔ اراتوس تھنس نے اپنے جغرافئے میں بحر روم کی حدود میں آبنائے جبل الطارق تک صرف صقلیہ اور جزیرہ روس کو شامل کیا تھا۔ حقیقت میں یورپ و افریقہ کے سواحل میں بڑا فرق تھا۔ شمال میں جگہ جگہ جزیرے اور جزیرہ چھوٹے چھوٹے

قطعات بحر کو گھیرے ہوئے تھے۔اندرون ملک کی ندیاں انہی میں آ کر گرتی تھیں
اور جہازوں کے لئے محفوظ کھاڑیاں بن گئی تھیں۔خود جزیروں کی لی دور دور کے
ساحلوں تک چلی جاتی تھی۔اس کے برخلاف جنوب میں افریقہ کا ساحل اس طرح
مسلسل چلا گیا ہے کہ اس کی طوالت آدمی کو خوفزدہ کر دیتی ہے اس میں نہ خلیجیں اور
کھاڑیاں ہیں اور نہ ایک بڑے دریائے نیل کے سوا کوئی آبی گزرگاہ۔اس طرح
یورپ کے ملکوں میں، یونان کے سوا، کثرت باراں سے مویشیوں کی چراگاہیں،
انسانوں کی معیشت کا معقول ذریعہ تھیں۔جنوب میں اہل قرطاجنہ کو مصنوعی وسائل
سے کھیتی کرنی پڑتی تھی اور بیرونی رسد کے محتاج تھے۔ٹائی بر (تیبر) ندی کے
کنارے لاطینی باشندے زراعت پر بخوبی زندگی بسر کر سکتے تھے اور ایک مدت تک
اسی پر قانع رہے۔

بحر متوسط کا ایک مقام ایسا تھا جہاں شمال و جنوب کے یہ الگ الگ حصے تقریباً
ایک دوسرے سے آ ملتے تھے۔اطالیہ کا لمبا جزیرہ نما نیچے صقلیہ تک پھیلا ہوا ہے۔
صرف تنگ آبنائے مسینہ ان کے بیچ میں ہے اور ادھر صقلیہ کی مغربی پھننگ قرطاجنہ
سے پوری 125 میل دور بھی نہ تھی۔یہی جزیرہ صقلیہ مشرقی اور مغربی بحر روم کی حد
فاصل بنا تا تھا۔مختلف زمانوں میں پناہ گزیں گروہ بار ہا مشرق سے مغربی بحر روم کی
حد فاصل بنا تا تھا۔مختلف زمانوں میں پناہ گزیں گروہ بار ہا مشرق سے مغرب میں جو
اس وقت تک نا متمدن، جنگلی تھا، نقل مکانی کر کے آتے رہے تھے جیسے اتر سکن
قوم، ایشیائے کوچک سے اٹھ کر شمال مغربی اطالیہ میں بسی یا فوکیہ والے جنوب

فرانس میں مارسیلہ تک پہنچے۔ باہمت یونانی بھی اکثر اپنی لڑائیاں اور نیز صناعیاں لے کر جنوبی اطالیہ میں آ بستے تھے۔ جیسے تارتسم یاسی برتسمیں، یا چکر کھا کے دوسری طرف ''نئے شہر'' نیپلز میں، جہاں انہیں اترسکن تاجروں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے بہت پہلے انہوں نے مشرقی صقلیہ اور جنوبی اطالیہ کے گرم خطے میں سیرا کیوز کی ریاست بنالی تھی۔ جسے وہ ''یونان کبیر'' کہا کرتے تھے۔

مہاجرین کے ساتھ مشرقی ممالک کا تجارتی مال آنا شروع ہوا۔ اور اس تجارتی دولت کے واسطے اترسکن، مارسیلہ، سیرا کیوز کے جہاز آپس میں لڑنے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی جدوجہد کرنے لگے۔ ان کی اسی باہمی کشمکش نے اہل قرطاجنہ کے جہاز رانوں کو موقع دیا کہ وہ مغربی بحر روم پر چھا گئے (یہاں تک کا مارسیلہ والوں کو آبنائے جبل الطارق کا راستہ نہ ملا تو سمندر کی بجائے وہ برطانیہ کا ٹین فرانس کے بری راستوں سے حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے) سار دینہ اور کورسکا میں بھی قرطاجنہ کی چوکیاں بن گئی تھیں جن کے ذریعے وہ اطالیہ کے مغربی سمندر اور ساحلوں کی تجارت پر قابو رکھتے تھے۔ اگرچہ سیرا کیوز کے بادشاہ اپنے ساحلوں پر قرطاجنی بیڑوں کو آنے سے جبراً روکتے تھے پھر بھی کھلے سمندر میں ان افریقی جہاز رانوں پر ان کا زور نہ چلتا تھا۔ ادھر مشرقی ولایات میں سونے چاندی کے معاون ختم ہونے پر آئے تو وہاں کی متمدن دنیا کو نیم وحشی یورپ سے یہ دھاتیں اور خام اشیاء لینے کی ضرورت بڑھ گئی۔ اپی رس کا تیغ زن بادشاہ پرہوس بھی دراصل معاشی ضرورتوں کی بناء پر ہی چاہتا تھا کہ جنوبی اطالیہ اور صقلیہ، یعنی نام نہاد ''یونان کبیر''

پر تسلط جمالے اگر چہ رومہ سے اس کی معرکہ آرائی کا قریبی سبب یہ ہوا تھا کہ رومہ کے بیڑے نے تارتم کے آزاد شہر پر پیش قدمی کی تھی یہ تیسری صدی ق م کا زمانہ تھا اور آخر میں جب رومہ کے جیوش نے پرہوش کو شکست دی (275 ق م) تو ایک افسانے میں اس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ میں اطالیہ کے ساحلوں سے رخصت ہوتا ہوں اور یہ نفیس میدان جنگ قرطاجنہ اور رومہ والوں کے لڑنے کے لئے چھوڑے جاتا ہوں غالباً اس نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی ہو گی لیکن آئندہ واقعات نے اسے صحیح کر دکھایا۔

یہ گزشتہ واقعات ہینی بال کے علم میں تھے آج ہم یہ اندازہ اتنا اچھا نہیں کر سکتے جتنا اس نے کیا ہو گا کہ کس طرح زیریں ٹائبر ندی کی پہاڑیوں کا ایک گمنام شہر جو بندرگاہ بھی نہ تھا، رفتہ رفتہ اطالیہ کے بڑے حصے پر مسلط ہو گیا۔ اترسکن قوم کو جنوبی یونانی آباد کاروں نے دبا لیا اور ''یونان کبیر کی توانائی عیش پسندی کی نذر ہو گئی لاطینی شہروں نے پہلے جتھا بنا کر بالائی ٹائبری اترسکن آبادیوں کو مطلوب کیا تھا لیکن اب سخت معرکوں کے بعد یہ جتھا ٹوٹ پھوٹ گیا اور اس کے ارکان جمہوریہ رومہ کے حلیف یا محکوم ہو کر رہ گئے۔ رومہ نے حلیفوں کی مدد اور مسلسل جنگ و پیکار سے وسطی اطالیہ پر تسلط جمانے کے بعد کاپوآ کو بھی تسخیر کر لیا جو جنوب کی سب سے دولت مند اور مہذب نوآبادی تھی۔ پرہوس کو اس کے جہاز میں دھکیل دینے سے سمندر کی طرف اس کا قدم تیز تر ہو گیا۔ شہرہ آفاق ترانتم 272 ق م میں اور آبنائے مسینہ کا شہر رگیم 270 ق م میں اس کے زیر نگیں آ گئے۔ لیکن 6 سال بعد اس کے چند فوجی دستے ان

اجیر سپاہیوں کے پیچھے جنہوں نے اپنا لقب ''مردان مریخ'' رکھ لیا تھا، اس خطرناک آبنائے کے پاس اترے تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے سقلاوں کنارے پر قلعہ مسینا میں ایک قرطاجنی قلعہ دار متمکن ہے۔''

یہی زمانہ تھا جس میں بحر روم کے شمالی ملکوں میں ایک سیاسی تغیر آہستہ آہستہ رونما ہوا۔ قدیم شہری ریاستوں کا زور ٹوٹ گیا اور جبابرہ یعنی آمر و خود مختار فرمانرواؤں کی بساط اقتدار لپیٹ دی گئی۔ ان کا آخری نمونہ پرہوس کو سمجھ لیجئے ان کی بجائے ملوکیت یا شہنشاہی کا بیج پڑ گیا اگرچہ ابھی تک اس کا کلہ نہیں پھوٹا تھا۔

اس وقت تک اہل رومہ کی کشور کشائی صرف بری ہوئی تھی۔ ادھر قرطاجنہ کی سیاحت سمندروں تک رہی تھی۔ یہ مثل کہ شیر مگر مچھ سے لڑنا پسند نہیں کرتا ان کے بارے میں صحیح تھی۔ یہ اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے سے دوستانہ تعلق بلکہ بعض اوقات سیاسی عہدو پیان کر لیتے تھے پرہوس ہی کی یلغار کے موقع پر قرطاجنہ کا ایک بیڑا رومہ کی مجلس عمائد کی امداد کے لئے آیا تھا کہ اپی رس کی فوجوں کو سقلیہ با موقع جنگی مقالت میں نہ گھسنے دے۔

لیکن یہ الگ الگ دائرے اب آبنائے مسینہ کے کناروں پر ایک دوسرے کو چھو رہے تھے۔ مسینا کی بندرگاہ کی آویزش اندرونی علاقوں تک متعدی ہوئی اور سازشوں نے فوجوں کا راستہ کھول دیا۔ سیراکیوز کی آخری جابر ہائرو ثانی کی رائے تھی کہ رومہ کے جیوش میدان مار لیں گے۔ لہذا اپنا مستحکم قلعہ اور رسدرسانی کے لئے بیڑے کی از خود پیش کش کی۔ اس طرح جزیرے کے مغربی رخ پر قرطاجنہ کی گرفت

نہ رہی اور ریپر سا کی مجلس عمائد کی بعد از وقت آنکھ کھلی جب کہ بحر روم کا یہ کلیدی جزیرہ ان کے ہاتھ سے جاتا نظر آیا۔قرطاجنہ کی عام حکمت عملی جنگ کو محدود رکھنا ہی تھا۔ ضرورت کے وقت جنگی بیڑا تیار کرلیا جاتا تھا۔ورنہ میدانی لڑائیاں وہ کرائے کے بیرونی سپاہیوں سے لڑتے اورلڑائی رکتے ہی انہیں رخصت کردیا کرتے تھے۔لڑائی بھی کسی محدود مقصد کے لئے چند روزہ لڑتے تھے۔اسی پر عہد حاضر کے ایک فاضل نے لکھا ہے کہ قرطاجنہ کی فوج ملک کی حکمت عملی کے لئے تھی بخلاف اس کے رومہ کی آزادی اور طاقت ورہمسایوں پر بالادستی کا باعث ہوئی تھی۔پرہوس نے زہرخند کے ساتھ اسی فوج کی نسبت کہا تھا کہ یہ ''وحشی جنگ کے وقت ہرگز وحشی نہیں پائے جاتے''بہرحال یہ پہلا موقع تھا کہ فصیلہ میں رومی قائدین کو اپنے مقابلے میں ایک غیر ملک کے پورے سازوسامان اوراعلیٰ درجے کے تجربہ کار حریف استادہ نظر آئے۔ان کے اجنبی اور غیر ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ایک مملکت نے جس کی تہذیب اور مشرقی عقائد قدیم تر تھے افریقہ میں نشوونما پائی۔دوسری، یورپ کے قبائل سے ترقی کرکے بنی اور اپنے بزرگوں کے رسم ورواج کو زندگی کا اٹل قانون سمجھتی تھی۔یہی اسباب تھے کہ مسینہ کا تصادم اتنا بڑھا کہ تاریخ میں ''پہلی فنیقی جنگ'' کہلایا۔لیکن حقیقت میں یہ بحر روم کی دنیا پر تسلط کی کشمکش کا آغاز تھا۔

رگولس کی شرائط

ہنی بال ان واقعات کو یاد کرتا ہو گا تو دو باتیں ضرور ذہن میں آتی ہوں گی جن میں پہلی قرطاجنہ کی بحری شکست تھی۔

رومی عوام اور مجلس کے کند ذہن سپہ سالار تین سال کے تجربے سے اتنا سمجھے بغیر نہ رہے کہ کسی بیرونی جزیرے کو تسخیر کرنا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کے گرد کے سمندر پر اقتدار حاصل ہو۔ یہ ایک عملی مسئلہ تھا اہل رومہ ان موقعوں پر پوری محنت اور قابلیت صرف کرتے تھے عادت کے مطابق فوراً پہلا بیڑا تیار کرنے میں لگ گئے۔

واضح رہے کہ آغاز جنگ کے وقت ان کے بحری طلائے کا دستہ ایک کھاڑی میں قرطاجنہ والوں نے پکڑ لیا تھا۔ اس کا سبب سرکاری طور پر تو بتایا نہیں گیا مگر تھا یہی کہ نا تجربہ کار جہازیوں کو طوفانی سمندر نے بیمار ڈال دیا اور وہ بچ کر ایک کھاڑی میں پناہ لینے چلے گئے تھے۔

اب رومہ نے سال بھر میں سو پنج طبقہ لمبے چپو کے جنگی جہاز بنائے اور بیس سہ منزلہ جہاز دیکھ بھال کرنے کے لئے تیار کئے بری باشندوں کا یہ کارنامہ، جنہیں سمندر سے بیزاری تھی فی الواقع بہت حیرت انگیز تھا۔ اس کی توجیہ اس کہانی سے آج تک دہرائی جاتی ہے کہ چند رومیوں کو قرطاجنہ کا ایک پنج طبقہ شکستہ جہاز ساحل پر مل گیا تھا۔ اس کی دیکھا دیکھی انہوں نے اپنے جہاز تیار کیے اور ساتھی شہر والوں نے خشکی پر کلیں بنا کر چپو چلانے کی مشق کی۔

اس زمانے کا جنگی جہاز ہمارے زمانے کی ایک گہری مخروطی کشتی سے مشابہ ہوتا

تھا۔اس میں تین سوتک چپو چلانے والوں کی نشست ہوتی۔ساخت کمزوراور صرف بڑے جہازوں پر کوئی سائبان یا عرشہ بناتے تھے۔متلاطم سمندر میں یہ جہاز اچھی طرح نہ چل سکتے تھے اورطوفان آ جائے تو پناہ ڈھونڈتی پڑتی تھی ان کا بیڑا ہتھیار لوہے یا پیتل کی ایک پھالی یا نوک دارکوبا ہوتا تھا۔یہ سرے پر اونچے نیچے دوکوبوں کی صورت میں بھی لگاتے تھے کہ دشمن کے جہاز میں سطح آب کے اوپر اور نیچے پیوست ہو جانے اوریا اس کے پہلوؤں کوتوڑ کر اندر گھس جائے۔یہ جہاز برابر لا کر اس طرح بھی کھڑے کیے جا سکتے تھے کہ چپووالوں کوچھوڑ کر دوسرے مسلح سپاہی دشمن کے جہاز پر چڑھ جائیں لڑائی کے وقت ان کے مستول جھکا دیے جاتے کہ تصادم سےٹوٹ نہ جائیں مجموعی طور پر یہ جنگی جہاز تجربہ کار جہازی ہی چلا سکتے تھے۔پھر بھی کھلے سمندر میں زیادہ دیر تک ان سے کام لینا محال ہوتا تھا۔رسد رسانی کی یا تجارتی کشتیاں تیز ہوا میں ان سے الگ اور دور بہ جاتی تھیں۔مگر ٹھہرے ہوئے پانی میں بھی کوبے والے دشمن کے جہاز ان پر حملہ کریں تو یہ اپنا بچاؤ نہ کر سکتی تھیں۔

رومی حکام نے درحقیقت جہازی بیڑا اس طرح مہیا کیا تھا کہ اپنی ماتحت بندرگاہوں سے جہاں جنگی جہاز موجود تھے،انہیں طلب کرلیا۔یہ تارنتم نیپلز پنیرا تھے اور سیرا کیوز کا جنگی بیڑا ان کے علاوہ تھا۔ایسی بندرگاہیں ''جہازی حلیف'' کہلاتی تھیں ان کے یونانی اوراترسکن ملاح پہلے سے جہاز رانی کا تجربہ رکھتے تھے زمین پر چپو چلانے کی خوش نما کلوں کا افسانہ محض خیالی ہے۔رومہ کا قانون یہ تھا اور وہاں قوانین قدیم ماد(Medes)اورایرانی قوموں کے احکام سے کچھ کم سخت نہ ہوتے

تھے۔ کہ کوئی شہری پیادہ جیوش کے سوا ہتھیار بند عسکری نہ ہو سکتا تھا۔غیر شہری لوگ رومی جیوش کے پرچم کے نیچے شامل سپاہ نہیں کیے جاتے تھے۔لہذا صرف غلام اور موالی جہازوں کے ملاحوں یا چپو چلانے والوں میں شریک ہو سکتے تھے تاہم مسلح اہل جبش کو نئے بیڑے میں جانے کی اجازت مل گئی تھی ان کے با تدبیر سرداروں کا منصوبہ یہ تھا کہ بطور سواری جہازوں سے کام لیں اور دشمن کے جہازوں پر چڑھنے کی غرض سے بڑے بڑے آنکڑے یا Corvi (منقار) سے ان جہازوں کو مسلح کیا تھا۔ اور چار طرف پختہ پل ایسے بنائے تھے کہ اچھے سپاہی شانہ بشانہ ان پر دوڑ سکتے تھے مطلب یہ تھا کہ دشمن کے جہازوں کو اٹکا کر باقاعدہ رومی سپاہی اس کے جہازوں سے دست بدست عرشے پر جنگ کر سکیں۔

منصوبہ پوری طرح کامیاب ہوا جنگی بیڑوں کا پہلا مقابلہ مسینہ کے قریب جیرزہ نمائے میلے کے سامنے ہوا (260ق م)قرطاجنی بیڑا جنگی نقل وحرکت سے کام لیتا تھا۔اس میں معدودے چند ہتھیار بند سپاہی ہوتے تھے۔ ناگہانی صورت بھی غالباً ان کی شکست کا باعث ہوئی۔قرطاجنی بیڑے کے اکثر جہاز گرفتار یا غرق ہوئے رومی سپہ سالار ان کے پتیلی کو بے لے کر شہر میں آئے کہ وہاں چوک (فورم) کے گرد فتح کی یادگار میں نصب کرائیں سمندر میں یہ ان کی پہلی فتح تھی۔

میلے کی فتح سے رومہ کا اقتدار ایک دن میں سمندر پر قائم نہیں ہو گیا۔قرطاجنہ کو دوسری جگہ کامیابیاں حاصل ہوئیں۔انہوں نے سواحل اطالیہ پر بھی دست درازی کی ادھر رومہ سپہ سالاروں کو سمندر کا علم کبھی نصیب نہیں ہوا ان کی ہیکڑی اور نا تجربہ

کاری بہت سے جہازوں کی بربادی کا باعث ہوئی جس میں ہزاروں جانیں گئیں۔ بایں ہمہ میلے کی جنگ نے ہل قرطاجنہ کو مرعوب سا کر دیا کہ معلوم ہوتا تھا وہ اطالیہ کے کسی بحری جتھے سے زور آزمائی کرنے سے بچنے لگے۔ ہمل کر کو نظر آیا تھا کہ اس کے وطن کا سمندر پر اب اقتدار باقی نہیں رہا۔ اس کے فرزند ہینی بال نے بھی یقیناً سمجھ لیا ہو گا کہ قرطاجنی لشکر اب کھلے سمندر میں بے تکلف سفر نہیں کر سکتا۔

ہینی بال کے حافظے میں رومی قنصل (حاکم اعلیٰ رگولس) کے الفاظ بھی کھٹک رہے تھے۔ بحری معرکے نے میلے کے سات پہاڑیوں (رومہ) کے باشندوں کے سامنے نئی راہیں کھول دی تھیں۔ اب اپنے ساحلوں کے علاوہ دوسرے ساحلوں تک پہنچنا ممکن ہو گیا تھا۔ لامحالہ آبائے مجلس کے ذہن میں آیا کہ صقلیہ کی کش مکش قرطاجنہ پر قبضہ کرنے سے ختم ہو سکتی ہے۔ میلے کی جنگ کو تین ہی سال گزرے تھے کہ اعلیٰ تنظیم کا کارنامہ، یعنی 330 جہازوں سے لڑتا بھڑتا فی الواقع ساحل افریقہ پر پہنچ گیا۔ رومہ کے دونوں قنصل، رگولس اور لسوھم کے سردار تھے۔ شہر قرطاجنہ میں اس وقت کوئی فصیل نہ تھی۔ مجلس قرطاجنہ کے سفیر رومہ کی مورچہ بند لشکر گاہ میں گفتگوئے صلح کے لئے گئے تو رگولس حقارت سے پیش آیا (کیونکہ یورپ کے لشکروں کا یک بہ یک ان ساحلوں پر نمودار ہونا، خود غیر مطمئن افریقی قبائل میں ہل چل کا باعث ہو گیا تھا اور یہی مشاہدہ تھا جس کی بنا پر رومیوں نے ہمل کر برقہ کو 15 سال بعد صلح کے وقت اجازت دے دی تھی کہ وہ اریکس سے مغرور غلاموں کو اپنے ساتھ لے جائے جنہوں نے افریقہ پہنچ کر فی الواقع خانہ جنگی کے شعلے اور بھڑکا دیئے۔

رگولس نے قرطاجنی سفیروں سے کہا کہ اگر تم اپنے آپ کو بہادر کہتے ہو تو یا غالب آؤ گے یا مغلوبوں کی حالت کو قبول کرو گے۔

رگولس ابھی تک یورپ کے 35 قبائل کے اتحاد کو قائل تھا اور اس لیے یہ تقریر انہی قبائل کے سپہ سالار کی حیثیت سے کی اور ایک سیدھے سادھے سپاہی کا کردار دکھایا جو میدان میں اس لیے نکلتا ہے کہ یا خود مر جائے یا حریف کو ختم کر دے۔ تہذیب یافتہ افریقی ان میں سے کوئی بھی صورت نہیں چاہتے تھے۔تب رگولس نے کھدے پن سے یہ شرطیں پیش کیں۔

1صلیقہ اور سارونیہ کو حوالے کر دیا جائے۔

2رومہ کے قیدی بغیر تاوان چھوڑے جائیں مگر قرطاجنی قیدیوں کا فدیہ نیز جنگ کا تاوان رومہ کو سالانہ قسطوں میں ادا کیا جائے۔

3قرطاجنہ قول دے کہ حکومت رومہ کی رضامندی کے بغیر آئندہ کوئی جنگ یا صلح نہ کرے گا۔

4قرطاجنہ تسلیم کرے کہ آئندہ کوئی جنگی بیڑا تیار نہیں کرے گا سوائے ایک جہاز کے جس سے ضروری کام لیا جائے۔

5قرطاجنہ پابند ہو گا کہ رومہ کی استدعا پر پچاس سہ طبقہ جنگی جہاز تیار کر کے رومیوں کے واسطے بھیجے۔

اس کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ ایسا ہی غیر متوقع تھا،جیسی میلے میں قرطاجنہ کی شکست رگولس نے صلح کی مذکورہ بالا جو شرائط پیش کیں وہ اس شہر کے حق میں جس کی

سمندر پر فرماں روائی تھی، کامل تباہی کا پیام تھیں۔ شہر والوں کو اس مصیبت کا احساس ہوا تو وہ بھی جان دینے پر تیار ہو گئے۔ ہملکر برقہ کو اس کی آجیر فوج کے ساتھ صقلیہ سے بلانے کے لئے جہاز دوڑائے (رومی جہاز ہٹ کر خلیج تیونس کے کنارے لنگر انداز تھے ان کے سپہ سالار ساحل پر خیمے ڈالے پڑے تھے) ادھر ایک اور آزمودہ کار سردار زانتی پوس کو نومدیہ کے سوار اور جنگی ہاتھی دے کر نئی جنگی تدبیروں سے لڑنے بھیجا۔ وہ اسپارٹ کے اجیر سپاہیوں کا سردار تھا اور منہ مانگی فوج لے کر کھلے میدان میں لڑنے نکلا ادھر سے ہملکر اپنی مخلوط سپاہ لایا اور رومیوں کو جو فتح کے کامل اعتماد سے لڑنے نکلے تھے، تباہ کن شکست دی۔ رگولس آدھی فوج کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ بقیۃ السیف رومی ساحل اور بار برداری کے جہازوں کی طرف بھاگے اور جنگی جہاز بھی انہیں لینے آ گئے تھے لیکن تجربہ کار جہاز رانوں کی رائے کے خلاف رومی سرداروں نے صقلیہ کے جنوبی ساحل کا راستہ اختیار کرنے پر ضد کی اور وہاں ساحل سے اٹھنے والے طوفان میں پھنس گئے۔ تمام جنگی جہاز اور بار برداری کی بہت سی کشتیاں ڈوب گئیں۔ ان سب کا شمار 284 تھا اور جو لوگ ان پر سوار تھے وہ بھی غرقاب ہوئے۔

اس مصیبت عظمیٰ کی خبر پہنچی تو رومہ کی مجلس عمائد نے حسب عادت صبر و استقلال سے ایک اور بیڑا بنانے کے احکام صادر کیے اور کہا جاتا ہے کہ تین مہینے کے اندر دوبارہ 220 جہاز ساز و سامان سے آراستہ سواحل اطالیہ پر فراہم کر لیے اور ان جہازوں کے جاڑے میں طوفان سے محفوظ رہنے کے پناہ خانے بھی تعمیر کرا لیے

گئے۔

سالہا سال کی کشمکش نے دونوں ریاستوں کو تھکا دیا تو پھر وہ بین بین قسم کا صلح نامہ مرتب ہوجس کی رو سے قرطاجنہ کوسقلیہ چھوڑنا اور بارہ سو تیلنٹ کا تاوان ادا کرنا پڑا۔ 241ق م میں ہوا جس کا اوپر ذکر آچکا ہے کہ اس ہمل کرنے جو کہ اریکس پر مقابلہ کرتا رہا تھا، طے کیا تھا۔صلح نامے سے قرطاجنہ کی خودمختاری میں کوئی فرق نہ آیا اور اس کے بیڑی کی بھی کوئی حد بندی نہیں ہوئی اس معاہدے کو تین سال بعد اہل رومہ نے توڑ دیا۔ بہر حال رگولس کی سخت شرطیں ہمارے موضوع ہنی بال کے محافظے میں نقش ہوگئیں۔خاندان برقہ کے حلف نے اسے اور اس کے بھائیوں کو پابند کردیا کہ وہ اس قسم کی شرطوں کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

’’جنگ اور صلح اپنے اس لبادے کی تہ میں لپٹی ہوئی لایا ہوں‘‘

ہنی بال سفر میں بھی ایک نقشہ ساتھ رکھتا تھا یہ اس کے استعمال میں رہتا مگر اس پر اس کے یونانی منشی، سواحل، کوہستان، اور بحر روم کی شمالی لنگر گاہوں کے نشان لگاتے رہتے تھے۔اس زمانے کے نقشے میں عام طور پر مقاموں کے فاصلے اور نواحی آبادی کے نام مرقوم ہوتے تھے۔گزشتہ نو سال میں نواح اطالیہ کے نقشے میں کئی خفیف مگر پر معنی تبدیلیاں ہوئی تھیں جن کی اطلاع ہنی بال کو دولت دار سوداگروں سے یا خود اس کے گماشتوں سے جو بھیس بدل کر پھرتے تھے، ملی رومہ کی ایک یہ خبر بھی اسے پہنچی کہ وہاں جنگ کے دیوتا جانوس کے مندر کا پھاٹک بند کر دیا گیا ہے

کیونکہ کئی پشت تک مسلسل جنگ و جدل کے بعد بالاخر جمہوریہ رومہ اب صلح کی حالت میں ہے تاہم ایک بیڑا بحیرہ ادریہ (اڈریاٹک) کے پار بحری قزاقوں کی تادیب کے لئے بھیجا گیا تھا واضح رہے کہ اڈریاٹک کے اسی ساحل سے شاہ پرہوس نے عروج کیا تھا۔

دوسرے 226 ق م کے بعد وہ سال جب ہسدروبال سے رومیوں کا معاہدہ ہوا بعض تبدیلیاں جلدی جلدی واقع ہوئی تھیں۔ شمالی اطالیہ میں قلطی قبائل نے دریا سے پو کے علاقے میں فساد مچایا۔ انہیں قابو میں لانے کے لیے رومہ سے فوج بھیجی گئی اور اس نے پو کے کنارے سرحدی قلعے تعمیر کرائے۔ کیونکہ یہ ندی شہر رومہ کے لیے وہی مرتبہ رکھتی تھی جو ابرو کو نئے قرطاجنہ کے متعلق خاص تھا (یہ نیا قرطاجنہ اب فروغ پذیر بندرگاہ بنتا جاتا تھا) پھر 224 ق م میں رومی سپاہ نے پو کو عبور کیا اور لطیوں کے مرکزی شہر صیطان کو دو سال بعد فتح کرلیا اسی زمانے میں ایک اور مہم سارونیہ بھیجی گئی جس نے اس جزیرے کی مزاحمت کو حتماً ختم کر دیا۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ایک بحری بیڑا دوبارہ اڈریاٹک میں دوڑیا گی 229 ق م میں رومی جوش ساحل پر اترے اور انہوں نے (لمعاشیہ الی ریئم) کے رومہ کے زیر نگرانی لینے کا اعلان کیا۔ وہاں کا رئیس جس نے مقابلہ کیا دمت ریوس (فاروسی) تھا اس نے بھاگ کر مقدونیہ میں پناہ لی یہ و سچ ہے کہ رومی فوجوں کو مختلف طریقوں سے اشتعال دیا گا تھا لیکن قلطی دمت ریوس اور سارونیہ کے کوہستانی اپنے وطن میں (آزادی کے لئے) لڑے تھے۔

بہر حال ہنی بال پر پوری طرح واضح ہو گیا ہو گا کہ ان تبدیلیوں کا مطلب کیا ہے۔ مشرق میں اڈریاٹک اب رومہ کا اپنا سمندر بن گیا تھا اطالیہ کے مغربی سمندر سارونیہ کورسکا تک اس کے زیرنگیں آ چکے تھے۔ دیکھنا یہ تھا بحر روم میں اس کی پیش قدمی کہاں تک جاری رہے گی۔ جس کا مغربی سرا جہاں اسپین اور افریقہ قریب آ گئے ہیں ابھی تک قرطاجنہ کے قبضے میں تھا۔ بیچ میں بلیارک وغیرہ چند چھوٹے جزیرے تھے اور شمالی جانب سیگنتم کی وہ بندرگاہ جس کی حمایت کا دعویٰ کرنے اب رومی سفیر اسپین میں آئے تھے۔ ان سفیروں کے عقب میں رومہ نے کثیر فوج جمع کی تھی اور تقریباً دو سو جنگی جہاز اپنے سرمائی پناہ خانوں سے سمندر میں نکل آئے تھے۔ کیا یہ عسکری تیاریاں اسپین کے خلاف نہ تھیں؟

سن 219 شروع گرمیوں میں ہنی بال نے اقدام کا فیصلہ کیا۔ اس کی فوج میں زیادہ تر اسپینی بھرتی کیے گئے تھے۔ ان کی سیگنتم کے بالا حصار پر یورش ناکام رہی۔ یہ قلعہ پہاڑی کے اوپر واقع تھا۔ حملہ آوروں کے پاس قلعہ شکن آلات نہ تھے نہ پہاڑی ڈھلانوں پر چڑھنے کی مہارت تھی۔ ہنی بال نے سیگنتم کو چار طرف سے گھیر لیا اور انتظار کرنے لگا کہ اس کے مدافعین ہتھیار ڈال دیں محاصرے کے دوران میں مہر بال کو سپہ سالار بنا کر وہ خود قلط بیری علاقے کی طرف بھی ہو آیا کہ وہاں کی بدنظمی کا انسداد کرے۔ انہی ایام میں اس کی بیوی امل کے ہاں اس کے بچے کی ولادت ہوئی۔

سیگنتم کے محصور شہری آس لگائے تھے کہ ان کا حلیف رومہ انہیں امداد بھیجے گا۔ مگر کوئی مدد نہ آئی اور آٹھ مہینے کے بعد قرطاجنہ والوں نے ان کی قدیم جناتی آثار کی

فصیل توڑ دی مزاحمت کا خاتمہ ہوگیا ہنی بال نے اپنی فوج میں انعام بانٹے اور بہت سی چاندی نیز تجارتی اموال غنیمت کا حصہ قرطاجنہ کو روانہ کیا۔

یہی وقت تھا جب کہ سبک رفتار ہرکارے قرطاجنہ سے دستی اطلاع لے کر پہنچے تھے رومہ کے ایوان عمائد میں اس زمانے (219ق م) میں کیا بحث مباحثے ہوئے۔ان کا ٹھیک حال معلوم نہیں لیکن بیڑے کے اڈیاٹک سے واپس آنے پر ضرور قرطاجنہ کا مسئلہ زیر بحث آتا رہا ہوگا۔اور سیگنتم پر ہینی بال کی فوج کشی نے ضرور قرطاجنہ کا مسئلہ زیر بحث آتا رہا ہو گا۔اوسیگنتم پر ہینی بال کی فوج کشی نے ضرور قرطاجنہ کا مسئلہ زےربحث میں گرمی پیدا کی ہوگی)بعض بڑے امراء جیسے کلووی اورسی پیو خاندان کے لوگ قرطاجنہ پر مکمل فوج کشی کی رائے دیتے تھے بخلاف اس کے انہی جسا طاقتور نے بیس کا کنبہ گفتگوئے صلح کا حامی تھا آبائے بزرگ میں سے ایک نے بیس وروکوس کا یہ بھی قول نقل ہوا ہے کہ''ایوان میں بیٹھ کر جنگ کی باتیں کرنا'' الگ بات ہے میدان میں اس کا سامنا کرنا کچھ اور چیز ہے۔

معلوم ہوتا ہے یہ بھی ان اوقات میں سے ایک وقت تھا جب کہ مجلس عمائد اور عام اہل رومہ کے درمیان کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا اکابر امرا کے تصور میں دولت سمیٹنے کے نئے میدان گھوم رہے تھے وہ بحری تجارت میں حصہ دار بننے کے خواہاں تھے جس کی اب تک امراء کو اجازت نہ تھی چنانچہ اسی سال ایک قانون منظور ہوا جس نے مجلسی رتبے کے عمائد کو پہلی مرتبہ تجارت کی اجازت دی۔

دوسری طرف مجالس عوام (Populi Romani) کو بظاہر 624 تا (24ق م

کے سپین جنگ میں خوفناک نقصانات جان اور لوگوں کی کمی سے مزعوں کی خرابی فراموش نہ ہوئی تھی۔ وہ اپنا گیہوں خود اگانا چاہتے تھے اور جہازوں کے ذریعے نو مفتوحہ صقلیہ سے اسے برآمد کرنا ذرا پسند نہ کرتے تھے۔ ان دیسی زراعت پیشہ لوگوں کا نعرہ یہ ہو گیا کہ زراعت اور اطالیہ ''اطالیہ والوں کے لئے۔''

قلطی قبائل کے (جنہیں یہاں غال یا گول کہا جاتا تھا) خلاف معرکہ آرائی کی عوامی جلسوں نے تائید اس وجہ سے کی تھی کہ ان لڑائیوں سے مزید اراضی ہاتھ آتی تھی۔ دوسرے ان میں اپنے تحفظ کا پہلو بھی تھا۔ (ہر شہری کو وہ روز سیاہ یاد تھا جب کہ برنوس کے غال خاص رومہ میں صف آراء ہوئے تھے) عوامی حکم (ٹری بیون) بھی عمائد سے متفق ہو گئے تھے لیکن عوام کی رائے میں فنیقیوں سے ایک اور جنگ کوئی نفع کا سودا نہ تھا۔ اور نہ اس سے کوئی پیش نظر خطرہ دور ہوتا تھا۔ غرض بحث مباحثے ہوتے رہے۔ جانوس کے مندر کے دروازے بند رہے۔ سیگنتم کی مدد کے لئے کوئی بیڑا نہ گیا حتیٰ کہ اس شہر کے سقوط کی خبر آئی جس نے کلووی سی پیو جیسے کو جنگ چھیڑنے کی قوی حجت فراہم کر دی رومہ کے شہریوں اور مجلس کے ایک حلیف پر حملہ ہوا۔ رہا نفع نقصان کا سوال تو اسپین میں چاندی کی کانیں مصارف جنگ پوری کر سکتی تھیں۔ مصیبت زدہ سیگنتم کے وکیلوں نے یہ دلیل پیش کی اور اسی طرح اپنے دوسرے حلیف مارسیلہ کو جوش دلایا۔

218 ق م کے اوائل میں مجلسی گروہوں نے ایک بین بے فیصلہ کیا جسے عوامی مجلسوں نے بھی قبول کر لیا۔ وہ یہ کہ فربیس گروہ کے حسب تحریک قرطاجنہ سے گفتگو

کے لئے ایک وفد روانہ کیا جائے اور اگر گفت وشنید ناکام رہے تو وہی وفد جنگ کا اعلان کر دے اس بات کے کافی امکانات تھے کہ اہل قرطاجنہ جنگ کی دھمکی ڈر جائیں گے۔ان کے ہاں بھی ایک گروہ امن وصلح کا پختہ ارادہ رکھتا تھا۔ 23 برس پہلے، 241 ق م میں بھی انہوں نے شرائط صلح کی درخواست کی اور آخر سارو ینہ اور کوسکا کو زائد تاوان سمیت حوالے کر دیا تھا پھر آٹھ سال قبل بھی انہوں نے عہد نامہ ابرو کو مان لیا تھا۔لہذا گمان غالب تھا کہ اب بھی وہ گفت وشنید کرنے کی آڑ لینا پسند کریں گے جس میں وہ خاص مہارت رکھتے تھے۔

مارچ 218 میڈ پانچ سفیر (Legati) رومہ سے جہاز میں چلے۔تین کلووی سی پیوگروہ سے تعلق رکھتے تھے مگر سب سے سن رسیدہ سفیر جسے وفد کا صدر یا ترجمان کہنا چاہیے فےبئیس کی جماعت کا آدمی تھا۔

اگر چہ بظاہر یہ وہ وردکوس نہ تھا جس نے مجلس عمائد کی تنبیہہ کی تھی کہ میدان جنگ میں معاملات کی شکل ایوان مجلس سے مختلف ہوا کرتی ہے۔

بیرسا کی بلندی پر مجلس قرطاجنہ کے پردے پڑے ہوئے ایوان میں صدر وفد فےبئیس نے سوال کیا کہ کیا حکومت حمل کر کے بیٹے ہنی بال اور اس کے عملے کو رومہ کی حکومت کے حوالے کر دی گئی؟

مجلس والوں نے جواب دیا ”نہیں“

پھر فےبئیس نے ترجمان کے ذریعے پوچھا کیا حکومت قرطاجنہ نے اپنے سپہ سالار ہنی بال خلف حمل کر کے اقدام کی اجازت دی تھی؟

مجلس نے اس کے اقدام کو ناجائز نہیں کہا اور جواب میں کئی سوال سخت قانونی قسم کے کیے کیا رومی مجلس عمائد شہر سیگتم سے اپنے اتحد کو قرطاجنہ سے قدیم معاہدے پر ترجیح دیتی ہے؟ اگر بسدروبال کے ساتھ عہدنامے سے پہلے ایسا ہوا تھا، تو اس عہد نامے نے اہل سیگتم کو خارج کردیا کیونکہ وہ ابرو کے جنوب میں رہتے ہیں اتحاد میں کہا گیا تو فے بیئس اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھ چغے پر سینے کے اوپر باندھے۔ کہا ان باتوں سے میں تھک گیا میں اسے چغے (Toga=لبادہ) کی تہ میں جنگ اور صلح لپیٹ کر لایا ہوں۔ قرطاجنہ والو بتاؤ تم کیا پسند کرتے ہو؟

کبیر الحسن، شوفت (محافظ) نے اجازت چاہی کہ اپنے ارکان مجلس کو الگ لے جائے فے بیئس مان گیا۔

جب دوبارہ قرطاجنی ارکان قطار میں داخل ایوان ہوئے تو شوفت نے بالکل خلاف توقع، رومیوں کو یہ جواب دیا کہ ''تم خود پسند کرلو فے بیئس نے کہا ''تو پھر جنگ ہے'' کئی آوازیں بلند ہوئیں ''منظور ہے ہمیں منظور ہے۔

رومہ کے اعلان جنگ کی یہ اطلاع تھی جو تیز رو ہرکارے ساحل افریقہ پر دوڑتے ہوئے لے گئے اور آبنائے پر کشتیوں کی ڈاک کے ذریعے جا کر ہینی بال کو پہنچائی۔ ادھر پانچ سفیر رومہ واپس پہنچے اور کیفیت مجلس کو سنائی تو مندر جانوس کے پھاٹک چوپٹ کھول دیئے گئے کہ یہ دو منہ کا دیوتا طلوع و غروب آفتاب دونوں کو دیکھ سکے اور قوم کو علم ہو جائے کہ وہ جنگ کی منزل میں داخل ہوگئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

باب دوم ::: الپس کے اوپر کا سفر

دریائے رہون کا معما

وسط مارچ میں رومہ کا سرکاری سال شروع ہوا۔ امراء سے پبیں کورنلیس سی پیو سربراہ حکومت یعنی قنصل مقرر رہا۔ اس نے پہلے کوئی اعزاز حاصل نہیں کیا تھا اور دیکھنے میں بھی گنوار سا آدمی تھا لیکن قدرت نے بہت پختہ عقل عطا کی تھی انتخاب کا دوسرا سبب غالباً یہ تھا کہ اس کے کورنلی اور سی پیو (عصا) خاندانوں نے کئی پشت سے مملکت کو بہت لائق سردار مہیا کیے تھے۔ اب جو دو طرف سپاہ کشی کرنے کا فیصلہ ہوا تو پبلیس نے اپنے دوسرے ساتھی قنصل کے ساتھ قرعہ ڈالا جس میں اسپین لے جانے کی مہم اس کے نام نکلی رائے عامہ نے بھی اسے بہت موزوں سمجھا کیونکہ مجلس عمائد میں یہی سی پیو کورنلی فریق ماورائے بحر فوج کشی کا محرک تھا جس کا مقصد اسپین پر قبضہ کر لینا تھا۔ لیکن اس کی تحریک ایک سال تک عوام کی مجلسوں نے نہیں چلنے دی تھی۔ اسی تاخیر کی وجہ سے جنگ کے منصوبے میں بھی تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ اب سیگنتم ان کے انتظار میں نہ تھا کہ رومی فوج اس کی بندرگاہ میں اتاری جائے اور پھر اسی کو جنگی مرکز بنا کر اقدام کیے جائیں نظر برابر تجویز ہوئی کہ ایک فوج تو صقلیہ قرطاجنہ کو جا کر گھیر لے اور دوسری چھوٹی فوج حلیف مارسیلہ کے راستے پبیس کی قیادت میں کوہستان پای ریں کی سرحد پر مسلط ہو جائے اور قرطاجنہ والوں کے پاس جو صرف

ایک باقاعدہ سپاہ اسپین کے کسی مقام پر ہے، اسے ہر حال میں روکے رکھے۔ اس تدبیر سے اہل قرطاجنہ کو بڑا اخلجان یہ پیش آجائے گا کہ اپنی واحد سپاہ کو مادری وطن کی حفاظت کے لئے افریقہ بھیجیں یا اسپین میں منقطع رہ جانا گوارا کریں۔

مارسیلہ کے مبصرین کی تازہ خبروں سے معلوم ہوا تھا کہ قرطاجنی لشکر سرحدی ندی ابروکو اتر کر ہینی بال کی قیادت میں بڑھ رہا ہے۔

منصوبہ جنگ کے بدلنے اور بروقت بعض تیاریوں کے باعث پبلیس کی روانگی میں دیر ہوئی اور وہ گرمیاں شروع ہونے کے بعد ہی پیرا کی بندرگاہ سے دو رومی جیوش لے کر روانہ ہوا ان میں آٹھ ہزار سپاہی تھے لیکن حلیفوں کی افواج مل کر جیوشوں سے دگنی (یعنی کل 24 ہزار) تھیں مہم کے ساتھ باربردار کشتیوں کی حفاظت کے لئے 20 پرانے سے جنگی جہاز چلے تھے۔ پیرا کی بندرگاہ اسی زمانے میں اترسکن قوم کے ذہین ماہروں نے بنائی تھی۔

یہ جہازی لشکر شاید اس وجہ سے کہ ساحل کے قریب قریب چلتا رہا۔ جہاں یہ تموج کا زمانہ تھا ادھر ادھر بہت اچھلتا رہا اور بہت سے رومی سپاہی جنہیں بحری سفر کی عادت نہ تھی بیمار پڑ گئے۔ ان زحمتوں میں ایک اضافہ وہ تشویش تھی جو رومن قنصل کو شمالی اطالیہ کے غالوں کی طرف سے پیش آئی۔ ان کی جو اراضی رومہ نے چھین کر لاطینی زمین داری کو دے دی تھی رومی فوجوں کو باہر جانے کے بعد غالوں نے موقع پر کر دوبارہ پوندی کے کنارے انہیں چھین لیا غالوں سے بات کرنے بھی وہی پانچ سفیر رومی تنصل نے آگے روانہ کیے۔ جو قرطاجنہ گئے تھے اور وہاں والوں سے فضول

باتیں کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ غالوں کا سلسلہ کوہستان پایں ریں تک وسیع تھا۔ وہاں کے رئیسوں کے پاس سفارت گئی کہ دوستانہ تعلقات بحال کرے مگر یہ جنگی رومیوں سے بری طرح پیش آئے اور بعید رومہ کی خاطر اپنے کھیت چھوڑنے کی تجویز پر خوب ہنسے اور اسے نہایت احمقانہ بتایا خود پای ریں ایک دیوی ''پاڑن'' سے منسوب تھا۔

کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کون تھی مگر شہرت یہ تھی کہ بڑی طاقت والی اور متکبر دیوی ہے۔ ان سب باتوں سے گمان ہوتا تھا کہ گویا نامعلوم قوتیں رومی لشکر کی پیش قدمی میں مزاحم ہو رہی ہیں تاہم پبلیس بہت عملی آدمی تھا۔ سب کچھ سننے کے بعد اس نے ادھر توجہ کی، اپنے کام سے کام رکھا۔ اور اپنے بیڑے کو پناہ کی جگہ لے آنے کے لئے یہ سن کر خوش ہوا کہ رھون ندی کا دہانہ بہت قریب ہے۔ یہاں جیسا کہ توقع تھی اتحادی شہر مارسیلہ کے عمال ساحلی میناروں سے اس کا انتظار کر رہے تھے مگر اس کی پر تکاب صاحب سلامت کے جواب میں انہوں نے رسمی آداب کو بالائے طاق رکھا اور چلا چلا کر یہ حیرت انگیز خبر سنائی کہ ہنی بال اسی دریا رھون پر پہنچ گیا ہے۔

پبلیس نے اسے بھول سمجھ کر تصحیح کی کہ تمہارا مطلب ابروندی ہے؟

واقع میں وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ اسپین کا قرطاجنی لشکر غالوں کے اس دریا تک پہنچ گیا ہوگا جو اس کی لنگر اندازی کے ساحل سے صرف دو دن کی مسافت پر تھا۔ بہر حال اس نے چیدہ شہ سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا کہ حقیقت حال معلوم کرے اور کنارے پر خیمہ زن ہوا کہ اس کے بیمار جیوش اپنی ٹانگیں سیدھی کر سکیں۔ پانچویں

دن اس کا رسالہ واپس آیا اور اطلاع دی کہ حقیقت میں بالائی جانب دریا کے کنارے ایک بڑا قرطاجنی لشکر مقیم تھا عجیب طرح کے چغہ پوش سوار جو یقیناً افریقی تھے اس لشکر میں شامل تھے اور چھکڑوں کے ساتھ بھی دیکھے گئے تھے۔ نیز تبداروں کی ایک جمعیت تخت کاٹنے کا کام کرتی تھی

اپنے سواروں سے ان غیر معمولی واقعات کی کہانی سن کر پبلیس کے شکوک رفع نہیں ہوئے اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ قرطاجنی کوہستان الپس کے زیریں میدانوں میں کس غرض سے آسکتے ہیں اس نے لشکر کے عوامی وکیلوں کو مشورے کے لیے طلب کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ یہ بات سب پر واضح ہوگئی تھی کہ ان کے دشمن قرطاجنی بالائی رہون پر کوئی کارروائی کر رہے ہیں۔ مناسب صورت یہی نظر آتی ہے کہ ان سے لڑا جائے۔ چنانچہ پبلیس نے جیوش کو جنگ کی تیاری کرکے بڑھنے کا حکم دیا دریا کے بالائی رخ وہ بہت سنبھل سنبھل کر آگے بڑھے مگر دشمن کے پڑاو پر پہنچے تو وہ خالی پڑا تھا جگہ جگہ اس کے بجھے ہوئے الاؤ موجود تھے جن کے گرد بہت سے غال نشے میں دھت بیٹھے اپنی ڈھالیں لڑا لڑا کر گیت گا رہے تھے۔

اب کس سے لڑائی ہوتی؟ قرطانی تین دن پہلے دریا اتر کر شمال کی طرف غائب ہو گئے تھے مگر سوال یہ تھا کہ وہ کدھر گئے؟ نئے قنصل کو اپنی مختصر مدت سپہ سالاری میں یہ عجیب صورت پیش آئی دشمت بغیر لڑے کسی نامعلوم مقام کی طرف چل دیا تھا۔ یہ دیا جہاں نقل وحرکت ہوئی الپس کے پہاڑوں سے نکلا تھا اور انہی پہاڑوں کے دوسری جانب اس کا وطن اطالیہ تھا پبلیس کے لئے یہ معما بن گیا کہ آیا اپنی جہازی مہم

کو لے کر حسب ہدایات آگے روانہ ہو یا اپنی ذاتی رائے سے واپس پلٹ جائے؟

قنصل نے یہ مشکل عقل سلیم کے مطابق حل کی اس نے بیڑی اور لشکر کو تو اسپین کے سفر پر مسیلہ کے رہبروں کی رہ نمائی میں آگے جانے دیا اور اپنے بھائی کو سپہ سالار بنا کر خود تیز جہازوں کا بدرقہ لیا اور پنیرا واپس آ گیا کہ ادھر کی ذمہ داریاں بھگتائے۔ اس کے اس اقدام کے آئندہ اہم نتائج ظاہر ہوئے۔ لیکن وقت کے وقت بھی قنصل کا مقدم فرض سرحد رومہ کی حفاظت کرنا تھا اور یہ کام رہون کے کنارے نہ ہوا تو پیلیس پو کے کنارے اسے انجام دینے کو آ گیا ممکن ہے اسے یہ واپسی کا سفر بہت طولانی معلوم ہوا لیکن اس کا تو بظاہر اسے خیال ہی نہ آیا ہو گا کہ دراصل جہاں ہینی بال گیا تھا وہاں وہ اس کا تعاقب شروع کر رہا ہے۔

عظیم یلغار کی حقیقت اور افسانہ

رومی قنصل کے اقدامات 218 ق م کے رومی وقائع میں محفوظ رہے لیکن دوسری طرف ہملکر کے بیٹے ہینی بال کی کارروائیوں پر سکوت کا پردہ پڑا ہوا ہے خود اس نے بطور خاص اہتمام کیا تھا کہ اس کے ارادے پردہ خفا میں رہیں پھر بھی اس کے منصوبوں کے بعض آثار ادھر ادھر نظر آ جاتے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب سے رومی سفیر نئے قرطاجنہ میں آ کر اس سے ملے ہینی بال سمجھ گیا تھا کہ جنگ کا اعلان ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ اسی سرما میں اس نے کئی فوجی تبدیلیاں کیں بعض اسپینی دستے اور جوق افریقہ بھیج دیئے اور کچھ وہاں

کی چھاؤنیوں سے اسپین بلوائے اسپین کے سپاہیوں کو خلاف معمول تعطیل رہی کہ جھاڑے اپنے گھروں میں گزار لیں کوہستان پای رین کے پار تمام الپس اور اس کے بھی آگے شمالی اطالیہ کی قطلی قوموں تک کو تحفے تحائف کے ساتھ دوستی کے پیام بھجوائے ان قاصدوں کا ایک کام یہ تھا کہ تمام راستے کے قبائل کی کیفیت کو وہ جنگجوں ہیں یا امن پسند اور رومہ سے ناخوش ہیں یا نہیں نیز ان کے کھیت کیا رکا زمانہ کیا ہوتا ہے ان جملہ امور کی خبر دیں۔

ادھر خود ہینی بال نے جاڑوں میں جنوبی اسپین یا ابریہ کا گشت لگایا۔ بلکہ خشکی کے راستے قادس تک پہنچ گیا اور وہاں سے کھلے سمندر کو افرق بعید کی طرف موجیں مارتے دیکھا۔ نگاہ تصور سے ہم اسے وہاں کے مندر کی سیڑھیوں پر جہاں کسی عورت کو آنے کی اجازت نہ تھی کھڑے دیکھتے ہیں عام اہل قرطاجنہ کی نسبت اس کا قد ذرا نکلتا ہوا اسپین کی سیاہ شالی چادر کندھوں پر پڑی ہونے سے کسی قدر جھکا ہوا گندمی پیشانی کے نیچے پر اسرار آنکھیں سر کے گھونگھریالے بال اور داڑھی خشی خشی کتری ہوئی پیوستہ لبوں کے اوپر ستوں اونچی ناک لباس کے اعتبار سے وہ دوسروں سے امتیاز نہ رکھتا تھا لیکن اس کا سیمابی مزاج لوگوں کی توجہ کھینچے بغیر نہ رہتا تھا۔

شروع موسم بہار میں ہینی بال اندلس کی وادیوں سے گزرتا ہوا واپس آیا۔ اسی دورے کی یادگار وہ ساحلی برج یا دید بان تھے جو ساحل پر جابجا اس نے بنوائے اور بعد میں ہینی بال کے برج کہلانے لگے تھے۔ آثار قدیمہ کے ماہروں نے اس کی کاریگری کی باقیات کا پتا چلایا ہے اور ان قلعوں کے آثار بھی ڈھونڈ نکالے ہیں جو

اس نے قدیم چوکور پتھروں سے نئے طرز پر جلدی میں تعمیر کرائے تھے اپنے دورے کے ضمن میں اس نے مشرق کے ساحلی ایبری رئیسوں کے اقتدار کو بھی تقویت پہنچائی، کیونکہ یہ خطہ رومی حملے کی زد میں آسکتا تھا ابھی تک اس بات کی کوئی علامت نہ تھی کہ وہ اسپین چھوڑ کر جانے والا ہے جو بیس برس سے خاندان برقہ کا وطن گیا تھا۔

رومہ والوں نے یہ افسانہ تراشا ہے کہ ہملکر اہل قرطاجنہ کی مرضی کے خلاف اسپین اسی لئے منتقل ہوا تھا کہ یہاں سے بڑھ کر کوہ الپس کے پار جست لگائی جائے اور دولت رومہ پر حملہ کرے۔ بیٹوں کو اس نے حلف دے کر اہل رومہ سے عداوت کا پابند بنایا تھا۔ لہٰذا اب ہنی بال نے یہ آتش جنگ بھڑکائی تھی افسانے کے جملہ اجزاء ایک دوسرے سے بخوبی پیوست کئے گئے اور رفتہ رفتہ اسے یوروبید یونانی کے کسی ناٹک کی طرح نہایت کرشمہ خیز پیرایہ بھی دے دیا گیا تھا۔ لیکن اب سب خوبیوں کے باوجود وہ حقیقت سے عاری ہے۔

برقہ خاندان اپنے وطن قرطاجنہ والوں کی مرضی سے انہی کا نائب بن کر اسپین آیا تھا کوئی ثبوت اس بات کا موجود نہیں کہ ہملکر نے یورپ میں ایسی بے پناہ یلغار کا منصوبہ بنایا اور زمانہ حاضرہ کے کسی جرمن سپہ سالار شلائے فن کی طرح اسے اگلی نسل کے عمل میں لانے کے لیے بیٹے کے حوالے اور عمل میں لانے کی وصیت کر گیا تھا۔ بخلا اس کے خاصی قوی روایت موجود ہے کہ ہملکر نے ہسد روبال ''ذی شان'' اور اپنے فرزندوں کو بخوبی جتا دیا تھا کہ اسپین میں ہمارے دشوار کام کا ابھی آغاز ہوا ہے اور ابھی تک ہماری اتنی طاقت نہیں ہے کہ رومہ کے مسلح لشکروں کا مقابلہ کر

سکیں۔

القصہ، ہینی بال نے سرمائی گشت کا دورہ نئے قرطاجنہ میں آ کر ختم کیا۔ اس نئے شہر اور بندرگاہ کی تجارت یوماً فیوماً بڑھ رہی تھی گاڑیاں بھر بھر کر کانوں سے چاندی آتی اور اس کی سالانہ مقدار اتنی تھی کہ قرطاجنہ کی ساری مال گزاری ادا کر دی جائے۔ بے شبہ مل کرت دیوتا کے مندر میں اس نے حلف اٹھایا تھا کہ رومیوں کی اطاعت قبول نہیں کرے گا اسے اور اس کے بھائیوں کو اسپین سے بہتر اور کون سی جگہ ہو سکتی تھی جہاں وہ اس عہد کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

علاوہ ازیں ہینی بال کو اپنے جملہ اقدامات میں ایبری اور قلطیری رفیقوں پر ہی انحصار کرنا پڑتا تھا اور اس جیسی فراست کا کوئی زعیم اسپین والوں کے قومی خصائل خصوصاً ان کی ''ال توز'' (ہٹ یا جمعیت) کا شعور کیے بغیر نہ رہ سکتا تھا یہ کوہستان سیم کے باشندے اپنے گاؤں اور گھر کی حفاظت کے لئے تو بھتنوں کی طرح لڑتے تھے لیکن کسی پر دیس میں جانے سے ان کی ہمت پست ہو جاتی تھی اور تلون کے آگے قول قرار سب دھرے رہ جاتے تھے زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ہینی بال کو اسپین والوں کی خصلت کا ثبوت دیکھنے کا موقع بھی مل گیا۔

ابھی تک نظر یہی آتا ہے کہ ہینی بال اسپین کے ساحلوں کی حفاظت کی تیاریاں ہی کر رہا تھا۔ تا آنکہ اپریل میں قرطاجنہ کے ہرکارے نے بینس سے اعلان جنگ کی خبر لائے ہینی بال نے سپاہیوں کو نئے قرطاجنہ کی نواح میں مجتمع ہونے کا حکم صادر کیا کہ چھٹی ختم کر کے چھاؤنیوں میں حاضر ہو جائیں۔ اسی زمانے میں اسے اپنے

گماشتوں سے اطلاع مل گئی ہوگی کہ صقلیہ میں رومی بیڑا سومیل دور ساحل افریقہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے تیار کیا جا رہا ہے۔ واقعتہً چند جنگی جہاز قرطاجنہ کے قریب ساحل پر دیکھ بھال کے لئے آئے اور چھاپے مارے گئے تھے۔

حلف وفاداری سے قطع نظر، ہملکر اور اس کی اولاد جمہوریہ قرطاجنہ کی خدمت کرنے کے سچے جذبے سے سرشار تھی۔ ہملکر نے اپنی مجلس عمائد کے حکم کی تعمیل میں کوہ اریکس کے مضبوط قلعے کو چھوڑا اور رومیوں سے شرائط صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ یہی جذبہ خدمت و اطاعت تھا کہ اجیر سپاہیوں کی بغاوت کی سخت مصیبت کے وقت وہ اپنے شہر کی حفاظت کے لیے افریقہ واپس آیا۔ اسی طرح اس کے جانشین ہسدروبال نے محض مادری شہر کے کہنے سے اپنے دشمنوں کے ساتھ ابروندی کا عہد پیمان کیا تھا۔ ہنی بال کو اپنے نئے وطن میں جیسی کچھ امیدیں بھی ہوں حتیٰ کہ خواہ وہ خود مختار بادشاہ بن بیٹھنا بھی چاہتا ہو جیسا کہ اس کے مخالفین امراء الزام لگاتے تھے، قرطاجنہ پر صقلیہ سے حملے کے سنگین خطرے کو وہ کسی طرح نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ ادھر قرطاجنہ کے پاس اس طاقت کا کوئی بیڑا نہ تھا کہ وہ حملے کو دور ہی سے روک سکے۔ اس نے مضبوط شہر پناہ ضرور بنائی تھی اور اس کے اندر محافظ فوج بھی تھی لیکن سوائے اس کے اور کوئی لشکر ایسا نہ تھا جو میدان میں نکل کر رومہ کے تربیت یافتہ جیوش کا سامنا کر سکے اگر ہنی بال اپنی فوج لے کر آبنائے کے پار قرطاجنہ کی مدد کے لیے آئے تو پھر اسپین کو دشمن کا لقمہ چرب ہونے سے کون بچا سکتا تھا؟

ہمیں علم نہیں کہ وہ کیا سوچتا رہا مگر عملی اقدام کرنے میں تاخیر نہ کی اپنی بیوی

املکہ اور ایک سالہ بچے کو تیز رفتار کشتی میں بٹھا کر قرطاجنہ روانہ کیا خود بندرگاہ پر آیا اور ساحلی مینار سے کشتی کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ سمندر کی نیم تاریک فضا میں نظر سے اوجھل ہوگئی۔ معلوم نہیں یہ کام بیوی بچے کی حفاظت کے لیے کیا گیا تھا یا بطور یرغمال انہیں بھیج دیا تھا کہ حکومت قرطاجنہ کو اپنی آئندہ اطاعت گزاری کا یقین دلائے ہر صورت میں اسے ایک پابندی سے آزادی مل گئی ماہ مئی میں فوج کے پیچھے جو سمندر کے کنارے کنارے شمال کی طرف پہلے ہی کوچ کر چکی تھی، ہینی بال بھی سوار ہو کر چل پڑا۔

پوری سپاہ چند حصوں میں تقسیم اطمینان سے آگے بڑھ رہی تھی۔ یہ حصے قومیت کے اعتبار سے مرتب کیے گئے تھے کیونکہ مختلف قومیں ایک دوسرے سے بہت غیر جنس تھیں مراکشی اور نومدی (مفریقی بغیر باگ کے گھوڑوں پر سوار چلتے تھے ان کی شہنائیوں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی سبک اندام گھوڑے راستے میں کھیت چرتے جاتے تھے۔ یہ صحرائی لوگ دوسروں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے تھے اور خالی وقت میں کنگھی مسواک کرنے یا اپنے طلائی ساز و براق کو جلا دیتے تھے ڈھیلے سفید کرتے ان کا لباس اور چیتے کی کھال کا زین ہوتا تھا حملے کے وقت اپنی سانگ (چھوٹی برچھی) اتنے زور سے پھینک کر مارتے کہ دشمن اتنی دور کوئی حربہ نہ چلا سکتا تھا۔ دست بدست جنگ میں گھٹنے سے گھٹنا ملا کر لمبے چھروں سے لڑتے۔ ڈھالیں ہاتھی کی کھال کی ہوتی تھیں۔ حریف سوار باگیں لیے ہوتے تو ایک ہی ہاتھ سے لڑ سکتے تھے۔ مگر یہ دونوں کھلے ہاتھوں سے بچاؤ یا حملہ کرتے تھے ان کی سب سے

خطرناک صلاحیت تیز رفتاری میں تھی۔ معمولی گھوڑوں کے رسالے پر ایک دم جا پڑتے اور جب موقع ہوتا اسی سرعت سے دور نکل جاتے لبیا طرابلس اور بربر قوم کی پیادہ فوج رسالے کے پیچھے پیچھے قدم ملا کر چل رہی تھیں ان کی زرہ آہنی مگر خود چرمی ہوتے۔ لمبی ڈھالیں کاندھوں پر بھالوں کے ساتھ لٹکتی تھیں۔ یہ سپاہ سخت گیر حاکم مہربال کے زیر قیادت تھی جو ہمل کر کی ماتحتی کر چکا تھا۔

پیادہ جیوش کے آس پاس سبک پا بلیاری (یعنی سنگ انداز لگے ہوتے تھے جن کے چرمی فلاخن شانے پایا کمر میں لپٹے ہوئے لمبائی میں تین درجے کے ہوتے تھے اسپین والوں کی طرح یہ لوگ بھی نہایت آزادی پسند تحکم سے بیزار تھے۔ پھینک کر مارنے کی چیزوں میں ان کے پاس آتشیں گیندیں پٹہ کھا کر آگ لے جاتی تھیں اور دوسری قسم کی بھاری سیسے کی گولیاں تھیں جو پیتل کی ڈھال توڑ دیتی تھیں۔

لیکن اس کوچ کرنے والے لشکر میں سوار ہی ڑی اور غیر معمولی تعداد میں تھے۔ انہی میں سیلہ کے جنگ آزما چرمی کنٹوپوں سے سر اور گردن ڈھانکے ہوئے کنٹوپ میں لوہے کی کڑیاں بڑے بڑے برچھوں سے مسلح تھے تیز رفتار نومدیہ کے سوار اپنی سانگ یا لمبے لمبے نکیلے تیروں کا ترکش لے کر لڑتے تھے مگر ان مسیلوں کا خاص حربہ بھاری برچھے کی ضرب تھا۔ ان کے مقابلے میں قلطیری سوار پہلے اپنے لوہے کے خوفناک لٹھ گھما کر ماتے اور پھر خمیدہ تلوار سے لڑتے تھے انہیں اپنے گھوڑے بہت عزیز تھے اور ان کے سر و سینہ کو وہ چرمی پوشش سے محفوظ کرتے تھے۔

بے شبہ سپاہ کے اعضائے رئیسہ افریقی جیوش تھے لیکن سچ پوچھئے تو اس کا قلب

اسپین کی فوجیں تھیں ج کستولو اور مستیہ کے پہاڑی سپاہیوں اور قبائل رکیہ واکساما کے جوانوں پر مشتمل تھیں۔ ان کے خود بھیڑیئے اور شیر ببر کی کھوپڑیوں کے تھے۔ شراب مل جائے تو رات رات بھر الاؤ کے گرد ناچتے رہتے تھے۔ ان کے کچھ دستے ہلکے ہتھیار والے بلیاروں کے ساتھ شامل کر دیئے گئے تھے کہ قزاقانہ یا چھاپاولی جنگ میں کام لیا جائے اسپین والوں میں صرف ایبری نظم وضبط کے پابند تھے اور ان کی باقاعدہ جماعتیں کرنوں والے سورج اور ہلال کے نشان والے جھنڈوں کے ماتحت میں کوچ کرتی تھیں۔ یہ لوگ باربرداری کی گاڑیوں کے پہرے پر مقرر رہتے تھے۔ اصل میں ہین بال جو اس معجون مرکب لشکر کو لے کر چلا اور انہیں اپنے رسم ورواج تیروتہوار منانے کی اجازت بھی دے رکھی تھی" اس نے خاص اہتمام کیا تھا کہ قطار در قطار گاڑیوں میں" زائد ہتھیار" اوزار" غلہ دوائیں اور بھاری مقدار میں چاندی صندوقوں میں ساتھ رہے وحشی باشک قوم کے معدودے چند جوان لشکر میں نظر آتے تھے لیکن درخت کاٹنے کے لیے ان کے خاص اوزار یعنی دوسر تریا کلہاڑی بھی سامان کے ساتھ تھی۔

یہ لاولشکر عسکری اعتبار سے نظم وضبط سے عاری تھا۔ اس کی مجموعی تعداد پچاس ہزار ہوگی 40 ہاتھی ہمراہ تھے بدنظمی کے باوجود اتنا بڑا لشکر پہلی مرتبہ مجمع کیا گیا تھا اور اپنے راگ ورنگ کے جلسوں کے باوجود ملک پر چھا جانے اور سختیاں جھیلنے کی، جن کے یہ لوگ عادی تھے، بخوبی قابلیت رکھتا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اجتماعی طور پر سے کام کیونکر لیا جائے؟

خاص قرطاجنہ سے صرف سواروں اور ماہرین کی مختصر جمعیتیں آئی تھیں۔ عالی خاندان سوار، گل بوٹوں کی سرخ عبا سے الگ پہچانے جاتے تھے درحقیقت یہ جوان سرداروں کا دستہ تھا جس سے خاص موقعوں پر کام لیا جا سکے۔ پھر مختلف قوموں سے ان کی بولیوں میں بات کرنے کے لئے بھی یہ ترجمانی کر سکتے تھے سپہ سالار ہینی بال کے ساتھ کوئی علم بردار نہیں رہتا تھا اور وہ بھی کئی بولیاں جاننے کی وجہ سے مختلف فوجی گروہوں میں بے تکلف چلتا پھرتا رہتا تھا جو لوگ اس کی صورت پہچانتے تھے، وہ یا اس کے مرصع ہتھیاروں کو دیکھ کر یا گھوڑے کی چاندی کے کام کی باگیں دیکھ کر کوئی اسے شناخت کر لیتا ورنہ اکثر وہ ساتھ ساتھ چلتا اور ساتھ والوں کو خبر بھی نہ ہوتی کہ ہینی بال ہمارا سر لشکر ہے ایک چھولداری میں اس کے دیوتا کا بت اور مندر بھی ہم رکاب چلتے تھے۔

ایک عرصے کے بعد اس کے دشمنوں نے اس کے لشکر کی تعریف کی رومہ کے مصنفین لکھتے ہیں کہ "سولہ سال تک۔۔۔۔اس نے اپنی فوجوں کو میدان سے نہ ہٹایا نہ برطرف یا منفرق کیا۔ اتنے بڑے لشکر میں کوئی اندرونی یا اپنے خلاف فتنہ فساد نہ پیدا ہونے دیا نہ ان کی یونگی میں کوئی خلل آیا حالانکہ وہ لبیا "قرطاجنہ" اسپین لگوریہ وغیر مختلف مما لک کے تھے اور قطی بلیاری نیز اطالوی اور یونانی بھی ان میں آ ملے تھے۔ بایں ہمہ اس قدر غیر جنس اور طبعا متضاد افراد" اپنے سپہ سالار کی اعلیٰ قابلیت کے اع شخص واحد کی مرضی کے تابع رہے۔

اس بیان میں انہوں نے نادانستہ بتادیا ہے کہ ہینی بال کا لشکر سواحل بحر روم کی

کتنی قوموں سے مرکب تھا۔ آبنائے جبل طارق سے اندر کی جانب ابرو ندی تک کے باشندے اس میں شامل تھے (ابھی ''لگوریہ'' اطالیہ کے لوگ اور یونانی اس میں شریک نہ تھے) اور یہ کہ وہ اپنی اپنی قومی جمعیتوں میں مرتب ہو کر اپنی جداگانہ اغراض محرکات سے اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔

ابرو کے چوڑے دہانے کو لشکر نے بلامزاحمت عبور کر لیا ہینی بال شاید دل میں ہنسا ہو گا کہ جس ندی کو ''ہاتھ میں ہتھیار لے کر پار نہ کرنے کا معاہدہ کیا گیا تھا'' رومہ کے معاہدہ توڑ دینے کے بعد آج قرطاجنی لشکر اسے عبور کر رہا تھا۔

''انہیں جو واپس جانا چاہیں''

ابرو اترنے کے بعد عجیب واقعہ پیش آیا اگر آپ غور کریں کہ یہ لشکر جاڑے آنے سے پہلے الپس کے پہاڑ پار کرنے جا رہا تھا تو آپ کو ضرور حیرت ہو گی کہ اس ندی کے پانی ریں کے وروں تک پہنچنے میں اسے تین مہینے لگ گئے۔ حالانکہ 180 میل کا یہ فیصلہ 2 دن میں طے ہو سکتا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ ساحل دشوار گزار اور یہاں ارجت قلطی آباد تھے جن سے اہل قرطاجنہ کی شناسائی نہ تھی اور ان کی بڑی بندرگاہوں ''امپوریائی اور رتراکو کے باشندے مخالفت رکھتے تھے کیونکہ یہ بندرگاہیں مارسیلہ کے یونانیوں کی بیرونی تجارتی منڈیاں تھیں۔ مگر یہ اسباب کوئی بڑی مزاحمت نہ ڈال سکتے تھے دیر یقیناً خود ہینی بال کی وجہ سے ہوئی۔''

غور کرنے سے اس کا سبب بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے ابھی تک ہینی بال نے اسپین سے آگے جانے کا فیصلہ نہیں کیا تھا بلکہ ابھی جو کچھ یہاں کرنا تھا اس کی انجام دہی میں مصروف تھا ابرو کے پار کا یہ ایک تہائی اسپین جس میں جنگلی شرا خوبے الرجت بستے تھے اور دشمنی رکھنے والی بندرگاہی واقع تھیں، پہلے اسے زیر نگیں لانا ضروری تھا تاکہ ہمل کر کے منصوبے کی تکمیل ہو سکے۔ دوسرے ساحلی راستہ آمد و رفت کے لئے کھل جائے اور اسپین کے دفاع کے لئے پائی ینی کا مشرقی درہ ہاتھ میں آجائے۔

نیا قرطاجنہ اور جنوبی چھاؤنیاں اس نے اپنے چھوٹے بھائی ہسد روبا کی ایالت میں دے دی تھیں اگرچہ ہسد روبال کی عمر صرف 23 برس کی تھی مگر بروقت اور فوراً کام کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا البتہ اس کی جلد بازی میں ہینی بال کا آہنی عزم نہیں تھا سب سے چھوٹا بھائی شعلہ حوما گو فوج والوں کا لاڈلا تھا اور قرمزی لبادہ پہنے اپنے ہلکے چرٹ میں ہر طرف دوڑتا پھرتا تھا۔ ہینی بال اسے ہسد روبال کی نگرانی میں شہر میں چھوڑ گیا تھا عمر کے اعتبار سے تینوں ہی بھائی رومہ کے آزمودہ کار سپہ سالاروں کے سامنے بچے تھے ہینی بال کو قرطاجنہ کے شوفت (محافظ) کا خطاب بھی نہیں ملا تھا۔ وہ صرف اسپین کی سپاہ کا سپہ سالار تھا اور اس مجلس قرطاجنہ کی مرضی کا پابند، جس نے برقہ خاندان کی حکومت کو قائم رکھا تھا، جب تک کہ خود ہینی بال اس بعید مجلس کا مطیع رہے۔

اس کے رفقاء میں قرطاجنی سردار شامل تھے مہربال اور ایک سابقہ شوفت کا بیٹا،

ہنو پچھلی جنگ کے آزمودہ کار، حربی چالوں کے استاد، رومہ والوں کے جانی دشمن تھے۔ ایک اور تجربہ کار جنگ جو، سن رسیدہ شریک شوری ہوتا تھا۔ عملے کے دوسرے شرکاء میں اسپین کے رئیس یالبیا والے تھے۔ ماہرین کئی قوموں کے موجود تھے۔ سن بہالوس مصری صدر طبیب تھا۔ دو یونانی، سوسی لوس اور سیلوس صدر کاتب یا سیکرٹری تھے۔ بوگ فوج کا نجومی ایشیا سے آیا تھا سوسی لوس (اسپارٹی ہی نے ہنی بال کو یونانی پڑھائی تھی۔

یہ صدر عملہ ایسے لوگوں کی مدد سے کام لیتا تھا جن کے نام نامعلوم رہے کیونکہ وہ بحر روم کے ساحلی مقامات اور اندرونی علاقوں سے خفیہ معلومات حاصل کرنے پر مامور تھے صرف ایک شخص کرثلو کا نام معلوم ہے جو خفیہ کاموں کی انجام دہی کرتا تھا ہنی بال کو اس مخفی گروہ کے سرداروں پر اعتماد کرنا ہوتا تھا، جو سداگروں کی منڈلیوں میں گھس بیٹھ کر پہنچ جاتے، اجنبی شہروں میں دکان دکان پر لوگوں کی گپ شپ سنتے، کھیتوں میں عوام کے دلی خیالات کی پڑتال کرتے اور شاید اپنے نجومی لوگ کے مشورے سے شگون اور فلیس لینے کا بھی انتظام کرتے تھے۔ کوہستان پائی ریں کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے انہی خاص گماشتوں سے ہنی بال کو معلوم ہوا کہ ایک رمی بیڑ پیرا میں اور دوسرا سیرا کیوز میں تیار کیا جا رہا ہے اسی پہاڑ کے دوامن میں اسے خاص قرطاجنہ پر اہل رومہ کے لشکر کشی کے فیصلے کی خبر ملی۔

بہر حال یہی موقع تھا جب کہ لشکر میں ناگہانی تبدیلیاں ہوئیں دس ہزار سپاہیوں کا ایک جیوش ابرو کے پار پہاڑی اور ساحلی علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

ہراول دستے نے آگے بڑھ کر پائی رین کے قرینی درے (پرتوس) کو اپنے تسلط میں لانے کے لئے اقدامات کئے اور سب سے عجیب بات یہ ہوئی کہ باقی ماندہ سپاہ میدان چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھتی نظر آئی۔ یہاں کے جنگلی باشندے بھاگے مگر حیران تھے کہ یہاں قرطاجنہ والے کیوں آئے؟

صرف ایک بات معلوم ہوئی جس سے منصوبے کی تبدیلی کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اسی زمانے میں یا کچھ پہلے قرطاجنہ کے قاصد شمالی اطالیہ سے پلٹے اور اپنے ہمراہ وہاں کے چند قلطیوں کو بھی لائے جن میں کم سے کم بوای اور ان برس نام کے دو قبیلوں کے رئیس بھی تھے۔ یہ وادی پو کے غال ابرو کے غالوں سے دور کا رشتہ رکھتے۔ اگرچہ یہاں والوں کو ملاقات کے وقت ان کے مصنوعی سینگ کے نکلے ہوئے خود، بڑی بڑی ڈھالیں جن پر ان کے بہادرانہ کارناموں کی تصویریں بنی تھیں اور دولت مندی کی نمائش کے لئے سونے کے بھاری لڑکے دیکھ کر ضرور تعجب ہوا ہوگا رئیسوں کے پیچھے پیچھے سیف بردار سپاہی چلتے تھے اور پروہت ہر کام شروع کرتے وقت شگون بچارتے تھے۔

بوای اور ان برس رئیسوں نے بیان کیا کہ اپنے بزرگوں کے کھیت بچانے کے ہم نے زبردستی گھس آنے والوں (رومیوں) کے خلاف ہتھیار سنبھالے جو نئی قسم کے جنگ کے دیوتا کے پجاری ہیں۔ ان کم بختوں نے ہمارا شہر میلان لے لیا مگر ہم نے ان کے کئی قلعوں پر حملے کئے اور ان کے بڑے اور حاکموں (پریڑوں) کو پکڑ لیا ان کے آبادکاروں کو مار بھگایا اور اپنے گڑھوں کو پھر پوندی کا صاف پانی پلایا۔ ہم

جب تک باقی زمینیں واپس نہ لے لیں گے تلوار میان میں نہ کریں گے۔

ان مشیخت آمیز باتوں کو ہینی بال نے ضرور اپنے قاصدوں کی اطلاعات کی روشنی میں جانچا ہوگا جنہوں نے خبر دی کہ رومی جیوش جو اسپین کے لئے تیار کئے گئے تھے شمالی اطالیہ کی قلطی آبادی کی سرکشی کا سد باب کرنے کی غرض سے اس طرف بھیجے جا رہے ہیں اور یہ ہنگامہ غالباً زیادہ دن ٹھہرنے والا نہیں ہے۔

تاہم اس نے قلطیوں کی خاطر مدارات میں کمی نہ کی ان کے دوستانہ تحائف قبول کیے اور جواب میں تحفے تحائف دینے کے علاوہ وعدہ کیا کہ حکومت قرطاجنہ کی طرف سے انہیں مدد دی جائے گی اور یہ امداد وہ خود اطالیہ آ کر دے گا۔۔۔ہملکر کے بیٹے نے انہیں اپنا یہ فیصلہ بالمشافہ ملاقاتوں کے دوران میں سنایا۔۔۔۔ بے شبہ یہ فیصلہ کہ اطالیہ پر فوج کشی کرے شدید ذہنی خلجان کے بعد ہی اس نے کیا ہوگا کیونکہ سخت زحمت اور خطرات کے مقابلے میں کامیابی کا صرف ایک امکان یہ نظر آتا تھا کہ اگر وہ دریا کے پو تک بروقت پہنچ جائے تو اسے حلیف اور سامان رسد مل جائے گا اور وہ رومی فوجوں کو اطالیہ میں ہی روک سکے گا کہ جنگ قرطاجنہ تک نہ پہنچے ادھر اس فوج کشی سے، پہلی مرتبہ جنگ کی مصیبت اور مصارف رومہ کو اور اس کے علاقوں کو برداشت کرنے پڑیں گے۔ان امکانات کے سوا مستقبل کی اور کوئی بات واضح نہ تھی۔

بہر حال بوای اور ان سبرس رئیس اس کے فیصلے سے بہت خوش اور مطمئن ہو گئے یہ فیصلہ اگر اس بارے میں مجلس قرطاجنہ اور ہسدروبال سے کبھی پہلے کوئی گفتگو ہوئی

ہو،تو بھی ابروئڈی کے پاس ساحل بحر پر اب متعین ہوا اور اس پر عمل کرنے کا بیڑا تنہا ہینی بال ہی نے اٹھایا۔اس کے معنی یہ تھے کہ بیس برس کی گزشتہ زندگی، ملک اسپین، نئے قرطاجنہ اور ان لوگوں کو وہ خیر باد کہہ رہا ہے جن میں اتنے دن سے گھل مل گیا تھا۔اسپین میں ٹھہرے رہنے سے ہر طرح کی ذاتی آسائش دولت حکومت، اچھے سے اچھے گھوڑے، اس کی دل پسند کتابیں غرض ہر طرح کا عیش اور مسرت اسے میسر ہوتی۔جنگ وجدل سے اسے زیادہ شوق یا رغبت نہ تھی۔اور اس فوج کشی کا مطلب یہ تھا کہ ہزاروں ساتھیوں کی تمام ضروریات جنگ کا بوجھ اسے تنہا اٹھانا پڑے گا اہل رومہ سے جلد یا آسانی کے ساتھ امن وصلح ہو جانے کی توقع نہ تھی رگوس قنصل کے سخت الفاظ اس کے دل پر نقش تھے کہ ''غالب آؤ یا مغلوب ہونے کی ذلتیں قبول کرو'' ہر چند کہ یہی دو متبادل صورتیں قرار دینا احمقانہ بات تھی۔

پی ریں کے پائیں تک لشکر چلا تھا کہ ایک رات کو 3 ہزار کارپنائی ساتھ چھوڑ کر چل دیئے۔ہینی بال نے اسپین کی دوسری فوجیں بھیجنے کی بجائے کہ انہیں زبردستی واپس لائیں، اسپینی سرداروں کو گفتگو کے لئے جمع کیا۔وہ ان کا مزاج شناس تھا لہٰذا ان سے کہا کہ جنگ جہاں بھی وہ ہوں گے، ان تک پہنچے بغیر نہ رہے گی۔اہل رومہ ہینی بال اور اس کے بھائیوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ خاندان ان کی اطاعت قبول کرنے پر مطلق آمادہ نہیں (بو قہ خاندان کے حلف کی صدائے باز گشت)

اسپینی سرداروں نے جواب دیا ہم لڑائی سے نہیں ڈرتے مگر ہم نامعلوم پہاڑوں

میں جہاں اجنبی دیوی دیوتا مسلط ہیں، جانا نہیں چاہتے اپنے دیس کے میدان پیارے ہیں، آگے سف کرنا پسند نہیں۔

ہینی بال ان کوالتوز (یعنی ہٹ) سے واقف تھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی حکم یہ لوگ نہیں مانیں گے آخر اس نے کہا جو لوگ واپس جانا چاہتے ہیں میں انہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں اور جو میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں، انہیں مرحبا کہتا ہوں، میرا مرنا جینا انہی کے ساتھ ہے۔

مزید سات ہزار قلطیری سپاہیوں نے واپس جانا پسند کیا، اور ہینی بال نے انہیں اپنے بھائی کے پاس بھیج دیا۔ پائی ریں کی سنگ ساق کی چٹانوں والی گھاٹی پر معقول جمعیت کے ساتھ ایک سردار چھوڑا کہ درے پر قبضہ اور اسپین کا راستہ کھلا رکھے۔ پہاڑ کے پار کے سربراہوں کو ملاقات کے لئے بلایا (اس کے گماشتے تحفے تحائف لے کر وہاں پہلے جا چکے تھے) لیکن ان لوگوں نے حلیفہ قول وقرار کیے کہ کوئی قرطاجنی فوج انہیں ضرر نہیں پہنچائے گی اگر وہ لشکر کے گزرنے میں رکاوٹ نہ ڈالیں گے۔

یہ وسط اگست کا زمانہ تھا بہت کم دن باقی رہ گئے تھے جب کہ خزاں کی برف باری الپس کے درے بند کر دیتی ہے قرطاجنی لشکر داردن میں رہون کی چھوٹی ندی کے کنارے پہنچ گیا۔

رومہ پر لشکر کشی کا ارادہ کر لینے کے بعد، پھر ہینی بال نے ایک ساعت بھی بیکار نہیں جانے دی۔

''یہ پہاڑ آسمان نہیں چھوتے''

ندی کے دوسرے کنارے پر مخالف قبائل کا جماد تھا اور وہ ندی عبور کرنے میں مزاحمت کرنے کی غرض سے اُمڈے چلے آتے تھے لشکر کو ایک نئی زحمت یہ پیش آئی کہ مٹیالے آسمان سے بارش ہونے لگی اور گھنے جنگل کی تاریکی سے افریقی اور اسپینی دونوں گھبرائے جنہیں پٹ پڑے میدانوں اور صاف مطلع کی عادت تھی۔

ان جنوبی لوگوں نے گیلی لکڑیوں کے الاؤ جلائے تو دور دور تک آگ کے حلقے بنا دیئے کہ مٹیالے آسمان سے نازل ہونے والی بلائیں درختوں ہی تک رہیں نیچے نہ آنے پائیں۔

ہینی بال نے ندی کی دیکھ بھال کی دوسری طرف کے جم گھٹے کا غل غپاڑہ سنا اور اپنے لوگوں میں افسردگی دیکھی تو انہیں فوراً کام پر لگا دیا۔ ساری لشکر گاہ دریا اترنے کی تیاریاں کرنے کا کارخانہ معلوم ہونے لگی۔ قریب کے دیہات سے جیسی بھی کشتیاں ملیں، فراہم کرائیں اور دیہاتیوں نے جو دیکھا کہ ان کی کشتیوں کی قیمت میں چاندی ملتی ہے تو بڑے شور سے تختے جڑنے اور ڈونگے اور ناویں تیار کرنے میں جت گئے۔ معاوضہ لینے کے علاوہ انہیں خیال تھا کہ اسی تدبیر سے یہ آفاقی جلد رخصت ہوسکیں گے۔ ادھر اہل لشکر نے کلہاڑیاں سنبھالیں اور صدہا درخت گرا لیے کہ وہ بھی کشتیوں کے ساتھ ندی اترنے میں کام دیں۔ بھیڑ بکری کی کھالیں جمع کیں کہ اپنے سازوسامان کو احتیاط سے ان میں رکھ کر پانی میں اتریں تیر کر ندی پار کرنے کا انہیں خوب تجربہ تھا۔

ہنی بال نے اپنے سردار سنو کو ایبری رسالوں کا لشکر دے کر چپکے سے روانہ کیا کہ اوپر جہاں ندی پایاب تھی، عبور کر کے ایک ٹاپو میں اتر جائیں۔ دوسرے دن دوپہر تک لشکر کی تیاریاں بھی اتنی ہوگئی تھیں کہ ندی پار کرنے کے لیے یورش کر دی جائے۔ شمال میں کالے کالے دھوئیں کے بادل بلند ہونے سے معلوم ہوگیا کہ سنو دور جا کر ندی عبور کر گیا ہے اگرچہ سامنے کنارے کے جنگجو غالوں کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ ان کے جتھے ہنی بال کی طرف رخ کیے رکھے تھے کہ ادھر سے بھی جنگ کے نرسنگھے بجے لشکر گاہ سے قطار در قطار جمعیتیں سامعہ خراش شہنایاں بجاتی اور خوفناک نعرے لگاتی ہوئی کنارے تک جھپٹیں غالوں نے جنگ کے گیت گائے اور بوجھے اپنی ڈھالوں سے ٹکرا ٹکرا کر تیار ہونے کا اعلان کیا انہوں نے جسم کے کپڑے تک پھاڑ ڈالے جس کا مطلب یہ تھا کہ اپنی تاریخ کا یادگار معرکہ لڑنے والے ہیں۔

مگر حقیقت میں کسی خونریز معرکے کی انہیں نوبت نہ آئی کیونکہ جس وقت شوروغوغا انتہا کو پہنچا اور رطاجنی سواروں نے گھوڑے دریا میں ڈالے اور رفلاخن اندازوں نے ان کی حفاظت کے لئے بڑی کشتیوں سے سنگ باری شروع کی، عین اسی وقت ہنو کی سوار فوج غال قبائلیوں کی پشت پر جنگلے نکلی۔ وہ جلدی سے ادھر پٹے تھے کہ اصل لشکر کے مسلح سپاہی کشتیوں سے اتر اتر کر ان پر جا پڑے۔ ان جنگلیوں کو مارسیلہ والوں نے جنگ پر ابھارا تھا۔ اب دو طرفہ مار کی تاب نہ لائے۔ اور کھلا راستہ ندی کے بہاؤ کی جانب دیکھ کر اسی رخ بھاگ کھڑے ہوئے۔ قرطاجنہ والوں نے نمائشی ڈراموں کا ہنگامہ بند کیا اور اطمینان سے باقی فوج اور سارا سامان دوسری طرف اتار

لائے۔ بدمزاج ہاتھیوں کولانے کی یہ ترکیب کی گئی کہ ایک بہت بڑے تختے کو جس پر مٹی ڈھکی تھی ندی میں ڈال اور مہاوتوں نے ہتھنیوں کو اس پر چڑھایا۔ نر ہاتھی پیچھے پیچھے آئے تب تختہ بیچ پانی میں دھکیل دیا اور ہاتھ بھی تیر کر یا پاؤں پاؤں چل کر عقب میں اتر آئے سوائے ایک قیمتی ہاتھی کے یہ تمام افریقی نسل کے ہاتھی تھے جو نوفیٹ سے زیادہ بلند قدم نہیں ہوتے اور ہندوستان کے گیارہ فٹ ہاتھیوں کی نسبت زیادہ پھرتیلے ہوتے ہیں ان ہاتھیوں کو پانی میں کام کرنے کی عادت تھی لیکن رہون کے برفانی پانی کی ٹھنڈ سے گھبراتے تھے۔

لشکر نے ندی کو خیریت سے عبور کرلیا، کوئی جانی نقصان بھی نہیں اٹھایا۔ لیکن اہل لشکر کی بے اطمینانی دور نہیں ہوئی جو لوگ اونچے درختوں پر چڑھے تھے انہوں نے بیان کیا کہ آگے مشرق میں پہاڑیاں نیلے آسمان تک بلند ہو کر راستہ روک دیا ہے۔ دوسری آفت یہ کہ مرطوب جنگل کی وجہ سے اتنی سیل تھی کہ کپڑے سکھانا یا بدن گرم رکھنا مشکل تھا اپنے وطن کے ساحلوں سے اتنی دور اس عجیب شمالی سرزمین میں آ جانا جس کی بلندیاں نامعلوم دیوتاؤں کے دیس تک اٹھی ہوئی معلوم ہوتی تھیں، فی الواقع ان کے دلوں میں خوف و وحشت پیدا کرتا تھا یہیں نومدیہ سوار اپنے زخمیوں کے ساتھ لشکر میں واپس آئے یہ طلائے پر بھیجے گئے تھے اور ان کی مڈبھیڑ رومہ کے اعلیٰ ہتھیاروں والے رسالے سے ہوگئی تھی جسے ندی کے دہانے سے دیکھ بھال کے لئے پبیس نے بھجوایا تھا۔

ہنی بال نے ہر قوم کی جمعیت کے فوجی سرداروں کو فوراً طلب کیا اور ان کی بڑھتی

ہوئی پژمردگی کا اپنی تیز مزاجی سے تدارک کیا پہلے تو اس نے بوای قبیلے کے سب سے سن رسیدہ رئیس کمل نامی کا ان سے سامنا کرایا جو قرطاجنی سپہ سالاروں کے خیموں میں ان کے ہمراہ سفر کر رہا تھا وہ مسلح ان میں آ کر کھڑا ہوا اور کہا کہ میں اور میرے ساتھی انہی مشرق کے برف پوش پہاڑوں کو طے کر کے تمہارے پاس آئے تھے قلطی قوم کے لوگ بارہا اسی بلند راستے سے آگے جاتے ہیں جو کسی قدر دشوار گزار تو ہے لیکن آدمی اور بار برادری کے جانور اس سے گزر سکتے ہیں اور گزرتے رہتے ہیں اس تقریر کے بعد ہینی بال نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا اور کہا کہ خیالی لہذا مویشیوں میں نہ پڑو اور حقیقت حال کو دیکھو۔ پھر اس نے انہیں غصے کے لہجے میں تنبیہہ کی کیونکہ وہ آئندہ سب مرحلے کی نوعیت کو سمجھتا تھا اس نے کہا یہ الپس کیا چیز ہے، سوائے اس کے کہ ذرا اونچا پہاڑ ہے؟ یہ پہاڑ آسمان کو نہیں چھوتے ہیں تم ان پر سے زیر سما گزرو گے قلطی خاندان ان کے اوپر آباد کھیتی باڑی کرتے ہیں۔۔۔۔

پھر اس نے انہیں یاد دلایا کہ تم نئے قرطاجنہ سے رہون ندی تک 24 سو استادے (ستادہ=سو گز) مسافت طے کر چکے ہو 26 سو استادے اور باقی ہیں جنہیں طے کر کے تم اطالیہ کی پہلی ندی کے کنارے پہنچ جاؤ گے۔۔۔۔۔رومہ والوں کا بھی خیال کرو تم کہتے ہو ایک رومی فوج یہاں نمودار ہوئی وہ سمندر کے راستے آئی تھی یہ بات صحیح ہے اب سوچ لو کہ اپنی تبلیس ندی کو جاؤ یا نئے قرطاجنہ میں پناہ لو، رکومی فوجیں سمندر کے راستے وہاں بھی پہنچ جائیں گی قاوص جاؤ گے تو وہ تعاقب کریں گی کیا تم اپنے چھپروں میں بیٹھے انتظام کرو گے کہ رومہ کے جیوش آ کر تم کو مغلوب کر لیں یہ

بھی یاد رکھو کہ وطن میں تمہارے بیوی بچے تمہاری راہ تک رہے ہیں۔ یا تم ایسے دشمن سے جسے دیکھا تک نہیں فرار ہو کر گھروں کو پلٹو گے؟

اپنے دل کی یہ بات بھی ہینی بال نے صاف اور سخت الفاظ میں انہیں بتائی کہ اگر وہ اس فوج کو خاص رومہ میں مغلوب کر لیں گے تو اس کی جنگ کرنے کی قوت کا خاتمہ ہو جائے گا اور پھر وہ آزاد ہوں گے کہ جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں بے خوف زندگی بسر کریں اس موقع پر اس نے انہیں واپس جانے کی رخصت نہیں دی بلکہ یہ ہدایت کر کے رخصت کیا کہ لمبے سفر کی تیاری کریں۔ پھر مشرق کی طرف سفر کرنے کی بجائے جس کی انہیں توقع تھی، وہ رہون کے بائیں کنارے میں مقامی رہبروں کو لے کر شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے پہلے بتا دیا کہ اب ہمارا پہلا پڑاؤ کئی منزلوں کے بعد دور جا کر ملے گا (اسی کوچ کے رومی سپہ سالار نے جو سالہ تفتیش کے لئے بھیجا تھا، وہ اس کے چھوڑے ہوئے پڑاؤ تک آیا یہ آج کل کی ایک مورتے کی بستی کے قریب جگہ تھی) اس نے پہاڑوں کے دامن میں ساحلی راستہ نہیں اختیار کیا کیونکہ یہ مخالف اہل مارسیلہ کے علاقے سے ہو کر لگویہ والوں کے ساحل کو جاتا تھا اور اس کے آگے رومی سرحد کی جنگی چوکیاں موجود تھیں بخلاف اس کے شمال کے اونچے پہاڑیوں کا راستہ نئے حلیفوں (بوای اور انسبری) میں نکلتا تھا۔ وہیں شمالی اطالیہ کی ندی پو کے سرچشمے تھے۔ یہ سب حالات بوای رئیس گمل نے بتائے تھے اور جوش میں آ کر اتنی مدد لانے کے وعدے کئے تھے کہ حقیقت میں اتنی مدد یہ غالی قبیلے نہیں دے سکتے تھے۔

اطالیہ پہنچنے کا تیسرا ذریعہ سمندر سے جانا بھی تھا۔لیکن ہنی بال اس سے کام لینے کا خیال نہ کر سکتا تھا۔اسپین کے ساحلوں پر اہل قرطاجنہ کی صرف 22 جنگی جہاز کار آمد آئے تھے۔اس کے مقابلے میں رومہ والوں کے دوسو جہاز تیار کر لینے کی خبر ملی تھی۔اگر اسپین کے لشکر کے ساز و سامان،سدو غیرہ کے لیے کافی بار بردار کشتیاں ہوتیں اور وہ کوسکا اور سار دینہ کے جزیروں کی رومی چوکیوں سے بالا بالا ہی سوچ کر مشرق میں بڑھتا،تو بھی ساحل اطالیہ کے رومی بیڑے سے بار برداری کا بچ نکلنا محال تھا۔غرض بحری راستے سے کوئی اقدام صرف اس وقت ممکن ہوتا جب کہ دولت قرطاجنہ رومیوں کی دست درازی سے مطمئن ہو کر اپنی اندرونی بندرگاہ میں کوئی بڑا بیڑا تیار کر لیتی ظاہر ہے کہ یہ سب امکانات آئندہ مساعد حالات ہو جانے پر مبنی تھے۔

ادھر ماہ ستمبر کے شروع میں ہنی بال وادی رہون کو طے کر گیا۔ساتھ ہی رومیوں نے اپنے دوسرے قنصل ثانی بریوس لونگس کو ہدایت کی کہ صقلیہ سے افریقہ لشکر لے جانے کی مہم ملتوی کرے اور اپنا جیوش واپس شمالی اطالیہ کی طرف بعید ولوی پو کو لے جائے جہاں باور کیا جاتا تھا کہ ہنی بال کا لشکر پہنچنے والا ہے۔

پہاڑ کی چڑھائیاں

کوہستان الپس (یا ایلپ) ایک ہی بڑی سی دیوار کی صورت میں اٹھا ہوا نہیں ہے وہ سلسلہ در سلسلہ بلند ہوا ہے اور اس کے نشیب وفراز کبھی گہری جھیلوں کی صورت

میں اور کہیں برف پوش بلندیوں میں نظر آتے ہیں۔ البتہ ان سب میں آپ ایک قسم کی یکسانی پائیں گے پہلے ایک کوہانی بلندی پر چڑھنا ہوگا۔ اس کے راستوں کی نشاندہی آبشار یا نالے کرتے ہیں کیونکہ پانی سب سے آسان گزرگاہ نکالتا ہے۔ ایسی ہی ندی نالے کے کنارے چل کر آپ اس کے منبع تک پہنچ سکتے ہیں جسے کوئی یخ تو وہ اور بارش تیز چشمے کی صورت میں بہاتا ہوگا کنارے کی بستیاں بھی راستہ دکھانے میں آپ کی مدد کریں گی۔ مگر منبع پر پہنچنے کی بعد یہ ندی اگلے بلند تر پہاڑوں کا راستہ نہیں دکھا سکے گی بلکہ وہاں اس کی چھوٹی چھوٹی شاخیں اور اکثر گھنے جنگل ملیں گے ان میں اوپر سے آنے والے آبشار مستور ہوں گے۔ آپ کا رہبر، یہاں سے اوپر چڑھائی کے لئے پہاڑ کا کوئی دندانہ دکھائے گا جو ایک ''درے'' کا کام دے سکتا ہے، ورنہ آپ نالوں کی بھول بھلیاں میں پھنس جائیں گے یا ممکن ہے کسی خطرناک گہری کھائی کے سرے پر جا نکلیں۔ ان بلندیوں پر جا کر انسانی بستیاں پیچھے چھوٹ جاتی ہیں اور راتوں کو (سوائے موسم گرما کے) سردی اندیشہ ناک ہو جاتی ہے تاہم نقطہ انجماد سے نیچے جانوروں کے لیے گھاس چارہ مل سکتا ہے۔ سامنے عظیم چٹانوں اور سنگ خارا کی فصیلوں کا منظر ہے اور چار طرف برفانی چشمے ملنے لگتے ہیں۔ طوفان آ جائے تو اولے اور بادلوں میں آپ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ کوہ پیمائی کرنے والوں کو یہاں اپنی خوراک اپنے پاس رکھنی پڑتی ہے اور اونچے درے سے جہاں تک ممکن ہو جلد نکل کر دوسری طرف کی ڈھلانوں پر پہنچنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جہاں سے دوسرے رخ کی ندیاں نیچے کی طرف بہتی ہیں۔

ہنی بال کی آمد سے قبل قبائلی ان پہاڑوں سے گزرتے تھے اور رہون کے قلطی ضرور قریبی دروں سے واقف ہوں گے لیکن تاریخ میں یہاں سے کسی فوج کے گزرنے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ پھر اتنی بڑی فوج جس میں 30 ہزار پیادہ اور 8 ہزار سوار کے علاوہ بار برداری کی گاڑیوں اور جانوروں کا ایک پورا لشکر ساتھ تھا کوئی 37 ہاتھی تھے جنہیں ان غیر مانوس پہاڑوں میں چلانا بڑی حکمت اور دشواری کا کام تھا خاص کر جو افریقی ہاتھی قید ہو کر آئے تھے، ان کے لیے الپس بالکل اجنبی چیز تھی۔

اہل لشکر اسپین کی خشک پہاڑیوں کے عادی تھے، انہیں پہاڑ پر چڑھنا اترنا زیادہ دشوار نہ تھا لیکن اونچی اونچی چوٹیوں پر کوچ کی کامیابی اس پر منحصر تھی کہ رستہ دکھانے والے صحیح بیٹا کو نہ بھولیں۔ دوسرے اونچے دروں اور گھاٹیوں سے جانور اتنی جلد ہنکا کر لے جائے جائیں کہ اگلی چراگاہ تک پہنچنے میں زیادہ دن نہ لگ جائیں۔ ہنی بال کی تیسری ضرورت اسپین کے پہاڑوں سے اطالیہ کی ندیوں تک راستے کھلے رکھنا تھی کہ ان کے بند ہونے سے لشکر اپنے اصل مرکز سے منقطع ہو جاتا قرطاجنی سپہ سالار نے ان دشواریوں میں راستہ کونسا اختیار کیا؟

الپس میں اس کی منازل سفر بعد کے جغرافیہ نویسوں اور اہل علم کے لئے آج کے دن تک، صدیوں سے معما بن گئی ہیں جو ابھی تک پوری طرح حل نہیں ہوا۔ بڑی محنت اور دقیقہ رسی کے ساتھ اسے چند ممکن صورتوں میں محدود کیا گیا ہے سینٹ برنارڈ کے بڑے درے سے اس زمانے میں گزرنا ممکن نہ تھا۔ اسی طرح چھوٹے (اسی نام کے) درے سے عبور محال تھا۔ قدیم اطالوی مصنف یہ یقین رکھتے نظر

آتے ہیں کہ وہ جنوب میں ساحل کے قریب تر راستوں یعنی جنیورہ اور ساحل کے درمیان سے گزرا۔ ان میں پولی بیئس کی تحریر صرف ساٹھ برس بعد لشکر کشی کا بیان کرتی ہے پھر استرابو اس کا ''توریٖنی کے درے'' سے گزرنا بیان کرتا ہے اور یہ صحیح ہے کہ وہ بالائی پو کے پانیوں تک توریٖنی (موجودہ ٹیورن) کے علاقے میں آیا اور اس کی سب سے قریبی ندیوں کی راہ کوہ جنیورہ کے جنوب میں ہوگی لیکن سوال یہ ہے کہ اوپر کی کس ندی کے ساتھ ساتھ چل کر وہ خاص پو تک آسکا؟

پھر سچ پوچھئے تو اس راستے کے معمے سے بھی کہیں زیادہ حیرت میں ڈالنے والی بات یہ ہے کہ وہ اتنے بڑے لشکر کو پہاڑوں پر سے کس طرح گزار کر لایا؟ مگر اس بارے میں بعض واضح شہادتیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔

چار دن تک قرطاجنی لشکر رہون کے بائیں کنارے پر شمال میں کوچ کرتا رہا رومی دستہ تفتیش کرنے اس کے بعد ان کے پہلی پڑاؤ پر آیا تھا ہنی بال کا کوچ اندیشے سے خالی نہ تھا اور بارشوں نے اس کی دشواری میں مزید اضافہ کر دیا ہوگا پھر وہ ایک اور ندی تک پہنچے جو ان کے دائیں جانب الپس سے بہتی ہوئی آتی تھی یہاں ندیوں کا ایک چلیپا سا بن گیا تھا اور ان کے درمیان سرسبز میدان میں قلطی گاؤں جا بجا آباد تھے۔ اسے سپاہیوں نے ''جزیرہ'' موسوم کیا۔ جس وقت لشکر یہاں پہنچا تو قلطی قبائل جمع تھے اور ان میں کسی فیصلے کے بارے میں تکرار یا جنگ ہونے والی تھی (ان جنگلیوں میں یہ دونوں چیزیں یکساں ہی سی تھیں) ہنی بال نے یہ رنگ دیکھا تو فوراً ثالث بن کر اپنی چودھراہٹ جمائی اور دیہاتیوں سے بہت سا اون اور پاؤں پر

لپٹنے کے لیے کھالیں حاصل کیں جو پہاڑی سفر میں سپاہیوں کے لیے بہت کارآمد تھیں رستہ دکھانے کے لیے رہبر اور دیگر سامان رسد بھی لیا اور معاوضے میں وعدہ کیا کہ اپنا لشکر بہت جلد آگے لے جائے گا اس طرح بالواسطہ یہاں تک واپسی کا راستہ بھی اس نے محفوظ کر لیا مگر اس کے بعد ''وہ سیدھا دائیں کو جانے کی بجائے بائیں کو روانہ ہوا'' اور بعد کے تحقیق کرنے والوں کے واسطے ایک اور معما چھوڑ گیا کیونکہ الپس کے پہاڑ اس کے دائیں طرف تھے ممکن ہے اس کی وجہ فقط یہ ہو کہ ندیوں کے اس دوشاخے میں اس نے رہون کے کنارے کو نہ چھوڑا ہو جو پہاڑ کے بائیں جانب ہی سے بہتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس جگہ پہاڑوں میں داخل ہونے کی بجائے اس نے آگے بڑھ کر کسی دوسری ندی کے راستے جانے کی سوچی ہو۔ یہ ندی جسے چھوڑ کر وہ آگے چلا ڈروم کہلاتی ہے۔ آگے، رہون کے کنارے سکڑ گئے تو آخر میں اسے پایاب پار کرنا پڑا اتالے کی گاڑیوں کو دھکیل دھکیل کر پتھریلی گزرگاہ سے اوپر چڑھے تو سنگ ساق کی بڑی بڑی چٹانوں کے قدرتی حصار راستہ روکے کھڑے تھے سردی کی شدت تھی اور ان پہاڑیوں کے اوپر دیکھا کہ ریچھ کے سے بال والے نیم وحشی قبائلی ہتھیار سنبھالے کھڑے ہیں بظاہر ان پہاڑی قلطیوں کو قرطاجنہ والوں سے کوئی شناسائی نہ تھی اور پہلی بار انہیں اور ان کے آراستہ گھوڑوں اور مرصع اسلحہ کو اسی موقع پر انہوں نے دیکھا۔ ہنی بال نے دور سے یہ کیفیت معائنہ کی تو لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ مدافعین پہاڑ کی بلند منڈیر پر تھے ان پر حملہ کرنا مخدوش ہوتا لہٰذا پہلے ان سے گفتگو کرنے ''جزیرے'' کے کچھ قلطی رہبر اور چند قرطاجنی سردار بھیجے

گئے انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ یہ پہاڑی ''الوبروک'' (Allobroges) کہلاتے ہیں لوٹ ماران کا پیشہ ہے۔ جفا کش، جنگ جو لوگ ہیں ان کی منڈی کا بڑا گاؤں گھاٹی کے دوسری طرف واقع ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ دن کے وقت لڑتے ہیں، راتیں اپنے پہاڑی ڈربوں میں گزارنے کے عادی ہیں۔

وقت تنگ تھا وہ موسم کہ بارش برف و ژالہ بن جائے، سر پر اکٹھا تھا اور برف باری میں راستے کی بٹیا تک مستور ہو جاتی۔ رات کو ہینی بال نے لشکر بھر میں الاؤ جلانے کا حکم دیا اگرچہ ایندھن کی کمی تھی پھر اسپین کے زرہ پوش پیادوں کی ایک جمعیت لے کر خود گھاٹی پر چڑھا اور ان چوٹیوں پر جنہیں رات کے وقت الوبروگ قبائلی چھوڑ گئے تھے اپنے سپاہی پہنچا دیے۔ اس میں بہت سے لوگ گرے چوٹیں کھائیں جانیں گئیں پھر مشعلیں ہلا ہلا کر لشکر کو اوپر چڑھنے کا حکم دیا اثالے کی گاڑیاں تاریکی میں مشکل سے چل سکیں اور دن نکلتے تک گھاٹی کو طے نہیں کر سکی تھیں۔ پھر دوسری طرف کی ڈھلانوں سے اترنے کے رستے بھی بہت تنگ اور آخر میں بالکل سلامی دار ہو گئے تھے۔ تاہم جب صبح ہوئی اور الوبروگ جنگ آزما ہتھیار باندھ کر نکلے تو چوٹیوں پر اہل قرطاجنہ کو دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے ساز و سامان کی گاڑیاں بھی ڈھلان پر تھیں ان میں قیمتی مال تھا پہاڑی قبائلی ان پر جھپٹ پڑے اور لدو جانوروں اور گھوڑوں میں طوفان سا مچ گیا بے قابو ہو کر زخمی جانور خود گھوڑوں میں گرے اور دوسرے آدمیوں اور جانوروں کو بھی گرایا۔ کہر نے ابھی تک گھاٹی کی ڈھلانوں میں اندھیرا ڈال رکھا تھا ہینی بال اپنی محفوظ جمعیت کے ساتھ چوٹیوں پر

اتنی دیر تک ٹھہرا رہا کہ نیچے کے تلاطم کا صحیح اندازہ ہو جائے پھر ایک نیم مسلح سبک پا دستہ فوج سے اس نے قبائلیوں پر حملہ کیا اور وہ پہلے ہی تصادم میں پہاڑی بکریوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے نیچے وادی کے میدان میں قرطاجنی سواروں کو موقع ملا اور انہوں نے حریف کے کھیت میں کھیڑے پامال کر کے ان کے بڑے گاؤں پر یورش کی جس کے گرد تختے اور بانس کی باڑ بنی ہوئی تھی گاؤں والے پہلے ہی بھاگ گئے تھے اور غلے اور مویشی کے اتنے ذخیرے چھوڑ گئے تھے کہ لشکر کے لیے تین دن تک کافی ہوئے۔

اب بار برداری کی سب گاڑیاں نیچے اتر آئی تھیں لیکن اس گاؤں سے ''جزیرے'' کے رہنما رخصت ہوئے اور ربوای اور انسبری حلیفوں کا وفد بھی آگے چلا گیا کہ دریائے پو کے علاقے والوں کو ہینی بال کے خیر مقدم کے لئے تیار کریں۔ لہٰذا آگے قرطاجنی لشکر بغیر کسی رہنما اور بغیر نشان منزل کے صرف طلوع آفتاب (یعنی جنوب مشرق) کے رخ کا سہارا لیے ہوئے روانہ ہوا ہینی بال کو یورپ کے قلطیوں کا یہ نیا تجربہ اور بصیرت حاصل ہوئی کہ وہ کس طرح سوچتے اور کیسے نا قابل اعتماد ہوتے ہیں بہر حال، ان وادیوں کے درمیان ٹھہرے رہنا ممکن نہ تھا اور نہ واپس جانا چاہتا تھا فوج ابھی ہموار میدان کو طے کرتے ہوئے روانہ ہوئی البتہ پہلوؤں پر پہاڑ سر اٹھائے کھڑے تھے کہیں کہیں جھونپڑیاں اور اِکا دُکا آدمی کھالیں اوڑھے ہوئے نظر آتے تھے تیسرے دن بڑے بوڑھوں کی جماعت بٹیا پر ملی جو صلح و دوستی کی علامت کے طور پر درخت کی ٹہنیاں ہلا رہے تھے انہوں نے کچھ مویشی اور

رہ نما بھی اس آسیب نما لشکر کو دیے ۔قر طاجنہ والوں نے یہ سب مدارات ذرا احتیاط کے ساتھ قبول کی دوسرے دن ان کے نئے رہ نما ایک چھوٹی ندی کے کنارے تک انہیں لائے جو چٹانوں پر زور شور سے گرتی تھی اور دونوں طرف سنگ ساق کی فصیلیں کھڑی تھیں۔ راستہ تنگ ہوتا چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس میں چٹانیں آ گئیں مہربان رہ نما یہاں انہیں چھوڑ کر غائب ہو گئے اور ادھر پہاڑی لٹیروں نے بار برداری کی گاڑیوں پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک ہینی بال اور پیادہ فوج ان گاڑیوں سے الگ ہو گئی تھی ۔لیکن وہ گھاٹی کی چٹانوں پر اپنی جمعیت کو چڑھا لایا اور قزاقوں کو مار بھگانے کے بعد اس کوہستانی چھت پر ٹھہر گیا کہ بار برداری کے سب جانور پھر مرتب ہو کر اوپر آ جائیں پھر اس توقف کی ایک اور وجہ بھی تھی وہ یہ کہ اس بلندی سے قرطاجنہ والے کوہستان الپس کے حصار کا بخوبی معائنہ کر سکتے تھے ان کے سامنے بھوری چٹانوں کی پہاڑیوں بلند ہوتے ہوتے برف پوش سلسلے تک چلی جاتی تھیں۔ برف کی سفیدی دھوپ سے کبھی نگاہوں کو خیرہ کرتی اور کبھی طوفانی بادلوں کے اندر چھپ جاتی تھی جب ایسا ہوتا، سردی کی لہر دوڑ جاتی تھی سوال یہ تھا کہ ان چوٹیوں کے اندر سے گزرنے کا درہ کہاں ہے؟

شاید ندی کی گزرگاہ سے ہٹ کر جنوب مشرق کی طرف چلتے رہیں، جیسا کہ جزیرے والوں نے صلاح دی تھی،تو سب سے نیچے کی سطح پر انہیں راستہ مل جائے اور اس صورت میں وہ برف باری سے محفوظ رہیں؟ لیکن انہوں نے فیصلہ کیا کہ جوش

مارتی ندی کا راستہ ترک نہ کیا جائے اور اس طرح مشرق سے جنوب کی بجائے شمال کے رخ روانہ ہوئے اور آخری چڑھائی طے کرنی شروع کی۔

''یہی رومہ کی فصیلیں ہیں''

کوچ کرنے والے راستہ نہ جانتے تھے، اس کا حال کیا بتاتے؟ صرف خلاف معمول واقعات اور جس قدر اوپر چڑھے اسی قدر زیادہ مشقت اور تکان کو یاد کرتے تھے ہینی بال نے ہاتھیوں کو لشکر کے آگے رکھا۔ شاید پہاڑیوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے جنہوں نے ایسے بھاری بھرکم حیوان کبھی نہیں دیکھے تھے یا ممکن ہے ہاتھیوں کی اس قدرتی بصیرت سے فائدہ اٹھانے کے واسطے کہ وہ سہل ترین راستہ نکال سکتے ہیں مگر خود انہیں چڑھانے کے لیے رجھانا، لبھانا پڑتا تھا رہے انسانی دشمن، ان کی بستیاں پیچھے اور نیچے چھوٹتی چلی گئیں تو وہ از خود غائب ہو گئے اسی طرح درختوں کا اور آخر میں گھاس تک کا ساتھ چھوٹ گیا۔ ایک صبح کو نجومیوں نے عقد ثریا کا مشاہدہ کیا (جس کے معنی یہ ہیں کہ اکتوبر کے آخری ایام تھے) بتدریج بلند ہوتی ہوئی آبشاروں کو عبور کرنا پڑتا تھا جس میں گاڑیاں بمشکل دھکیلی جاتی تھیں پانی کی ٹھل ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی اور آگے چل کر تیز ہوا نے ان پر بادل دوڑائے اور برف کے چھینٹے منہ پر دینے شروع کیے۔ ان کی چھوٹی ندی اور بھی چھوٹے نالوں میں تقسیم ہو گئی جن کی دھاریں نیچے گر کر غائب ہو جاتی تھیں ہاتھیوں کو چلانے کے لیے مہاوتوں نے اون کے خیموں میں انہیں لپیٹا آگ جلانے کی لکڑی ختم ہو گئی۔

اس پرصعوبت سفر کے نویں دن، یعنی الوبروگوں کی پہاڑی سے روانہ ہونے کے بعد، وہ برف پوش مسطح زمین پر پہنچے جہاں ہوا کے ہر طرف سے جھکڑ چل رہے تھے بادل صاف ہوا تو سر پر کھلا آسمان نظر آیا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گھاٹیوں سے نکل کر درے کی چوٹی پر آ گئے تھے یہاں ہنی بال نے دو روز تک قیام کیا۔ یہ ضروری تھا کہ اس عرصے میں بھٹکنے والی جماعتیں لشکر سے آملیں۔ ضرر رسیدہ لشکری گرتے پڑتے آئے۔ لدو جانور جن کی بوریاں، بوجھ بار پھسل پڑے تھے اپنے گلوں میں آ گئے۔ تاہم اس برف میں بہت سے بیمار فوت ہو گئے تیسری صبح کو مطلع صاف ہوا تو الپس کے سفید حصار ان کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ سرداروں نے اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ چلنے کا حکم دیا تو سپاہی بڑی مشکل سے حرکت میں آئے ان کے بدن اکڑ گئے تھے بھوک نڈھال کیے دیتی تھی ہنی بال طلائے کے ساتھ آگے آگے چل رہا تھا۔ اس نے مختلف قوموں کے سرداروں کو طلب کیا۔ وہ ان کی خاص خاص زبانیں بخوبی سیکھ گیا تھا۔ سب جمع ہو گئے تو وہ انہیں ایک اونچی چٹان پر لے گیا جہاں سے مشرق میں نکلتے سورج کے نیچے دور دور تک کی زمین دکھائی دیتی تھی۔ اسی میں دھندلے جنگل اور مزروعہ سبزہ زار کرنوں سے جواہرات کی طرح چمک رہے تھے یہ اطالیہ کے کھیت تھے!

ہنی بال نے ذرا توقف کیا کہ اس کے ساتھی یہ منظر دیکھ لیں، اور سمجھ لیں اسے اپنے بچپن کا کوہ اریکس یاد تھا جس پر دل بادل براشگون سمجھتے تھے چوٹیوں پر اسی قسم کا سیاہ طوفانی بادل یہاں بھی تھا اس کے معنی اس نے یہ لیے کہ اسپین تک راستہ کھلا

رکھنے کی امید باقی نہیں رہی ۔ جس بلند درے پر وہ آ گیا تھا، اس کے اور الوبروگوں کی پہاڑی کے درمیان راستے کے بند ہونے کا اسے یقین ہو گیا۔ یعنی کہ یہ اگلا طوفان لشکر کو اسپین سے بالکل منقطع کر دے گا۔

اس وقوف کے ساتھ اب اس نے اپنا سیاہ چغہ پیچھے ہٹایا کہ اس کی تلوار کا مرصع قبضہ اچھی طرح نظر آئے ۔ پھر مسکراتے ہوئے ہر طرف ہاتھ پھرایا اور اپنے رفیق سرداروں سے کہا: اطالیہ کی نہیں، رومہ کی فصیلیں یہی ہیں۔ تم ان پر چڑھ آئے ہو۔ حسین عورتوں اور دولت سے لبریز شہر تمہارے سامنے ہے۔ انہیں لینے کے لئے صرف نیچے اترنا رہ گیا ہے!

یہی پیام سرداروں نے تھکے ماندے سپاہیوں کو پہنچایا اور یہی بات دہرائی جاتی رہی تا آنکہ سب سے پیچھے کے پہرہ داروں تک نے سن لیا کہ ''سختی کا دور ختم ہوا۔۔۔۔ہم بلندی سے اب نیچے اتر رہے ہیں اور ان شہروں میں پہنچ رہے ہیں جہاں گوشت اور شراب کی افراط ہے۔ آتش دان روشن ہیں سونے چاندی کا ڈھیر لگا ہے اور پھر۔۔۔۔۔ ذرا سوچیے تو عورتیں ساقی گری کو موجود ہیں۔۔۔۔۔''
ساری فوج میں امید کی ایک نئی حرارت دوڑ گئی۔

اتار کے راستے چڑھائی سے زیادہ دشوار اور سلامی دار تھے بلیا جگہ جگہ برف کے نیچے چھپ جاتی تھی تازہ برف کے نیچے پرانی برف کی سخت سطح تھی اور جانور جنہیں اترتے ہوئے تین منزل تک گھاس چارہ نہیں ملا، کمزوری سے گر گر جاتے یا بہ مشکل قدم بڑھاتے تھے اور برف کی پتلی پرت ٹوٹنے سے ان کے سم اندر دھنس جاتے تھے

سفر کی بعض صعوبتیں مدت تک سپاہیوں کو یاد رہیں۔ ایک ڈھلان پر مٹی کا ڈھیر کا ڈھیر آ پڑا تھا۔ اس پر برف جمی تھی بٹیا غائب اور چکر کھا کر بھی آگے بڑھنے کی گنجائش نہ تھی کھودنے والوں کا سارا دستہ رات بھر برف توڑتا اور گڑھوں پر شہتیر ڈال کر راستہ بناتا رہا پورا لشکر رکا کھڑا رہا۔۔۔۔۔ پھر ان برف پوش ڈھلانوں کو طے کر کے بڑھے تو ایک اتنی بڑی چٹان راستہ روکے ہوئے تھی کہ نیچے کے جنگل تک پہنچنا محال نظر آتا تھا۔ کس مشکل سے ماہر فن دانوں نے اس پتھر کو الاؤ جلا کر اور سرکا ڈال کر نرم کیا اور پھر کدالوں سے توڑا، انہی کا دل جانتا تھا بارے چٹان ٹوٹ کرا تنا راستہ نکل آیا کہ آدمی اور جانور دوڑ دوڑ کر جنگل تک اترنے لگے۔ یہاں بھوکے جانوروں کو چارہ ملا۔ فوج نے الاؤ جلانے کے لئے ایندھن پایا شدید سردی سے پناہ ملی۔

ہنی بال کے لشکر کو الپس کی پہلی چوٹی سے پورا پہاڑ طے کرنے میں 15 دن لگے۔ اس کا بڑا حصہ زندہ سلامت رہا جس میں 12 ہزار افریقی اور 8 ہزار اسپینی پیادے اور 6 ہزار سوار، گویا کل 26 ہزار جنگ آزما تھے جو اپنے سپہ سالار کے ساتھ پار ہو کر اس ندی تک پہنچ گئے جو پو کے سرچشموں تک بہتی تھی۔ پائی ریں سے یہاں تک آنے میں کوئی 12 ہزار سپاہی ضائع ہوئے یا راستہ بھٹک گئے۔

(اطالوی) غالوں کی پہلی بستی میں لشکر پہنچا تو جس بات کی توقع تھی، معاملہ اس کے خلاف نظر آیا۔

سرچشموں کی ابتدائی آویزش

اطالیہ کے غالوں کو رومہ والے قلطی (Celts) بھی کہتے تھے یہ لمبے چوڑے بدن مگر نہایت غیر مستقل دل کی خود پسند قوم تھی دایو دورس صقلوی، جولیس سیزر کے عہد کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ لوگ شان دکھانے کے لئے زر خالص کا مالا گلے میں پہنتے تھے اور اپنے لمبے لمبے بالوں میں اس طرح کنگھا کرتے تھے جیسے گھوڑوں کی ایال میں کیا جاتا ہے مونچھیں اتنی بڑھی ہوئی رکھتے کہ شوربا ان میں سے چھن کر پیا جاتا۔ سب سے اچھا گوشت اور شرابیں چوپال کے مہمان کو دیتے تھے" ایک عادت یہ تھی کہ کھانا کھاتے میں بھی معمولی باتوں پر جھگڑنے لگتے اور پھر ایک کو ایک ٹوک کر لڑنے کھڑا ہو جاتا اور جان دینے کی بھی پروانہ کرتے تھے۔"

جان سے یہ بے پروائی محض سخت جان وجسم کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس کا ایک سبب ان کے پیر پروہت (درویئد) کی تعلیم تھی کہ آدمی کی روح مرتی نہیں، صرف جون بدل لیتی ہے جو ممکن ہے کسی جانور کی جون ہو۔ یہ جنگ جو غال اپنے مشہور کارنامے سنانے کے شائق تھے اور دایو دورس کے بقول " اپنے بزرگوں کی بہادری کے گیت بھی گا کر سنایا کرتے تھے" وہ اپنے پیتل کے خودوں میں سینگ لگاتے تھے کہ بڑے اور بھیانک نظر آئیں اور ڈھالیں اتنی لمبی لے کر چلتے کہ سارا بدن چھپ جائے یہ لوگ باتیں معموں میں کرتے ہیں اپنی صورت سے ڈراؤنے وحشی نظر آتے ہیں لیکن اچھے ذہین اور اکثر علم حاصل کرنے میں ہوشیار پائے گئے ہیں مصنف مذکور نے انہیں "   ای رس کے برطانیوں" یعنی آئرستان والوں کے مشابہ بتایا

ہے وہ جذباتی اور مکار تھے پڑھنا لکھنا اپنے پروہتوں کا کام سمجھتے تھے اور یہی دروئد ان کو گنڈے تعویز دیتے اور شگون بچارتے اور آنے والے واقعات کی پیش گوئیاں سناتے تھے۔ شگونوں سے ہمت افزائی کے علاوہ ان کی شوخ دیدہ پرسہوت عورتیں انہیں ترک تازپر ابھارتی تھیں کیونکہ وہ جنوب کی اترسکن بستیوں کے عمدہ اسباب خانہ داری اور نفیس بنے ہوئے کپڑے کی نہایت شائق تھیں جو لوگ مستقل طور پر بس گئے تھے، ان کے کھیتوں کی سرگرم حفاظت یہی عورتیں کرتی تھیں۔ مرد زیادہ تر وقت گپ شپ میں گزارتے اور اپنے بزرگوں کی بھولی بسری یاد تازہ کرتے، جو شمشیر بکف یورپ میں یہاں سے وہاں تک پھیلتے چلے گئے تھے زیر نظر دور میں بھی ان غالوں کی تلواریں پرانے طرز کی بہت لمبی چوڑی ہوتی تھیں جن سے دشمن کو قیمہ کرنے ہی کا کام لیا جاسکتا تھا۔ یہ زنجیر سے پیٹی میں باندھی جاتی تھیں پیٹی، مینا کے ٹکڑوں اور چاندی کے پتروں سے آراستہ ہوتی تھی مختصر یہ کہ وہ ابھی تک بدوی حالت سے آگے نہیں بڑھے تھے مگر وادی پو کی زرخیز اراضی سے وابستہ ہونے کے باوجود تائبر کے نو دولت لاطینوں کی خوش حالی اور بہتر معاشرت دیکھ کر رشک کرتے اور للچاتے ضرور تھے۔

مارسیلہ کے سفیروں نے اہل رومہ کو جتا دیا تھا کہ ہینی بال کیسا ہی مدبر ہی، ''غالوں کے وحشیانہ مزاج کو قابو میں نہیں رکھ سکے گا'' واقعہ یہ ہے کہ اپنے درود کے وقت ہی صورت حال کو دیکھ کر وہ سخت پریشان ہوا ہوگا۔ ایں روے الپس غالوں کے علاقے میں اس کا لشکر نومبر 218 ق م میں داخل ہوا، تو بوای اور انسبری قوم

کے نام نہاد حلیفوں کا کہیں نشان نہ تھا قریب ترین دیہات والے قبائل سردیاں گزارنے اور سرے قبیلوں سے جھگڑے اور قضیے چکانے کے لئے قصبات میں جانے کی تیاریاں کر رہے تھے یہ رومیوں کا مقابلہ کرنے پر باہم بالکل متفق نہیں تھے، ادھر سرحد کی رومی چھاؤنیاں دریا کے پار سرما گزاری کا خیال کیے بغیر اپنے مورچے مضبوط کرنے میں مشغول تھیں۔ ہنی بال کے راستے میں سب سے پہلے تورینی غالوں کا ہجوم اکٹھا ہوا جو ہتھیار لگائے ہوئے آئے اور قرطاجنہ کے اجنبی لشکر کا پہاڑی بیٹوں سے اترنا دیکھ رہے تھے لشکری رہون کے فلطیوں کے کالے چغے پہنے ہوئے تھے ہاتھیوں پر بوسیدہ پردے لپٹے ہوئے تھے گھوڑوں کی ٹانگیں سوجی ہوئی تھیں غرض یہ لشکر اس شان وشوکت سے جاری تھا جس کی تصویر بوای اور انسبری چودھریوں نے کھینچی تھی۔ دوسرے اس سال ان قبیلوں سے توریني کا جھگڑا ہو گیا تھا، اس لیے قرطاجنی بھی قاعدے سے دشمن ہی کی فہرست میں شامل تھے خلاصہ یہ کہ ان کی آمد توریني قبیلے کو ناگوار ہوئی اور مقابلے پر تیار ہو گئے۔

ان کی مخالفت کے جواب میں قرطاجنی لشکر نے ان کے بڑے قصبے توریني (غالباً موجودہ ٹیورن؟) پر حملہ بول دیا اور تمام باشندوں کو باہر نکال دیا یہیں کچھ مدت ہنی بال نے قیام کیا کہ فوج تازہ دم، سازوسامان کی درستی اور عزیز گھوڑوں کی طاقت بحال ہو جائے مگر ہاتھیوں کو ان شمالی خطوں کی سردی میں جس نے آخر انہیں ہلاک کر دیا، کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچا پھر زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ہنی بال مغرب کی طرف بوای اور انسبری بستیوں کو، یعنی موجودہ میلان کے رخ چل پڑا اخ بستہ بارش

ہو رہی تھی سر زمین بالکل نئی تھی کسی رہنما پر بھروسہ نہیں کیا گیا تھا چلتے چلتے جب کینو (Ticinus) ندی کے قریب پہنچے تو یکا یک معلوم ہوا کہ ایک رومی سپاہ ندی کے کنارے ان کی طرف آ رہی ہے۔

عالی خاندان قنصل پب لیس کورنائیس سیپو نے ہنی بال کا دوبارہ سامنا کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی وہ رہون پر اپنی سپاہ کو چھوڑ کر خود پنیرا کی بندرگاہ پر واپس آیا اور شمال کی طرف چلا کہ وہاں کے جیوش کو سمیٹ کر غالوں کی سرکشی کا پوری طرح سد باب کرے۔ قرینہ کہتا ہے کہ اسے یا رومہ کے شہریوں کو یہ گمان نہ تھا کہ نوجوان قرطاجنی سپہ سالار اس موسم میں الپس سے اپنی فوج گزار لائے گا۔ تاہم قنصل کا فرض تھا کہ اگر وہ آئے تو شمال ہی میں اس کا راستہ روکے۔ چنانچہ وہ پہاڑ کے دروں کی طرف بہ عجلت روانہ ہوا تھا کہ اطلاع ملی کہ ہنی بال ان سے گزر کر پو کی کھلی وادی میں آ پہنچا ہے حیرت زدہ ہو کر وہ ٹکینو ندی کی طرف مڑا اور کنارے کنارے ادھر چلا جہاں وہ دریائے پو سے جا ملتی ہے مناسب رائے یہی تھی کہ اپنے تربیت یافتہ جیوش کو لے کر جو قدر جلد ممکن ہو اس چکر دینے والے دشمن سے جا بھڑے اور اس مرتبہ اسے نکل کر نہ جانے دے۔ قنصل کی فوج کے حوصلے بلند تھے۔ صف آخر کے سن رسیدہ سپاہیوں کو اتنا یاد تھا کہ فنیقیوں (Puncis) کو سار دینہ اور کورسکا حوالے کر کے صلح خریدنی پڑی یہ آزمودہ کار کہتے تھے اور باور کرتے تھے کہ فنیقی دست بدست جنگ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ ادھر بعض یک صدی سردار (سنچوریں) سناتے تھے کہ ہمارے قنصل کی ایک جمعیت رہون کے کنارے ہنی بال کے اسی لشکر سے

لڑنے گئی تو وہ ہارا اور بھاگ نکلا تھا۔

بایں ہمہ پب لینس بہت احتیاط سے آگے بڑھا رات کے پڑاؤ کو خندقوں سے محفوظ کراتا رہا۔ مگر جب آخری بار شوریٰ کے لئے فوج کے سرداروں اور عوامی وکلاء یعنی ''تری بیونوں'' کو جمع کیا تو تقریر یہ کی کہ ''آپ یہ نہ سمجھیں کہ دشمن کے سپہ سالار نے الپس پار کرنے میں کوئی بڑی دلیری دکھائی ہے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا اور اپنی حکومت کے ڈر سے بڑھا چلا آیا ہے سفر میں اس کے لشکر کا بڑا حصہ مر کھپ گیا ہے اور جو زندہ آئے وہ بھی سردی اور بھوک سے نیم مردہ ہو گئے ہیں ان کے گھوڑوں کی حالت اور بھی خراب ہے اسے رومن قوم کی خوش قسمتی سمجھئے کہ ہمیں اس پر ہر طرح کی فوقیت حاصل ہے'' اس کی بات بے بنیاد تھی اسے ضرور خبریں ملتی رہی تھیں اس نے اپنے رفیقوں سے غلط بیانی نہیں کی تھی۔

ادھر تو شک نہیں کہ پریشانی ہینی بال کو لاحق ہو گی۔ باقاعدہ جیوش سے اس کا پہلے کبھی مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ پھر پوری جمہوریہ رومہ کی قوت قنصل کی پشت پر تھی جس کی پچھلی مردم شماری میں سات لاکھ ستر ہزار قابل جنگ مرد گنے گئے تھے ہمل کر کے بیٹے کے پیچھے اطالیہ میں کوئی بھی مددگار نہ تھا۔ الپس کا راستہ برف نے بند کر دیا تھا اور آگے پائی رین کے روکنے کو بھی رومی سپاہ رہون پر پہنچ چکی تھی اور طرف سمندر تھا جس سے صرف اس کے دشمن کام لے سکتے تھے چنانچہ اسی ذریعہ مواصلات سے انہیں خبریں ملتی رہتی تھیں ہینی بال کو کسی ساحل سے خبر نہیں پہنچتی تھی۔ اسپین میں وہ قرطاجنہ شہر تک سے نامہ بر کبوتروں ورنہ ہرکاروں کے ذریعے رابطہ قائم رکھتا تھا پھر

یہ کہ اب وہ جس جگہ اور جس موسم میں تھا، وہاں نگاہ کام نہ کرتی تھی۔ عجیب نہیں کہ اس گردوپیش میں اس کو سب سے زیادہ تشویش اسی عدم رویت کی وجہ سے ہو رہی ہو۔

ایک اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ ان کے متوقع حلیف یعنی غال آ کر نہیں ملے بلکہ انہیں شبہ تھا کہ ان کے بعض گروہ رومی صفوں میں اجیر ہو کر لڑنے آئے ہیں ہینی بال کے دوسن رسیدہ سپہ سالار پرٹ اور مہربال شاید واپسی کا مشورہ دیتے تھے اس نے ان سے کہا ''ایک بات یقینی ہے وہ یہ ہے کہ ہم واپس نہیں جا سکتے۔''

اہل لشکر سے عام خطاب کرنے کی بجائے اس نے انہیں ایک تماشا دکھانے کا انتظام کیا ایک بڑے سے نشیبی میدان کے چاروں طرف سپاہی جمع ہو گئے تو قیدیوں کی ایک جماعت وسط میدان میں لائی گئی یہ بھی غال قوم کے لوگ تھے جو پہلے مزاحم ہوئے اور پکڑے گئے زنجیروں میں جکڑے ہوئے، میلے کچیلے، بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے اعلیٰ درجے کے ہتھیار، ڈھالیں اور چھتر جسے وہ بہت پسند کرتے تھے ڈال کر ہینی بال کی طرف سے پیش کش کی گئی کہ کوئی سے دو قیدی جو خوشی سے آمادہ ہوں، یہ ہتھیار لے کر باہم لڑیں، جو زندہ سلامت رہے ہتھیار اور آزادی اس کی ہو جائے گی یہ سن کر سبھی قیدی قسمت آزمائی کے لئے تیار ہوئے مگر ان میں سے صرف دو کو مقابلے کا موقع دیا گیا اور قرطاجنی دیکھ رہے تھے کہ پوری طرح ہتھیار سجنے کے بعد دونوں کس اعتماد و ناز کے ساتھ کھڑے ہوئے انہیں احساس تھا کہ پورے مجمع کی نگاہیں ان پر جمی ہوئی ہیں۔ پورے جوش اور بے جگری

سے لڑے یہاں تک کہ ایک مہلک زخم کھا کر گرا۔ مگر مرتے مرتے بھی اس جوان مرد کی حالت قیدیوں سے خوب تر نظر آتی تھی۔

ہزار ہا دیکھنے والے اس پر معنی تمثیل کا مطلب سمجھ گئے ان کے سامنے بھی فتح کی شادمانی اور انعام تھا یا بہادرانہ موت۔

رات کو ہر الاؤ کے گرد سپاہیوں کو سرداروں نے سپہ سالار کا پیام سنایا کہ ''آج کے دن سے تمام قوموں کو قرطاجنہ والوں کے برابر حقوق و مراعات حاصل ہوں گے تمام غلام جو اپنے آقاؤں کے ساتھ آئے ہیں، آزاد کر دیے جائیں گے اور ان کی قیمت آقاؤں کو ہینی بال ادا کرے گا۔''

یہ اہم اقدام زیر دستوں کے حق میں نقد بشارت اور جملہ گروہوں میں وحدت کا باعث ہوا اس نے انہیں مزید انعام کا امیدوار بنایا اور جلد ہی یہ توقع اس اعلان سے پوری ہوئی کہ ہینی بال قول دیتا ہے کہ اطالیہ میں فتح پانے کے بعد جو لوگ بھی چاہیں، انہیں وطن جانے کی اجازت ہوگی۔

قریب ہی ایک صبح کو، کہ ابھی تک کہر ندی کے کناروں پر چھائی ہوئی تھی فریقین جنگ ایک دوسرے کے سامنے آئے تو اعدادان رومی جیوش از خود پھیل کر لڑنے کے لئے آگے بڑھے بازوؤں پر محافظ رسالے آڑ کیے ہوئے تھے وہ قرطاجنہ کے مدھم نظر آنے والے لشکر کی طرف بڑھے لیکن کچھ زیادہ دور نہیں جا سکے تھے کہ دور دونوں سروں پر قلطیری اور بربر سوار نمودار ہوئے اور جھلو کا جھلو رومی بازوؤں کے رسالے روندتا ہوا گزر گیا اور اسی ایک جھپٹے پر لڑائی ختم ہوگئی۔ رومی سواروں کی تعداد بہت کم

تھی افریقہ والوں کی یورش نے ان کی صفیں توڑ دیں دراصل وہ افریقی اور اپینی آزمودہ کار شہ سواروں کے مقابلے میں محض اسپ سوار سپاہی تھے انہی میں قنصل پب لیس تھا جو زخمی ہو کر گرا اور کہا جاتا ہے کہ اس کے نوجوان بیٹے اور کسی غلام نے اسے بچا کر نکالا۔ تاہم وہ سخت زخمی ہو گیا۔ سوار فوج کی تیز و تند یورش کے بعد نومدیہ (موجودہ جنوبی تیونس) کے پیادے بڑھے اور لمبا چکر دے کر رومی جیوش کو گھیرنا شروع کیا جو اپنی جگہ پر ٹھہرے رہ گئے تھے اس عقبی حملے کو روکنے کے لئے رومیوں کی پچھلی صفیں مڑ کر دشمن کے مقابل آئیں کہ اپنے لمبے برچھوں سے انہیں روکیں۔ مگر حملہ آور افریقی صرف سامنے سے گزرے چلے گئے اور دور ہی سے سانگیں (چھوٹی برچھیاں) پھینک کر ماریں یہ خطرناک صورت دیکھ کر پب لینس یا اس کے نائب نے بروقت حکم دیا کہ رومی جیوش پسپا ہو کر اپنے پڑاو پر جائیں جسے رات کو خندقیں کھود کر محفوظ کیا گیا تھا بازو کے رسالوں کی حفاظت سے محروم ہونے کے بعد پسپائی ہی مناسب تھی اور رومی پیوستہ صفوں میں اپنے زخمی اٹھا کر واپس ہوئے۔ افریقہ والے دور سے پیچھے پیچھے آتے رہے جیسے تماشائی کسی نئی چیز کو دیکھتے ہیں مورچہ بند پڑاو پر انہوں نے حملے کا اقدام بھی نہیں کیا۔

ملگیوندی کی یہ آویزش کچھ عجیب سا معرکہ تھی (ظاہراً کامیابی کے باوجود) ہنی بال نے اپنی فوجوں کو مزید جنگ کرنے سے روک لیا صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ رومی جیوش کے طریق جنگ اور نقل و حرکت کا اچھی طرح مشاہدہ کرنا چاہتا تھا اس موقع پر غالباً اس کے جاسوسوں کے ناظم کرشلو اور تجربہ کار غال سردار بھی اسے

تفصیلات بتا رہے تھے اور اہل رومہ کے فوجی احکام جو بوق اور طبل بجا کر دیئے جاتے تھے، ان کا مطلب سمجھاتے تھے۔

غال سردار کہتے تھے کہ رومی جیش تائی بر کے قبیلوں کو جنگ کے دیوتا کا دیا ہوا عطیہ ہے جس میں تمام نوجوان رومی ایک مدت کے لئے ضرور شامل ہوتے ہیں اور انہیں سخت اور پیہم تربیت سے جنگی قواعد کا اس قدر پابند اور رعادی بنایا جاتا ہے کہ حکم سن کروہ از خود اور بے اختیار تعمیل کرنے لگیں ہر جیس کے بڑے پرچم پر سونے یا چاندی کا عقاب بنا ہوتا ہے اور یہ سب سے چیدہ جماعت ایک ہزار ''کوہورت'' لے کر چلتی ہے وہ ہمیشہ صف اول کے دست رات پر ہوتی ہے اور دوسرے سب کو ہورت جن کے اپنے جھنڈے الگ الگ بھی ہوتے ہیں، اس بڑے عقابی جھنڈے پر برابر نظر لگائے رہتے ہیں نو آموز سپاہی آخری کوہورت سے ترقی کر کے چند سال میں چیدہ کوہورت تک پہنچ سکتے ہیں اور دس جوانوں کی سربراہی سے بڑھتے بڑھتے ''سنچورئین'' یعنی ہزاری سردار کے لائق رشک مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں کوہورت میں جنگی جوان ساڑھے بانسو، مقررہ جگہ پر کھڑے کیے جاتے ہیں اور کٹھ پتلیوں کی طرح، حکم پر نقل وحرکت کرتے ہیں ''پرنسپ'' یعنی صف اول کے سپاہی سب سے قوی ہوتے ہیں ان کے پیچھے دوسری صف میں کم قوت کے ''ہس تتی'' یعنی نیزہ بردار اور سب سے پیچھے پرانے آزمودہ کار ''تری اری'' تیسری صف میں رکھے جاتے ہیں ان کا کام ضرورت کے وقت مدد دینا ہے انہی کی ایک ردیف یا محفوظ فوج بھی ہر جیش کے لیے الگ رکھی جاتی ہے ہر جیش میں ساڑھے چھ ہزار پیادہ سپاہیوں

کے علاوہ قریب چار سو سوار اور مزید نیم مسلح سوار بھی ہوتے ہیں جن سے دشمن کو پریشان کرنے یا تعاقب میں دوڑانے کی خدمت کی جاتی ہے جیش کے بازوؤں پر اس کے مقرر تعداد کے ماسوا اطالوی حلیفوں کے دستے شامل کر لیے جاتے ہیں جو جسمانی اعتبار سے قوی تر لیکن رومی جیوش کی سخت تربیت سے عاری ہوتے ہیں۔

ہنی بال سمجھ گیا کہ یہی سخت تربیت اور انضباط رومہ کی جنگی قوت کا راز ہے جیوش کو پابند کر دیا جاتا ہے کہ کبھی اپنی جمعیت یا پیوستہ صف کو نہ چھوڑیں۔ نہ فرار ہوں نہ تعاقب میں دوڑیں۔ ان کے تمام سپاہی ایک ہی نمونے کے اسلحہ سے مسلح ہوتے ہیں اور خندق کھودنے کے اوزار اپنی سفری پوشش اور خوراک پیٹھ پر لاد کر چلتے ہیں وہ خود اپنے پڑاؤ بناتے اور ایک ہی طرح کوچ کرتے ہیں ان کے ساتھ آتا لے کی گاڑیوں میں تختہ پل یا چوبی برج بنانے کے شہتیر سامان اوزار اور پتھر یا برچھے پھینکنے کی منجنیق رہتی ہیں اور اس طرح ایک رومی لشکر مورچہ بند ہو کر محصور ہونے یا محاصرہ کرنے کے تمام ضروری آلات اور ساز و سامان سے لیس ہوتا ہے۔

اہل رومہ کی جنگی تنظیم ظاہراً ہر اعتبار سے مکمل تھی لیکن قرطاجنی سپہ سالار نے فوراً بھانپ لیا کہ رومی جیش کے سپاہی صرف وہی کام کر سکتے ہیں جس کی انہیں تعلیم دی جاتی ہے ان کی ساری نقل و حرکت اپنے سرداروں کے حکم پر ہوتی ہے اب اگر یہی فوجی حکام دھوکے میں ڈال دیے جائیں یا بالکل کسی نئی صورت سے ان کا سابقہ پڑ جائے تو وہ کیا کریں گے اور پھر یہ پوری کل کس طرح چلے گی؟

دوسری قفصل ٹائی بیریئس کی امنگیں

ملگینوندی پر ہینی بال نے چند فائدے اٹھائے رہون پر اس کے نومدی سپاہیوں کی چند ٹولیوں نے رومیوں سے زک پائی تھی بکینو کے معرکے نے ان کا رومیوں سے لڑنے کا حوصلہ بحال کر دیا رومی جیوش کے طور طریق کے تین دن کے مشاہدے میں اسے بخوبی علم حاصل ہو گیا تیسری سب سے اہم بات یہ کہ غال قبیلوں میں حملہ آوروں کی توقیر بہت بڑھ گئی وادی پو کے ان باشندوں کے کئی وفود نے پوری دلچسپی سے رومی پرچموں کو قرطاجنی لشکر کے سامنے سے پسپا ہوتے مشاہدہ کیا چنانچہ اسی رات کوئی ہزار دو ہزار غال جو رومیوں کے ساتھ ہو کر لڑنے آئے تھے، رومی پڑاؤ چھوڑ کر سرداروں کو مار کے قیمتی گھوڑے چرا کے نکل بھاگے اور اپنی جنگی خدمات ہینی بال کو پیش کیں اس نے ان کی زر نقد، شراب اور گوشت سے خاطر مدارت کی مگر تجویز کی کہ بہتر ہے کہ وہ اپنی بستیوں میں جا کر لوگوں کو سمجھائیں کہ وہ بھی رومیوں کو اپنی سرزمین سے دفع کرنے کا حوصلہ کریں اور مال غنیمت اور ناموری پائیں۔ چند زیادہ ذہین غالوں کو اس نے اپنے پاس روکا کہ چپکے سے پھر رومیوں سے جا ملیں اور ابھی تک جو غال سپاہی رومی لشکر میں رہ گئے تھے انہیں اپنے ساتھیوں کا حال سنائیں اور رومی لشکر کی خبریں آ کر اسے بتا جایا کریں اس طرح اس نے گویا ایک جاسوسی محکمے کی بنیاد قائم کی۔

بکینو کے چند روز بعد ہی بوائی قوم کے وکیل اس کے پاس حاضر ہوئے اور خیر مقدم کی لمبی لمبی تقریروں کے ساتھ تین رومی قیدی پیش کیے جو رومہ کے معزز حکام"

پری ٹورئین'' طبقے کے تھے ہینی بال نے بڑی تہذیب اور تواضع سے شکریہ ادا کیا لیکن کہا کہ یہ قیدی انہی کے پاس رہیں تو بہتر ہے تا کہ وہ اپنے غال اسیروں کے معاوضے میں انہیں واپس دے سکیں۔ خود اس کے افریقی بھی مذکورہ معرکے میں کچھ قیدی پکڑ کر لائے، وہ زیادہ تر اطالوی حلیف ریاستوں کے سپاہی تھے جو اپنے بالا دست رومہ کے لشکر میں بھرتی کر لیے گئے تھے انہیں ہینی بال نے بغیر کسی فدیے کے آزاد کر دیا کہ اپنے اپنے وطن میں واپس جا کر جو کچھ دیکھا تھا لوگوں کو سنائیں (یہ پہلا گروہ تھا جس نے اہل قرطاجنہ کی غیر متوقع رحم دلی سے آزادی حاصل کی آئندہ اور بہت سے اطالوی قیدیوں کو اسی طرح آزاد کیا گیا اور ان کی جماعت کثیر مختلف اضلاع میں حملہ آوروں کی تعریف اور ان کے مقصد کے تبلیغ کرنے لگی)

قوم غال کے اکابر ابھی اپنے اپنے علاقوں میں تو یہی بحث مباحثہ کرتے رہے کہ ہینی بال کا نیا طریق جنگ خوفناک رومی جیوش کے مقابلے میں کس حد تک کامیاب ہو گا لیکن یہ اطلاع مستعدی سے اسے ضرور پہنچاتے رہے کہ ایک دوسرا رومی لشکر جنوب سے بڑھ رہا ہے اس پر قرطاجنہ والوں نے کوئی گھبراہٹ نہیں دکھائی۔ اطمینان سے ان کھیتوں سے دانہ چارہ لاتے رہے۔ جنہیں رومہ کے آباد کاروں نے کاشت کیا تھا۔ بہت سے رسد کے ذخیرے بھی رومی چوکیوں سے انہوں نے چھین لیے اور بعض جگہ ان کے محافظوں کو ترغیب دی کہ حفاظت میں اپنی جان دینے کی بجائے غلہ وغیرہ بلا مزاحمت حوالے کر دیں۔

رومہ کا دوسرا قنصل حسب آئین عوامی جماعتوں نے منتخب کیا تھا۔ اس کا نام ثائی

بیرئیس ہم پرونیس لوگس اور شہرت و جاہ کا آرزومند تھا عجب نہیں کہ اپنے عالی خاندان ہم سفیر پب لیس سے احساس کمتری کا بھی شکار ہو کیونکہ پبلیس کے خاندان کو قدیم اعزاز اور کم سے کم ایک جلوس فتح نکالنے کا امتیاز مل چکا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہوا سم پرونیس خاص قرطاجنہ پر مہم لے جانے پر مامور کیا گیا تھا صقلیہ پہنچ کر اس نے بعض ابتدائی کامیابیاں حاصل کیں یعنی جزیرہ مالٹا (ملیتہ) پر قابض ہو گیا اور ساحل افریقہ پر چھاپے مارے کامیابی نے اسے نازاں کر دیا، اور حکم ملتے ہی اب کئی کئی منزلیں طے کرتا ہوا وہ شمال کی طرف چلا کہ جس قدر جلد ہو سکے قرطاجنی حملہ آوروں سے جنگ کرے جو اپنے وطن سے اتنی دور نکل آئے تھے وادی پو کی سب سے اگلی چوکیوں میں پاسنیتہ کے پڑاؤ پر اسے اپنا ساتھی قنصل پب لیس ملا جس نے زخمی ہو کر وہاں پناہ لی تھی وہ اچھا مستحکم مقام تھا نام کے لفظی معنی ''خوش گوار'' ہیں اگرچہ اس وقت پناہ گزینوں کے ہجوم اور پہلے جیوش کی آشفتہ خاطری سے جو ملگیو سے پسپا ہو کر یہاں آئے، پڑاؤ کی فضا کچھ خوش گوار نہیں رہی تھی۔ دوسرے زخمی پب لیس صاحب فراش اور میدان جنگ میں نکلنے پر آمادہ نہ تھا وہ حقیقت میں مریض نظر آتا تھا بار بار بال اڑی ہوئی چندیا پر ہاتھ پھیرتا اور کہتا رہتا کہ ہماری یہ فوجیں آزمودہ کار نہیں ہیں یہ ابھی سرحد کے مورچہ بند مقامات کی صرف حفاظت کرتی رہیں تو بہتر ہے تا آنکہ سال نو کی بھرتی سے تازہ کمک ہمیں مل جائے۔ غال قبائل کی طرف سے بھی اسے بہت ناگواری تھی اصل بات جو اندر ہی اندر اس کے دل میں خلش کر رہی تھی پب لیس نے بتائی مناسب نہ سمجھی۔ وہ یہ کہ میکو کی جھڑپ میں اسے گھوڑے

سے پورے جسم کو دھکا دے کر گرایا گیا تھا۔ اور اس نے گرتے گرتے جیسے عجیب شہ سواروں کو نرغہ کرتے دیکھا ایسے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

عالی سم پرونینس کو بیمار قنصل کی دلیلیں سن کر بڑی جھنجھلاہٹ ہوئی کہنے لگا کیسے غضب کی بات ہے کہ جمہوریہ عالیہ رومہ کے دونوں قنصل جمع ہیں جیوش کے جنگ آزما 14 ہزار اور لاطینی کہلانے والے امدادی سپاہی 22 ہزار مزید برآں شمالی سرحد کے سارے محافظ دستے حاضر ہیں پھر بھی وہ قلعہ بند بیٹھے ہیں جب کہ گردوپیش کہ کھیتوں میں افریقی سوار بے غل وغش گھوڑے چراتے پھرتے ہیں یہ سب کچھ خاص اطالیہ میں ہو رہا ہے سم پرونینس بگڑ بگڑ کر کہتا تھا کہ یہ طرز عمل رومہ کی روایات کے سرا سر خلاف ہے۔

اس نے منہ سے تو نہیں کہا مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ عدول شتوی (دسمبر) کے نئے انتخاب سر پر تھے جب کہ دوسرے قنصل ان کی جگہ لینے کو چنے جاتے۔

سوائے اس صورت کے کہ موجودہ قنصلوں میں سے کوئی سافیقی حملہ آوروں پر فیصلہ کن فتح حاصل کر لیتا۔ اور اس طرح سوچتے سوچتے اسے یہ بھی یقین ہوا کہ اس وقت خاندانی قنصل تو بیمار پڑا ہے لہٰذا فوج کی سپہ سالاری تنہا اس کے ہاتھ میں اور فتح بھی اسی کے نصیب میں آئے گی لہٰذا پب لیس کا صحت یاب ہونے اور انتخابات سے پیشتر ہی اگر وہ میدان مارے تو گو اسے انتخاب کے وقت اصالتاً رومہ کے ''کولینا پھاٹک'' پر تنہا جانا پڑے گا تاہم قرطاجنی ہنی بال پر اس کی فتح کی خبریں آگے آگے پہنچ جائیں گی اور عوامی مجالس یقیناً بالاتفاق اسے دوبارہ منتخب کرنے پر زور

دیں گی۔ بخلاف اس کے اگر وہ بھی جاڑوں بھر اپنے مورچوں کے پیچھے دبکا ہوا بیٹھا رہا تو اس قابل شرم طرز عمل کے بعد ہرگز دوبارہ منتخب نہ ہو سکے گا۔

اب اتنا تو ہوا کہ ساری مجتمع فوج پلاسنتیہ کے پرہجوم پڑاؤ سے آگے بڑھائی گئی اور تھوڑی دور چل کر تربیہ ندی کے کنارے اس نے خندقیں کھود کر ایک آرام دہ لشکر گاہ تیار کر لی یہاں پب لیس سے، جو ایک پیدائش سپاہی مگر زخم کی وجہ سے ابھی کمزور تھا، سم پرونینس سپہ سالاری لینے کا موقع ڈھونڈنے لگا حالانکہ اسے جنگ کی چنداں واقفیت یا مہارت بھی نہ تھی۔

اتفاق سے یہ موقع جلد ہی ہاتھ آ گیا رومی طلائے کے ایک دستے کی نومدیہ والوں سے جو قریب ہی گھوڑے چرا رہے تھے مڈبھیڑ ہو گئی وہ اپنے ہتھیار بند رسالے کی پناہ لینے پیچھے ہٹے رومی سوار طلائے کی مدد کے لیے باہر نکلے، ساتھ ہی پرونینس دو جیش لے کر لشکر گاہ سے باہر نکل آیا لیکن قرطاجنی ندی کے سیلابی قطعات کے پار تک ہٹ گئے تھے لہٰذا لڑائی کی نوبت نہ آئی اور سم پرونینس کو جو لڑائی کے لیے نکلا تھا، یقین ہو گیا کہ چالاک ''عدول شنتوی'' بارش اور زمہریری موسم کے ساتھ آیا۔ رومی لشکر گاہ کی گزرگاہوں میں کیچڑ ہی کیچڑ پھیل گئی قنصل مذکورہ جھنجھلا رہا تھا کہ موسم جنگ کا موقع ہی نہ آنے دے گا کہ اتنے میں رات کے پچھلے حصے میں اس کے ماتحت سرداروں نے اسے سوتے سے جگایا اور یہ خوشخبری سنائی کہ افریقی سوار لشکر گاہ کے ایک دروازے تک ترک تاز کر رہے ہیں سم پرونینس جنگ کا موقع ملنے کی خوشی میں اور شاید اس لیے کہ سوتے سے ایکا ایکی جگایا گیا تھا، یہ سوچنا بھی بھول گیا کہ

دشمن کے ایسے نا وقت آنے کا سبب کیا ہو سکتا ہے؟ اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا بازوؤں کے رسالے کو سوار ہو کر فوراً باہر نکلنے اور تمام جیوش کے سپاہیوں کو ہتھیار سنبھال کر لشکر گاہ کی سڑکوں پر صفیں باندھنے کا حکم دیا اور خود چلا کہ پرچموں کے ٹھیک سے ٹھیک اٹھائے جانے کا معائنہ کرے۔

اس کی خس پوش قیام گاہ کے باہر مشعلوں کی روشنی میں برف کی چھال چمک رہی تھی۔

برف باری میں جنگ

رومی مصنف ایک عرصہ بعد لکھتے ہیں کہ ہینی بال کو ''کبھی اطمینان نہیں ہوا کہ میں نے اپنے آدمیوں کو تیار کرنے کا پورا اہتمام کر لیا ہے۔''

مگر تر بیہ ندی کے کنارے جاڑے کی اس رات کے معرکے کا ہم اسے پہلے سے اہتمام کرتا دیکھتے ہیں اسے رومی لشکر گاہ کی خبریں جاسوسوں سے مل رہی تھیں غالباً سم پرونیئس کی قابلیت کا بھی اس نے کچھ اندازہ لگا لیا تھا معرکہ پڑنے سے یقیناً کئی روز قبل ندی کے اپنی طرف کے کناروں کا اس نے تفصیلی معائنہ کیا سم پرونیئس کو اس کنارے کی بالکل واقفیت نہ تھی جس کے ایک جانب پہاڑیوں کا سلسلہ دور تک جاتا تھا ان پر جھاڑیاں تھیں اور کہیں وسط میں ایک نالہ یا گھاٹی چھپی ہوئی تھی اس معائنے میں ایک نوجوان سردار ماگو ہینی بال کے ہم رکاب تھا۔ اسے گھاٹی دکھا کر اس نے کہا کہ دس آدمی انتخاب کرو جو ہر طرح کی سختی جھیل سکتے ہوں پھر وہ اپنے

مختلف گروہوں سے سو سو جوان اسی طرح کے قابل اعتماد چن لیں یہ چیدہ ایک ہزار ماگو کی قیادت میں گھاٹی میں متعین کیے جائیں گے جسے ماگو نے تسلیم کیا کہ گھات لگانے کی بہت اچھی جگہ ہے۔

ہینی بال کی عادت تھی کہ کسی سخت آزمائش کے وقت ہنسی مذاق کیا کرتا تھا کہنے لگا ''ہاں، بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں کوئی تمہیں جھانکنے نہیں آئے گا'' پھر اس نے نوجوان سردار کو خاص خاص ہدایات دیں۔

گھاٹی سے قرطاجنی لشکر گاہ تک کیچڑ بھرا میدان ڈھال کے اوپر جا کر خشک پڑا تھا۔ یہاں اس نے کم گہرائی کی کھائی کھدوائی اور اس کے اوپر کنارے پر اچھی مضبوط منڈیر بنوائی جو دور سے نظر نہ آتی تھی ہینی بال نے بچپن سے اپنے باپ کو یہ کہتے سنا تھا کہ ''زمین کو ایسا بنا دو کہ تمہاری طرف سے لڑے'' پہلے یہ بات پرہوس (وائی اپی رس) کہتا تھا لیکن ہملکر نے فی الواقع اریکس کے پہاڑ کو حصن حصین بنا کر دکھا دیا تھا۔ مگر یہاں بھیگے میدان اور بارش سے بہتی ہوئی ندی کی دھاروں کے سوا کوئی کارآمد چیز نہیں نظر آتی تھی جنگ سے ما قابل رات کو وہ اپنے مخلوط لشکر کے مختلف سرداروں سے باتیں کرتا۔ ان کی سنتا، کبھی کبھی اپنی رائے سناتا مگر جس بات کی دھن لگی تھی، اس میں فرق نہ آنے دیتا تھا۔

اس رات پانچ سو نومدیہ کے سوار ندی کی طرف اور ماگو اپنے چیدہ ایک ہزار جوانوں کے ساتھ گھاٹی کو روانہ ہو چکا تھا۔ ہینی بال نے ماتحت سرداروں سے کہا'' کل اطالوی شہروں کے راستے کھل جائیں گے کیا تم واقعی جانتے ہو کہ وہ دولت و

مال سے لبریز ہیں یہ ایسا یہ سب خیالی کہانیاں ہیں؟''

سن رسیدہ سرداروں نے کہا کہ ہم اس بات کو صحیح سمجھتے ہیں ہینی بال نے کہا ''تو پھر اپنے جوانوں کو بھی یہی سمجھا دو۔''

وہ اس کا مطلب سمجھ گئے کہ ہینی بال کا جو خیال بھی، وہ چاہتا ہے کہ اس کے سپاہی جنگ سے انعام پانے کا یقین کرلیں۔ اس رات حملہ کر کے بیٹے نے بدترین موسم میں جنگ کے دیوتا کے جیوش (یعنی سپاہ رومہ) سے لڑنے کا فیصلہ کیا تھا وہ جیوش جس کی صفیں حکم کے ساتھ کل کے پہیوں کی طرف حرکت کرنے لگتی تھیں۔۔۔۔ میدان جنگ کو اس نے ان کے لیے خاصا دشوار اور پانی فوج کے لیے مفید طلب بنا لیا تھا۔ الاؤ جلا کر گرمی میں ہتھیار باندھنے سے پہلے قرطاجنہ والوں نے سارے بدن پر ٹھر سے محفوظ رہنے کے لئے تیل ملا تیل کے بڑے بڑے مرتبان اس غرض کے لیے رکھے تھے پھر پچھلے پہر ہی پیالیوں میں گوشت کا شوربا اور ابلے جو پیٹ بھر کے کھائے اور سحر کی پہلی روشنی کے ساتھ فلاخن انداز میدان میں نکل آئے ایبری اور لبیائی پیادے سر سے پاؤں تک اونچی بنے کھدی ہوئی کھائی تک بڑھے اور وہاں بکری کے اون کے لبادے اوڑھ لیے چمڑے کی پوشش چڑھے ہاتھیوں پر مہاوت اور سانگ پھینکنے والے سوار تھے وہ سونڈیں ہلاتے، جھومتے جھامتے مسلح رسالوں کے بازوؤں پر آ گئے۔ قرطاجنی گھوڑے ان عظیم الجثہ جانوروں کی بو کے عادی تھے، وہ ان کے آنے سے نہیں بدکے۔

اس کے بعد وہ واقعہ ہوا جسے جنگ تربیہ موسوم کرتے ہیں حالانکہ سچ یہ ہے کہ اس

کا فیصلہ بہت کچھ ان تیاریوں سے یا تیاریاں نہ ہونے سے طلوع آفتاب سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔۔۔۔رومن جیوش جونومدیہ کے سبک یا چھاپہ مارنے والوں سے لڑنے نکلے انہیں کئی میل تک اندھیرے میں تعاقب کرنا پڑا۔سرکیوں کی جھونپڑیوں سے سخت سردی میں مارا مار نکل کر آئے تو ناشتہ کرنے کی بھی مہلت انہیں نہیں ملی بھوکے آ رہے تھے اور فقط معمولی وادی میں انہیں ندی کی دھاریں پایاب عبوری کرنی پڑیں تو بعض جگہ بغل بغل تک پانی تھا دوسرے کنارے پر پہنچ کر ہزاری سرداروں نے صفیں درست کرنے کی غرض سے توقف کیا تو سپاہی یخ بستہ پانی سے بھیگ کر اکڑے جاتے تھے ادھر ہر طرف سے دشمن کی ٹولیاں چھاپے مار مار کر پیچھے ہٹ جاتی تھیں اور برف اور اولے کی چھالوں سے جھٹ پٹے میں راستہ نہ سوجھتا تھا۔وہ کسی نہ کسی طرح ایک میل کے قریب اور بڑھے تو بالآخر وہ میدان آ گیا جہاں افریقی سپاہ ایک منڈیر کی پناہ لیے ان کے انتظار میں تھی منڈیر کے پیچھے سے بلیاریوں نے زناٹے کے ساتھ سنگ باری کی معلوم نہیں کہ جواب میں یہ رومی جیوش کیا کرے کیونکہ ان کے اقدام سے پہلے ہی بازوؤں پر شکست کا آغاز ہو گیا جہاں بڑھتے ہاتھیوں کو دیکھتے ہی بہت سے رومی گھوڑے بھڑکے اور بھاگے ساتھ ہی اسپین اور افریقہ کے رسالوں نے تیز و تند حملہ کیا اور انہیں پیادہ جیوش کی صفوں میں دھکیل دیا۔یہ صفیں اس طرح مڑتی چلی گئیں جیسے مٹھی کی انگلیاں ٹوٹتی نہیں، مڑ جاتی ہیں۔

رومی شمشیر زنوں کو دن نکلتے نکلتے بھوک اور کیچڑ میں پاؤں جما کر لڑنا مشکل ہو رہا تھا اتنے میں سپہ سالار کے ترم (یا نرسنگھے) کی آواز ہی رک گئی جس سے فوج کو

احکام دیئے جاتے تھے اور جیوش نے دیکھا کہ ان کو تین طرف دشمن سے سامنا کرنا ہے۔ اسی لمحے ماگو کے ایک ہزار چیدہ سپاہی گھاٹی سے نکلے اور عقب پر حملہ کرنے کے لیے جھپٹ پڑے۔

ہر دستے کے عمال (مڑی بیون) اور نائب سالار پریشان ہو کر چلاتے پھرتے تھے کہ قطاریں بنا کر دشمن کے نرغے سے نکلنے کی کوشش کی جائے ۔۔۔۔۔۔

یہاں پہنچ کر (رومی) اطلاعات خاموش ہو گئی ہیں بظاہر دس ہزار رومی سپاہی قطاروں میں واپس اپنے لشکر گاہ تک پہنچ گئے مگر قنصل سم پرونینس کا آدھا لشکر یا اس سے زیادہ برف باری میں بھاگ کر چھپا، یا قید یا ہلاک ہو گیا تھا اطالوی حلیفوں کے قید ہونے والوں کو ہینی بال نے چھوڑ دیا کہ اپنے گھروں کو جائیے جیوش کے سپاہی یعنی رومہ کے شہری قیدیوں کو فدیے کے لئے رکھ لیا۔

سم پرونینس نے رومہ کی مجلس اعیان کو جنگ کی بہت مبہم مشکوک سی کیفیت لکھ کر بھیجی جس میں مختصر طور پر صرف یہ لکھا تھا کہ اہل قرطاجنہ سے جنگ شروع کی گئی تھی لیکن موسم کی ناسازگاری فتح میں مانع آئی۔ خود وہ باقی ماندہ سپاہ کو لے کر تربیہ ندی کے بائیں کنارے سے ہٹا اور پلاستیہ کے قلعہ بند میں آ گیا تھا، جہاں اب لوگوں کا پہلا سا ہجوم نہیں تھا۔ پھر جنوری کے مہینے میں (جس کا رئیس رومی عقیدے کے مطابق، جانوس دیوتا ہوتا تھا) اسے فرض منصبی کے طور پر رومہ آنا پڑا کہ نئے انتخابات کا انتظام کرے اسے دوبارہ منتخب نہیں کیا گیا اور طرفہ تر یہ کہ معرکہ تربیہ کا واحد اعزاز اس کے ہم صفیر زخمی پب لینس کوٹلیس کے حصے میں آیا ہے۔ اس نے

لڑائی کرنے سے تاکیداً روکا تھا۔ صاحب فراش ہونے کی وجہ سے پب لینس اس کمر شکن شکست کے وقت میدان میں حاضر بھی نہ تھا۔ اس نے شفایاب ہونے کے بعد اجازت مانگی کہ اپنی سابقہ اسپین کی مہم کی قیادت کرنے بھیجا جائے۔ اس لیے نہیں کہ ''پاگل قرطاجنی'' سے تیسری دفعہ سامنا کرنے سے بچنا چاہتا تھا بلکہ اس لیے کہ سیدھی سمجھ کا پب لنس دل میں یقین رکھتا تھا کہ اسپین کی فتح سے جمہوریہ رومہ کا عقدہ حل ہو جائے گا اس کی برادری کے اعیان مجلس بھی متفق تھے کہ کامیابی اسی ملک کے ہاتھ آئے گی جہاں اب ''پاگل قرطاجنی'' ہینی بال کو وہ اسی نام سے یاد کرنے لگے تھے۔۔۔خود نہیں پہنچ سکتا۔

رومہ میں نیا سال بڑی بدشگونیوں کے ساتھ شروع ہوا کا ہنوں کو فوج کے پسپا ہو کر پلاستیہ میں پناہ لینے کی ساری تفصیلات معلوم ہو گئی تھیں انہوں نے جدی دیوتاؤں کی صریحی ناراضی کی خبریں سنیں موہوم جہاز آسمان سے گزرتے نظر آئے۔ امید (دیوی) کے مندر پر بجلی گری مریخ دیوتا کی برچھیوں میں آگ لگ گئی۔ مقدس ندیوں میں خون بہتا دیکھا گیا۔۔۔۔شہر کو پاک کرنے کی غرض سے 24 سیر سونے کی بجلی جو پیٹر دیوتا پر چڑھائی گئی چھوٹے دیوی دیوتاؤں کے بتوں کے سامنے دستر خوان چنا گیا مذہبی نذر و نیاز کی رسوم ادا ہو جانے کے بعد سب شہری دوبارہ غور و بحث کرنے بیٹھے کہ یہ ہینی بال کس قسم کا آدمی ہے اور آئندہ کیا کارروائی کرے گا۔

وادی پو میں سرما گزاری

وسط سرما کے مہینے قرطاجنہ والوں نے مکانوں میں چھتوں کے نیچے آرام کیا پائی ریں کے دامن سے چلنے کے بعد یہ پہلی تعطیل تھی جس سے وہ لطف اندوز ہوئے میدان جنگ میں جو مال غنیمت، زرنقد، اسلحہ ساز وسامان ہاتھ آیا تھا، اسے تقسیم کیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد رومی مصنفوں کو یہ نکتہ سوجھا کہ لکھتے ہیں

''ہینی بال کبھی مطمئن نہیں ہوا کہ اپنے سپاہیوں کو جانبازی کا پورا پورا انعام دینے کا انتظام کر سکا ہے'' پورا پورا لائق لحاظ ہے جس میں انعام کے وعدے سے بھی کچھ زیادہ معنی نکلتے ہیں ساری فوج کو مساوی حقوق اور امتیازات پہلے ہی مل چکے تھے۔ لبیا کا کوئی حمال یا سقہ تک جس نے افریقہ میں اپنے قرطاجنی آقاؤں سے نفرت کرنی سیکھی ہوگی، اب آزاد تھا اور کسی قرطاجنی داروغہ کو دیکھ کر سلامتی دینے کا پابند نہیں رہا تھا۔ وہ اپنا کام بدستور کرتا رہا لیکن اب اس کی حیثیت دوسری ہوگئی تھی۔ قلطیری سوار جنہیں وطن کے پہاڑ نہیں بھولے تھے، اطالیہ میں بڑے بڑے کھیتوں کے مالک بن گئے اور انہیں لگان پر اٹھا سکتے یا بیچ کر چاندی وصول کر سکتے تھے یہ پہاڑی گنوار خاص کاروباری اور اچھے سوداگروں کی سی قسم کے لوگ ہو گئے تھے۔ اگر عسکری جذبہ یگانگی (Esprit de Corps) کی اصطلاح کسی زمانے میں ایجاد ہوئی تو شاید یہی وقت ہوگا آگے چل کر ذی بصیرت رومی مصنف قرطاجنی لشکر کی یہ صفت بیان کرتے ہیں کہ ''یہ سپاہی اپنے سپہ سالار پر اور دوسری طرف وہ سپہ سالار ان سپاہیوں پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔''

ہنی بال نے تربیہ میں اپنی فوج سے کوئی ایسا کام نہیں لیا جسے محال سمجھا جائے۔ اس نے میدان جنگ سے بہترین طریقے پر فائدہ اٹھایا اور اپنے پیادوں کو صرف رومی جیوش کی اگلی صفیں آگے بڑھنے سے روکنے کا کام سپرد کیا۔ پھر اپنے سواروں سے جو پوری فوج کا ایک تہائی حصہ اور دشمن کے رسالے سے قریب رہ گئے تھے، حملہ کرایا جنگی مہارت میں بھی وہ رومی سواروں پر فوقیت رکھتے تھے اور جب وہ راستے سے مار کر ہٹا دیئے گئے اور افریقی سوار گروہ در گروہ پیادہ جیوش کے بازوؤں پر گرے تو رومی اپنی پیوستہ صفوں کی مقررہ ترتیب قائم نہ رکھ سکے۔ اس نرغے میں آنے کے باوجود جیوش کے سپاہی آسانی سے مرنے والے نہ تھے اور ان کا بڑا حصہ اپنے سب عقابی پرچم بچا کر لڑتا ہوا نرغے سے نکلا اور اپنی خندق بند لشکر گاہ میں پہنچ گیا ہنی بال ایسا نا سمجھ نہ تھا کہ ان محفوظ مورچوں میں ان پر حملہ کرتا۔ رومی وقائع نویسوں کے الفاظ میں ”جب تک جیتنے کے یقینی مواقع نہ ہوں، وہ جنگ کا خطرہ مول نہیں لیتا تھا۔“

بہر حال تربیہ کے معرکے سے اسے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ”اے روے الپس“ کے غال قبائل اس کے پختہ حلیف بن گئے وادی پو کے تمام اقطاع سے اور مشرق میں وینیسی کی دلدلوں تک سے وہ جوق در جوق اس کے لشکر میں آئے مغرب سے لگوریہ کے وحشی قبائل کے سردار حاضر ہوئے ان کے مرتبے اور سابقہ کارناموں کے مطابق پورے اہتمام سے ان کی تکریم و تواضع کی گئی اور جو ایک دوسرے کے مخالف تھے، انہیں الگ الگ جگہ دی گئی۔ وہ لوگ اس کے دو ماہہ قیام کے اکثر ایام

میں اس کی فتح کی مدح میں تقریریں کرتے رہے۔ سم پرونیئس کے عصا بردار بھاگتے میں ایک گٹھا چوڑ گئے تھے جس میں اعلیٰ حکام کے ماہی مراتب کے برنجی عصا، اور تبر بندھے ہوئے تھے رومی اقتدار کی یہ نشانیاں خاص طور پر تمام قبائلی کے سرداروں نے معائنہ کیں انہیں شیر کی اس کھال پر ڈال دیا گیا تھا جو چرمی موزوں میں ہینی بال کے پاؤں کے نیچے دبی تھی۔

قبائل کے رئیس زرکار چمکتے دمکتے لباس میں آکر اس سے ملتے تو وہ رومہ کے اس نشان عظمت کو ضرور اس کے زیر قدم پڑا دیکھتے تھے بوای قوم کے خود پسند اسبری رئیسوں تک نے اقبال مند امیر کے سامنے حلف اطاعت اٹھایا اور قول دیا کہ ان کے شمشیر زن جہاں وہ جائے گا اس کے ساتھ جائیں گے۔

ہینی بال نے ایک ایک کے دل نشین کیا کہ تو وہ ان کی بستیاں اور زمینیں محفوظ رکھنے کا عہد کرتا ہے لیکن ان کا اتحاد اس کی ذات کے ساتھ نہیں، دولت قرطاجنہ کے ساتھ ہوا ہے اور یہ حکومت یا وہ خود ان کی کسی زمین کو لینے کی کوئی ہوس نہیں رکھتے۔ اس کے مقابلے میں ہینی بال نے لاطینی حروف میں ایک پتھر کا کتبہ انہیں دکھایا جسے بعض غال رئیس، ہجے کر کے پڑھ سکتے تھے اس پتھر پر یہ سرکاری قانون کندہ کیا ہوا تھا کہ وادی پو کے غال علاقے پر ''اتحادیوں کا قانون'' عائد نہیں ہوگا بلکہ ''زیر نگیں ولایت'' کے قانون (Lex Provinciaes) کا عمل ہوگا جس کا مطلب یہ تھا کہ غال باہمی دفاع کے لیے رومہ کے اتحادی نہیں بنائے جائیں گے بلکہ کورسکا وغیرہ کی طرح وہ اس کے ایک صوبے کی ماتحت رعایا سمجھے جائیں گے ایسے صوبے میں

دولت رومہ زمین کی مالک ہو جاتی تھی اور صوبے کے باشندے جنگی قانون کے تحت اس کے زیر حکم آ جاتے تھے۔

ہینی بال نے ان سے کہا کہ اب تک آپ ٹائی برندی کے لاطینی قبائل کی اپنے علاقے میں دراز دستی کا مقابلہ کرتے رہے، اب وقت آ گیا ہے کہ آپ ان کی کشور ستانی کا اور اپنے مغلوب ہونے کے سب قوانین کا خاتمہ کریں یہ اس طرح ممکن ہے کہ وہ رومیوں کی قوت جنگ کو توڑنے میں مدد دیں اگر ایسا ہو گیا تو رومہ ویسی ہی ایک شہری ریاست رہ جائے گی جیسی آج سے تین صدی پہلے اس وقت تھی جب کہ غال قوم وادی پو میں آن کر آباد ہوئی تھی۔

غال سرداروں نے جوش و خروش سے آمنا صدقنا کہا اور توثیق کی کہ وہ حلف اٹھا کر اس کے حلیف ہوئے ہیں اور جس طرح ان کے مورث اور بطل جلیل برنوس نے قوم کے زمانہ عظمت و اقبال میں رومہ پر چڑھائی کی تھی، وہ بھی اس پر فوج کشی کریں گے۔

بوای قوم کے بھاٹوں نے جوش انگیز بزور شمشیر فتح کے گیت گائے نوجوان پروہت الاؤ کے گرد گھوم گھوم کر نرسنگھے بجانے لگے جن کے سرے پر سور کی برنجی تھوتڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ جوش میں آ کر چلے تھے کہ بعض قیدی رومیوں کو زندہ آگ میں ڈال کر اپنے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیں۔ ہینی بال نے بہ مشکل ایسا کرنے سے انہیں باز رکھا۔

غال سرداروں کا تقاضا تھا کہ فوراً کوچ شروع کر دیا جائے۔ ان کو بے صبری تھی

کہ ثانی بر کے کناروں پر بھی اسی طرح لڑائی جیتی جائے جیسے تربیہ ندی پر جیتی گئی تھی علاوہ اس کے قرطاجنہ کا بڑا لشکر ان کے مختصر غذائی ذخیرے ختم کیے دیتا تھا اور ابھی سردیاں باقی تھیں انہوں نے ہینی بال سے عرض کیا کہ فوج کو رومہ کے مزروعہ علاقے میں ہٹا لے جایئے۔

غالوں کی بھرتی سے قرطاجنی لشکر میں 9 تا 14 ہزار جوانوں کا اضافہ ہوا تھا غالباً مجموعی تعداد دس ہزار کے اندر رہی تھی البتہ ہینی بال کو وادی پو میں ایک مرکزی چھاؤنی ضرور مل گئی اور اگرچہ باشندے سخت ناتربیت یافتہ تھے لیکن یہ بھرتی کا بڑا ذخیرہ ضرور تھا اس کے ہاتھ آنے سے دامن کوہ کا علاقہ باقی اطالیہ سے منقطع بھی ہو گیا اور سرحد کی رومی چھاؤنیاں (پلاسنتیہ اور کریمونہ) الگ تھلگ رہ گئیں کہ اپنی حفاظت کا خود بندوبست کریں ان پر نگاہ رکھنے کے لیے ہینی بال نے افریقی سواروں کا پہرہ لگا دیا تھا۔

وہ اس پہاڑی علاقے میں محفوظ رہ سکتا تھا لیکن قیام میں بڑی دشواری یہاں کی سخت سردی تھی جس کی اسپین و افریقہ کی معتدل آب و ہوا کے عادی سپاہی مشکل سے برداشت لا سکتے تھے کڑکڑاتے جاڑے ہی کی وجہ سے اس کے بہت سے ہاتھی مر گئے۔

ایک عجیب روایت یہ ہے کہ ایک ضرر رسیدہ ہاتھی سونڈ میں ہری ٹہنی لے کر رستہ چلتے سپاہیوں کو دکھاتا تھا جس طرح انسانوں کو رحم کی التجا کرتے اس نے دیکھا تھا ہینی بال کے متعلق ابھی ایک کہانی اسی زمانے کی چلی آتی ہے کہ وہ مختلف رنگ کے

بالوں کی ٹوپیاں اور انہی کے جوڑ کے الگ الگ لباس رکھتا تھا کہ مختلف بھیس بھر کر اپنی صورت اور عمر چھپالے اور شناخت نہ کیا جا سکے۔ بہروپ بھرنے کی بھی رومی مصنفوں نے وجہ لکھی ہے جو حسب معمول نہایت قابل اعتبار ہے وہ لکھتے ہیں کہ اس کے بھیس بدلتے رہنے کا سبب یہ خوف تھا کہ کوئی اسے قتل نہ کر دے۔ اسپین میں ہس دروبال اول کا یہی حشر ہو چکا تھا لیکن قرینہ غالب یہی ہے کہ بھیس بدل کر گشت لگانا تفتیش اور تجسس کی غرض سے ہو گا وہ سر عام قرطاجنہ کے سپہ سالار کے مناسب شان لباس پہن کر نکلتا تھا لیکن حالات کو بہ چشم خود دیکھنے کے لیے ممکن ہے بھیس بدل کر گشت لگاتا ہو کیونکہ وہ رومی اطالیہ کے علاقے میں داخل ہوتے وقت صحیح حالات سے باخبر رہنے کی پوری کوشش کرتا تھا اپنی آنکھوں سے حالات دیکھنے کے لیے سپہ سالار بن کر خدم حشم کے ساتھ گشت لگانا بے کار بات تھی۔

ادھر مارچ کے شروع میں اسی وادی پو کے قیام میں اسے ایسی قابل تشویش خبریں بھی ملیں جن کو اس کے جاسوس اور اس روز افزوں گروہ کا ناظم کوڑ دور نہ کر سکتے تھے یہ سمندر پار قرطاجنہ کے متعلق افواہیں تھیں۔ خود اسپین سے کوئی خبر غالباً اسے نہیں ملی، بجز اس کے کہ ایک معقول تعداد کی رومی فوج اس کے ساحلوں پر اتاری گئی ہے بہر حال وہ چاہتا تھا کہ سمندر کے راستے کھل جائیں تو جلد سے جلد پرانے اور نئے قرطاجنہ سے رابطہ بحال کیا جائے۔ وہ یہ بھی یقین رکھتا تھا کہ تریبیہ کی شکست کے بعد رومہ کے فوجی حکام اپنے وسائل کو فراہم کرنے کی تگ و دو کر رہے ہیں کہ پھر اس کا مقابلہ کریں سازگار موسم آنے کے ساتھ جنوب میں ان کی تعداد

بڑھتی ہی جائے گی۔ عجب نہیں اسی موقع پر اس نے جنگ آزادی کے متعلق یہ تلخ رائے زنی کی ہو کہ اگر فتح حاصل ہو جائے تو جو لوگ نفرت کرتے ہیں وہ بھی تم سے چپکے رہیں گے لیکن شکست ہوئی تو ولایت بھی ساتھ چھوڑ جائے گا۔

غرض رومیوں کی فوجیں جمع ہونے ہی کے دوران میں وہ غال اتحادیوں کے ساتھ جنوب کی طرف چل پڑا۔ سردی ابھی تک سخت تھی۔ اس قبل از وقت کوچ کرنے کی ہینی بال کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

دلدلوں سے فوج کا گزرنا

کوہ اپی نائن کا سلسلہ اطالیہ کے جزیرہ نما کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف ڈھلوان ہوتا چلا گیا ہے جنیوا کے اوپر مغربی ساحل سے اس کی ایک قوس نما شاخ جنوب مشرق کی طرف مشرقی ساحل (اوریا تک) کے قریب تک نکل گئی ہے۔ کوہستان مذکور اطالیہ کی ایڑی تک پھیلا ہوا ہے لیکن اس کی تنگ گھاٹیوں سے آنے جانے کے راستے مل جاتے ہیں۔ قرطاجنی لشکر کا آسان راستہ یہ ہوتا ہے کہ پہاڑ پہاڑ وسط اطالیہ تک چلے جاتے اور شہر رومہ کے قریب اسے پار کر لیتے مگر یہ زیادہ لمبا راستہ تھا لہذا وہ یہیں پہاڑ سے پار ہو کر جنوب میں روانہ ہوئے لیکن ان شمالی قطعات میں اپی نائن کو عبور کرنا بھی الپس کو دوبارہ پار کرنے کے برابر دشوار نکلا۔ پہلی ہی گھاٹی کے اوپر دھواں دار بارش اور اولوں نے منہ پھیر دیئے اور وہ پیچھے ہٹ کر پڑاؤ کی پناہ لینے پر مجبور ہوئے کہ طوفان گزر جائے تو پھر کوچ کریں غالباً دوبارہ انہوں نے دوسرا

راستہ آزمایا اور آخر پہاڑ کی مغربی ڈھلانیں طے کرلیں۔ مگر نیچے کے میدان سیلابی پانیوں کی کیچڑ اور کھاد سے بھرے ہوئے ملے اور ان کے آگے گہری کہر میں دلدلیں چھپی ہوئی تھیں۔ سیدھا راستہ بہت مشکل راستہ ثابت ہوا۔

بایں ہمہ سوکھے راستے کی تلاش میں ہینی بال نے توقف نہیں کیا۔ دلدلی میدان میں لدو جانور بوجھ بار سے گرے پڑے تھے۔ گاڑیوں کو دھکیل کر بڑھانا پڑتا تھا۔ تین دن چار رات سپاہیوں کو خشک زمینیں ہیں ملی پڑاؤ میں سامان سفر پر بیٹھے بیٹھے سونا پڑا۔ کوچ میں الپس کے آزمودہ کار آگے آگے تھے ان کے پیچھے غال اتحادی پھر افریقی رسالہ بھولے بھٹکے اور بیمار سپاہیوں کو لشکر میں اٹھا اٹھا کر لاتا تھا۔ غال جان دار لوگ ہونے کے باوجود کیچڑ میں چلنے سے گھبراتے تھے اسپین والے صابر تھے مگر ضرور سوچتے ہوں گے کہ وہ سرسبز مزرعے، اور افسانوی رومہ کی پتھر کٹی ہوئی سڑکیں اور سنگ مرمر کی حویلیاں کہاں ہیں؟ ایلپائن کی گھاٹیوں کے اوپر سخت سردی نے اور نیچے دلدل کے بخاروں نے انہیں کمزور کر دیا تھا۔ ادھر گھوڑوں کو چراگاہیں نہیں میسر آئیں اور سیلی یخ نے باقی ہاتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ صرف ایک بڑا ہاتھی جو شاید ہندوستان کا واحد ہاتھی ان کے ساتھ لایا گیا تھا، سب مصائب جھیل گیا اور ویسے کا ویسا توانا رہا۔

مصر و یونان کے ہمراہی طبیب دلدلی بخاروں کا سد باب نہ کر سکے۔ کہر سپاہیوں کے کپڑے بھگو دیتی تھی اور یہ وہ عذاب تھا جسے وہ آسمان کے دیوتاؤں کا بھیجا ہوا سمجھتے تھے۔ خود ہینی بال ملیریا کی گرفت میں آنے سے نہ بچا۔ سخت دردِ سر میں

مبتلا ہوا اور طبیب سوائے اس کے کوئی علاج نہ بتا سکے کہ جسم کو خوب لپیٹ کر وہ بچ رہنے والے اکیلے ہاتھی کی پیٹھ پر سوار ہو کر سیلی زمین سے اونچا رہے۔

آخر بومل کر کے بیٹے سپہ سالار ہنو کو سیلابی رقبوں کے پار ایک بہتی ندی کا راستہ مل گیا جو بائیں طرف ایک جنگل کو جاتی تھی وہ اپنے بربر سواروں کو ادھر لے چلا تو کہر کے دل بادل میں پہاڑیاں ابھرتی نظر آئیں۔ ان کا چکر لگا کے وہ ایک جنوبی میدان میں نکلے جہاں کہر نہ تھی اور دھوپ چمک رہی تھی۔ اسی سرسبز چرا گاہ میں یہاں وہاں انہیں سفید مکان دکھائی دیئے۔ خوش خوش سپاہیوں نے اسے ''وادی نور'' کا نام دیا۔ حقیقت یہ ''فی سول'' (Feasule) کی خوش نما وادی تھی۔

یہاں ہنی بال کے شدید درد کی وجہ ظاہر ہوئی کہ اس کی ایک رگ بصارت رک گئی تھی اور ایک آنکھ کور ہو گئی تھی تاہم یہاں ہاتھی کی سواری چھوڑ کر وہ پھر آگے آگے گھوڑے پر نکلا۔ اور چوڑی پکی سڑک طے کرتا ہوا ان ٹیلوں کے قریب سے گزرا جن کے درمیان پتھر کی شکستہ دیواریں سی نظر آتی تھیں کھیتوں میں غلام بیلوں کے ہل چلا رہے تھے انہوں نے بتایا کہ یہ اٹرسکن قوم کے قدیم مقبرے تھے جنہیں مدت ہوئی لوٹا گیا۔ اور ان کے درمیان سے راستے نکالے گئے مقبروں کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں باقی رہ گئیں۔

سڑک آگے بڑھ کر ارنو ندی پر آئی جسے پایاب اترتے وقت کئی پھیری والے پیٹھ پر ہاتھی دانت اور بخورات کی گٹھڑیاں لادے ہوئے ملے۔ لشکری ان سے بالکل ناآشنا تھے مگر حقیقت میں یہ کرشلو کے جاسوسی نظام کے افراد تھے جو بظاہر تو ہنی بال

سے اپنی نادرات کا سودا کر رہے تھے لیکن چپکے چپکے فنیقی زبان میں خبریں سنا رہے تھے۔ انہیں سے معلوم ہوا کہ اگلے میدان تو بہت اچھی چراگاہیں اور وہاں کے باشندے امن پسند ہیں لیکن اور چند آگے ایک بڑی رومی سپاہ اس کے انتظار میں ہے۔

تب ہنی بال ان پہاڑیوں کا راستہ چھوڑ کر جنوب میں رومہ کی طرف مڑا۔ اس نے رفتار تیز کر دی۔ فوج اٹرسکن کی قدیم ریاست کے علاقے میں داخل ہوگئی۔ مگر شمالی وادی پو کی طرح یہاں بھی جس بات کی وہ توقع رکھتا تھا، وہ پوری نہیں ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

باب سوم :: تراسی منو سے کنائی تک

میں تم سے جنگ کرنے نہیں آیا ہوں

قومیں افراد کی طرح کسی ایک لمحے میں نہیں مرجاتیں وہ اپنی زبان، خاص طریق عمل، اپنا مذہب اور سب سے بڑھ کر کوئی نصب العین رکھتی ہیں جو انہیں آگے چلاتا ہے۔ دوسروں سے مفتوح ہونے کے بعد بھی اگر قوم کو یہ زندہ رکھنے والی قوتیں باقی رہیں تو وہ فنا نہیں ہوتی۔

مگر ہینی بال کے ورود سے تھوڑی مدت قبل ہی اٹرسکن قوم فنا ہو چکی تھی حالانکہ اس کی تعداد بڑی تھی اور وہ ایک ذہین اور بلند خیال قوم تھی۔ لیکن زیرنظر زمانے میں اس کی سرزمین میں لاطینی زبان کا رواج ہو گیا تھا۔ اس کے مقدس شہر تارکوئنی وغیرہ بھی رومہ کی ''بلدیات'' بن گئے تھے جہاں لاطیوم کے قوانین نافذ تھے (''لاطیوم'' کے لفظی معنی مسطح میدان ہیں) اٹرسکن ایشیا کے ساحلوں سے بعید ماضی میں شمس پرستی کا مذہب لے کر آئے تھے اب سورج دیوتا نے اپالو کی خوبصورت انسانی شکل اختیار کر لی تھی۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ لاطینی جتھے کے وحشی گروہوں نے اٹرسکن قوم کو جبراً مدغم کرنے کے باوجود ان کی تہذیب کے بہت سے عناصر قبول کر لیے۔ آئندہ رومی مہندس انہی شمال والوں کے طریقے کے مطابق بڑے بڑے تالاب اور پل پائیدار

پتھر سے تعمیر کرنے لگے نہ صرف فوج کی صف بندی انہی کی طرح قرعہ اندازی (لجیو) سے کی جانے لگی بلکہ سازو سامان، اسلحہ، زرہ بکتر، ڈھالیں تک اٹرسکن طرز کی اختیار کر لی گئیں پیشہ ور تیغ زن (Gladiators) اٹرسکن جنازوں کے ساتھ تلوار کے مرتب دکھاتے اور مصنوعی لڑائی لڑا کرتے تھے۔ یہ کھیل بھی رومہ کے عوام کی تفریح کے لیے وہاں کے بڑے دنگلوں میں دکھایا جانے لگا۔ شمال والوں کی ثقافت کے مزید نفوذ کا ثبوت یہ تھا کہ رومی قنصلوں کے ماہی مراتب تک میں اٹر سکنوں کے ہاں کا عصا اور تبر شامل ہوا اور کہانت کا فن بھی انہی سے رومیوں میں آیا اور سبلینی (Sibylline) نوشتوں سے فال نکالی جانے لگی۔ جہازوں پہ خطبے دینے، بھجن گانے کی ریت بھی انہی کی نقل تھی بلکہ اکثر ماورائے عقل معاملات میں ٹائی بر کے دہقانی انہیں شمال والوں کی دانائی پر تکیہ کرتے تھے جنہیں جنگ میں مغلوب کیا اور اپنی رعایا بنا لیا تھا۔

اٹرسکن صناعی کے فنا ہونے میں سب سے زیادہ دیر لگی چوتھی صدی عیسوی تک ان کی نقاشی کے نمونے مقبروں کی دیواروں پر باقی تھے جن میں مہ جبیں عورتیں بدن جھلکتے باریک لباس میں رقص کرتی دکھائی گئی ہیں۔ خود یہ رقص ان کی بجھتی ہوئی تہذیب کا آخری شرارہ تھا۔۔۔۔ زیر نظر زمانے میں ان کی نقاشی کا ہنر لحیم شحیم رومی امیروں کی تصویریں بنانے میں مصروف ہوتا تھا جو بھاری زیور پہنے، چوکیوں پر تکیہ لگائے دکھائے گئے ہیں دھات کا کام کرنے والے جراحی آلات اور کسیرے کار آمد برتن بناتے تھے۔ ان ظروف یا آرائشی اشیاء پر بھی وہ پردار شیر یا سفید گھوڑوں کی

چوکڑی بنا دیتے، جو بعید ماضی میں ان کے بھولے بسرے بادشاہوں کی جنگی رتھوں میں جوتی جاتی تھی۔ اس میں بھی ان کی پرانی متخیلہ کی جھلک دیکھی جا سکتی تھی۔

مگراب اس قوم میں جنگ ومزاحمت کا کوئی ارادہ تک باقی نہ تھا۔ وہ رومیوں کے لیے اچھی اچھی شرابیں تیار کرتے۔ حکومت رومیوں کے قبضے میں تھی۔ وہی اوپر شمال کے خطرناک وحشی قلطیوں (غال) کی روک تھام کرتے تھے رومی حکومت کے ماتحت شہروں میں حمام اور تماشا گاہیں دیکھ کر ہینی بال کو ضرور وہ تہذیب یاد آئی ہو گی جو ایبیری عمارات پیچھے چھوٹنے کے بعد کہیں نظر نہیں پڑی تھی۔ بایں ہمہ جس شہر میں بھی وہ داخل ہوا اور وہاں کے چند عمال اس کی پیشوائی کو آئے، انہوں نے اس کی یہ دعوت سن کر کوئی لبیک نہیں کی کہ ''میں تم سے نہیں صرف رومہ کی حکومت سے لڑنے آیا ہوں، تم اس حکومت کے تسلط سے آزاد ہو سکتے ہو'' انہوں نے لاطینی میں ٹالواں جواب دیئے۔ شہر رومہ کو انہوں نے یہ کیفیت لکھ کر بھیجی کہ یہاں ایک فوج آئی ہے، جیسے بھوتوں کی برات جس میں نہ صرف افریقہ بلکہ دنیا بھر سے فوجی کھینچ لائے گئے ہیں۔ خود انہوں نے ہینی بال کا نہ مقابلہ کیا نہ اس کی طرف اعتناء کی۔

حقیقت میں کوہ الپس کی چڑھائیوں کو چھوڑ کر راستے کے اور سب علاقوں میں قرطاجنی لشکر کو مقامی باشندے تھوڑے بہت ضرور ایسے ملے جنہیں وہ اپنا طرفدار بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ اسی جون کے مہینے میں ان کے عقب میں لگوری قوم رومیوں سے برگشتہ ہو کر ان کے حکام پر چھپ چھپ کر حملے کر رہی تھی اور اپنے ہتھیار بند جوان ہینی بال کے لشکر میں بھجوا رہی تھی۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ سرحد

پو کی مقامی رومی چھاؤنیوں میں بغاوت پھوٹ پڑی۔

بایں ہمہ ہینی بال کے سامنے ابھی اطالیہ کی کوئی ساٹھ لاکھ آبادی تھی جس میں یونانی سمیت کئی زبانیں بولی جاتی تھیں مگر سرکاری زبان لاطینی تھی۔ اس آبادی کے قابل جنگ مرد 7 لاکھ 70 ہزار وہ تھے جن میں رومہ کی ماتحت ریاستوں یا شہروں کے صرف 3 لاکھ 58 ہزار افراد اور باقی خاص رومی تھے۔ اس اتحادی فوج کا ایک قلیل حصہ قرطاجنی حملہ آوروں نے رومیوں سے کاٹ بھی دیا تھا۔ پھر بھی اتنی بڑی تعداد کے مقابلے میں قرطاجنی لشکر کو لڑانا سراسر مایوسانہ جدوجہد کے مترادف تھا۔

صحیح اعداد کا تو غالباً ہینی بال کو بھی علم نہ تھا۔ لیکن وہ اپنے عددی مسئلے کا اجمالی اندازہ یقیناً لگا سکتا تھا اور اسے خبر تھی کہ جب تک رومیوں کے بہت سے اتحادی ٹوٹ کر اس کے ساتھ نہیں آملیں گے، کامیابی کا کوئی امکان نہیں مگر اٹرسکن قوم جس کے علاقے سے وہ بہ سرعت گزر رہا تھا، فقط الگ تھلگ رہی حالاں کہ اس کے آوردہ لشکر کی حالت پراگندہ اور وہ عملی امداد کا محتاج تھا کہ جو لڑائی سر پر ہے اور میں نہ صرف دشمن کے آدمی قتل کرے بلکہ رومہ کی سلطنت کا حتی الامکان خاتمہ کر ڈالے۔

پہاڑیوں پر رومی لشکر کا پڑاؤ سن کر وہ چکر دے کر دوسری طرف میدانوں میں گھس پڑا۔ رومی جیوش کا وہاں سامنا کرنے کی بجائے اپنے رسالے کو حکم دیا کہ رومیوں کے زیرنگیں علاقے میں غارت گری اور آتش زنی کریں۔ مطلب یہ تھا کہ سامان رسد حاصل کرنے کے علاوہ رومی لشکر نیچے اتر آئے۔ حملہ آور صریحاً شہر رومہ کی طرف چڑھائی کر رہے تھے۔ سم پرونیئس جیسا جوشیلہ سپہ سالار ہوتا تو پہاڑی

مورچے چھوڑ کر فوراً قرطاجنیوں کے مقابلے میں نکل آتا۔ لیکن اس وقت رومیوں کی قیادت نئے قنصل گایوس فلے می نینس کے ہاتھ میں تھی۔ ہینی بال کو اس کے جاسوسوں نے جب رومی لشکر کی کیفیت سنائی تو اس نے بے صبری سے کہا ''تعداد کی کیا رٹ لگاتے ہو مجھے بتاؤ کہ فلے می نینس کس خو خصلت کا آدمی ہے۔۔۔۔ چنانچہ جاسوسوں کو اس بارے میں کچھ معلوم تھا وہ انہوں نے بیان کر دیا۔''

''فلے می نینس سراغ لگاتا چلتا ہے''

یہ عوامی قنصل بہت خاص مزاج کا آدمی گزرا ہے بہت سے اونچے گھرانوں کے بزرگ اس سے دلی نفرت کرنے لگے تھے اور یہ اثر ان وقائع نویسوں میں متعدی ہوا جنہوں نے اس کے مرنے کے بعد سوانح قلم بند کیے۔ لوی نے یہاں تک لکھ دیا کہ ''اسے ملکی معاملات کا تجربہ نہ تھا اور حربی قابلیت مطلق نہ رکھتا تھا'' مگر کیا یہ بات صحیح تھی؟

پہلے وہ عوام کا وکیل یا حکم ''(ٹری بیون)'' منتخب ہوا تو اس نے مجلس اعیان کی مرضی کی خلاف ایک دانش مندانہ قانون مزارعین منظور کرایا۔ نائب صوبہ یا میر عدل (پریٹر) بن کے صقلیہ آیا تو ایسی حکومت کی کہ رومی صقلیہ کے لوگ دل سے شکر گزار ہو گئے۔ پہلی مرتبہ 223 ق م میں قنصل بن کر ایں روے الپس غالوں کے خلاف فوج لے گیا۔ مجلس مخالفت کرتی رہ گئی۔ اس نے انسبری قوم پر فتح پائی اور وہ ہینی بال کے آنے تک رومیوں کے مطیع رہے۔ پھر محتسب (''سینسر'') مقرر رہوا تو وہ بڑی شمالی

سڑک تیار کرائی جو اسی کے نام پر ''فلے می نی شاہراہ'' کہلائی اسے پتھر چن کر بنوایا تھا۔ جدید موٹر کی دوڑ کی سڑک کے برابر وہ ابھی تک نظر آ سکتی ہے۔ بدقسمت سم پرونینس کے بعد 217 ق م میں اب دوبارہ عوام کے مطالبے سے وہ قنصل منتخب ہوا تو نہ مذہبی نذر و نیاز کے مراسم کی پرواہ کی نہ مجلس کی بات مانی۔ فوراً شمال میں اپنے لشکر کی قیادت سنبھالنے چل کھڑا ہوا۔ مختصر یہ کہ گو خاندانی امیر خصوصاً فے بینس کا گھرانا اس سے نہایت متنفر تھا، وہ ایک خود رائے لیکن مسلمہ قابلیت کا آدمی تھا۔ اس میں سقم تھا تو وہی خود رائے، خود پسندی۔

میدان جنگ میں اس کے اقدام پر نظر کیجئے۔ آتے ہی اپنے ساتھی قنصل کے اتفاق رائے سے اس نے فیصلہ کیا کہ سردست وادی پو کا صوبہ تقدیر کے حوالے اور ہینی بال کا انتظار رومہ کے علاقے میں کیا جائے۔ مجلس اعیان اس انتظار میں رہنے پر سخت ناراض ہوئی لیکن فلے می نینس اپنے حصے کا لشکر لے کر اپی نائن کے مغرب میں ارزو کی پہاڑیوں میں چلا آیا اور دوسرا قنصل سروی لینس پہاڑوں کے مشرقی جانب امی نی میں ٹھہرا رہا۔ جب معلوم ہوا کہ قرطاجنی اسے چھوڑ کر میدانوں میں جا نکلے ہیں تو فلے می نینس دھوکے میں نہ آیا۔ کہ جیسا ہینی بال چکر لگا کر لانا چاہتا تھا، اس کے پیچھے فوراً نیچے کے میدانوں میں دوڑ پڑتا۔ بخلاف اس کے اس نے پہلے تو سروی لینس کے پاس تیز رو ہرکارے دوڑائے اور مشورہ دیا کہ وہ سرعت سے اپنی فوج ادھر (جنوب میں) لائے اور جب سنا کہ وہ چل پڑا ہے تو فلے می نینس پہاڑوں سے اترا اور قرطاجنیوں کی ٹوہ لیتا ہوا آگے بڑھا۔ لٹے اور جلے ہوئے

دیہات حملہ آوروں کا صاف صاف سراغ بتا رہے تھے کہ وہ مشرق کو گئے ہیں۔ فلے می نینس نے یہاں جیوش کی رفتار تیز کر دی۔ کروتونہ سے ہو کر وہ راستہ جھیل تراسی منو کو جاتا تھا اور ہمارا قفصل سمجھ گیا تھا کہ دو تین دن میں ہنی بال اس جھیل تراسی منو کو جاتا تھا اور رہمارا قفصل سمجھ گیا تھا کہ دو تین دن میں ہنی بال اس جھیل کے قریب فلے می نی شاہراہ کو عبور کرے گا۔ اسی شاہراہ سے سروی لینس جنوب کی طرف آرہا تھا۔ لہٰذا قرطاجنی دونوں رومن لشکروں کے درمیان پھنس جائے گا۔ وہ میدان سنگستانی تھے ایسی زمین بھی رومنوں کو سازگار ہو گی۔ اسی یقین پر وہ سرعت کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

فلے می نینس فن حرب کی قابلیت سے عاری نہ تھا لیکن ہنی بال کی ذہنیت سے بالکل بے خبر تھا۔

قرطاجنی لشکر کے عقب میں بھی چھاپہ مار نومدی سوار تھے۔ تعاقب کرنے والے رومی پہرہ داروں کو وہ دور سے نظر آنے لگے۔ وہ رات کو واپس جا کر سپہ سالار کو خبریں سناتے اور لشکر کی شبانہ پاسبانی کرتے تھے۔ تیسرے پہر کو عموماً خود ہنی بال مختصر جماعت کے ساتھ گرد و پیش کا علاقہ معائنہ کرنے نکلتا تھا۔ کروتونہ کے لمبے میدان کو طے کرتے وقت اسے گہرے آسمانی رنگ کی وہ جھیل نظر آئی جو اس زمانے میں پہلے کی نسبت آدھی رہ گئی ہے۔ اس کے شمال کی طرف اونچے نیچے گول ٹکڑوں نے ایک قوس بنا دی تھی۔ وہ پہاڑیوں جتنے اونچے نہ تھے مگر ان میں چٹانیں، جھاڑیاں یا کہیں کہیں زیتون کے جھنڈ ابھرے ہوئے تھے۔ بیچ بیچ میں اونچی زمین

جھیل کے اندر تک نکلی ہوئی تھی۔ معمول کے مطابق یہاں سڑک سب سے آسان جگہ سے گزری تھی۔ یہ جھیل کے کنارے کا پتلا سا میدان عقبی پہاڑیوں میں گھر کر ایک جدا گانہ سنسان پٹ پڑ تھا۔ ان سب چیزوں کا جائزہ لے کر ہینی بال جھیل کے کنارے سے واپس لشکر گاہ میں آیا۔ جون کی چھوٹی رات پوری نہ گزری تھی کہ اس کا لشکر پھیر کھا کر جھیل کے اوپر پہاڑیوں میں داخل ہوا اور صبح کی کہر صاف ہونے سے پہلے غائب ہو گیا۔ تھکے ماندے افریقی نیزہ بردار کنارے کی سڑک کی حفاظت کرتے ہوئے پیچھے اور خود ان کی حفاظت کے واسطے نومدی سوار عقب میں رہ گئے۔

یہ جون کی 20 تاریخ تھی 21 ویں کی صبح فلے می نینس بھی دن نکلنے سے پہلے اپنا چالیس ہزار کا عظیم لشکر لے کر میدان کے پچھلے سرے سے چل پڑا۔ رومی جیوش اور اتحادی دستے جنگی ساز و سامان سے لیس، با قاعدہ ترتیب سے بڑھے۔ حسب معمول اگلا جیوش بہت آگے قرطاجنی سواروں کے نشان قدم پر آ رہا تھا۔ پوری سپاہ کے حوصلے بلند تھے ان کا سپہ سالار انہی وحشی غالوں پر فتح پا چکا تھا جو اب بھی ان کے سامنے سے پسپا ہو رہے تھے۔ ان کے عوام، حکام کہتے تھے کہ دوسرے دن دوپہر تک وہ فلے می نی شاہراہ پر دوسرے قنصل کی سپاہ سے اتصال قائم کر لیں گے لشکر کی بھیر میں گشتی سوداگر اور بردہ فروش خالی گاڑیاں اپنے ساتھ لائے تھے کہ قرطاجنیوں کے مال غنیمت سے بھر کر لے جائیں گے۔ قیدیوں کو باندھنے کے لیے بہت سی زنجیریں بھی لائی گئی تھیں۔

طلوع آفتاب کے بعد بھی جھیل پر گہری کہر چھائی رہی اور ناگوار تاریکی میں

وقت سے رومن لشکر بڑھتے رہے۔ جہاں میدان تنگ ہو گیا تھا وہاں بازوؤں کے سواروں کے بھینچنے سے پیادہ قطاروں میں کچھ ابتری سی ہوئی۔ پہلی ڈھلوان چڑھائی کے گردے جلد نکلنے میں دھکم پیل کی نوبت آئی۔ آگے بھی کچھ پیچ رہی تاہم جیوش کی جماعتیں صفوں میں سیدھی ہو گئیں اور قدم بڑھائے چلتی رہیں۔ کہر ان کے سروں پر سے ہلکی ہوتی جاتی تھی لیکن دائیں کو جھیل کے کنارے ابھی تاریکی میں چھپے ہوئے تھے عین اس وقت رومن سپاہیوں کو پہلے تو گڑگڑاہٹ اور بہت سے سوار و پیادہ کے زور زور سے قدموں کی بھد بھد سنائی دی مگر یہ آوازیں بھی اوپر ہوا میں سے آتی معلوم ہوتی تھیں کیونکہ کوئی آدمی یا گھوڑا نظر نہیں آیا، کہ اتنے میں پچھلی صفوں (ترياری) کو پتا چلا کہ کوئی نادیدہ دشمن ان پر حملہ کر رہا ہے اگرچہ وہ سمجھ نہ سکے کہ ان کی حریف سپاہ کہاں سے ان تک پہنچ سکتی تھی۔ کہر نے بیس تیس قدم کے آگے ہر چیز کو بالکل چھپا رکھا تھا، البتہ اسی اندھیرے میں سے سن سن کرتے تیر اور پتھر آ رہے تھے اور پیوستہ صفوں پر ٹھناکے سے گرتے تھے۔

انضباط ایک شکنجے کی خاصیت رکھتا ہے۔ اسی سے تربیت یافتہ پوری سپاہ حکم پر کل کی طرح حرکت میں آتی ہے۔ اس جگہ بھی جیوش نے نظر آئے بغیر کہ کیا ہو رہا ہے، کچھ دیر تک مرتب صفوں میں قدم بڑھائے چلنے کی کوشش کی پھر اپنا سفری سامان پھینک کر ڈھالیں ہاتھوں میں سنبھالنے لگی " اندھیری کہر میں آنکھوں سے زیادہ کانوں نے کام دیا سپاہیوں کو زخمیوں کی چیخیں، کراہنے اور ساتھ ہی شور و غل کی آوازیں آئیں اور وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر

دیکھنے لگے'' جنگی پرچم دکھائی نہیں دیتے تھے ان کی بجائے نائب سالار دوڑ دوڑ کر احکام دے رہے تھے۔ یک ہزاری سرداروں نے چلا چلا کر بائیں طرف رخ پھیرنے کو کہا اور صفوں نے دھکا پیل کر کے اس رخ اپنی مقررہ جگہ پر پہنچنے کی کوشش کی۔ بے سوار کے گھوڑے ان کے اندر آ گھسے۔ دوسرے ٹھیک ٹھیک گھومنے کی گنجائش وہاں نہ تھی۔ اگلی صفوں کے جوان گرتے پڑتے پہاڑیوں کی چٹانوں اور جھاڑیوں تک بڑھے تھے کہ ان جھاڑیوں میں سے ایک جمِ غفیر جست لگا لگا کر ان پر آ گرا۔ ایک عرصے بعد بچے ہوئے سپاہی قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اسی لمحے کسی زلزلے نے جھیل کے پورے کنارے کو ہلا ڈالا۔

اس حملے کی سخت ٹکر نے مضمحل صفوں میں ہل چل ڈال دی۔ ڈھلان پر جوق کے جوق گھیرے میں آ گئے اور اس سے پہلے کہ کچھ سوچ سکیں کہ کیا کریں سب کاٹ دیئے گئے۔ وہ اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ کس طرح مارے گئے؟

ہنی بال نے اپنے لشکروں کو پہاڑیوں کے اوپر سے جہاں وہ گھات لگائے بیٹھے تھے، وقت واحد میں یہ ناگہانی حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ طلوع آفتاب نے بلندیوں پر کافی روشنی پھیلا دی کہ اس کے لشکر اپنے ساتھیوں کو اور غال ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ خود وہ جھیل کے راستے کے سرے کی پہاڑی پر استادہ تمام سپاہ کی زیر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ حملے میں غال خصوصاً اسمری جنگ جو زخمی درندوں کی طرح فلے می نینس پر ٹوٹ کر گرے تھے۔ جس نے چند سال قبل ان کی زمینیں پامال کیں اور انہیں دھکے دے کر اطاعت پر مجبور کیا تھا۔ چشم دید گواہوں نے ان کے غضب ناک

انتقامی حملے کا حال بیان کیا ہے۔

حملے کی شدت میں اس لیے بھی کوئی رکاوٹ نہ پڑی کہ کوچ کرتی ہوئی رومن قطاریں ان کے مقابل کوئی محاذ ہی نہ بنا سکیں۔ ڈھلانوں اور جھیل کے درمیان اونچی نیچی زمین میں لڑائی گھمیریاں کھاتی رہی اور یہ صورت سبک پا اسپینیوں اور جنگل کے باسی غالوں کے لیے خاص طور پر حسب دل خواہ تھی۔ جھیل کے کنارے کی پٹی پر جنگ ہوتے رہنے کا سبب یہ تھا کہ قرطاجنہ کے بھاری اسلحہ والے رسالے رومن لشکر کے عقب میں آ گرے تھے۔ یہ سوار ایک چھپی ہوئی گھاٹی سے نکلے اور ہر چند ان کے گھوڑوں کی حالت خستہ ہو رہی تھی، پھر بھی رومن سپاہ میں ایسے تربیت یافتہ پیادے نہ تھے جو سواروں کا ریلا روک لیتے۔ مذکورہ بالا خوش نما پٹی سے آگے نکلنے کے راستے پر جہاں ہینی بال چوٹی کے اوپر استادہ تھا مہر بال کی قیادت میں افریقی پیادے گویا دروازہ روکے ہوئے تھے (اغلب ہے کہ جھیل کے کنارے کی یہ قوسی پٹی پیگ نانو اور دل لاگو پہاڑی کے درمیان پھیلی ہوئی تھی) بہر حال فلے می نیئس جو ہینی بال کو پھانسنے چلا تھا، خود پھندے میں پھنس گیا۔

بعض جوق ہٹ ہٹ کر پھر صفیں مرتب کرنا چاہتے تھے مگر شکستہ جیوش میں سراسیمگی پھیل گئی۔ لوگ بچنے کے لیے بھاگ پڑے اور نکلنے کا راستہ نہ ملا تو باہم گڈمڈ ہو کر مرتب صفوں کو بھی توڑ دیا" بہت سے راہ گریز نہ پا کر جھیل میں جا گھسے اور شانوں شانوں تک پانی میں پیدل چلے کہ صرف گردنیں اوپر رہیں دشمن کے سواروں نے ان کا پیچھا کیا اور بلا دقت سب کو کاٹ ڈالا۔"

دن کے کوئی دس بجتے بجتے جھیل تراسی منو کا معرکہ ختم ہو گیا اب کہر کو سورج نے بالکل اڑا دیا تھا۔ سب سے اگلا رومن جیوش جو بہت آگے اندھیرے کے پردے میں بلا گزند بڑھا چلا گیا اور مشرق کی اونچی سطح تک پہنچا تھا جھیل کے کنارے کی پٹی کو اب بخوبی دیکھ سکتا تھا جس کے سارے رقبے پر قرطاجنی ہی قرطاجنی نظر آتے تھے اور باقی ساری رومن سپاہ کا کوئی نشان نہ رہا تھا۔

ہینی بال مشرق کو مڑتا ہے

بچے ہوئے جیوش نے بچ کر نکل جانے کی کوشش کی مگر اسے بھی مہربال کے قرطاجنی رسالے نے آ گھیرا۔ اور اب یہ غیر معمولی سانحہ پیش آیا کہ پورے چھ ہزار کے رومی جیوش نے اپنے جھنڈے دشمن کے حوالے کر دیئے جس کے معنی یہ تھے کہ بعض شرطوں سے قیدی بننا قبول کر لیا۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ تراسی منو کی جنگ ایسی ہوئی کہ اطالیہ کی تاریخ میں اس کی سابقہ کوئی نظیر نہ تھی قرطاجنہ کے بیمار سپاہی اور کمزور و لاغر گھوڑوں نے اپنی تعداد سے بھی زیادہ رومن سپاہ کو قریب پورا ہلاک کر دیا۔ اس کے بقیہ السیف کہیں اکٹھے نہ ہو سکے۔ 10 ہزار جو زندہ بچے سب کے سب دشمن کے ہاتھ میں اسیر تھے۔

جب ہینی بال گھوڑے پر سوار میدان جنگ کا معائنہ کرنے نکلا تو دشمن کی کامل شکست کا اندازہ ہوا۔ مقدس چاندی کے عقاب (پرچم) اور پیادہ جمعیتوں کے جھنڈے جا بجا زمین میں پڑے تھے۔ ساز و سامان، غذائی ذخیرے اسلحہ پل بنانے

کے تختے، شہتیر، کلیں، ڈھیر کے ڈھیر اموال غنیمت ہاتھ آئے تھے اپنے مقتولوں کو دفن کرنے کا اس نے حکم دیا ان کے زخمیوں اور مقتولوں کی کل تعداد ڈھائی ہزار تھی زیادہ تر غال سپاہی کام آئے تھے اس نے ہر طرف تلاش کرائی کہ فلے می نینس کی لاش مل جائے تو اسے مناسب اعزاز و اکرام سے دفن کرائے، لیکن وہ کہیں نہیں ملی'' اُسبری لہرالہرا کر فاتحانہ گیت گاتے پھرتے تھے کہ ہم نے اپنے دشمن قنصل کو مارا ہے غالباً ہتھیار ولباس لوٹ کر کسی نے اسے پھینک دیا تھا۔''

فتح سے بڑھ کر کامرانی یہ تھی کہ خوفناک رومی جیوش کے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے کہ اس کے مغرور سپاہی کونے کونے میں جان بچاتے پھرتے تھے۔ یہ سپاہی شاذ و نادر ہی ہمت ہارتے تھے، مگر جب ہارتے تو پھر بھیڑ بکری کی طرح ہلاک کیے جاسکتے تھے۔ یہ صورت اس وقت رونما ہوتی جب ان کی پیوستہ صفیں ٹوٹ جاتی تھیں کیونکہ ان دنوں جب کہ پیادہ سپاہ بھاری اسلحہ سے مسلح ہوتی تھی، خواہ یونانی ہوپ لیت ہوں، خواہ رومی جیوش، صفوں کی پیوستگی ان کی بڑی حفاظت کرتی تھی۔ خودوں، ڈھالوں گھٹنوں تک چرمی موزوں سے آراستہ، چمکتے ہتھیار لگائے ہوئے سپاہیوں کی پیوستہ صف آہنی دیوار بن جاتی تھی۔ اس زمانے کے تیر و سنگ بھی ایسی صف کو زیادہ گزند نہ پہنچا سکتے تھے۔ یونانی تاریخ میں میراتھن کے معرکے میں تیر اندازی سے کہا جاتا ہے کہ صرف 192 (ہوپ لیپ) جوان مارے گئے صف میں خلل نہ آیا لیکن اس ترتیب میں اگر صفیں درہم برہم ہو جائیں تو پھر بہت نقصان اٹھانا پڑتا تھا بھاگنے والے اکثر ڈھالیں تک پھینک دیتے اور سانگ یا پتھر کی مار سے ہی مارے

جاتے یا تعاقب کرنے والے سوار برچھوں سے انہیں چھید ڈالتے تھے۔ تیز رفتار قرطاجنیوں کے ہاتھ میں یہ ہتھیار غضب کے مہلک ہوتے تھے (کنائی کی جنگ میں بھی ہم دیکھیں گے کہ کس طرح رومن پیادوں کا بڑا حصہ گھٹنوں کے جوڑ پر ضرب لگنے سے بے کار ہو گیا تھا) جھیل تراسی منو کی لڑائی سے پہلے کبھی یہ اتفاق نہ ہوا تھا کہ رومن جیوش کی لڑنے والی صف ٹوٹ جائے۔

اس رات قرطاجنی پروہتوں نے خیمے کی عبادت گاہ میں مذہبی رسوم ادا کیں۔ بتوں کے سامنے کلیجے رکھے اور ان پر شراب بہائی مہربال اور ہینی بال میں خاصا مناقشہ ہوا کہ وہ سیدھے مزاج کا سرداران جیوش سے وعدہ کر چکا تھا کہ وہ ہتھیار حوالے کر دیں گے تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا ہینی بال نے اس عہد کو منظور کرنے سے انکار کیا اس کے نزدیک رومہ کا کوئی شہری رہائی کا مستحق نہ تھا۔ جیوش کے یہ قیدی جنہیں مہربال معزز جانتا تھا، یونانی بردہ فروشوں کے ہاتھ بیچے جانے کے لیے تھے۔ سر دست انہیں راشن بھی کم دیا اور سختی کا برتاؤ کیا گیا۔ اس کے مقابلے میں اتحادی ریاستوں سے جو سپاہی رومی لشکر میں آ کر بھرتی ہوئے تھے ان سے صریحاً بہت بہتر سلوک ہوا۔ پیٹ بھر کر خوراک ملی اور بلا فدیہ چھوڑ دیئے گئے کہ اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ ہینی بال نے انہیں یقین دلایا کہ اسے ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ صرف ٹائی بر کے کنارے بسنے والے شہر سے لڑنے آیا ہے۔ اس نے کہا "میں اطالیہ والوں سے ہرگز جنگ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ رومہ کے خلاف ان کی مدد کے لیے آیا ہوں۔"

پھر کوچ کرنے سے پہلے اس نے اپنے سرداروں اور حلیف قوموں کے اکابر سے مشاورت کی غال کامیابی کے نشے میں مست تھے ان میں بعض نے ضرور مشورہ دیا کہ بلا تاخیر رومہ پر یلغار کی جائے اور اسے گھیرا یا زچ کیا جائے۔ مہربال اور پرانے قرطاجنی بھی یقیناً ایسے اقدام کے مشتاق تھے۔

ان کی بات اچھی طرح سماعت کرنے کے بعد ہنی بال نے یہ رائے مسترد کر دی اور نسبتاً جوان سرداروں اور ہسپانوی قائدین سے اتفاق کیا جو زور دیتے تھے کہ مزید مشقت اور فوج کشی سپاہیوں کی برداشت سے باہر ہو گی۔ انہیں آرام دینے کی ضرورت ہے۔ ہنی بال نے کہا آرام دینے سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ اسے از سر نو مرتب اور شیرازہ بند کیا جائے۔ یہ کام گرمی کے باقی مہینوں میں اور کسی محفوظ جگہ رہ کر ہی ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر پرانے قرطاجنی سالاروں نے سوال کیا کہ حکومت رومہ کے علاقے میں ایسی جگہ کہاں ملے گی؟ تب ہنی بال انہیں مشرق کی طرف لے گیا۔ اونگھتے اٹرسکن قریوں کو چھوڑ کر فوج کوہ پر گیہ اور اسیسی کے عریض میدانوں کے رخ چل پڑی۔ اس طرح انہیں دوبارہ کوہستان اپی نائن سے سابقہ پڑا کہ اسے اتر کر اڈریاٹک کے بعید سواحل کو جالیں۔ وبائی تپ کے نشیبوں سے انہوں نے سرسبز سطح مرتفع پر چڑھنا شروع کیا۔ جنگی قیدیوں اور گاڑیوں کا پورا قافلہ جن میں رومن سپاہ کا سامان لدا تھا، ساتھ چل رہا تھا۔ کوچ شروع ہوتے ہی جب سڑک فلے می نینس شاہراہ سے ملی تو ان کی چار ہزار سواروں کے رومن لشکر سے مڈ بھیڑ ہوئی جو دوسرے قنصل سرویلینس رمینی سے آنے والی سپاہ کا ہراول تھا۔ یہ تلاقی ایسی ناگہانی

ہوئی کہ رومیوں کی طرح غالباً قرطاجنی بھی حیران ہو گئے لیکن انہوں نے پورے سوار لشکر کو گھیر کر ختم کر دیا۔ دو ہزار سوار جو سلامت رہے گرفتار کر لیے۔

اسی واقعے کے قریب کی تاریخ میں شہر رومہ کے عوام کا جلسوں کے بڑے چوک (فورم) میں اژدہام آ لگا ہزیمت کی افواہیں شمالی دروازوں سے چلیں اور گھر گھر پھیل گئی تھیں ان کے جمگھٹے مجلس عمائد کے ایوان پر لگے تھے کہ آبائے شہر کی طرف سے حقیقت حال کا اعلان نہیں۔ چند ماہ ہی قبل عوام نے اسی چوک میں سم پرونینس قنصل کا تربیہ‌ندی سے پسپائی کے بارے میں اطمینان بخش پیام سنا تھا جسے بعد کے ناخوش گوار واقعات کی خبروں نے سراسر غلط ثابت کیا تھا۔ اس موقع پر مجلس کے دروازے دیر تک بند رہے مجمع کی بے قراری بڑھ رہی تھی تا آنکہ صرف ایک میر عدل (''پریٹر'') پومپونینس میتھو ایوان سے نکل کر آیا چوک کے شہ نشین پر چڑھا اور جب مجمع میں خموشی ہو گئی تو ان چند لفظوں میں تقریر ختم کر دی کہ:

''ہمیں ایک بڑی جنگ میں ہزیمت ہوئی ایک قنصل مارا گیا۔''

ایک اکیلے آمر کا انتخاب

پولی بئیس یونانی نے ایک عرصے بعد لکھا ہے کہ ''رومہ والے تنہا ہوں یا مجتمع جب کسی واقعی خطرے میں گھر جاتے ہیں تو ایسے قابل خوف ہو جاتے ہیں کہ اور کبھی نہیں ہوتے۔''

یہ قول حقیقت پر مبنی ہے رومہ کے لوگ خاص قسم کے ٹیلے بہادر تھے۔ سختیاں

جھیلنے کی انہیں عادت پڑ گئی تھی ''سات پہاڑیوں'' کے اندر اپنا شہر بڑی مشقت سے تعمیر کیا تھا حالانکہ قدرتی مواقع کے اعتبار سے اچھی جگہ نہ تھی بلکہ اس میں بعض بڑے سقم تھے بحر روم (یا متوسط) کے بڑے شہر ساحل پر آباد ہوئے تھے۔ رومہ کی کوئی بندرگاہ نہ تھی ثانی بر دریا کی وادی دلدلی ہے مگر اس مسطح علاقے میں قدرتی دفاع کے موقعے نہ تھے۔ پھر یہاں کی آب و ہوا خراب تھی اور جب تک اٹرسکن قوم کی طرح ایک مدت بعد، رومہ کے ماہرین فن نے دلدلوں سے پانی خارج کرنے کا انتظام نہیں کرلیا خراب ہی رہی۔ مدافعت کی غرض سے سات پہاڑیوں کے درمیان ''سرویس کی فصیل'' تعمیر کی گئی۔

زیر نظر زمانے میں رومہ چھوٹا سا شہر تھا۔ وہ پرشکوہ سیرا کیوز یا علم و ہنر کے درخشاں مرکز سکندریہ کی طرح جہاں کا بڑا کتب خانہ اور قابل دید مینار شہرہ آفاق تھے، کچھ وقعت نہ رکھتا تھا (قرطاجنہ اگرچہ آبادی میں کم تھا لیکن مذکورہ بالا دونوں بڑے شہروں کی خوبیاں، عمدہ دفاعی مقام اور اپنی ثقافت کا مالک تھا)

رومہ کے شہری باشندے ابھی تک 35 قبائل سے مرکب تھے ادنیٰ درجے کی ثقافت تھی سسرو جیسے خطیبوں کا زمانہ نہیں آیا تھا ابھی ان کی خطابت رائے دہندوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور یا مرنے والوں کی مدح و ستائش تک محدود تھی۔ یونان کی نقالی میں ایک معجون مرکب قسم کی موسیقی کا رواج تھا۔ ادبیات میں صرف قدیم روایات کے چند مجموعے یا الیاد (LLiad) جیسی رزمیہ نظموں کے ترجمے پائے جاتے تھے۔ اصل میں رومیولینس کی قوم اپنے اجداد کی نسبت مبہم روایات رکھتی تھی

اور یہ خیال کر کے خوش ہوتی تھی کہ وہ افسانوی تروے (Troy) والوں کی اولاد ہے حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے قدیم اسلاف ڈینیوب کے کنارے کے غیر جنگ جو لوگ تھے اور وسط اطالیہ میں آنے کے بعد بھی رومیوں میں ان کی کوتاہ متخیلہ اور شمال کی زمہریری ہواؤں کی برداشت کی صفت باقی تھی۔

رہا ان کا خشک رواتی نما مذہب تو اس کا یونان کے فلسفہ رواقیت سے تعلق نہ تھا یہ رواقیت ان کی فطرت میں داخل تھی۔ اسی کے ساتھ وہ شدت سے توہمات میں مبتلا تھے عام طور پر کوئی شہری گھر سے قدم نہ نکالتا تھا جب تک اڑتے کوؤں یا نیچے گرے ہوئے پتوں سے شگون نہ لے لے۔ شگون لینا حکام کے فرائض میں داخل تھا۔ قنصلوں کے ساتھ مقدس چوزے رکھے جاتے تھے کہ ہر بڑے کام کرنے کا فیصلہ کرتے وقت ان سے شگون لیا جائے۔ جنگ کے مختلف دیوتاؤں کی پوجا کے عام ہونے کا سبب بھی تو ہم پرستی تھی جیسے یہ عقیدہ، کہ ان دیوتاؤں نے اہل رومہ کی جدوجہد میں یاوری کی، تقویت دیتا رہا تھا۔ دوسرا کا جانوس دوسری قوموں پر تسلط رکھے تو رکھے، رومہ والوں کا خاص محافظ مریخ دیوتا تھا۔ اس کی بہن بلونہ تک کا صرف کثیر سے مندر بنایا گیا تھا۔ جس میں مہنتوں کے علاوہ عورتیں دیوی کی خدمت پر مامور تھیں اور وحشیانہ قسم کے مذہبی ناچ میں بدن پر کچوکے دے کر اپنا خون چڑھاتی تھیں۔

جنگ کے جس پیشے نے رومہ کو محفوظ رکھا وہ اب رومی ملوکیت ''امپی ریوم رومانوم'' کے پرائے، میں اپنی قوت میں اضافہ کر رہا تھا۔ یہ ملوکیت، مریخ دیوتا کے

پرستاروں سے خصوصیت رکھتی ہے۔کیونکہ یونانیوں نے علاقے ملحق کرنے اور اس کا ایک باقاعدہ نظام تیار کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔نومفتوحہ اضلاع میں رومی اپنے آبادکار باہر بھیجتے اور باہر والوں کو اندر اپنے شہر کی جانب کھینچتے اور کام لیتے اور اس طرح اپنے وطن سے انہیں اجاڑ دیتے تھے وہ زراعت پیشہ عام رومی جن کی اراضی کم اور کنبہ اکثر بڑا ہوتا تھا، اپنے ہم قوموں کی جنگ آزمائی دیکھ کر جس میں تعجب انگیز کامیابی ہوتی رہی، خوش ہوتے تھے کہ انہیں بھی اموال غنیمت سے کچھ نہ کچھ ہاتھ آجائے گا اور ان کی محنت کشی میں مدد دے گا۔ابھی تک تاجروں کی کوئی خاص جماعت نہیں بنی تھی۔بڑے امیروں کے خاندان جیسے سی پیو، فے بینس، کلاڈیس وغیرہ کے گھرانے، قابل جنگ مردوں کی کثرت تعداد سے اقتدار حاصل کرتے تھے جنگ کے خطرات کے عادی اور اس کے منافع سے بہرہ مند ہوتے تھے۔انہی میں سے ایک نے متانت سے کہا تھا کہ ''زمانہ امن میں وہ فوائد ہمارے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں جو ہم نے جنگ میں حاصل کیے تھے''قومی رسم و روایت ان لوگوں سے جنگی خدمت انجام دینے کا مطالبہ کرتی تھی رومہ کو کامرانی، آنسو بہائے بغیر خون اور پسینہ بہانے سے نصیب ہوئی تھی۔

رومیوں کا نظم وضبط موثر ہونے میں بے نظیر تھا۔یہ بھی درحقیقت ان کے موروثی صبر وضبط کا ثمر سمجھنا چاہیے۔کنبوں کے بڑے (Patres) خاندان کے افراد پر کامل نگرانی رکھتے تھے ماضی میں انہوں نے باہر والوں پر ''ترجس''بن کر حکومت کی تھی چونکہ سب سے اونچے درجے کا رومہ کا شہری وہ امتیازات رکھتا تھا، جو ادنیٰ طبقے

والوں کو میسر اور اغیار یا باہر والوں کو معلوم تک نہ تھے وہ اپنے طرز عمل میں بھی اتنا شدید ہوتا تھا کہ اس کی پابندی میں جان تک کی پرواہ نہ کی جاتی تھی۔ فوجی سپہ سالار بے ضابطگی پر اپنے بیٹوں کو قتل کرنے میں باک نہ کرتے۔ یہ تشدد نخوت کے ماوری طریق عمل پر ایمان کا سا مرتبہ پا گیا تھا جسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ چیز ان میں خطرے کا مقابلہ کرنے کے جذبے نے پیدا کی تھی اور رومی قوم جب سب سے بڑے خطرے میں ہوتی تو اسی وقت وہ سب سے زیادہ خطرناک ہو جاتی تھی۔

جھیل تراسی منو کا المناک واقعہ ایک مزید شکست کا ''روز سیاہ'' مان لیا گیا اگرچہ ان کی تاریخ میں ایسا عظیم روز سیاہ پہلے نہیں آیا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ سروی لینس کے سوار لشکر کی تباہی کے چند روز بعد خبر آئی تو تراسی منو کی ہزیمت سے بھی بڑھ کر دہشت پھیلی معلوم ہوتا ہے کھنچے ہوئے اعصاب اس کم تر ضرب کی تاب نہ لا سکے۔ خصوصاً عورتوں نے، جن کو عام جلسوں میں شرکت کی اجازت نہ تھی، گلی کوچوں میں رونا پیٹنا شروع کیا۔ بازاروں میں افواہ اڑ گئی کہ قرطاجنیوں کی آمد پر شہر خالی کر دیا جائے گا۔

اس نازک موقع پر بھی عوامی مجلسوں نے مجلس عمائد کے موروثی اکابر سے پورا پورا اتفاق کیا۔ ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ قنصلوں نے حربی تدابیر میں حماقتیں کیں۔ سم پرونیئس، فلے می نیئس اور سروی لینس کو ہینی بال نے گدھا بنایا۔ شہر کے اس خطرے میں ایک واحد آمر مقرر کیا جانا لازم ہے جو خاطر خواہ مدافعت کر سکے۔ چنانچہ ''انہوں نے وہ کیا جو اس تاریخ سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا کہ عوام کے انتخاب سے ایک آمر

نامزد کر دیا۔‘‘ پھر یہ بات بھی خاص رومی سیرت کی مثال تھی کہ سب گروہوں نے متفقہ اس سن رسیدہ شخص کو حکومت کا مختار کل یا آمر بنایا جس نے بہت دن پہلے کہا تھا کہ میدان جنگ میں جنگ کرنا، ایوان مجلس میں مباحثے کرنے سے بہت مختلف چیز ہے یعنی فے بیئس وردکوسس کو جس پر ’’مسا‘‘ کی پھبتی کہی جاتی تھی۔ فے بیئس گھرانے کا یہ بزرگ خاندان ساری عمر پھبتیوں کا نشانہ رہا تھا۔ بچپن میں وہ بہت مختی طالب علم اور الگ رہنے، بات کرتے ہوئے گھبرانے کی وجہ سے ہم سبق لڑکوں میں ’’بھیڑی‘‘ کہلایا۔ آگے چل کر مدح وذم دونوں معنی میں اس کا عرف ٹالیا (Cunctator) تاخیر کن ہوا لیکن رومہ کے مشاہیر کی فہرست القاب میں آخر کار وہ کبیر (Maximus) معروف ہونے والا تھا۔ یہ خاموشی پسند شخص کسی مسئلے کو حل کرنے سے پہلے سوچتے رہنے کی خاص وضع کا حامل تھا۔ سپہ سالار مقرر ہوا تو وحشی لگوریوں کو ایر روئے الپس غال سے نکال دینے میں کامیابی پائی۔ انتہاء درجے کے صبر وتحمل کے باوجود بحث مباحثے اور صحت بازی سے نفرت تھی۔ بے رحمانہ عزم کا مالک اور خود پسندی سے متصف تھا گو اسے احتیاط سے چھپاتا تھا۔

تقرر کرتے وقت مجلس نے تاکید کی تھی کہ شہر کی فصیلیں مستحکم اور پلوں پر پہرا مقرر کیا جائے۔ بڈھے فی بیئس نے یہ کوئی کام نہیں کیا بلکہ پہلے تو اپنے ہاں کی ’’جماعت عشرہ‘‘ کے کاہنوں کو حکم دیا کہ سیبلی نوشتوں، میں فال دیکھ کر ہزیمت کا سبب بتائیں پھر اعلان کیا کہ دیوتاؤں کی نذر و نیاز میں کوتاہی ہوئی ہے لہذا کنارے میں نئے مندر بنائے جائیں اور جوپیٹر دیوتا کے نام خصوصیت سے تین سو بیلوں کی قربانی

کی جائے ۔۔۔ اس مذہبی کنارے کی ریت رسم کی ادائی میں اول تو لوگوں کی توجہ ہٹی ۔ دوسرے کچھ نہ کچھ امید پیدا ہوئی کہ دیوتاؤں کی مہربانی سے معاملات سدھر جائیں گے ۔ فے بیئس اپنے نئے عہدے کی نمائش بھی طمطراق سے کرتا تھا۔سوار ہو کر نکلتا تو 24 تبر بردار سرہنگ اس کے آگے آگے ماہی مراتب لے کر چلتے اور یہ مقررہ تعداد سے دگنی تعداد تھی ۔

پھر فے بیئس نے جسے لوگ بہت معتدل مزاج کہہ رہے تھے شہر والوں سے سخت جدوجہد کے مطالبے کے ساتھ ،ایک نئے محصول اور عام بھرتی کا فرمان صادر کیا۔ یہی حکم اتحادیوں پر نافذ کیا گیا۔ جب سروی لینس قنصل کی بچی ہوئی فوج کا جائزہ لینے شمال میں گیا تو حکم دیا کہ وہ اپنے تبر دار موقوف کرے، قنصلی چغہ اتار دے اور فے بیئس سے معمولی شہری کی طرح پا پیادہ آ کر ملے اس سے بڑھ کر سختی کی بات یہ کہ ''گھر کو آگ لگانے'' کی تدبیر اختیار کرنے کا فرمان صادر کیا۔یعنی یہ کہ جہاں قرطاجنی لشکر کوچ کر رہا ہو،اس کے پہنچنے سے پہلے لوگ خود کھیت جلا کر مویشی سمیت گھروں سے نکل جائیں۔لیکن یہ حکم دیئے ہوئے اسے دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ خبریں سن کر بہت حیران ہوا کہ ہینی بال کی سپاہ بھی آگ لگاتی ہوئی جا رہی ہے ۔امیر یہ کے پہاڑ طے کرتے وقت اس فوج نے کھیتیاں جلائیں ،علاقہ تباہ وتاراج کیا،قیدی پکڑے اور تمام قابل جنگ مردوں کو تہ تیغ کر دیا (یہ خطہ رومہ سے قومی اتحاد رکھتا تھا پہلی مرتبہ ہینی بال نے یہیں دہشت پھیلانے کی تدبیر پر عمل کیا) رومہ شہر میں خوف و ہراس کی ایک اور لہر سی آ گئی تھی فے بیئس نے اسے رفع کرنے کے لیے

سرگروہوں کو بلا کر یہ تقریر کی کہ ''تم ہینی بال کا نام ڈر ڈر کر کیوں لے رہے ہو، وہ ایک ہی آدمی تو ہے جو اپنے وطن قرطاجنہ سے بھی دور پڑا ہے۔ جتنی فوج وہ لے کر الپس میں داخل ہوا تھا اس کی ایک تہائی سے زیادہ باقی نہیں رہی۔ اسے بھی ایک ایک دن کی خوراک بہم پہنچانا مشکل ہو رہا ہے۔ جو دن گزرتا ہے ہینی بال ضعیف تر ہوتا اور ہماری تعداد اور قوت بڑھتی چلی جاتی ہے۔''

فے بینس نے جو حقائق بیان کیے وہ پوری طرح صحیح نہ تھے اور غالباً وہ خود بھی اسے جانتا ہوگا، لیکن اس کا استدلال غلط نہ تھا۔ جتنا وقت زیادہ گزرتا رومہ والوں کے حق میں مفید تھا۔ فے بینس نے تہیہ کر لیا کہ جو کچھ بھی ہو، وقت گزاری سے فائدہ اٹھایا جائے۔

ہینی بال کے اقدامات سے مجلس عمائد کے اکابر حیران پریشان ہو رہے تھے فاتح قرطاجنی شہر رومہ پر فوج کشی کی بجائے مشرقی ساحل کی طرف کیوں مڑ گیا۔ وہ سر زمین، گھٹیا، کم حاصل تھی۔ بندرگاہیں وہاں نہ تھیں شہر صرف چند تھے اور یہ علاقہ رومہ کی حکومت کے اندر نہ تھا۔۔۔۔ فے بینس نے ان سوالوں کا جواب دینے پر توجہ نہ کی۔ اپنے اکثر آزمودہ کار سپہ سالاروں کو اس نے ٹائی بر پر چھوڑا کہ ایک نئی اور زیادہ بڑی فوج سدھا کر تیار کریں۔ خود اپنی سپاہ مشرق کی طرف لے چلا کہ ہینی بال کی خبر لے اور اس کا راستہ کاٹے۔

فے بینس ہینی بال سے لڑنے چلتا ہے۔

گرمیوں بھر قرطاجہ والے اڈریاٹک کی ساحلی بلندیوں میں آرام لیتے رہے مقامی باشندوں کو مغرب کے خونریز مقابلوں کا زیادہ خیال تک نہ تھا۔ وہاں کے رومی مالکان زمین تو ضرور گھبرائے ہوں گے دیسیوں سے قرطاجنیوں کی آمد کو قضاو قدر کا اسرار سمجھ کر صبر سے کام لیا۔ ادھر گزشتہ 15 مہینے برابر سفر کرتے رہنے اور 1800 میل چلنے کے بعد اہل قرطاجنہ کو یہ قیام اور آرام بہت خوش آئند محسوس ہوا۔ طبیوں نے موسمی بخاروں کی تداوی کی۔ بیار گھوڑے چراگاہوں میں چھوڑ دیئے گئے اور بھوکوں سے انہیں جو خارش ہو گئی تھی، تیز شراب کی مالش سے اس کا علاج کیا گیا۔

پھر تاخیر و تساہل کے بغیر ہینی بال نے فوج کی نئی تنظیم و تجدید کی بے جوڑ کپڑوں کی بجائے، رومہ کے پارچے سے سپاہیوں کی پوشاک، زرہیں اور فوجی پاتابے یا لمبے موزے بنائے غنیمت میں جو رومی اسلحہ ہاتھ آئے تھے ان کا بڑا حصہ یونانی سوداگروں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ لمبی ڈھالیں غالی سپاہیوں کو دی جا سکتی تھیں کہ وہ رومی اسلحہ سے کام لینا خوب جانتے تھے لیکن بھدے پھل کی سیدھی لاطینی تلواروں پر اسپین والوں نے اپنی دو دھاری دو فٹی تیغ کو ترجیح دی اسلحہ سے اچھی طرح آراستہ کر کے پوری فوج کو نقل و حرکت کی نئی تدابیر کی اسی اہتمام سے مشق کرائی گئی جس طرح ہینی بال نے کئی سال قبل قلطیری جنگلیوں کو سدھایا تھا۔ اب وہ رومیوں کے فن سے بھی بڑی حد تک واقف ہو چکا تھا اور دوسرے پرانے سرداروں

کے مشورے کا محتاج نہ رہا تھا۔

سوار فوج کو بھاری اسلحہ اور زرہ بکتر سے مسلح اور 500 اور 150 جمعیتوں میں منظم کیا عددی کمی سے انہیں حرکت میں لانا نسبتاً آسان ہو گیا نومدی سواروں میں نظم وضبط کی کمی تھی ان پر ہینی بال نے خاص توجہ کی اور انہیں مستعد مہر بال کے زیر قیادت کر دیا ممکن ہے اس غرض سے مہر بال کو افریقی پیادہ کی اہم سپہ سالاری سے بدل دیا ہو۔

نئ جنگی تربیت کی تکمیل سے قبل ہی ہینی بال جنوب کی طرف اپولیہ کے ساحلی علاقے کو چل پڑا۔وہ آسان منزلیں طے کرتا جارہا تھا اور فے بینس کا رومن لشکر بھی اب بلندیوں پر دور نظر آن لگا تھا کہ قرطاجنیوں کو غور سے مشاہدہ کر رہا ہے مگر وہ پہاڑیوں ہی پر رہا اور ہر رات اپنے گرد خندقیں کھود لیتا تھا۔کبھی کبھی نئے رومی سپہ سالار کے جوق قرطاجنی گھاس چارہ لینے والوں کو پیچھے ہٹانے کے لیے لشکر گاہ سے نکل کر دوش لاتے تھے لیکن نیچے میدانوں تک نہیں اترتے تھے کسی بڑے معرکہ کی نہ دشمن کو انہوں نے دعوت دی نہ خود پیش قدمی کی چند روز تک ہینی بال ان کی یہ روش دیکھتا رہا ایک روز یکا یک کہنے لگا جنگ تم نے جیت لی رومیوں کی جنگ جوئی کی ہمت ٹوٹ گئی ہے۔

شاید یہ بات، جیسا اکثر ہوتا ہے، اپنے لشکر کے حوصلے بڑھانے کی غرض سے کہی گئی ہو۔تاہم ممکن ہے واقعی قرطاجنی سپہ سالار یہی سوچتا ہو جیسا اس نے کہا اس کا اصلی مقصود اہل رومہ کی جنگ کرنے کی قوت اور ہمت کو توڑ دینا تھا اور وہ محسوس

کرتا تھا کہ اب جو قیادت اس کا سامنا کرنے آئی ہے اس کی پہلی سی روح اور جذبے میں فرق پڑ گیا ہے۔

ہینی بال جنوب کو کوچ کرتا ہوا لکیرہ کے بلند میدانوں کے چوراہوں تک آ گیا۔ اس ہموار علاقے میں اس کے سوار بظاہر دشمن کی پرواہ کیے بغیر گھوڑے چراتے تھے۔ فے بینس دور کی ایک بلند پہاڑی سے معائنہ کرتا رہا۔ رومن جاگیرداروں کی جاگیریں قرطاجنیوں نے تاراج کیں لیکن گاؤں والوں کو بالکل نہیں ہاتھ لگایا اس خطے کے دیہاتی ہی کافی غریب تھے۔ ان کے قلاش شکاریوں اور چرواہوں سے انہیں بھرتی کرنے کے لیے کچھ سپاہی بھی مل گئے۔ رومن اونچی پہاڑیوں پر ہی رہے جہاں ان پر حملہ نہ ہو سکتا تھا ان کے مورخ لکھتے ہیں کہ ''فنیقی اپنے حریف کو اس کی آنکھوں کے سامنے تاخت و تاراج کرکے آزماتا تھا اور کبھی تیزی سے کوچ کرکے سڑک کے ایسے موڑ پر گھات لگاتا تھا جہاں سے نظر نہ آ سکے۔'' فے بینس ایسے داؤں میں نہیں آیا وہ راستہ دیکھنے کے لیے اپنے جاسوس بہت آگے تک بھیج دیتا تھا اس کے جیوش کی تعداد بڑھتی جاتی تھی نئے سپاہی پیچھے رومہ میں سدھائے جا رہے تھے۔۔۔۔!

فریقین اسی طرح اپنی اپنی چالیں چل رہے تھے تا آنکہ ہینی بال نے کوچ کرتے میں ایک چھوٹی سے ندی افیدس کو عبور کیا جس کے قریب پتھر کے مکانوں کا ایک گاؤں کنائی نام کا واقع تھا یہاں کے آس پاس کی زمین کی وہ اچھی طرح دیکھ بھال کرتا رہا لیکن اسی کے ساتھ وہ کچھ ایسا کام بھی کرتا رہا جسے رومہ والے نہ دیکھ

سکے اور نہ وہ ان کی تحریر میں آیا قرطاجنہ والوں کے مخفی منصوبوں کی تہ پانا بہت مشکل ہے ہینی بال نے ان پر کبھی کوئی تبصرہ نہیں لکھا۔ ہمیں صرف پیش آنے والے واقعات سے انہیں اخذ کرنا پڑتا ہے۔

ایک قابل ذکر بات تو یہ ہوئی کہ ساحل اڈریاٹک پر وسط گرما میں سمندر اور خود قرطاجنہ سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا۔ چھوٹے چھوٹے جنگی جہاز چپکے سے افریقی ساحل سے چلتے اور رومی بیڑوں سے دور ہی دور پھیر کھا کے اڈریاٹک کی بلا بندرگاہ ریتی تک پہنچ جاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے مشرق کے یونانی بردہ فروش کے ہاتھوں یہیں اس نے اپنے قیدی بیچے۔ رومی جیوش کے جوان پہلی مرتبہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے یونان کی بندرگاہوں میں دیکھے گئے۔۔۔۔۔ انہی سوداگروں کے عقب میں یقیناً ہینی بال کے سفیر ساحل دلماشیہ کے حکمران فیلپ شاہ مقدونیہ کے پاس گئے، جس کی کچھ مدت قبل رومیوں سے لڑائی ہوئی اور اس نے رومہ کی وہاں وارد اور قابض ہو جانے والی سپاہ کی مزاحمت کی تھی۔ دولت قرطاجنہ نے اسے دعوت دی کہ رومہ کے مقابلے کے لیے ہمارے رفیق و شریک ہو جاؤ۔

پھر معلوم ہوتا ہے برقہ بھائیوں میں سب سے چھوٹا یعنی ماگو بھی ساحل اڈریاٹک پر ہینی بال سے آملا اور اسپین کی خبریں لایا جن کے لیے قرطاجنی لشکر بے تاب ہو رہا تھا۔ ماگو نے سنایا کہ دوسی پیو بھائی پب لیئس اور نائیس رومی فوج لے کر پہنچے مگر ابروندی کے شمال میں ہی لنگر انداز ہوئے (جہاں ہینی بال آغاز کے وقت ہی سمجھتا تھا کہ ان سے مقابلہ ہوگا) شمالی ہسپانوی قبیلوں نے ان رومی حملہ آوروں سے

لڑنے کے لیے ہتھیار سنبھالے ہس دروبال اپنے دار الحکومت نئے قرطاجنہ میں اطمینان سے ان پر نظر جمائے بیٹھا ہے۔ اگرچہ ان کے جنگی جہاز سواحل اسپین اور جزائر پائن کے آس پاس ضرور منڈلاتے پھرتے ہیں۔

سب سے اہم خبر ہینی بال کو یہ ملی کہ قرطاجنہ میں ستر جہازوں کا ایک جنگی بیڑا تیار کرلیا گیا ہے جس نے اسپین جانے والے سامان رسد کے رومی جہاز پکڑے اور اطالیہ کے مغربی ساحل پر بھی تاخت کی مگر بندرگاہ نیپر ا پراتنی دیر سے پہنچا کہ ہینی بال تراسی منو جھیل کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ ان بحری تاختوں کے جواب میں رومہ والوں نے ایک پنج طبقاتی 120 جہازوں کا بیڑا معزول قنصل سروی لینس کے زیر قیادت صقلیہ سے دوڑایا کہ قرطاجنہ چھاپہ ماروں کی افریقہ تک تلاش کرے اور سارونیہ اور کورسکا کے گرد چکر لگائے۔

ان اطلاعات سے مجموعی طور پر صورتحال کا جو وسیع نقشہ ذہن میں آیا وہ ہینی بال کے لیے کچھ بہت امید افزا نہ تھا۔ سی پیو نام کے بھائیوں نے ابروندی پر پہنچ کر اسپین سے اس کے سلسلہ مواصلات کی رہی سہی امیدیں منقطع کر دی تھیں اگرچہ خود قرطاجنہ سے وہ اس وقت خط مستقیم میں 4 سو میل سے زیادہ دور نہ تھا اور عجب نہیں کہ نامہ بر کبوتر یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں اڑائے جا رہے ہوں لیکن سمندر کا راستہ طاقت ور رومی بیڑے روکے ہوئے تھے تصویر میں اس قسم کا نقشہ برابر قائم اور قرطاجنی سپہ سالار کو بیم ورجا کے عالم میں گرفتار کیے رہا۔ رومہ کے وسائل اور دہ گنی افرادی قوت کا قرطاجنہ صریحاً مقابلہ نہ کرسکتا تھا البتہ سمندر کا غیر یقینی پلڑا اس کی

طرف جھک جائے تو اسپین کی کانیں اور کورسکا کے جنگلات، نیز صقلیہ کی قیمتی پیداواروں اور ساروینہ کے غلے کے حصول سے ممکن تھا کہ قرطاجنہ کی طاقت بڑھے اور دولت رومہ کی قوت گھٹ جائے یہی سبب ہے کہ قرطاجنی بیڑے کی تاخت امید اورنا امیدی دونوں پہلو رکھتی تھی۔

اسی کے قریب زمانے میں خفیہ گماشتے قرطاجنہ سے سیراکیوز کی ریاست میں بھیجے گئے کرٹلو نے ہینی بال کی لشکر گاہ سے اپنا جاسوسی جال خاص رومہ تک وسیع کیا۔ قرطاجنہ لشکر کو سپہ سالار نے اب دوبارہ مغرب کی طرف کمپانیہ کے ہرے بھرے میدانوں اور فصیل بند شہروں کے رخ موڑا۔ یہاں جنوبی اطالیہ کے سواحل کی درآمد برآمد کی خدمت نیپلز کی بندرگاہ سرگرمی سے انجام دیتی تھی۔ مگر ایسا کرنے میں فے بئیس کو پھانسنے کی بجائے خود ہینی بال اس کے پھندے میں آ گیا۔

بیلوں کی فوج

جنوبی اطالیہ میں تنگ وادیوں اور نادیدہ ندی نالوں کی قدرتی بھول بھلیاں سی بن گئی ہیں یہ پہاڑی ندیاں بہت کم کسی بڑے کھلے میدان میں بہتی ہیں اپی نائن کی پہاڑیاں سمندر کے اندر تک بڑھی ہوئی ہیں اور ساحل کی ریتی بھی جا بجا انہی کے نیچے الماری کے تختوں جیسے کنارے کے قطعات پیش کرتی ہے دوسری عالم گیر جنگ میں امریکہ اور برطانیہ کی فوجیں یہاں اتری گئیں تو جدید طیاروں اور سامان کی موٹوں کی مدد ملنے کے باوجود ندی نالوں نے اور چڑھائی پر نکیلی چٹانوں نے سلرنو کی

ریتی سے کوہ کسینو تک ان کی پیش قدمی کو بہت دشوار بنادیا تھا۔

ان حالات میں رومہ سپاہ کا پہاڑیوں پہاڑیوں پر چلتے آنا نسبتاً اور قرطاجنہ والوں کا نیچے وادیوں میں سفر کرنا لازماً مشکل ہوا۔ یہاں کی اکثر بستیاں پہاڑی ٹیکروں پر، پتھر کی فصیلوں سے بھی مستحکم تھیں۔ دوسرے لسانی اعتبار سے وہ گویا بہروں کے علاقے میں تھے جہاں کے باشندے نہ لاطینی بولی سمجھتے تھے نہ یونانی ایک موقع پر قرطاجنی سرداروں نے دیسی راہنماؤں سے کیسیم (موجودہ کسینو کی خانقاہ کے نیچے) کا راستہ دکھانے کو کہا وہ ان کا تلفظ غلط سمجھ کر کیسی لی نم نام کے ایک قصبے میں لے آئے جو سر بند گھاٹیوں کے درمیان واقع تھا اس بھول بھلیاں سے کسی طرح باہر نکلنے کی کوشش میں وہ جس وادی میں داخل ہوئے وہ تنگ ہوتے ہوتے سلامی دار ندی رہ گئی تھی فوج کو تمام ساز و سامان کی گاڑیوں کے ساتھ یہاں رکنا پڑا اور جاسوس دوڑائے گئے کہ آگے کا راستہ تلاش کر کے بتائیں۔

ان کے اس خلجان کو رومی فوجیں اوپر کی بلندیوں سے بخوبی دیکھ رہی تھیں سرداروں کی ایک جماعت نائب آمرینوں کیس کی ہم رائے تھی اور یہ سوار فوج کا سپہ سالار رفے بیس کی روک تھام سے بہت زچ ہوتا تھا کہ آنکھوں کے سامنے قرطاجنیوں کو تاخت و تاراج کرتے دیکھ کر بھی بوڑھا آمر انہیں صرف منزل بہ منزل کوچ کرا رہا تھا اس غصے کو شہر رومہ کے عزیز و اقارب کے ان تقاضوں سے مزید تقویت ہوتی تھی کہ جس طرح ممکن ہو دشمن فوج کو بڑھنے سے روکا جائے ''جس میں دنیا بھر کے سفلے، وحشی مردم خور بھرے ہوئے ہیں'' جیسا کہ قاعدہ ہے ''دفنقی

مظالم‘‘ کے افسانے رومہ کے گلی کوچوں میں بڑھا چڑھا کے بیان کیے جا رہے تھے لیکن فوجی سرداروں کو زیادہ غصہ اس عجیب معرکہ آرائی پر آتا تھا جو رومیوں کی روایتی بہادری کے سراسر خلاف تھی بہت دن سے فے بیس کا عرف ’’کنک ٹے ٹر‘‘ (Cunctator) تاخیر کن، ٹالیاں پڑ گیا تھا۔

بارے اس شام کو فے بیئس کی سمجھ میں آیا کہ یہاں قرطاجنہ والوں کو اسی طرح پھانس لینا ممکن ہے جس طرح انہوں نے تراسی منو میں رومیوں کو پھانسا تھا۔ اس نے احتیاط کے ساتھ چند سردار میدان میں بھیجے دو جیوش کے تقریباً 4 ہزار سپاہی گھاٹی سے نکلنے کے راستے پر دوڑائے اور باقی ماندہ پوری فوج داخلے کے وسیع تر سرے پر موزوں بلندیوں پر اتری اور وہاں خندقیں کھود کر مورچے لگا لیے۔ اس طرح قرطاجنی گھاٹی کے درے میں گھیر لیے گئے۔

جاسوسوں نے ہینی بال کو سب حقیقت حال بتا دی تھی۔ جیسے الپس میں الوبروگ قوم کے سامنے وہ پہلے ایک خطرے میں گھرا تھا، اسی قسم کی صورت یہاں تھی مگر یہاں رات کے وقت رومی سپاہی اپنے مورچے چھوڑ کر جانے والے نہ تھے اور نہ ان سے کوئی گفت وشنید کا امکان تھا۔ تب ہینی بال نے ایک نیا کھیل کھیلنے کی سوچی کہ حریف کو اس کا گمان تک نہ گزر سکے۔ یہ تماشہ وہ اسپین کے پہاڑوں میں دیکھ چکا تھا۔ لشکر کے گلہ بانوں کو حکم دیا کہ بیلوں کا ایک گلہ جس میں کم وبیش ایک ہزار بیل ہوں گے سرے پر لے جائیں اور ان کے سینگوں پر جلنے والا ایندھن یا سوکھی شاخیں باندھ دیں جو مشعل کی طرح روشن ہو جاتی تھیں انہیں وہاں بھیج کر فوج والوں سے کہا

کھا پی کر سو رہیں۔

آدھی رات کے قریب پہاڑ کے حادی قلطیری سپاہیوں کا مختصر سا لشکر لے کر خود ہینی بال گلہ بانوں میں جا ملا بیلوں کو گھاٹی کی چڑھائی کی طرف ہانک کر جب وہ آدمی ڈھلان طے کر گئے، سپاہیوں نے جن کے پاس آگ تھی ہینگوں کی شاخوں کو سلگا دیا اور انہیں اوپر کی طرف بھگا کر زور زور سے نعرے لگائے آگ لگنے سے بیل بھاگے اور اوپر جھاڑیوں اور درختوں میں جا گھسے چوٹی کی رومن چوکیوں نے سینکڑوں مشعلیں (جیسا کہ معلوم ہوتا تھا) اپنی طرف بڑھتی دیکھیں تو جلدی جلدی ڈھلان سے اترنے لگے۔ اور تھوڑی دیر میں ڈکراتے بیلوں اور چڑانے والی انسانی آوازوں کے شور وغل کے عجیب طوفان میں آ پھنسے۔ اندھیرے میں ان کی پریشانی بڑھا دی تھی اور جب اور آگے بڑھے تو پتھر اور تیر کی باڑیں ان پر برسنے لگیں۔۔۔۔۔ مگر قرطاجنی سپاہ انہیں کہیں نہ ملی وہ نیچے کی گھاٹی میں درے سے صحیح سلامت نکل گئی اور دن نکلا تو قلطیری دستہ اس چوٹی پر قابض تھا جسے رومن بیلوں کی مشعلیں دیکھ کر چھوڑ آئے تھے اسپین کے رسالے رومن جیوش کا شکاری کتوں کی طرح پیچھا کرتے چلے جاتے تھے دور اندیش ہینی بال نے اپنے سوار دوڑائے کہ انہیں عقبی میدان میں آگے نہ جانے دیں۔

میدان کے اس داخلے کے سرے پر اصل رومی سپاہ مورچہ بند تھی رات کو اس نے بھی پہاڑیوں پر مشعلیں دوڑتی دیکھیں مگر اس کے سپاہی اور سردار حیرانی میں کسی اقدام کا فیصلہ نہ کر سکے۔ کم سے کم فے بیس نے اس اندھیر گردی کے طوفان میں

انہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ جب سارا بھید کھلا تو اس کے سرداروں نے اسے اقدام نہ کرنے کا الزام دیا۔

ہینی بال کے بچ نکلنے کی خبروں نے ست رو بوڑھے آمر کے خلاف مزید ناراضی پھیلا دی۔ فےبیس ان باتوں کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے لیکن ختم سال پر اسے رومہ طلب کیا گیا بظاہر تو یہ طلبی مذہبی رسوم ادا کرنے کے لیے ہوئی تھی مگر دراصل اسے مجلس میں نکتہ چینیوں کے جواب دینے تھے۔

چلتے وقت بھی وہ اپنے نائب مینوکیس کو ہدایت کر گیا کہ کسی حال میں ہینی بال سے جنگ میں نہ الجھے۔

اس سے اطالیہ میں کوئی صلح نہیں ہوگی

کنائی کا معرکہ عظیم حقیقت میں 3 اگست 216 ق م کی ہلاکت خیز صبح کو نہیں شروع ہوا بلکہ مہینوں پہلے بال کے خانہ دماغ میں، اور شہر رومہ کے ان واقعات سے جو بے روک عناصر کو کنائی کی طرف حرکت میں لائے، یہ ہنڈیا پکنے لگی تھی۔

نوجوان مینوکیس روفس سردار طبقے (Equites) میں پیدا ہوا اور امیلی سی پیو گروہ بندی کا ایک رکن تھا یہ گروہ پرنخوت فےبیس خاندان کا مخالف تھا۔ روفس کے ماتحت سردار بھی بوڑھے آمر کی تساہل پسندی کی مذمت کرنے میں اپنے سرگروہ کے ہم نوا تھے۔ لہٰذا یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ہینی بال نے فوراً ہی جو موقع فراہم کیا بے چی رومی سردار نے اسے قبول کرنے میں ذرا پس و پیش نہ کیا فتنقی چرانے والوں کے

تعاقب میں ایک رومی رسالہ ایک دم قرطاجنی سرحد کی بیرونی چوکیوں سے جا بھڑا جو بلندی پر قائم تھیں۔ رومیوں نے بڑے طیش و غضب کے ساتھ لڑنا شروع کیا۔ مینوکیس بھی تازہ کمک لے آیا اور قرطاجنہ اپنے خط سرحد سے قریب قریب دھکیل دیئے گئے دوسرے دن پہاڑی کے قرطاجنی پہرہ دار اپنی جگہ چھوڑ گئے اور معلوم ہوا کہ ہینی بال پسپا ہو رہا ہے (یہ معمولی آویزش اس ابتدائی کامیابی سے جو تربیہ پر پہلے دن سم پرونینس نے پائی تھی، حیرت انگیز مماثلت رکھتی ہے) مینوکیس نے اس کی کیفیت روما لکھ کر بھیجی تو اس میں طبعاً مبالغے سے کام لیا اور اسے سن کر شہر کے بازاروں میں خوشی کا طوفان سا مچ گیا کیونکہ لوگ آج تک اپنی ہزیمتوں کی خبریں سنتے رہے تھے انہوں نے خواہی نخواہی یہ نتیجہ اخذ کیا کہ فے بئیس کے ہٹتے ہی ہماری فوج نے پیش قدمی کی اور فتح پائی خود فے بئیس نے اس کامیابی کی خبر سن کر کہا ''مجھے مصیبت کا اتنا ڈر نہیں جتنا ایسی کامیابی سے ہوتا ہے'' اب مینوکیس کو بھی مشورے کے لیے طلب کیا گیا اور ''آمر ثانی'' (کوڈ کٹیٹر) بنا کر اس کی عزت افزائی کی گئی اگرچہ ایک ہی وقت دو دو آمروں کا مقرر کیا جانا تاریخ میں نظیر نہیں رکھتا تھا اور اس سے لازماً پیچیدگیاں پیدا ہوئیں اپنے مزاج کے مطابق فے بئیس نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اپنے نئے ہم صفیر سے صرف یہ پوچھا کہ آپ ایک ہی متحدہ فوج میں شریک سپہ سالار رہنا پسند کریں گے یا نصف سپاہ کی الگ سپہ سالاری کریں گے۔ مینوکیس نے علیحدہ سپہ سالاری کو ترجیح دی واپس میدان میں آ کر فوج کے دونوں حصے ہینی بال کے پیچھے پیچھے شام ٹینم کے گوشے تک آئے جہاں مینوکیس نے ایک

اور حملہ کیا وہ سخت جنگ میں الجھ گیا تھا جس سے فے بئیس نے مار امار ندی پا کر اسے الجھیڑے سے نکالا۔ اس موقع پر بھی ہینی بال ٹل گیا اور پھر انتظار کرتا رہا۔

دوبارہ دونوں آمر اپنے پہاڑی لشکر گاہوں میں واپس آئے وہ زمانہ جب اٹل قانون کی بنا پر آمر کے اختیارات ختم ہوتے ہقریب آ گیا تھا اور رسالانہ نئے انتخابات میں پھر وہ قیصلوں ہی کے نامزد کیے جانے کی امید تھی۔

اسی زمانے کا لطیف بیان کیا گیا ہے کہ ہینی بال نے کہا ''مطلع پر جو گھٹا چھائی تھی، بالاخر زور سے برس کر کھلنے لگی ہے'' یہ روایت درست ہو تو اس جملے کے کئی معنے ہو سکتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ان ایام میں اس کے اقدامات ہمارے لیے چیستان بن گئے ہیں۔ یہ سمجھنا ممکن نہیں کہ وہ بھی فے بئیس کی ٹالنے والی حکمت عملی پر اتر آیا ہو گا۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ اپنی فوج کشی کے اس دوسرے جاڑے میں وہ بھی پر ہوش کی طرح سمجھ گیا ہو کہ اپنے رومن حریف کو گونا گوں وسائل پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ کیا وہ بین بین شرائط پر صلح کر کے اسپین پلٹ جانے کی سوچ رہا تھا؟ (فے بئیس کو ہم رومہ میں یہ اعلان کرتے سنتے ہیں کہ '' اطالیہ میں اس سے کوئی صلح نہیں ہو سکتی'') سمندر کی جانب اب اڈریاٹک کے ساحل پر بھی ایک رومن بیڑا تعینات کر دیا گیا تھا۔ رومہ کے اتحادیوں کو توڑ کر اپنی طرف لانے میں ناکامی ہوتی تھی اس کی سپاہ کی تعداد ترا سی منو میں 35 ہزار تھی اب زیادہ سے زیادہ بڑھ کر 40 ہزار ہو گئی ہو گی ادھر رومہ میں جو نئی فوج مجتمع کی جا رہی تھی، اس کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ ہینی بال کو اس پر نشانہ

لگاتا تھا۔

قرطاجنی سپہ سالار کے ذہن میں جو کچھ ہو، اپنی فوج کو اس نے تمام کمال سلامت رکھا اور آسان منزلیں طے کرتا ہوا رومہ کے قوی ترین اتحادیوں کی سرزمین سے گزرتا رہا انہی سے وہ اپنی رسد وصول کرتا تھا جاڑے ختم ہوئے تو اس نے رومہ کے فوجی ذخیروں کی تلاش کی جن میں غلہ جمع رہتا تھا بہر حال اس کا جمود جو ہمارے لیے چیستادہ ہے رومی حریف کو بھی حیران کیے بغیر نہیں رہا۔ رومہ میں افواہیں پہنچیں کہ ہنی بال اپنے حلیف غالوں کے ایر روے الپس علاقے میں پسپا ہونے کی سوچ رہا ہے۔ ادھر قرطاجنہ والوں کی تاراجیوں کے سبب سے فصلوں میں کمی آئی تو دار السلطنت رومہ کے ذخائر و وسائل رسد جواب دینے لگے سیراکیوز کا بوڑھا جابر (مطلق العنان بادشاہ) ہائرو ثانی رومہ کا بہت پکا حلیف تھا۔ اس نے ایک جہاز بھر کر غلہ اور من بھر سے زیادہ 220 پونڈ وزنی سونے کا، فتح کی دیوی کا نیم قامت بت تحفتاً ارسال کیا۔ عام طور پر مجلس زبردست حلیفوں سے ایسے تحفے رومی قیادت کے خلاف شان سمجھ کر قبول نہیں کرتی تھی لیکن اس موقع پر غلہ اور سونے کا مجسمہ لینے سے انکار نہیں کیا۔ شہریوں کا غذائی رتب گھٹایا جا رہا تھا، ان کی بد مزاجی بڑھ رہی تھی رائے دینے والے یہی لوگ تھے۔

جنوبی اطالیہ کی ولایت سام نیم کے کم سخن باشندوں نے بھی سخت احتجاج کیا کہ رومہ اور لاطیوم کے وسیع میدان مزے سے محفوظ ہیں، حملہ آوروں نے ہماری زمینیں تاراج و غارت کر ڈالیں۔ ان کے قاصد صرف مطلب کی بات کرتے تھے انہوں

نے رومہ کے آس پاس کارخانوں کی رونق اور صنعتی سرگرمیوں کی مثال پیش کی جن سے نئی فوج کے سامان و اسلحہ کے ٹھیکہ دار بے حساب دولت کما رہے تھے جہاز سازی کے ملوک التجار بھی شہر کے بڑے چوک میں طفیلیوں کی فوج کے ساتھ گھومتے پھرتے تھے تماشا گاہوں اور عام بیٹھکوں میں لوگوں کو کبھی اتنی کثرت نہ ہوئی تھی جیسی زمانہ جنگ کے کاروبار کے دنوں میں ہوئی۔۔۔۔سام نیم والوں کیٹیش و فریاد کی باز گشت رومہ کے عوام کی فریاد میں سنی گئی جن کے گھروں میں فاقے کی نوبت تھی۔ رومہ کے بازاروں میں جو منبر یا شہ نشین بنے تھے ان کے گرد عوام کی بھیڑ لگی رہتی اور وہ بار بار سوال کرتے تھے کہ امرا جنہوں نے جنگ کا آغاز کیا، اسے ختم کرنے کی تدابیر عمل میں لانے سے کیوں جان چراتے ہیں؟ ''اطالیہ اور زراعت'' کا عقیدہ رکھنے والے ایک مستحکم جستھان بن گئے تھے ان کے مقرر ہر منبر سے صدا بلند کرتے کہ ہینی بال کے حملے سے اصلی نقصان اطالیہ اور زراعت کو پہنچ رہا ہے سیاسی تقریر کرنے والوں میں ایک نیا شخص دارو شاید سب سے بڑھ کر موثر و جوش انگیز تھا۔اس میں کوئی خاص قابلیت نہ تھی مگر مجمع کو خاموش کرنا جانتا اور ادائے مطلب کا ایک خاص ڈھنگ ضرور رکھتا تھا مثلاً:

''فے بئیس خاندان کے اعیان جمہوریہ رومہ کی حفاظت کو اپنا مسلک بتاتے تھے۔لیکن ہماری حفاظت کرنے میں وہ ہمیں ہینی بال کو مغلوب کرنے سے باز رکھتے ہیں''

اعیان و امرا پر طوالت جنگ کا الزام دینے کے بعد اگلا اقدام لازماً یہ دعویٰ تھا

کہ وہ گائیں ٹرن ٹینس وارو موقع پائے تو فوراً جنگ ختم کر دے گا۔ اور اس سے اگلا قدم یہ کہ میرے ہاتھ میں سپہ سالاری کی باگ ہوتی تو ملعون فنیقی کے سامنے آتے ہی اس پر حملہ کرتا اور اسے سرنگوں کر دیتا۔۔۔ عوامی مجلسوں کی دلی آرزو یہی تھی۔ چنانچہ سال نو کے انتخابات میں آمروں کی بجائے دو قنصل چنے گئے۔ تو عوام کی طرف سے دارو اس منصب پر فائز کر دیا گیا۔ سال نو کے شگون میں جنگ کے دیوتاؤں کے بت پسینے کی بجائے خون بہاتے دیکھے گئے جن کی تعبیر یہ تھی کہ دیوتا بھی لوگوں کو تلوار سنبھالنے کی تاکید کر رہے ہیں۔

لیکن اس عرصے میں فے بیئس اور امیلی وس پیو کے اعیان کی جماعتوں میں اعلانیہ تکرار ہو پڑی اور طبقہ امرا کا قنصل مقرر ہونے میں دیر لگی۔ فے بیئس اسی طرح دشمنی کو رگڑ رگڑ کر تھکا مارنے کے حامی تھے اور دوسرے فریق والے مکمل فوج بندی کے ساتھ بلا تاخیر میدان جیت لینا چاہتے تھے جہاں تک دارو کا، جو پہلے ہی منتخب ہو چکا تھا، تعلق ہے وہ ذاتی طور پر بھی امیلی فریق کا طرفدار تھا۔ کیونکہ اس کا باپ گوشت کے ڈبوں میں بند کرنے کا پیشہ کرتا تھا اور اس صنعت میں امیلی فریق کے افراد ممتاز حصہ رکھتے تھے۔

فے بیئس اپنے سیاسی حریفوں سے بڑی بے باکی سے لڑتا جھگڑتا رہا لیکن تاخیر پسند ''ٹالیا'' ہر دل عزیزی سے محروم ہو گیا تھا اور مجلس میں اس کے کئی رفیق یہ اطلاع آنے پر، ساتھ چھوڑ گئے کہ ہنی بال نے مزروعہ اراضی کے گشت میں فے بیئس کی ایک جاگیر کو ہاتھ نہیں لگایا اور گرد و نواح کی باقی سب کھیتیاں پامال کر دیں۔ اس پر

جو ہنگامہ برپا ہوا اس طوفان کے آگے فے بیئس کو بھی سپر انداز ہو جانا پڑا۔ چنانچہ طبقہ امراسے امی لیس پالوس کا انتخاب عمل میں آیا حالانکہ یہ سن رسیدہ شخص جس نے پہلے ناموری کے کام انجام دیئے گئے، اب یہ عہدہ قبول کرنے سے رکتا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ وہ جنگ ختم کرنے کی فوری عمل تدبیر کرنے کا پابند ہو گا۔

اصل میں یہ پالوس بھی اس وفد میں قرطاجنہ گیا تھا جس نے وہاں رومہ کی طرف سے اعلان جنگ کیا لہذا مناسب تھا کہ اب وہی لڑ کر جنگ تمام کرے۔ نقل ہے کہ اس انتخاب پر فے بیئس نے اسے تنبیہہ کی کہ ''دارو تمہارا ہینی بال سے بڑھ کر خطرناک دشمن ثابت ہو گا۔''

حقیقت میں 216 ق م کی ان گرمیوں میں رومہ کے ادنیٰ اعلیٰ سبھی طبقوں میں جنگ کا ایک مجاہدانہ جوش سرایت کر گیا تھا۔ سو سے زیادہ ارکان مجلس سے استعفیٰ دے کر جیوش کی صفوں میں بھرتی ہو گئے۔ فوجی سرداروں کے طبقے کے بھی مرد سواروں کے وہ باشیوں (Decuries) میں شریک ہوئے۔ عوام نے کثرت سے رضا کارانہ شرکت کی اس امید میں کہ قرطاجنی لشکر گاہ کی لوٹ میں حصہ بٹائیں گے اور جوق درجوق نئے غلام پکڑ لائیں گے غرض نئی سپاہ کی تعداد بڑھتی بڑھتی 85 ہزار ہو گئی جس میں نصف سے زیادہ تازہ بھرتی ہونے والے جوان تھے۔

مجلس کے جنگی مشیروں نے بھی آخر کار جارحانہ پیش قدمی کا مشورہ دیا انہوں نے بتایا کہ تربیہ کے معرکے میں جیوش کی صفیں ٹوٹنے نہیں پائی تھیں اور تراسی منو میں وہ صفیں آراستہ ہی نہ کر سکے تھے نئی سپاہ عظیم آٹھ جیوش پر مشتمل تھی کہ اس سے پہلے

رومہ نے اتنے تیغ زن کبھی مجتمع نہیں کیے تھے اس کے ساتھ اتحادی دستے آملیں گے تو پھر قدیم رومن طرز جنگ کے مطابق ڈھال تلوار کی لڑائی میں ان کا مقابلہ کون کر سکے گا؟ یہ صحیح ہے کہ بہت سی جانیں جائیں گی لیکن ہینی بال اتنا شدید نقصان اٹھانے کی تاب نہیں لا سکے گا رہے اس کے حربی فن فریب اور چالیں، ان سے رومی سپہ سالار اب خوب واقف ہو چکے ہیں۔ روز روشن اور پختہ کھلے میدان میں اس کا کوئی فنقی داؤ آٹھ جیوش کو منتشر نہیں کر سکتا۔

ان مشوروں سے مینوکیس نے پورا پورا اتفاق کیا۔ نئی سپاہ میں اسے بھی ایک سپہ سالاری تفویض ہوئی اور ہینی بال کا مقابلہ کرنے میں اب وہ سب سے آزمودہ کار خیال کیا جاتا تھا۔ شہر کے بانکے امیر زادوں میں پب لیس سی پیو جام شراب اور سیاسی محبتوں کو چھوڑ کر ایک پیادہ لشکر کے حکم (ٹری بیون) کی حیثیت سے فوج میں آ گیا یہ اس پب لیس کا بیٹا تھا جس کا قفصل باپ تربیہ کے میدان میں زخمی ہوا تو بیٹے نے اس کو بچالانے میں مدد کی تھی۔

کوچ کے فوراً شروع کرنے کی تحریک اس چھوٹے سے واقع سے بھی ہوئی کہ اس دفعہ ہینی بال کے ایک اور غلہ کا ذخیرہ چھین لینے کی خبر آئی جو کنائی کے نیم ویران فصیل بند گاؤں میں تھا بات معمولی تھی لیکن مجلس عمائد اور مجالس عوام سبھی متفق تھے کہ قرطاجنی سپہ سالار کا اطالیہ میں برابر لوٹ مار کیے جانا ناقابل برداشت ہے مجلس نے جملہ افواج کو نئے قفصلوں کی سپہ سالاری میں کوچ کرنے کا حکم صادر کیا۔

فوج کی روانگی کے بعد انتظام کیا گیا کہ مشرق کی جانب سے جو خبریں آئیں گی

جلد سے جلد ایوان مجلس سے باہر، عوام کے مشتاق مجمعوں کو سنانے کے لیے بھیج دی جائیں گی اور شروع میں جو خبریں آئیں وہ فال نیک معلوم ہوتی تھیں یعنی یہ کہ نئی فوج نے ایک بیرونی قرطاجنی خیمہ گاہ پر یورش کی اور چاندی جواہرات کی قیمتی اشیاء لوٹ میں ہاتھ آئیں جو خیموں میں اس طرح پڑی تھیں گویا رومیوں کے لے لینے کے انتظار میں رکھی ہیں دشمن خیمے چھوڑ کر نکل گیا تھا مگر اس کے چولہے ابھی سلگ رہے تھے یہ بھی خبر آئی کہ جیوش کے سپاہی جوش میں آ کر سرداروں کے قابو میں نہیں آ رہے اور ملعون اعدا کے تعاقب میں دور تک دورے چلے گئے پھر یہ کہ نومدی بھتنوں جیسے سواروں کی تاخت پسپا کر دی گئی اور دونوں قنصلوں کی فوجیں حملہ آوروں کو دباتی ہوئی آگے بڑھیں اب دونوں فوجیں ہنی بال کا پیچھا کر رہی ہیں جس نے ان کی آمد پر اپنے بڑے لشکر گاہ کو چھوڑ دیا اور افیدس ندی کے پار ہٹا چلا جا رہا ہے پھر خبر آئی کہ کنائی کے اسی میدان میں قنصلوں نے اس کو گھیر لیا ہے۔

یہ ماہ اگست کی تیسری تاریخ تھی۔

ندیدہ بلندیاں

اس صبح کو ایک عینی بال کو اپنے دل پسند گھوڑے کے پاس کھڑے دیکھا وہ میدان کے سب سے اونچے ٹیکرے پر تھے ہوا تیز ہو رہی تھی اس کی ہلکی زرہ اور گھوڑے کی ایال ہل رہی تھی یہ ہوا جسے وہاں کے باشندے ''دل ترنس'' موسوم کرتے تھے، اس کی پشت یعنی مغرب سے آ رہی تھی اس میں سرم کی سی حرارت اور

نشتر جیسی چبھتی ہوئی ریت ہوتی تھی۔

ٹیکرے کے اوپر سے پورا خاکستری میدان ہینی بال کی نظر کے نیچے تھا یہ جگہ اڈریاٹک کے ٹھنڈے سمندر سے تین میل سے زیادہ دور نہ تھی اسی ساحل اور اس کے درمیان رومی جیوش کی قطاریں، چھاپہ مار سواروں کے پیچھے آہستہ آہستہ بڑھی آ رہی تھیں یہ باقاعدہ پیادوں کی کئی کئی صفوں کی ترتیب اپنی اپنی جمعیت کے پرچموں کی سیدھ میں تھی دھند میں سے سورج چمکتا ہوا ابھرا تو رومن سپاہ کے دونوں بازوؤں پر اسلحہ اور زرہ بکتر کی چمک نے بتایا کہ حسب معمول ان کی زرہ پوش رسالے سروں پر ہیں یہ پیادہ فوج کے آخر سے پیچ کھاتی ندی تک جس کے پار ہینی بال نے لشکر گاہ کو منتقل کیا، سارے رقبے میں پھیلے ہوئے تھے پتھر کی فصیل والا گاؤں کنائی، جس کا یہ میدان تھا، قرطاجنی لشکر اور ندی کے بیچ میں سیدھے اٹھے ہوئے ٹیکرے پر، اس وقت بالکل خالی اور رومی رسالے کی پیش قدمی میں رکاوٹ بنا پڑا تھا۔ اس طرف بہت سویرے سے ہینی بال نے اسپین اور افریقہ کی منتخب سوار فوج کو ہنو خلف بومل کر کی قیادت میں بھیجا تھا کہ قدم قدم آگے بڑھے۔ ہنو کی جنگی بصیرت مسلم تھی خود ہینی بال دیر تک اسی سوار فوج پر جو کنائی کے ٹیکرے پر دشمن سے آڑ میں تھی، نگاہ جمائے رہا۔ خود اس کے ٹیکرے پر اب صرف چند ماتحت سردار اور ہر کاروں کی جماعت اس کے پاس رہ گئی تھی یہ سب رومی جیوش کا اُمڈے چلے آنا دیکھ رہے تھے جنہیں تھوڑی تھوڑی دیر کو گردوغبار ان سے اوجھل کر دیتے تھے ان کی تعداد کثیر ناقابل یقین معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک شخص مسمی گس کو سے نہ رہا گیا سر ہلا کر بولا ''سپاہیوں کی اتنی عظیم

تعداد کو دیکھنا کس قدر حیرت انگیز ہے۔''

ہنی بال اسے دیکھنے ادھر مڑا۔گرد جو سردار ذرا فکر مند تھے، ان پر نظر ڈالی اور جلدی سے بولا''میں اس سے بھی زیادہ ایک حیرت انگیز بات سناتا ہوں۔۔۔۔''

سراپا انتظار رفیقوں کو تعجب ہوا کہ وہ کیوں مسکرا رہا ہے تب ہنی بال نے کہا''وہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس تمام جم غفیر میں دوسرا کوئی بھی شخص گسکو نام کا نہیں ہے۔۔۔''

سب ہنس پڑے گس کو بھی ہنسا وہ کچھ بہت ذہین آدمی نہ تھا مگر سپہ سالار کو دل لگی پسند تھی، اس کی ہنسی میں شریک ہو گیا سب کے دلوں سے فکر مندی کا غبار چھٹ گیا جب ہرکارے احکام لے کر نیچے دوڑے تو وہ یہ لطیفہ بھی سائیسوں اور سقوں کو سناتے گئے۔

''لاطینی اپنی گنتی ہزاروں لاکھوں میں کرتے ہیں مگر ان میں ایک بھی گسکو نہیں ہے۔''

اس کے بعد ہمارا عینی شاہد ٹیکرے سے اتر گیا جس پر ہنی بال کھڑا سارے میدان جنگ کو پوری توجہ سے دیکھتا رہا۔رومیوں کا لشکر عظیم ایک میل تک لمبا ہتھیار باندھے کامل تربیت سے بڑھا چلا آتا تھا۔سنگ و تیر کی بارش اور غبار کے دل بادل سے آگے بڑھا تو سانگیں (چھوٹی برچھیاں) ہزاروں سوئیوں کی طرح چمکیں۔دور سے نرسنگھے احکام دے رہے تھے مگر ہوا کا رخ خلاف تھا۔جس وقت رومی جیوش، قرطاجنہ کے خاموش منتظر صفوں سے ٹکرائے، سامعہ شگاف غراٹے کا شور بلند ہوا۔

بظاہر تہری صف کے رومن حملے کو قرطاجنہ کی اکہری قطار کسی طرح نہ روک سکتی تھی۔

فریقین کے پیادہ لشکروں میں تصادم ہو جانے کے ساتھ ہینی بال کے اشارے سے نوکروں نے خس و خاشاک اور لکڑی کے ایک ڈھیر میں مشعلیں پھینک پھینک کر آگ لگا دی جس سے دھوئیں کا ایسا کالا بادل چکر کھاتا ہوا بلند ہوا کہ دو میل دور وہاں تک دکھائی دیتا تھا جہاں کنائی کی آڑ میں ہنوز زرہ پوش رسالے لئے منتظر استادہ تھا۔

جنگ شروع ہو گئی۔ اس کا وسیع منظر ہماری سامنے ہے لیکن بعض موثر اسباب آسانی سے نظر نہیں آتے۔ مثلاً ایک طرف تو قرطاجنہ لشکر کے سپہ سالار جو دو سال پہلے اسپین سے چلے اپنے عہدوں پر برقرار اور ایک واحد دماغ یعنی ہینی بال کے حکم کے تابع ہیں بخلاف اس کے رومن سپہ سالار ایک دوسرے سے اجنبی ہیں۔ امی لینس قصل تجربہ کار مگر نا مستقل ارادے کا آدمی اس وقت دائیں بازو کے زرہ پوش سواروں کا سالار ہے۔ سرویلنس اور اس کی طرح ایک اور سابق قصل بیچ کی پوری پیادہ سپاہ کو لڑا رہے ہیں۔ دارو جسے سب سے کم تجربہ ہے بائیں بازو پر کم تعداد اتحادی رسالوں کی قیادت کر رہا ہے۔ اس ہزار در ہزار انسانوں کے سارے بڑھتے ہوئے سیلاب کا انتظام کسی شخص واحد کی ذمہ داری نہیں ہے۔

رومیوں کی پیوستہ صف بالکل سیدھی جا کر دشمن سے ٹکراتی ہے اور بے شک بڑی قوت سے ضرب لگا سکتی ہے لیکن جلدی رخ بدلنے اور نقل و حرکت میں داؤ پیچ کرنے کی انہیں تربیت نہیں دی گئی۔ کنائی کے معرکے میں بھی جب میدان تنگ ہوتا چلا گیا

تو آگے بڑھتے ہوئے پرچموں کی سیدھ میں رہنے کے لئے سپاہی ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ سامنے سے اندھیاؤ کے جھوکے اور گرد و غبار انہیں کچھ دیکھنے نہ دیتے تھے۔

ادھر قرطاجنی سپاہ اب قوم وار گروہوں میں صف بستہ نہ تھی۔ ہینی بال نے سب کو ملا کر از سر نو جنگی مصالح کے مطابق نئی گروہ بندی کی تھی۔ صرف نومدی (افریقی) سابقہ قومی تربیت ہی میں رہے۔ ان پر اب مہربال کی سخت نگرانی ہوگئی تھی۔ باقی سوار فوج میں اسپینی، افریقی اور کچھ غال سدھا کر شامل کئے گئے تھے اور یہی زرہ پوش رسالے قرطاجنی سپاہ کا بازوئے شمشیر زن تھے۔

قلب سپاہ کو تعداد میں زیادہ اور قوی رکھنے کی بجائے، یہاں سب سے کم زرہ رکھا گیا تھا۔ اس میں ہلکے ہتھیار کے غال، تلطیری اور لبیائی پیادے صف آرا تھے لیکن بازوؤں پر زرہ پوش افریقیوں کی پیوستہ صفوں کے ٹھوس مربعے بنے ہوئے تھے انہیں لوٹے ہوئے بہترین رومی ہتھیاروں سے آراستہ کیا تھا۔ یہ مربع گروہ کسی قدر بلندی پر تھے اسی لیے آغاز جنگ کے ٹکراؤ میں قلب سپاہ سے الگ تھلگ رہے۔ کم تعداد اسپینی اور غال پیادے رومن قلب کا زبردست ریلا نہ روک سکتے تھے وہ بار بار دھکیلے جانے لگے اور ہٹتے ہٹتے ذرا اونچی زمین پر جہاں یہ میدان نیم وادی کی شکل ہو گیا ہے، پسپا ہوئے اب ان کی دبتی ہوئی صفوں سے جزم () کی صورت بن گئی جس کے زیریں سرے، زرہ پوش افریقی صفوں کے مربعوں سے آ ملتے تھے دونوں بازوؤں پر یہ پیوستہ مربعے مضبوطی سے قدم جمائے ہوئے تھے۔

رومن قلب گرد کی بگولوں سے گزرتا ہوا آگے چلا تو چھوٹی چھوٹی ڈھلانوں میں جا پھنسا جن میں ان کے چالاک دشمن اونچائی سے وار کر رہے تھے۔ پھر جزم کے زاویے میں بڑھتے بڑھتے ان کی اپنی صفیں آپس میں ٹکرائیں اور تھوڑی دیر میں صرف اگلی صف کے سپاہی ہتھیار چلا سکتے تھے پیچھے والے اپنے ہی ساتھیوں کو دھکیل کر بڑھ سکتے تھے۔ گھنٹہ بھر کی اس جدوجہد میں وہ پوری طرح زاویے کی شکل میں آ گئے اور اس وقت پھاٹک کے کواڑوں کی طرح جو اپنی چول پر گھوم کر چلتے ہیں، زرہ پوش افریقی پیادے ان سے آ کر بھڑ گئے۔ جیوش نے ان پر دیوانہ وار حملہ کیا۔ گرمی اور تشنگی بھی اب رومیوں کو تھکا رہی تھی۔ مورخ کے الفاظ میں "یہاں وہ دہرے نقصان میں تھے۔ اول تو دشمن ہر طرف سے نرغہ کر رہا تھا۔ دوسرے وہ تھکے ہوئے تھے جب کہ ان کا مقابلہ کرنے والے تازہ دم اور طاقتور تھے۔"

رومن قلب سپاہ دیر تک اسی جدوجہد میں رہا کہ گردوپیش کی اونچائیوں پر قبضہ کر لے میدان کے دوسرے حصوں میں کیا ہو رہا ہے۔ اس کی ان قلب والوں کو کچھ خبر نہ تھی۔ کوئی بھی سپہ سالار پورے میدان جنگ کا نگران نہ تھا کہ انہیں خطرے سے آگاہ کر دیتا۔

ادھر قرطاجنی لشکر کے بعید میسرے سے ہنو دھوئیں کی نشانی دیکھ کر اپنے رسالوں کا لشکر جرار لے کر جھپٹا اور سرپٹ گھوڑے دوڑاتا ہوا، رومن سپاہ کے دائیں سرے کے سواروں پر آ گرا۔ یہاں امی لینس رومن پیادوں اور ندی کے درمیان اپنے سواروں کو دبکی لے جا رہا تھا۔ انہیں اس رفتار کی وجہ سے ندی کی طرف ہٹنے کی مہلت

نہ ملی اور دشمن کو زیادہ تعداد کی یہ زبردست ٹکر بھی نہیں جھیل سکے۔ ان کی صفیں ٹوٹ گئیں خود امی لینس تھپیڑ کھا کے اپنی پیادہ سپاہ کے سرے تک دھکیل دیا گیا اور یہاں اس نے حکم دیا کہ سوار گھوڑے چھوڑ کر اتر پڑیں اور اپنے پیادوں کے عقب کی حفاظت کے لئے قرطاجنی سواروں کو روکیں ۔ یہ بہت غلط حکم تھا۔ بے سوار کے گھوڑے پیادہ صفوں میں گر پڑے تو اور زیادہ ابتری پھیلی ۔ فلاخن کا پتھر کھا کر خود امی لینس سخت زخمی ہوا۔ گھوڑے پر بٹھا کر ہٹا لے جانے کی پیش کش اس نے منظور نہیں کی ۔ کچھ دیر بعد دم توڑ دیا۔ اب ہنو کے زرہ پوش رسالے موجوں کی طرح چڑھے۔ رومیوں کے زرہ پوش سواروں کی شکستہ صفوں کو دھکیل کر اس کونے تک لے گئے جہاں ندی سمندر میں جا گرتی ہے یہاں قنصل امی لینس کی بقیہ السیف سوار فوج فراری بن کر ختم ہو گئی ہنو کو دی ہوئی ہدایات میں یہ پہلے حکم کی تعمیل تھی ۔ اب اپنی سوار فوج کو اس نے دوبارہ مرتب کیا اور دوسرے حکم کی تعمیل کرنے چلا۔ یہ عجیب ہوش ربا منصوبہ تھا کہ وہ چکر دے کر پورے رومن لشکر کو دوسرے کنارے تک گھیرے میں لے لے۔

اس کنارے پر جو ہنی بال کے دیدبان سے زیادہ دور نہ تھا نومدی سوار اتحادی رسالوں سے اپنے خاص طریقے کے مطابق لڑ رہے تھے کہ جھپٹ کر آ گرتے اور فوراً پیچھے ہٹتے اور دونوں ہاتھوں سے سانگیں پھینک کر مارتے تھے اس حال میں تیز رو دوڑتے گھوڑوں کو صرف گھٹنوں سے جدھر چاہتے چلاتے تھے۔ اسی جانب کرشلو نے اپنی عیاری سے رومیوں میں ایک ابتری یہ پیدا کی کہ پانچ سو سواروں کے

سکھائے پڑھائے دستے کو دارو کے سوار لشکر میں اس طرح بھیجا کہ گویا قرطاجنیوں سے ٹوٹ کر رومیوں میں آ رہے ہیں لیکن صفوں کے اندر تک آ گئے تو یکا یک ان حیلہ گر وہوں نے چھپے ہوئے ہتھیار نکال کر زور شور سے حملہ کر دیا۔ دارو کا لشکر ان دھوکے کی چالوں کا سدباب کرنے میں الجھا ہوا تھا کہ اتنے میں عقب سے ہنو کے فتح مند اسپینی اس پر آ گرے۔ ان زرہ پوش سواروں کے تصادم کی ضرب جتنی سخت تھی، چھاپے کا اچانک ہونا کچھ کم دہشت پھیلانے والا نہ ہوگا۔ اس عقبی حملے سے اور سامنے سے چک پھیریاں لگاتے نومدی سواروں کے نرغے سے نکلنے کی کوشش میں دارو کا سوار لشکر میدان جنگ سے ایک طرف دور ہوتا چلا گیا، پسپائی بچ نکلنے کی بھاگڑ بن گئی۔ مختلف جمعیتوں پر سپہ سالار قنصل کو قابو نہ رہا تھوڑے سے رفیق ساتھ دیتے رہے اور اسے نرغے سے نکال لائے تاریخ میں آتا ہے کہ ''کنائی میں جو قنصل بھاگا'' اس کے ہمرکاب پچاس سے زیادہ آدمی نہ تھے، اور دوسرا قنصل جو دم توڑ رہا تھا قریب قریب ساری سپاہ اس کے ساتھ تھی۔

دوپہر ہوتے ہوئے کنائی کے ٹیکرے اور ہینی بال کی پہاڑی کے درمیان کوئی رومن سوار نہیں رہا۔ صرف پیادہ سپاہ ایک عظیم انبوہ کا بستہ بنی ہوئی جدوجہد کر رہی تھی اب قرطاجنہ کے زرہ پوش رسالوں نے جمع ہو کر اپنا تیسرا حملہ شروع کیا وہ آندھی بگولے کی طرح رومی قلب کے جیو پر پیچھے سے آن کر گرا اور پیدل سپاہیوں کو اپنے گھوڑوں سے روند ڈالا۔ مہربال اپنے نومدی سواروں کو چکر دی کر آگے لایا کہ غنیم کاندی کی طرف جانے کا کھلا راستہ روک لے۔

جیوش کے سپاہیوں کی تعداد ابھی تک ہزار کی کئی دہائیوں میں یک جا تھی لیکن وہ سب گھیرے میں آ گئی سامنے کی بلندیوں سے قرطاجنی پیادے حملہ کر رہے تھے اور عقب میں سمندر سے ندی تک رسالے جھپٹ جھپٹ کر آ گرتے تھے اس طرح نشیبی زمین میں پھنس کر وہ مجبور ہوئے کہ قطاروں کی صورت میں نرغے سے نکلیں مگر زمین کی ساخت ان کے مانع تھی خوفناک سواروں کی تند رفتاران کے مانع تھی اور عجب نہیں کہ خود ان کی تکان و ماندگی نے سب سے بڑھ کر دشمنی کی ہوئی ہو۔

قطار در قطار لشکر اب جمعیتوں (کوہورٹوں) میں بٹ گئی جو اپنے اپنے پرچم کے آگے جا رہے تھے۔ وہ بہادری سے لڑتے رہے لیکن مایوسی مسلط تھی۔ تیسرے پہر کے آخر میں کثیر تعداد اسی میدان کے قطعات میں مردہ پڑی تھی جہاں سے انہوں نے حملہ شروع کیا تھا۔ دو ہزار سپاہی پناہ لینے کنائی کے ویران گاؤں میں پہنچ گئے تھے مہربال کے سواروں نے انہیں جا گھیرا۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ دوسرے مغرور ندی سے دور دور چھپنے کی جگہ ڈھونڈنے بھاگے تھے کہ تعاقب کرنے والے سواروں سے بچ نکلیں۔

شام ہوتے ہنی بال نے گھوڑے پر میدان کا گشت لگایا۔ اس کی فوج کے قومی رئیس ہر طرف سے گرد جمع ہوئے۔ مسرت و ناز کے الفاظ میں کامل فتح کی مبارک بادیں دیں۔ ثبوت اس کی آنکھوں کے سامنے تھے امی لینس اور دارو کا لشکر غدار مغرور ٹولیوں میں بٹ کر کافور ہو گیا تھا۔ خود قرطاجنی سرداروں کو یہ فتح ایک اعجاز معلوم ہوتی تھی۔

اپنے زخمیوں کو ہر طرف سے ڈھونڈ نے اور طبیبوں کے خیموں میں لے جانے کا ہینی بال نے حکم دیا اور یہ سن کر ایک قنصل مارا گیا ہے ہدایت کی کہ اس کی لاش کو تلاش کر کے اعزاز و اکرام سے اسلحہ اور ماہی مراتب سمیت دفن کی جائے۔ لوگوں نے سپہ سالار سے التجا کی کہ وہ آرام لے ہینی بال نے کہا بہتر سے بہتر کھانا جو باورچی پکا سکتے ہیں، تیار کر کے شرابوں کے ساتھ ہر جمعیت ہر مرتبے کے سپاہیوں کو کھلایا جائے۔

اس موقع پر مہر بال نے زبان کھولی ہمل کر کے زمانے کا یہ جنگ آزمودہ سردار رومیوں کی ہر چیز سے دلی نفرت رکھتا تھا کہنے لگا ''اچھی سے اچھی دعوت تم پانچ دن میں رومہ پہنچ کر کھلا سکتے ہو۔ میرے سوار آگے آگے چلے ہیں کہ تمہاری وہاں درود سے پہلے رومہ والے جان لیں کہ تم آ گئے ہو۔''

غضب ناک لہجے میں اس کے یہ الفاظ سن کر ہینی بال نے اپنے دیرینہ نائب سے نظر ملائی اور کہا ''یہ بات کہنے میں آسان، سننے میں خوش آئند ہے لیکن اس پر غور کرنے میں بہت دیر لگے گی۔''

ناراض مہر بال نے کہا ''ہینی بال دیوتاؤں نے بہت اوصاف تجھے دیے ہیں مگر سب نہیں دیئے تو فتح کرنا جانتا ہے اس سے کام لینا تجھے نہیں آتا''۔۔۔۔ اس کا ہینی بال نے جواب نہیں دیا۔ صرف سپاہیوں کو کھلانے کا حکم دہرایا پھر معائنے کا گشت پورا کر کے اسی اپنے گول ٹیکرے پر سپاہیوں میں مل کر سونے کے لئے آ گیا۔

کنائی کی اگلی صبح

ہمل کر کا فرزند رومہ کی قوت کے عظیم اجتماع کو ایسی تدبیروں سے جو بہ مشکل محسوس ہو سکتی تھیں، آہستہ آہستہ تباہی کے گڑھے تک کھینچ لایا تھا اس کے سرحدی چوکی کے قرطاجنی ظاہر میں خیمے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس طرح افریقی سبک پا سواروں نے کھلے بندوں فراری اختیار کی اور اس لشکر گاہ کی طرف بھاگے جسے ہینی بال نے پچھلا پڑاؤ چھوڑ کر، آخری ساعت میں وہاں جمایا تھا، جہاں وہ دشمن کو پیچھے پیچھے لگا کر لانا اور لڑائی لڑنا چاہتا تھا۔ اس میدان میں گرم ہوا کا رخ دشمن کی طرف اور قرطاجنیوں کی ادھر پشت ہوتی۔ دوسرے، دشمن ساحل اور بلندیوں کے مابین آ جاتا تھا۔ اسے بھی ایک تلخ لطیفہ سمجھئے کہ مذکورہ بالا صورت میں قرطاجنی سپاہ شہر رومہ اور رومنوں کے درمیان گویا حائل ہو گئی تھی اور تراسی منو کی مثل یہاں بھی رومیوں کے پیچھے پانی گھرا ہوا تھا۔ بلکہ وہاں صرف جھیل تھی اور یہاں اڈریاٹک کا وسیع سمندر۔

رومی سپہ سالاروں کو لڑائی کی دھن لگی تھی۔ وہ اندھا دھند ہینی بال کے عقب میں بڑھے اور فوجوں کو اسی طرح جمایا جیسے کہ ہینی بال کی ہدایت کے مطابق چل رہے ہوں کہا جاتا ہے امی لینس ندی کے پار کھلے میدان میں سپاہ کو لڑانا نہ چاہتا تھا کہ وہاں قرطاجنی سوار من مانی جولانیاں دکھا سکتے تھے لیکن عمل اس نے بھی یہی کیا۔

مدت دراز کے بعد جب رومہ کی جمہوریہ سلطنت بن گئی اور نئے دور کے مذاق کے مطابق تاریخیں لکھی گئیں تو کنائی کی الم ناک ہزیمت کا سارا الزام کسی کے سر

تھوپنے کو ''قصائی کا بچہ، بازاری مقرر''، قنصل دارو چھانٹا گیا اور بڑی دلیل یہ نکالی گئی کہ دونوں قنصل ایک ایک دن سپہ سالاری کا فرض انجام دیتے تھے اس روز دارو کی باری تھی اس نے امی لینس کی مرضی کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا مورخ لوی کی جادو نگاری نے اس چھوٹے افسانے کو آج تک حقیقت بنائے رکھا ہے۔ یہ سوچنے یا سوال کرنے کا بظاہر کسی کو خیال نہ آیا کہ آٹھ رومی جیوش نے اس احمق کا حکم کیوں مان لیا؟ واقعہ یہ ہے کہ آئندہ سپین میں دارو ایک جیوش کا سالار ہو کر اچھی طرح کام کرتا رہا۔ وہ اچھی سمجھ کا آدمی تھا۔ کنائی میں اگر خاص خاص افراد قابل الزام تھے، تو ان میں میلی گروہ کے کچھ سرداروں کو لازماً شریک کرنا پڑے گا۔ امی لینس سروی لینس، مینوکینس تینوں سپہ سالاری کا تجربہ رکھتے تھے، دارو کو اس وقت تک تجربہ نہ تھا مگر وہی تینوں میدان جنگ میں مارے گئے۔

سچی بات یہ ہے کہ یہ چاروں براہ راست مجلس عمائد اور رومہ کے شہریوں کے حکم پر چل رہے تھے، جنہوں نے دوسو میل دور سے حکم بھیجا تھا کہ ہنی بال کی تباہ کاریاں روکی جائیں اور فیصلہ کن جنگ کی جائے لیکن کشور کشائی کے دور عروج میں سرکاری تاریخوں میں ان حقائق کا دخل نہیں ہوا کرتا۔ رومہ کی شکستوں کا سارا الزام فلے می نینس کی طرح طبقہ عوام کے دوسرے فرد دارو کے سر ڈال دیا گیا۔

بہر حال کنائی کی ہزیمت بہت دوررس ضرور تھی اس میدان میں پچاس ہزار رومن کھیت رہے۔ تین ہزار پیادہ، ڈیڑھ ہزار سوار اسیر ہوئے۔ مجلس کے 80 ارکان، 33 میں سے 29 فوجی حکم ہلاک ہوئے ''سردار'' طبقے کے مردوں میں

کوئی زندہ نہ بچا (کمی پوری کرنے کے لئے آئندہ 177 وقتی طور پر نامزد کرنے پڑے) اس مصیبت کبری کا اندازہ لڑائی کی اگلی صبح ہوا جب کہ مورخ کے الفاظ ''رومن مقتولوں کی کثرت دیکھ کر خود دشمن کو ہیبت آ جاتی تھی ہزاروں رومنوں کی لاش پر لاش پٹی پڑی تھی منصب اور جمعیت کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ سب گڈ مڈ حسب اتفاق یکجا مرے پڑے تھے یہاں وہاں کوئی زخمی سر اٹھاتا جس کے بہتے زخم میں رات کی ٹھر ٹیسیں پیدا کر رہی تھی۔ بعض زندہ تھے مگر پیچھے سے فلاخن (یا گوپھنے) کی مارنے ان کی رانوں کے رگ پٹھے کاٹ دیے اور وہ اپنی گردنیں ننگی کر کے اشاروں میں دشمن سے التجا کر رہے تھے کہ خون کا آخری قطرہ تک بہا کر انہیں ہلاک کر دیں۔''

فتح مند قرطاجنی سپاہ کے مقتول اور زخمیوں کی کل تعداد صرف 5710 تھی۔

شہر رومہ میں شکست کی خبر پہلے صرف افواہوں میں آئی جیسا کہ ہوا کرتا ہے یہ افواہیں غیر فوجی لوگ جو آس پاس لڑائی دیکھ رہے تھے ہارہ گیرسن سنا کر لائے تھے شہر میں سرکاری عمال کم رہ گئے تھے کیونکہ بڑی تعداد فوج کے ساتھ چلی گئی تھی۔ لوگوں کی بھیڑ شہر کے دروازوں اور مندروں پر جمع ہونی شروع ہوئی۔ فکر مند عورتیں گھر کی چار دیواری چھوڑ کر گلی کوچوں میں جوق در جوق نکل آئیں۔ شہر کا انتظام سابق آمر فے بئیس نے فوراً اپنے ہاتھ میں لیا۔ اعیان اور حکام عدالت جو کثیر تعداد میں چلے گئے تھے ان کی جگہ کام کرنے کو دو میر عدل (پریٹر) مقرر کیے مشرق کی طرف ہرکارے دوڑائے کہ فوج کے سرداروں تک جا کر حقیقت حال کی خبر لائیں اور میراں عدل کو اطلاع دیں سب سے پہلے جانے والے لوگ تو یہ نا قابل یقین خبر لائے کہ کوئی لشکر

گاہ نہیں ملی سپاہ کا کوئی سردار سپہ سالار اب نہیں رہا کوئی لشکر ہی اب باقی نہیں ہے۔

شاید فے بینس ہی اکیلا شخص تھا جس نے اس ہوش ربا تباہی کا یقین کیا اور بلا تاخیر اس کی تلافی کے کام میں جٹ گیا۔ سب سے پہلے اس نے بڑھتی ہوئی دہشت و سراسیمگی کی روک تھام اور شہر پناہ کے اندر نظم و ضبط پر توجہ کی چوکیداروں کو حکم دیا کہ بیاہی عورتوں کو گلی کوچوں سے ہٹائیں۔ گھروں میں رہنے کی تاکید کریں۔ اور نالہ و فریاد کرنے سے روکیں۔ شہر میں خاموشی رکھی جائے۔ خبریں لانے والے فوراً میر عدل کے روبرو پیش کیے جائیں۔ ہر شہری لازماً اپنے گھر میں رہ کر (اس کے متعلق) اطلاع کا انتظار کرے قریب قریب ہر کنبے کا کوئی فرد یا رشتہ دار فوج کے ساتھ ناپید ہوا تھا دہشت زدہ گھر والوں کو بھاگنے سے روکنے کے واسطے شہر کے سب دروازوں پر پہرہ دار کھڑے ہوئے۔ کسی کو نکلنے کی اجازت نہ تھی۔

فے بینس نے نقصانات کی فہرستیں جو والئ عدل کو ملیں روکے رکھیں اور اس عرصے میں شہر پناہ کے اندر لوگوں میں حفاظت کا جھوٹا سچا یقین پیدا کیا۔ ان کی توجہ ہٹانے کے لئے مافوق الفطرت قوتوں سے استعداد کی وہ خود کاہنوں کی جماعت کا رکن تھا اور اس امر کے ذرائع رکھتا تھا۔ اعلان کیا گیا کہ پچھلے سال جو ''خوارق'' ظہور میں آئے، دیوتاؤں کے غضب کے مظہر تھے ان خوارق کی حقیقت اسی قدر تھی کہ مقدس آگ کی محافظ دو کنواریاں بد چلنی کی مرتکب پائی گئیں۔ ایک نے تو خودکشی کر لی دوسری کو لینا دروازے کے سامنے زندہ گاڑ دی گئی تھی معاملہ ختم ہو گیا تھا، لیکن فے بینس نے اسے تازہ کیا اور سبیلی نوشتوں ''کتاب تقدیر'' سے رجوع کر کے یہ

حسب موقع فال نکالی گئی کہ یہ نوشتے غیر معمولی قربانیاں کرنے کا حکم دیتے ہیں چنانچہ:

"منجملہ اوروں کے ایک غال مرد و عورت اور ایک یونانی مرد اور عورت مویشی منڈی میں زندہ دفن کیے گئے۔ گڑھے پر ایسے پتھروں کی دیوار چنی گئی جن پر سابقہ انسانی قربانیوں کے دھبے پڑے تھے۔۔۔۔۔" کیا یہ قدیم وحشیانہ رسم، رومہ کے دشمنوں کی ہلاکت کی فال تھی؟ جو کم بھی ہو، بالفعل اس کے باشندوں کو چپ کرنے کا کام دیا۔ یہ خوفناک کنارہ ادا کرنے کے بعد بلا تاخیر فوجی جمعیتوں کو ٹائی بر کے دھانے پر طلب کیا گیا۔ آٹھ ہزار مضبوط غلام مسلح کیے جانے کے لئے خریدے گئے سترہ سال بلکہ کم عمر کے لڑکے بھی بھرتی ہوئے اور اس طرح چار جیوش تیار کئے گئے ان کو ہتھیار مہیا کرنے کی غرض سے جس مندر یا گھر میں اسلحہ مل سکے لے لیے گئے۔

اس عرصے میں کنائی کے نقصانات کا علم ہو گیا تھا۔ سارا شہر غم کدہ بنا رہا تا آنکہ عورتوں پنجوں کے بل چل کر مندروں تک گئیں کہ قربان گاہ کی سیڑھیوں کو اپنے کھلے بالوں سے صاف کریں۔ مگر عوام کے ادنیٰ طبقوں میں سابقہ شبے کی بجائے اب سخت دہشت طاری تھی۔ شخص واحد ہینی بال ہوا بن گیا تھا۔ ہر وقت انہیں خلجان رہتا کہ دیکھیے اب وہ کدھر فوج لے جاتا ہے اور کس چیز کو تباہ کرتا ہے پہلی دفعہ گھر گھر یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ "ہینی بال ایڈ پورتاس" یعنی، وہ شہر کے دروازوں تک آ پہنچا۔

جدید اہل علم بحث کرتے ہیں کہ ہینی بال نے اتنی بڑی اور کامل فتح کے بعد شہر رومہ پر کیوں فوج کشی نہیں کی؟ یہ سوال لوی نے پیدا کیا تھا جس نے اہل شہر کی مایوسی کا نقشہ کھینچا اور حملہ ہونے کا منتظر دکھایا ہے۔ مگر اس مورخ کے بقول ہینی بال نے موقعہ کھو دیا اور شہر مفتوح ہونے کی انتہائی مصیبت سے بچ گیا۔ کیونکہ اگست کے ان نازک ایام میں "فنیقی کنائی ہی میں بیٹھا غلاموں اور دوسرے غنائم کی بڑھا بڑھا کے قیمتیں وصول کرنے ہی میں منہمک رہا۔ یہ کسی بڑے سپہ سالار یا فاتح کی شان نہیں تھی۔"

لیکن کنائی کے اگلے دن کی صورت حال کو فنیقی اس رومی مورخ سے کہیں بہتر سمجھتا تھا۔ رومہ کے باہر اس کے دشمنوں کی کمی نہ تھی۔ جنگ کے 17 ہزار بچے ہوئے سپاہی آس پاس کی رومی چھاؤنیوں میں پناہ پا گئے تھے۔ قلعوں میں محافظ دستے متعین تھے۔ دریائے پو کی سرحد پر اور جنوب میں سقلیہ پر رومن جیوش کا قبضہ تھا۔ سی پیو نام کے بھائی اسپین میں معرکہ آرائی کر رہے تھے۔ بحری بیڑوں میں بھی تربیت یافتہ جنگ آزما تھے۔ رہا رومہ کا محاصرہ کرنا تو قلعہ شکن آلات اور ماہرین فن دونوں کی اس کے پاس کمی تھی۔ اس کے غال سپاہی محاصرے کے کام پر آمادہ نہ تھے۔ اس کی بے نظیر سوار فوج فصیلوں کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھی۔ محاصرے کی کامیابی کے لئے ٹائی بر کے دہانے کی ناکہ بندی ضروری تھی اسے کوئی بیڑا ہی انجام دے سکتا تھا جبکہ دشمن کے جہازوں کو پہلے ساحل سے مار ہٹائے۔

ہینی بال کی حربی تدبیر ابھی تک یہ رہی تھی کہ حریف سپاہ کو میدان میں ایسے موقع

پر لگا لائے جہاں صرف دماغ کی جیت ہوتی ہے۔ کسی مورچہ بند رومن پڑاؤ پر حملہ کرنے سے وہ باز رہا۔ پھر، رومہ پر چڑھائی اسے خاص دشمنوں کے خطہ الاطویم میں لے آتی جہاں مضبوط فصیلوں سے سر مارنے میں فوج نقل و حرکت کے لائق نہ رہتی۔ مہربال کے مشورے کے مطابق سرعت رفتار کے بھروسے سے اچانک شہر کو جا لینے کے معنی یہ تھے کہ دو سو میل کی دو منزلہ یلغار کی جائے۔ مگر کنائی کی فتح تراسی منو کی طرح ایک جھپٹے میں نہ حاصل ہوئی۔ دس گھنٹے کی دستی ہتھیاروں سے کٹا چھنی کا رطاجنی زرہ پوش پیادوں کو مول دینا پڑا تھا۔ دوسرے دن پھر چل پڑنے کے قابل کتنے تھے؟ صدہا گھوڑے ایک رات میں اتنی بھی قوت بحال نہ کر سکے تھے کہ دوسرے دن دلکی دوڑائے جا سکیں۔ لدو جانوروں کو اپی نائن کی بٹیوں پر چڑھا کر پار لے جانا اتنی جلد ممکن نہ تھا۔ زخمیوں کی دیکھ بھال، قیدیوں کی نگہبانی، رومن پڑاؤں کا مفت کا کثیر ساز و سامان لینے کے لئے کتنے سپاہی درکار تھے؟ ان سوالوں کا جواب قرطاجنی سپہ سالار ہی جانتا ہو گا۔ ایک بات جس کا وہ خطرہ مول نہ لے سکتا تھا فوج کا تلف یا بے کار ہو جانا تھا پس طبعاً وہ افیدس کے کنارے ہی ٹھہرا رہا۔ لیکن لین دین کی محبتوں میں منہمک رہنے کی بجائے جیسا کہ لوی نے دکھایا ہے وہ اور بہت کچھ کرتا رہا۔

کرشلو رومہ کو جاتا ہے

قرطاجنی لشکر گاہ کے زیر نظر اڈریاٹک کا تپتا ساحل تھا جہاں بڑے جہاز شاذو نادر آیا کرتے تھے 4 اگست کو دن نکلتے ہی ساحل کے ایک کونے سے دو تیز جنگی جہاز بادبان بھرے، چپو مارتے چلے کہ کنانی کی خبر سیراکیوز اور وہاں سے قرطاجنہ لے جائیں۔ اسی کے ساتھ بوای اور انسبری رئیسوں کو یہی مژدہ سنانے کو ہرکارے شمال کی طرف دوڑائے گئے۔ خبر میں اعلان کیا گیا تھا کہ رومہ کی آخری سد ٹوٹ گئی۔ آخری سپاہ کا خاتمہ ہوا اور اب اطالیہ کی قوموں کے لیے خود مختار ہو جانے میں کوئی مانع نہیں رہا۔

4 اگست کی صبح سے خود قرطاجنہ والے دن بھر میدان جنگ سے مقتولوں کا قیمتی سامان اسلحہ، زیورات، تعویز، سرداروں کی مہروں کی انگوٹھیاں وغیرہ جمع کرتے رہے۔ رومی پڑاؤ میں کوئی 7 ہزار رومن سپاہی بچ کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ ہینی بال نے ان کے اور ندی کے درمیان خندق کھدوا دی کہ وہ پانی نہ لے سکیں چنانچہ اسی شام کو ان سب نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں گے ندی کے پار ایک اور تیز و تند آویزش ہوئی جس میں وسیع تر رومی لشکر گاہ کے 8 ہزار بقیۃ السیف اور صحیح سالم سپاہیوں میں سے ہر طرف سے گھیر کر دو ہزار مارے گئے۔ انہوں نے بھی کچھ دیر بعد ہتھیار رکھ دیئے۔ ان میں بہت کم سردار زندہ بچے تھے۔ ان بچ جانے والے سرداروں سے ہینی بال نے بغیر خصومت وغضب یہ تقریر کی: ''آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں ہلاکت و تباہی کا کام کر رہا ہوں، یہ درست نہیں،

میں اقتدار کے لیے لڑ رہا ہوں۔ رومہ کی مجلس عمائد اور اس کے آمر صقلیہ سے نئے قرطاجنہ تک بر و بحر پر اپنے تسلط کے مدعی ہیں۔ یہ اقتدار اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ بہادری سے لڑے اور فدیہ ادا ہوتے ہی چھوڑ دیئے جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا اس کے آپ لوگ گواہ رہیں۔''

خاص رومہ کے سوار کا فدیہ 500 دنیاری، پیادہ کا 3 سو اور غلام کا ایک سو قرار دیا گیا۔ جو لوگ اتحادی ریاستوں سے بھرتی کئے گئے تھے حسب معمول بغیر فدیہ آزاد کر دیئے گئے خود رومی شہریوں کے ساتھ اس فیاضانہ سلوک کی دو مصلحتیں تھیں اولاً تو وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کا زندہ واپس جانا مجلس اور عوام پر کیا اثر ڈالتا ہے دوسرے زر فدیہ کی اسے ضرورت تھی چنانچہ پہلی مرتبہ حکم دیا کہ جس قدر چاندی غنیمت میں آئے سب فوج کے خزانے میں جمع کی جائے اور ظاہر ہے کہ وہ خود اس کا خزانہ تھا۔ اب تک جنگی مصارف اور تنخواہوں میں غیر مسکوک چاندی کا بڑا حصہ خرچ ہو گیا تھا۔ جو وہ اپنے ساتھ صندوقوں میں بھر کر لایا تھا اور اسپین سے چاندی کی رسد رسانی منقطع ہو چکی تھی۔

زر فدیہ لانے کی غرض سے بھی اس نے رومی سپاہیوں سے تہذیب و تواضع کا برتاؤ کیا اور قیدیوں میں سے دس وکیل بنا کر رومہ جانے کے لئے آزاد کیے گئے کہ وہاں سے فدیے کی رقم فراہم کریں۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ قرطاجنی لشکر میں واپس آ جائیں گے۔ اس نے ان کے قول پر اعتماد کیا کوئی اور ضمانت نہیں طلب کی البتہ ان کے ہمراہ ایک قرطاجنی، کرٹلو کو بھی رومہ بھیجا۔ اپنے اسی سردار کو اس نے صراحتہ

ہدایت کی تھی کہ اگر رومہ کے حکما صلح کی کسی گفت وشنید پر مائل ہوں تو ان کے سامنے مناسب شرائط پیش کرے۔

اس طرح عین اس موقع پر جب کہ کنائی کی زلزلہ فگن سارے اطالیہ میں گونج رہی تھی، ہینی بال نے رومی حکومت اور قوم سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی۔ دوسرے دفعہ اس قسم کی پیش کش بالکل مختلف حالات میں کی جانے والی تھی لیکن اس پہلے موقع پر اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا کیونکہ کرٹلو چند ہی روز میں واپس لوٹ آیا۔ حدودِ شہر کی البن پہاڑی پر ایک تبر بردار (لکٹر) اس سے ملا اور اطلاع دی کہ نیا آمر اسے یا کسی قرطاجنی کو شہر کے اندر آنے کی اجازت نہیں دے گا۔ پھر اور کئی روز بعد قیدیوں کے دس وکیلوں میں سے نو واپس آئے دسویں نے بدعہدی کی اور وہیں رہ گیا۔ خود مجلس نے بحث مباحثے کے بعد کنائی کے قیدیوں کا کوئی فدیہ ہینی بال کو ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

ممکن ہے خود قرطاجنی سپہ سالار بھی یہی توقع رکھتا ہو اور اس کی سلسلہ جنبانی صرف جنگی معرکوں کے شدید اشتعال و عناد کو دور کرنے کی امید پر ہوئی ہو۔ مگر قرینہ کہتا ہے کہ کنائی کے بعد واقعی وہ صلح ہو جانے کا خواہاں تھا۔

اس عرصے میں پتا چلا کہ بعض رومن گروہ بچ نکلے ہیں۔ اسیری کی پہلی رات ایک سر پھرے سردار نے ترغیب دی کہ پڑاؤ سے نکل چلیں۔ ایک اور خیمہ گاہ میں نوجوان بانکا امیر زادہ پبلینس (سی پیو) رات کو چند فوجی سرداروں تک پہنچ گیا جنہیں یقین ہو گیا تھا کہ رومہ ہار چکا ہے اور اب صقلیہ میں نکل جانے کے سوا

یہاں رہنا بے سود ہے پبلینس نے داستانی انداز میں اپنی تلوار میان سے نکالی اور کہا جو بچنا چاہے اس کے لئے یہ ہے! پھر یہ چل پڑے اور بھولے بھٹکے سپاہیوں کو بھی اپنے ساتھ لیتے چلے۔

مجموعی طور پر کوئی دس ہزار نفوس ونوسیہ کے مقام پر جہاں سڑکیں آ ملتی تھیں، بچ جانے والے قنصل دارو کے پاس مجتمع ہو گئے اور مجلس کو مطلع کیا کہ وہ پھر میدان میں نکلنے کو تیار ہیں۔ خود دارو جب مشورے کے لئے رومہ آیا تو نے بنفس شارع سا کرا تک استقبال کرنے گیا اور برسر عام اس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ہمت نہیں ہاری اور وطن کی طرف سے مایوس نہیں ہوا۔ دارو نے پس ماندہ قنصل کی حیثیت سے اعلانیہ ایک سن رسیدہ محتسب بتیو کو آمر مملکت نامزد کیا (وہ رومہ کا آخری آمر تھا)

لیکن خود شہر میں مایوسی کی نفسیاتی وبا پھیلی ہوئی تھی مجرم اور مقروض قیدی ہتھیار سنبھالنے کے لئے قید خانوں سے رہا کئے گئے تھے۔ قریب قریب سب عورتیں ماتم کر رہی تھیں اور جو شرکت نہ کرتی اس پر تھوکتی تھیں۔ بتیو آمر نے کھیل کود اور دعوتوں کی ممانعت کرا دی تھی۔ ایک دولت مند سوداگر کو محض اس بنا پر پکڑ کر عدالت میں لایا گیا کہ اپنے بالا خانے کے برآمدے میں دعوت کا ہار پہنے ہوئے تھا۔ حکام عدالت نے اسے قید کی سزا دی جنگ کے دوران، یعنی چودہ برس تک وہ قید میں پڑا رہا۔

کچھ ایسی بدحواسی کی فضا تھی جب کہ کنائی کے قیدیوں کے دس وکیل رومہ آئے اور مجتمع ہونے والی مجلس سے سماعت کی اجازت حاصل کر لی قیدیوں کے ہزاروں عزیز و اقربا ان کے ساتھ گھسے پڑے تھے۔ افواہ تھی کہ رومیوں کی سپاہیانہ روایات

کے خلاف عمل کرنے پر انہیں ملامت کی جائے گی اور یہ کہ خزانے میں فدیہ ادا کرنے کے لائق روپیہ نہیں ہے۔تاہم سماعت کی ایک دفعہ اجازت مل گئی تو قانون کے مطابق وہ اپنا مقدمہ پیش کرنے کے حق دار تھے۔

جن لوگوں نے قیدیوں کی وکالت میں تقریر کی، انہوں نے مسئلے کے جملہ پہلوؤں پر دلیلیں دیں۔

اگر اس نازک وقت میں زر فدیہ خزانے سے نہیں دیا جا سکتا تو اسے قیدیوں کے گھر والے ادا کریں۔

جب کہ مجرموں تک کو جیوش میں بھرتی کیا جا رہا ہے یہ ہزاروں قواعد داں سپاہی وطن کی بیش بہا خدمت انجام دے سکیں گے۔

رہیں فدیہ دینے کی نظیریں، تو کیا غالوں، پرہوس اور قریب زمانے میں شہر تارتم سے رومی شہریوں کو فدیہ دے کر نہیں چھڑایا گیا تھا۔

قیدیوں نے جو کچھ کیا، اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ لشکر گاہوں میں گھر گئے اور پانی سے محروم کر دیئے گئے تھے انہوں نے اس وقت تک ہتھیار نہیں رکھے جب تک کہ مجروح اور مضمحل ہو کر یہ حالت نہیں ہو گئی کہ مزاحمت جاری رکھنا بالکل بے کار تھا۔

وکلاء صفائی نے آخر میں آبائے شہر سے درخواست کی کہ وہ ان سپاہیوں کی جو دوبارہ وطن کے لئے جانبازی دکھانا چاہتے ہیں، عزت کا لحاظ فرمائیں'' کیا رومہ کے بزرگان مکرم انہیں اس عزت سے محروم رکھیں گے اور ہینی بال کے غلاموں میں

انہیں دھکیل دیں گے؟''

جب ملزمین کی صفائی کی بحث ختم ہوئی تو مجمع عام کی طرف سے بھی مظاہرہ اور عفو عام کی التجا کی گئی یہی درخواست بہت سے اعیان کی طرف سے ہوئی جن کے رشتہ دار قیدیوں میں تھے۔

اب خلاف تقریر کرنے تارکواتس کھڑا ہوا جو بوای کی فتوحات میں نام پا چکا تھا۔ اس نے صرف ایک مسئلے، ملزمین کے طرز عمل پر بحث کی۔

اس نے کہا: ''رومن سپاہیوں کا فرض تھا کہ اپنے سرداروں کی پیروی کریں اس میں جان کی پروا نہ کریں کیا ان سپاہیوں نے ایسا کیا؟ جنگ کے بعد والی رات ایک فوجی حکم (تری بیون) نے سارے پڑاؤ والوں کو آواز دی کہ اس کے ساتھ چلیں اور قرطاجنی پہرہ داروں کی صف توڑ کر نکل جائیں۔ چنانچہ چھ سو جوان ہتھیار لے کر اس کے ساتھ چلے اور لڑ بھڑ کر سلامت نکل گئے وہ زندہ بچنے والے قنصل کے جھنڈے تلے پہنچ گئے باقی کئی ہزار جو پڑاؤ میں رہے انہوں نے فرض پر اپنی جان کو ترجیح دی۔ یہ فعل اس وقت کیا جب کہ پچاس ہزار بہادروں کی لاشیں ان کے گرد و پیش پڑی تھیں یہ مرنے والوں کی موت تھی جس نے رومہ کی قدیم جرات و مردانگی کا ثبوت دیا نہ کہ ملزمین کی نامردی کی زندگی۔''

پھر ان بزدلوں نے روز روشن میں زر فدیہ کے عوض اپنی زندگی کا سودا کیا، حالانکہ ہتھیار ان کے ہاتھ میں حفاظتی دستے ان کے سامنے موجود تھے۔ زر فدیہ دینا قبول کرنے کے معنی ہنی بال کو مالا مال کرنا تھا۔ اسے آبائے کرام میں ہرگز ان

لوگوں کے فدیہ دینے کی رائے نہ دوں گا کیونکہ یہ ایسا ہو گا کیا میں ان 6 سو کو پکڑوا کر دشمن کے حوالے کر دینے کی رائے دوں، جو دشمن کی صفوں کو چیر کر نکل گئے۔

مجلس نے فدیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا دس میں سے نو وکیل یہ فیصلہ سنانے کنائی پلٹ گئے مجلس کو معلوم ہوا کہ ایک شخص اپنے عہد کے خلاف رک گیا ہے تو اسے تلاش کر کے پکڑا اور پہرے میں قرطاجنی لشکر گاہ کو واپس بھیج دیا۔

ہنی بال کو تو تھوڑے ہی دن میں یونانی بردہ فروشوں سے قیدیوں کی قیمت وصول ہو گئی لیکن مجلس اعیان میں مقدمے کی سماعت کا ایسا چرچا ہوا کہ سبھی فوجی جو کنائی کے معرکے سے زندہ بچ نکلے تھے انگشت نما ہو گئے۔ آخر میں ان کے دو جیوش تو مرتب کئے گئے لیکن انہیں سقلیہ میں بغیر تنخواہ حفاظتی کام پر تعینات کیا گیا اور ممانعت کر دی گئی کہ کسی بستی سے ایک دن کی پیادہ مسافت پر رہنے کے سرمائی مکان نہیں بنا سکتے۔ انہی میں سے ایک جیوش کی سپہ سالاری ''ملامت کے داغ لگا کے'' وارد کے تفویض ہوئی اسی کے ساتھ محتسبوں نے ان سب سرداروں کی تلاش کرائی جو اطالیہ سے نکل جانے کی بات کرتے تھے اور انہیں سزا دی رومن قانون جنگ اتنا بے لچک تھا۔

اگست کے اس سارے مہینے شہر رومہ جملہ وسائل اپنی فصیلوں کی حفاظت کے لئے مجتمع کرتا رہا کہ ہنی بال آئے تو اس کا مقابلہ کیا جائے مگر وہ رومہ کی بجائے نیپلز روانہ ہوا۔

اتحادیوں کی وفاداری میں تزلزل

رومہ میں جو کچھ ہو رہا تھا، اس کے مقابلے میں ہنی بال کے منصوبے پر وہ خفا میں ہیں اور اسی لیے ختم سال تک قرطاجنہ کی مجلس شوریٰ کیا کرتی رہی، اس کا بھی کچھ علم نہیں، یہ خاموشی معمول سے بڑھ کر گہری تھی اور آج اس کی وجوہ کا پتا چلانا بہت مشکل ہے تاہم مبینہ واقعات سے ایک خاکہ تیار ہو جاتا ہے اور اس کے سرسری خدو خال ایک دوررس منصوبے کی نشان دہی کرتے ہیں:

پہلے ان واقعات پر غور کیجئے جو ماہ اگست کے بعد کے ایام میں مغربی بحر روم کے وسیع تر منظر میں رونما ہوئے۔

کنائی کی جنگ کو زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ دو قرطاجنی بیڑے صقلیہ کے سامنے رونما ہوئے۔ ایک نے سیرا کیوز کی بندرگاہ کا بغیر کسی ظاہر مقصد کے چکر لگایا اور غائب ہو گیا جزیرے کے رومی بحری سپہ سالار نے پریشان ہو کر مجلس اعیان سے کمک طلب کی اور اس نے اپنے شدید نقصان کی مصیبت میں ہونے کے باوجود 25 جنگی جہاز روانہ کیے کہ ان سے حکومت رومہ کی بہتری کے لئے جو مناسب ہو کام لیا جائے ثابت ہوا کہ رومی قیادت سیرا کیوز اور قرطاجنہ کے درمیان سمندر کی پٹی پر پوری نگرانی کر رہی تھی۔ اس وقت ہائروثانی، سیرا کیوز کا ہشتاد سالہ مطلق العنان جس نے فتح کا طلائی مجسمہ، رومہ بھیجا، زندہ تھا لیکن قرطاجنی کارندے برابر شہر میں مصروف کار تھے اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہاں کے یونانی حکام نے رومہ کی بجائے قرطاجنہ کے زیر سیادت آنے کا اعلان کر دیا۔

دوسری طرف بوای اور انسبری قوموں نے سرحد کی 25 ہزار رومن سپاہ کو پھندے میں پھنسا کر مغلوب کیا اور اس کے سپہ سالار کو ہلاک کر دیا۔ اس فوج کا ایک جیوش آزاد کردہ غلاموں سے مرتب کیا گیا تھا اسی کے بعد اور غالباً اطلاع پا کر ہینی بال نے ساحل اڈریاٹک سے جس نے اس کی بڑی مساعدت کی تھی، کوچ کیا۔ دونوں قنصلوں کے چھینے ہوئے عقابی علم، ماہی مراتب اور داروکی سپاہ کا پورا اثاثہ اسی کی گاڑیوں کی قطار میں قرطاجنی لشکر کے ساتھ ساتھ لایا جا رہا تھا اپی نائن کی پہاڑیوں سے وہ اس شان سے گزرا جیسے کوئی جلوس فتح نکلتا ہے راستے کے بعد شہروں نے اپنے دروازے بند کر لیے لیکن کنائی کے خطہ میں اپولیہ کے کسان اور سامونیم کے جفاکش باشندے صلح کے قول قرار کرنے حاضر ہوئے جنوب میں ساحل کے یونانی شہروں نے صدائے مرحبا بلند کی مغرور کاپوا کے مندوب لشکر میں شرائط امن وصلح طے کرنے آئے ہینی بال نے ان کی منہ مانگی شرطیں منظور کیں یعنی شہر کی آزادی، حفاظت، جنگی خدمت سے معافی (اس کا قول یاد کیجیے ''اگر فتح پاؤ گے تو تم سے نفرت کرنے والے بھی تم سے چپکے رہیں گے'')

مگر ابھی اپنی فتح مند سپاہ کو وہ نیپلز ہی لے چلا جو جنوبی اطالیہ کی بڑی بندرگاہ تھی۔ کنارہ بحر پر آتے ہی چھوٹے بھائی ماگو کو اس نے قرطاجنہ دوڑایا کہ مجلس شوریٰ کے سامنے پوری کیفیت جنگ کنائی کی اور اپولیہ، سامونیم، کلابریہ کا مطیع ہو جانا بیان کرے جس کے معنی جنوبی اطالیہ کا وسطی اطالیہ سے کٹ جانا تھا۔ ماگو نے مجلس میں ایک ٹوکرے سے چھ ہزار طلائی انگوٹھیاں جو رومن امیروں کی مہریں تھیں اور

کنائی میں جمع کی گئیں فرش پر انڈیل دیں۔

ان کارناموں کے عوض میں کم سے کم 4 ہزار نومدی سوار 40 ہاتھی چند من چاندی کے سکے جتنے ہوسکیں، ہینی بال کی مدد کے لئے طلب کیے خاندان برقہ کے حریفوں نے اعتراض کیا کہ اگر اسے واقعی اتنی فتوحات حاصل ہوئی ہیں تو روپے اور فوج کی مدد کیوں مانگتا ہے؟ شکست کھاتا تو بھی ایسی ہی مدد طلب کرتا۔ دوسرے دشمن کی اتنی فوجوں کو بار بار ایسی ہزیمتیں دی ہیں تو رومہ کی طرف سے صلح کی درخواست کیوں نہیں ہوئی؟۔۔۔ لیکن مجلس شوریٰ قطعی طور پر مطلوبہ امداد بھیجنا منظور کرتی ہے علی ہذا 24 ہزار پیادہ و سوار کا ایک اور بڑا لشکر اسپین کے لیے فراہم کرنا طے کرتی ہے۔

یہاں ہمارے ذہنی خاکے میں ایک الجھن آتی ہے کہ زیادہ بڑی فوج کو اسپین بھیجنے کا فیصلہ کیوں کیا گیا جب کہ وہاں ہس دروبال جیسی جامع قابلیت کا سرداری پیو برداران کی خاطر خواہ روک تھام کر رہا تھا (ما گر اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے سفیر مختار کی خدمت انجام دیتا تھا اور نئی فوج اسی کے ساتھ اسپین بھیجے جانے کی تجویز تھی) اس کا جواب واضح ہے کہ ایسی فوج کے اضافہ ہو جانے سے ہس دروبال رومیوں کا ابروندی پر محاذ توڑ سکتا تھا اور آئندہ گرمیوں میں اسی راستے سے جو بڑے بھائی نے اختیار کیا تھا وہ بھی الپس کو طے کر کے اطالیہ میں جا اترتا۔

ان جزوی اطلاعات کو جوڑ کر ہم ہینی بال کے سارے مغربی بحر روم کے نقشہ جنگ کا منصوبہ قیاس میں لا سکتے ہیں اگرچہ اس کی صلح کی پیش کش مسترد کر دی گئی تھی لیکن کنائی کی کامل ہزیمت نے رومہ کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ ایک عرصے تک

کوئی بڑی سپاہ لے کر مقابلے میں نکل سکے۔ ہینی بال ادھر سے سردست مطمئن تھا البتہ رومہ کی بحری طاقت ابھی تک قرطاجنہ اور اس کے درمیان سمندر پر حاوی تھی۔ وہ صقلیہ سے قریب تر آرہا تھا۔ جہاں بلا خون خرابے کے سیاسی انقلاب نے قرطاجنہ کو جتادیا۔ تاہم رومی اساطیل اور ان میں باقاعدہ سپاہ کی جمعیتیں اسے نہ صرف قرطاجنہ بلکہ جنوبی اطالیہ سے صقلیہ تک جانے میں سد راہ بنی ہوئی تھیں۔ صرف اتنی امید ہوسکتی تھی کہ نومدی سواروں اور ہاتھیوں کی مختصر سی کمک الگ الگ کشتیوں میں چپکے سے سمندر اتر کے تارنتو یا نیپلز میں اس سے آ ملے گی لیکن ہسدروبال کو تازہ لشکر مل جائے تو وہ اس کے طے کیے ہوئے راستے سے غال قوم کے علاقے تک آسکتا تھا جن کا اب وادی پو پر تسلط ہوگیا تھا پھر امید تھی کہ ایک اور سال کے عرصے میں نیا قرطاجنی بیڑا تیار کر کے سارڈینیہ کے بڑے جزیرے میں مہم لے جانے کے قابل ہو جائے گا۔

جاڑوں کو اس برس آتا دیکھ کر عجب نہیں کہ ہینی بال کے دل میں اپنے مصائب کی تلافی کا جوش انگیز ہیجان بپا ہوا ہو۔۔۔۔۔دو سال قبل الپس سے اترا تو 26 ہزار تھکی ماندی سپاہ ہمرکاب اور سامنے دشمن کی وسیع اور ان جانی سرزمین تھی۔ بہر حال آج وہ اس موقف میں تھا کہ آئندہ ایک سال میں خاندان برقہ کا خواب معرض ظہور میں آجانے کی امید کرسکتا تھا، یعنی قرطاجنہ، دوبارہ مغربی بحر روم کی ملکہ بن جائے، سواحل اسپین، جزائر سارڈنیہ اور صقلیہ اس کے زیر نگیں ہوں۔

کمپانیہ سے گزرتے ہوئے ہینی بال نے پہلی مرتبہ رومہ کی بحری طاقت پر ضرب

لگانے کی ٹھانی۔ دشمن کے بیڑے میں بری جیوش کے سپاہیوں پر اس کی جنگی طاقت کا انحصار تھا۔ وہ یہ اندازہ تو نہیں کرسکا کہ کنائی کے انہزال کے بعد کتنے سپاہی رومہ جنگی جہازوں میں کام کرنے کے لئے دے سکے گا لیکن یہ وہ جانتا تھا کہ ان بیڑوں کی اصل چھاؤنیاں سیرا کیوز، نیپلز، تارنتم وغیرہ مقامات میں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملاح تمام تر انہی ساحلی آبادیوں سے بھرتی ہوتے ہیں۔ ان میں صقلوی اور یونانی ملاح بعید رومہ کے اتنے وفادار نہ تھے جتنے اپنے وطنی شہروں کے اگرچہ نیپلز تک قرطاجنی لشکر بڑھا تو انہوں نے دیکھا کہ سلامی دار پہاڑی پر شہر نے اپنے برج و بارہ پر فوج بٹھادی ہے اور ان کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔ اس کا بحری رسد کا راستہ بھی کھلا ہوا تھا اور ادھر سردی سر پر آ گئی تھی۔ نظر بر ایں ہنی بال نے محاصرہ کرنا پسند نہیں کیا بلکہ بے تامل کاپوا کی طرف باگ موڑ دی جسے جنوبی زمینوں کی شہزادی کہا جاتا تھا۔

یہاں آرام سے سرما گزاری کے لئے مکانات موجود تھے مگر اس سے بھی کہیں اہم یہ امکان تھا کہ کاپوا شہر رومہ کے خلاف ایک نئے اتحاد کا مرکز بنالیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆

باب چہارم :: دو اتحادی جتھوں کی کشمکش

یہ سب سے بابرکت میدان ہے

اوائل سرما کی دھوپ میں شہر کاپوا کے دروازے میں ہینی بال داخل ہوا تو زرہ بکتر اتار کر اس نے سیاست و ملک داری کا لباس زیب تن کر لیا اطالیہ کے سب سے دولت مند شہر کو وہ ریشم کے دھاگے سے باندھنا چاہتا تھا اپنے میزبان، بردران کلیرس کی شاندار حویلی میں گھوڑے سے اتر کر چبوترے پر آیا تو پہلی ہی بات یہ پوچھی کہ شہر کی مجلس کے ارکان مجھ سے ملاقات کریں گے؟ مگر شہر کے امیروں نے قرطاجنی فاتح کے استقبال میں کاروباری قسم کے معاملات چھیڑنا پسند نہیں کیا بلکہ شہر کے قابل دید مقامات و مناظر کی سیر کرنے کی دعوت دی۔ ہینی بال نے ان کی خاطر قبول کیا اور بہت سی عمارات دیکھتا پھرا جن کے شہ نشینوں پر یونانی دیوتاؤں کے بت، سب مشرق کی طرف منہ کیے، نصب تھے نظر کے نیچے مغرب میں ہرا ہی ہرا میدان پھیلا ہوا تھا۔ کاپوا والوں نے سنایا کہ اس میں کبریتی چشمے ہیں، جن کا پانی پینے میں خوش ذائقہ اور بیماریوں کی دوا ہے سب سے بڑی خوبی یہ کہ یہاں کے انگور سے "فالرنی" شراب کشید ہوتی ہے ہینی بال نے اسی رات انہیں اپنی اقامت گاہ پر کھانے کی دعوت دی وہ ان سے نہایت رواں یونانی میں باتیں کرتا رہا اور خوش تھا کہ اتنے دن بعد وسطی ولایات کی کھڑی بولیوں سے نجات ملی ۔۔۔ ان کی بڑی

تکریم وتواضع کرتا رہا، جس کی اسپین کے گھروں میں تعلیم پائی تھی اوران کی طبائع کا بھی اندازہ کیا کہ شاید ضرورت سے زیادہ خود پسند لوگ ہیں یہ شہر اترسکن قوم نے بسایا اوراس زمانے میں بڑا شہر بن گیا تھا جب کہ رومہ کی حیثیت معمولی بستی کی سی تھی جوٹائی بر کے کنارے ہمسایوں سے لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھی اب بھی کاپوا رومہ سے کم بڑا شہر نہ تھا لیکن رومیوں نے اس مغلوب کرلیا اوراپنے قوانین بنانے کا حق بھی اس سے چھین لیا تھا۔

ہینی بال کوعلم تھا کہ یہاں کے متعدد امیر گھرانوں نے رومی امراسے شادی بیاہ کیے تھےاس نے اپنے مہمانوں سے دریافت کیا کہ کیاان میں رومہ کے طرفدار گروہ کا کوئی فرد موجود ہے؟انہوں نے یقین دلایا کہ اس ٹولی کا سرغنہ دکیولس نامی مقید کر لیا گیا اورعنقریب سزائے موت پائے گا ہینی بال نے کہا اسے قتل کرنے کی بجائے آپ چاہیں تو قرطاجنہ بھیج دیں پھر قول دیا کہ وہ دن دور نہیں جب کاپوا خود اپے احکام وقوانین نافذکرے گا۔

دعوت میں اہل کاپو اتختوں پر کمر سے تکیے لگائے دسترخوان پر بیٹھے تھے ہینی بال ذرا نیچے مونڈھے پر بیٹھ کر شریک طعام تھا۔ ان کے پرسش کرنے پر بتایا کہ مدت سے کمر لگا کر کھانے کی مجھے عادت نہیں رہی ان کے مزاج کا اس نے جو کچھ بھی اندازہ کیا ہو، اطمینان سے چھت کے نیچے بیٹھ کر ان کی خاطر مدارات دیکھ کر ضرور خوش ہوا۔ گردو پیش وہ اسے حکیم جالینوس کی صداقت کے قصے سنا رہے تھے کتب خانہ سکندریہ (میوزیم) میں ماہر خوش نویسوں کے مخطوطات اور سن رسیدہ ارشمیدس

کے ہاتھ کی کھنچی ہوئی ہندسی اشکال دکھا رہے تھے یہ ضرور ہے کہ کمر لگائے لگائے ہاتھ میں جام شراب لیے باتیں کرتے اور مذہب رواقیہ کی بجائے زیادہ تر مشرب لذاتیہ کے پیرو معلوم ہوتے تھے یہ تو ازرہ تواضع انہوں نے جھوٹی بات قسمیہ کہی کہ ہماری فالرنی سے آپ کی کھجور کی شراب بہتر ہے (جو ہینی بال نے انہیں پلائی اور قرطاجنہ سے قیمتی مرتبانوں میں لائی گئی تھی) لیکن حقیقت میں وہ اس کے افریقی ہونے کا خیال کیے بغیر، دل سے دوست ہو گئے۔ اسی حویلی کے صحن میں جہاں قرطاجنی سپہ سالار آیا، سنگ مرمر کی روش پر فلے می نینس، وارو اور امی لینس قنصلوں سے چھینے ہوئے ماہی مراتب اس طرح پڑے تھے گویا اتفاقاً وہاں چھوٹ گئے ہیں۔

کاپوا کے مغرب کی طرف ایک بے گیاہ پہاڑی تی فاتہ کہلاتی تھی اس کے اوپر ہینی بال کا اپنا خیمہ اور جنگی مستقر قائم کیا گیا جس کے گرد افریقی سپر برداروں کا پہرا تھا۔ لیکن اس کی خوشی یہ تھی کہ شہر میں محض مہمان نظر آئے اگرچہ شہر پر فی الواقع فوج کا قبضہ تھا لیکن اس نے ہر جمیعت کے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ ہر قسم کی خریداری، شہد و شراب کا نقد معاوضہ ادا کریں۔ ان کی ہمیانیاں رومی اور اسپینی چاندی کے سکوں سے بھری ہوئی تھیں۔

تی فاتہ کی بلندی سے کمپانیہ کے دل کش میدان سورنتو کی مقدس خاکنائے تک پھیلے نظر آتے تھے۔ انہی میں سے ایک طرف وسوویس کا جوالا مکھی دھواں چھوڑ رہا تھا اور ماہی گیروں کی مختصر سی بستی پومیائی واقع تھی، جہاں بوڑھے لوگ مونگے سے تعویذ تراشتے تھے۔ آس پاس وہی وسوویس کی خاکستر پانی برسنے سے ساحل کی زرخیز مٹی

بن جاتی اور نہایت نفیس انگور اور انجیر اس میں پیدا ہوتے تھے۔ جاڑوں میں اس نیم گرم آرام گاہ میں آ جانے کے باوجود ہنی بال نچلا نہیں بیٹھا بلکہ برابر سوار ہو کر دور دور میدانی علاقے کے پار تک دیکھ بھال کرتا پھرتا تھا۔ اس نے یہاں کی سب سے پرانی بندرگاہ کیومہ کا اچھی طرح معائنہ کیا جس کے قریب پلوتونیہ کے غاروں سے گرم ابخرہ نکلتے اور ان سے حمام گرم کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ ایک روز وہ اس وادی تک سوار چلا گیا جہاں فے بئیس نے ایک دن تک اسے پھندے میں پھانسا تھا اور بیلوں کی مدد سے وہ نکل گیا تھا۔ چیدہ نومدی سوار جو سب کے سب اچھے نے نواز تھے، سفید اونی چغوں میں اس کے ہمرکاب تھے اور جب وہاں سردی کی فصل گندم بونے والے کسانوں نے اس طرح خوف زدہ ہو کر انہیں گھورا جیسے وہ قریب کے میدان جنگ کے مقتولوں کے بھوت تھے تو قرطاجنی فاتح کو بہت لطف آیا واضح رہے کہ کمپانیہ کی اراضی میں سال میں کم سے کم دو فصلیں ہوتی تھیں پھر اسے اس کے علاوہ یہ لائق ناز خیال بھی آیا کہ کس طرح تاخیر پسند رومی آمر کا پانسہ خود اسی کے خلاف پلٹ گیا کا کہاں فے بئیس کو دو برس پہلے پورا بھروسہ تھا کہ وقت گزاری رومہ کی سب سے بڑی مدد و معاون ثابت ہو گی لیکن آج یہی تاخیر قرطاجنی کو گوارا اور دشمنوں کے حق میں عذاب بن گئی تھی جنہیں غلہ فراہم کرنا اور جلد سے جلد نئی سپاہ تیار کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

ادھر نیم گرم کمپانیہ میں ایبری سپاہی مگن ہو رہے تھے۔ دو شدید جاڑوں کی معرکہ آرائی کے بعد وہ یہاں آرام لے رہے تھے، جہاں گھوڑوں کے لئے ہر طرف

بہترین چراگاہیں تھیں اور میدان ان کے وطن کی محبوب وادی تبینس سے نہایت مشابہ تھا۔ اس طرح اہل قرطاجنہ جنوبی اطالیہ سے کچھ نہ کچھ رشتہ رکھتے تھے۔ ندیوں کے دہانے پر اتر سکن قوم کی تجارتی بندرگاہیں بسنے سے پہلے صدیوں سے افریقی تاجران ساحلوں پر خصوصاً خلیج تارنتم میں گشت لگاتے تھے اور اس وقت بھی دشمن کی ناکہ بندی کے باوجود یہ تجارت چھپ چھپ کر ہو رہی تھی۔

تی فاتہ کی خیمہ گاہ میں ہینی بال واپس آیا تو بہت دیرینہ ملاقاتی اس سے ملنے آئے۔ یہ اطالیہ کی جنوبی نوک پر کوہ بروتیہ کے باشندوں کے مندوب تھے چوبی نقش و نگار اور رنگین ظروف گلی کے دہقانی تحفے نذر دینے لائے (انہیں بھی یونانی کاریگروں کی دکانوں سے اڑا کر لائے تھے) یہ لوگ کوہ اریکس پر حملہ کرکے فوج میں نوکر کر چکے تھے اور شیر بچے ہینی بال کا نام جانتے تھے انہیں تجسس تھا کہ اطالیہ کے سرے پر ان کے قلعے کے قریب تک کس طرح آ گیا اور اس کے ارادے معلوم کرنا چاہتے تھے۔

پہلا جاڑا گزرنے سے پہلے ہی ساحل اڈریاٹک کے پی سنتی کسان اور بہت سے سامینوم کے زمیندار، قرطاجنی سواروں کی تاخت وتاراج کی بجائے ہینی بال کی سیادت قبول کرکے اس کی ملازمت کو ترجیح دے رہے تھے جنوب کے لومانی اور بروتی اب مطیع ہو گئے۔ یہ دونوں قومیں اپولیہ کی شراکت میں جمہوریہ رومہ سے پچھلے دنوں آزادی کی جنگ لڑ چکی تھیں۔ اسی طرح ساحلی پٹی کی بہت سی بستیوں کے یونانی تاجر اور کاریگر لڑے تھے، انہیں تارنتم کی آزادی کا زمانہ نہیں بھولا تھا۔ یہ علاقہ ''

یونان کلاں''معروف ہوگیا تھا اس کے دور آزادی کی روح ابھی زندہ تھی اس کے دیہات کے طور طریق وہی تھے اترسکن قوم کی رسم و روایات جس طرح قصہ پارنیہ ہوئیں، یہاں وہ کیفیت نہیں ہوئی تھی ان اطراف میں رومی حکام کی آمد سے طبقہ شرفا یا زمینداروں کو فائدہ ہوا۔ بھوکے کسان اور قصبات کے عوام اسی بری حالت میں پڑے تھے ہینی بال نے اپنے دور دور کے معائنے میں اندازہ لگالیا کہ ادنیٰ طبقے کے اکثر لوگ اس کے حامی ہیں لیکن رئیسوں، امیروں کی اکثریت موافقت نہیں رکھتی۔ ساحلی پٹی کے اندرونی جانب قدیم ''یونان کلاں'' والے بھی قرطاجنہ کی فاتح سپاہ کے ساتھ ہیں لیکن خاص بحری قصبے رومن بیڑے سے جن کا رابطہ ہے، رومہ سے چمٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے اہم نیپلز کی بڑی بندرگاہ تھی۔ یہ شہر برابر کے حقوق کے ساتھ رومہ کا حلیف اور سامنے کی پوری وسیع خلیج پر زد ڈالتا تھا۔ اس کے بغیر کاپورا کا قبضہ بھی سوائے اس کے کہ فوج کو آرام لینے کی اچھی جگہ مل گئی کچھ زیادہ موثر نہ ہوسکتا تھا۔ نیپلز کو صلح سے یا محاصرہ کرکے جبراً نہ لیا جاسکے تو ایک صورت یہ ممکن تھی کہ بری راستوں سے اسے منقطع کردیا جائے۔ اس کی ہینی بال تدبیر کرنے میں لگ گیا۔

اسے معلوم تھا کہ لوگ اس کی سیادت یا غلبے کی نسبت سوال کررہے ہیں کہ اسے کیا نام دیا جائے۔ قریب کی ریاستوں کے باشندے سوچتے تھے کہ شاید وہ بھی اپی اس کے شاہ پرہوس کی طرح علاقے بھر میں مار دھاڑ پھیلانے کے بعد آخر میں شکست کھا کر تنہا ان کے ساحل سے رخصت ہوجائے گا اپنی آمد اور جنگ کا منتہائے

مقصود اس نے کیا چھپا رکھا ہے؟

ہینی بال نے انہیں اچھی طرح سمجھایا کہ وہ کوئی کشورستان آفاقی بادشاہ نہیں بلکہ صرف دولت قرطاجنہ کی افواج کا سپہ سالار ہے۔ وہ عہد کر کے آیا ہے کہ افریقہ کا قرطاجنہ جنوبی اطالیہ کی چپہ بھر زمین بھی نہیں لے گا اور یہ کہ وہ انہیں چھوڑ کر اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک کہ ان کی سابقہ خودمختاری بحال اور وہ رومہ کے دوبارہ غالب آنے کے خطرے سے آزاد نہ ہو جائیں گے اپنے زبانی وعدوں کا پریشان حال کسانوں اور مہذب یونانی شہر والوں کو یقین دلانے کی غرض سے اس نے اپنے ارادوں کا عملی ثبوت یہ فراہم کیا کہ خطہ جنگ کے کنارے پر جتنے باموقع شہر تھے سب کو اجازت دی کہ وہ اپنی خوشی سے چاہیں تو نئے اتحاد میں شریک ہوں اور اگر رومہ کی اطاعت پر جمے ہوئے ہیں تو اپنی منقولہ املاک لے کر شوق سے بلاگزند رومہ کے علاقے میں منتقل ہو جائیں نیپلز کے قریب ایک فصیل والے شہر نے بھی منتقلی کا فیصلہ کیا انہیں جانے کی اجازت مل گئی مگر ہینی بال کو تو اتنا غصہ آیا کہ ان کے خالی مکانوں کو فوج سے لٹوا کر آگ لگوا دی۔

خلیج تارنتم کے جنوب میں پہاڑی چوٹی پر ایک چھوٹا سا ساحلی قصبہ لوکری تھا یہاں کے لوگ دہشت زدہ ہو کر بستی سے بھاگ رہے تھے ہینی بال نے ہنو کے رسالے کو حکم دیا کہ مجمع کو کوئی گزند نہ پہنچائیں مگر بستی کے دروازے پر جا کھڑے ہوں اور بھاگنے سے روکیں اسی حال میں بحث مباحثے کے بعد اہل لوکری نے اطاعت کرنے کا فیصلہ کیا اور قرار پایا کہ بندرگاہ میں وہ رہیں گے صرف پہاڑی پر

قرطاجنہ والوں کا قبضہ ہوگا (اس طرح ہینی بال کو نیپلز ہاتھ سے جانے پر بھی، جہاز اتارنے کی محفوظ و مستور بندرگاہ مل گئی) نومدی سواروں کی تازہ کمک اور طلب کردہ 40 ہاتھی اسی بندرگاہ پر اتارے گئے۔ معلوم نہیں یہ ہاتھی جہازوں سے اتار کر ساحل پر کس طرح لائے گئے؟ غالباً کشتیاں سمندر کی ریتی تک لائیں اور وہاں سے پایاب پانی میں چل کر وہ کنارے پر پہنچ گئے بہرحال ہینی بال کا قرطاجنہ سے دوبارہ رابطہ قائم ہو گیا۔

مناسب ہوگا کہ ہینی بال کے ساتھیوں کو ''سپاہ اطالیہ'' کا نام دیا جائے۔ ہنو پسر بومل کر لوکری کے عقب میں پہاڑی علاقے سے سپاہی بھرتی کرنے کے دورے پر گیا اور دس ہزار جفاکش جوان اپنے سپہ سالار کے لئے فراہم کرلایا اس طرح ہینی بال کی فوجیں ایک طرف نومدیہ (افریقہ) سے لے کر جزیرہ نمائے اطالیہ کی نوک (لگوریہ سے گزر کر بروتیم) تک مغربی بحر روم کے ساحلی باشندوں کی ایک مخلوط سپاہ بن گئیں اور جس طرح جنگ کنائی سے ما قابل سرما میں گیا تھا، وہ نئے بھرتی ہونے والوں کو اب پھر تربیت دینے، مسلح کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس دفعہ الپس پار کرنے والے سپاہیوں کو اس نے آرام کرنے دیا اسی واقعے سے آگے چل کر محاربات ہینی بال کے سلسلے میں ''نے بینس کی ٹالوا چالوں'' کی طرح'' کاپوا کا ایک قشلاق'' (سرما گزاری) بھی ضرب المثل ہو گیا۔ کیونکہ اسپین کے سپاہیوں کو جب ان جاڑوں میں پر تکلف مکانات ملے جن میں حمام اور خدمت گزاری کو غلام حاضر تھے تو یہ جنگ آزماوہ پہلے جیسے بلاکش نہیں رہے جنہوں نے دلدلی بیماریاں

جھیل کرتر اسی منو کا معرکہ جیتا تھا۔ مورخ لوی نے غدار کاپوا کی سیہ کاریوں اور وہاں کے ''نچلے طبقوں کی بے روک آزادیوں کی بدولت'' قرطاجنی سپاہ کے ضعیف و زار ہو جانے کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس بیان میں اس کی تینوں نفرتیں جمع ہیں! یعنی ہینی بال سے، بغاوت کرنے والے بڑے شہر کاپوا سے، اور جملہ عوام کالانعام سے۔ اسی میں وہ یہ چست فقرہ تحریر کرتا ہے کہ ''کاپوا (کا قیام) ہینی بال کے لئے کنائی (کی ہزیمت) ہو گیا۔'' لیکن گو آزمودہ کار سپاہیوں کو کاپوا کے آس پاس رہنے کی عیاشیوں نے متاثر کیا ہو، حقیقت میں وہ پہلے جیسے اس لیے نہیں رہے کہ ہینی بال نے پہلے کی طرح ان سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ کنائی کے بعد وہ بالکل دوسری قسم کی جنگ کر رہا تھا۔

ختم سرما سے قبل ایک اور بڑی کامیابی یہ نصیب ہوئی کہ اس کے پیام کے جواب میں فیلپ پنجم شاہ مقدونیہ کے سفیر اڈریاٹک پار کر کے اس سے ملنے آئے ہینی بال نے اپنے نئے شہر میں بظاہر شاہانہ پیانے پر ان کی خاطر مدارات کی۔ ایک عہد نامہ مرتب کیا گیا جس کی رو سے قرطاجنہ اور مقدونیہ کی قوتوں نے رومہ کے خلاف اتحاد اور کسی ایک پر حملہ ہونے کی صورت میں دوسرے کی طرف سے امداد کا عہد کیا۔ خصوصاً ہینی بال متفق تھا کہ دلماشیہ کا ساحل رومی حملہ آوروں سے خالی کر کے فیلپ کے تسلط میں رہنا چاہیے۔

ایک اور یونانی جماعت آئی جس پر کاپوا والے خوشی سے پھولے نہ سمائے کیونکہ اسے متوفی ہائرو کے پوتے نے ''سب سے خوبصورت اور سب سے بڑے یونانی

شہر'' سیراکیوز سے بھیجا۔ (جہاں قرطاجنی کارندے اپنا کام کرگزرے تھے) اور ہینی بال سے اتحاد کرنے کی خواہش کی تھی۔ ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا عہدنامہ کیا گیا اور اب کے اس پر دستخط بھی ثبت ہوئے۔ اس طرح ہینی بال مذکورہ بالا تینوں متحدہ حکومتوں کا صدر سپہ سالار ہوگیا۔ اس کی اطالوی سپاہ نے جوتی فاتہ کے گرد خیمہ زن تھی رومہ کی صقلیہ آمد و رفت کا بری راستہ بند کردیا تھا لیکن دونوں طرف سمندروں میں ابھی تک جمہوریہ رومہ کے بیڑے چھائے رہے۔ خلیج تارنتو، اڈریاٹک اور سب سے بڑھ کر آبنائے مسینا کے طوفانی پانی پر انہی کا تسلط تھا۔ سیراکیوز کی لاجواب گودی اور جہازوں سے بےشبہ وہ اب کام نہ لے سکتے تھے تاہم نیپلز اور تارنتم (اپنی خلیج کے کنارے) دو مستحکم ٹھکانے ابھی تک رومن ملاحوں کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ انہی دونوں پر اب ہینی بال کی توجہ مرکوز تھی۔ ادھر صاف موسم کے ہر مہینے میں نئے جنگی جہاز قرطاجنہ کی اندرونی جہازگاہ سے نکل نکل کر کھلے سمندر میں بادبان اڑانے نکل رہے تھے۔

رومہ اور قرطاجنہ کے ان دو جتھوں کے عقب میں دراصل خود بحر روم کی قدیم تفریق مضمر تھی۔ جنوب، شمال کے مقابل استادہ تھا۔ یونانی دنیا کی غنودہ تہذیب جنگجو وحشیوں کے خلاف ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ یہ ابھرتی ہوئی واحد سلطنت سے مرتی ہوئی شہری مملکتوں کی مل کر آخری بار زور آزمائی تھی۔

یہ کہنا بالکل جائز ہوگا کہ جنگ کے اس وسیع تر پہلو کا ہینی بال شعور رکھتا تھا۔ بخلاف اس کے رومہ کی نسبت یقینی طور پر معلوم ہے کہ اسے صرف اپنے روز افزوں

خطرے کا احساس تھا۔

''سمندر میں آگ لگتی دیکھی گئی''

شارع ساکرہ پر جو شگون لئے گئے، شگون بچارنے والوں کو انہوں نے بڑی پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ جونو دیوتا کے ایک مندر میں مورتیوں سے خون ٹپکا۔ ایک گائے نے کہا جاتا تھا۔ بچھیرا (گھوڑا) جنا۔ بیرونی سمندر میں آگ لگتی دیکھی گئی۔ طرفہ تر یہ کہ کنائی کی الم ناک ہزیمت سے بھی رومہ والے اتنے ہراساں نہ ہوئے ہوں گے جتنے کم تر مصائب سے ہوئے۔ مثلاً دریائے پو کی محافظ فوج کے نقصان کی خبر سے یا ہنی بال کے ہمسایہ ولایت کلا تبریہ میں ورود سے جنہیں سن سن کر وہ نہایت بدحواس ہو گئے۔ تقدیر کی دیوی پر اعتقاد میں تزلزل آ گیا۔

رومہ کے اتحادیوں کا دائرہ سکڑتا جاتا تھا۔ ان کی اپنی ولایت لاطیوم (قدیم تر سابینی قوم کا علاقہ) امبریہ اور اتر سکن قوم کے شہروں کے سوا، سب ان سے الگ ہو گئے تھے۔ اتر سکن قوم کی انفرادیت قریب قریب فراموش ہو چکی تھی۔ لہٰذا دائرہ اتحاد اور بھی تنگ رہ گیا کہ یقین آنا مشکل تھا۔ انہی بچے کھچے حلیفوں کی مدد پر خود رومہ کی قسمت کا انحصار آ لگا تھا۔ مجلس عمائد مجبور ہوئی کہ اس سال (215 ق م) دگنا محصول لگائے اور جبری بھرتی دگنی کر دے۔ فے بیس نے اس نازک موقع کا احساس قوی کرنے کی غرض سے قوم پر زور دیا کہ دگنی تعداد میں نئے مندر دیوتاؤں کی نظر کئے جائیں۔ جنازوں کی تقریب میں کشتی گیروں (گلیڈی ایڑوں) کی

تعداد بھی پہلے سے دوچند یعنی 22 کر دی۔

نے بیس مجلس کے بہت سے ممتاز المیان سمجھ گئے تھے کہ اتحادیوں پر رومی تسلط ''امپی ریوم'' میں قوت کے اسباب موجود ہیں تو ایک بڑی کمزوری بھی پنہاں ہے۔ رومہ کی حکومت حفاظت وحیات کا پیام تھی۔ وہ بٹی ہوئی قوموں کو ایک وسیع کل کا جزو بناتی تھی جس کا ایک متحدہ ملک اطالیہ بن جانے کا پورا امکان تھا۔ افراد کو رومی شہریت کے حقوق حاصل کرنے کا موقع دیتی تھی لیکن شہر رومہ کے باہر ابھی تک بہت کم افراد ان حقوق سے بہرہ مند ہوئے تھے حالانکہ ان بیرونی اتحادی ریاستوں کی آبادی رومہ سے زیادہ تھی۔ ایک رومی شہری ساری اطالیہ میں مع وشری، شادی بیاہ اور رائے دہی (''سفراجیو'') کے حقوق کا مالک ہوتا تھا۔ غیر شہری کو قانوناً یہ حقوق حاصل نہ تھے۔ اسی طرح باہر والوں کو دینے کے لئے رومی شہریت ایک انعام ہوگئی تھی۔ مگر جس کو نہ ملتی تھی وہ اس سے حسد کرنے لگتے تھے لیکن سالانہ امدادی فوج اور سامان جو انہیں رومہ کو سالانہ بھیجنا پڑتا اس کی تعداد و مقدار کا فیصلہ تعداد و مقدار کا فیصلہ مجلس اعیان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ (اسی بحرانی زمانے میں یہ تجویز ہوئی کہ اتحادی شہروں کے سربرآوردہ عمائد کو بھی رومہ کے معزز اعیان کی مجلس میں جگہ دی جائے، تو کبیر الس رومی اعیان بہت بگڑے اور ان کی تقریروں کے بعد وہ تجویز کثرت رائے سے مسترد ہوگئی۔)

رومی شہری اور غیر شہری کا یہ امتیاز خود رومن سپاہ میں ناگوار تفریق ڈالتا تھا اس میں داخل ہونے کے بعد نئے اتحادی سپاہیوں کی اور کوئی وطنی شناخت باقی نہ رہتی

تھی مگر ان کی تنخواہ رومی جیوش کے سپاہیوں سے نصف ہوتی۔ اپنی خوراک وغیرہ کا بھی انہیں خود انتظام کرنا پڑتا تھا۔ حالانکہ تمام افواج میں اتحادی سپاہیوں کی تعداد 57 فی صدی تھی مگر وہ جیوش کی صفوں کی بجائے صرف بازوؤں پر لگائے جاتے اور رومی سرداروں کی ماتحتی میں ہوتے تھے۔ یہ سرداران پر کوڑے برسا کر فوجی انضباط قائم رکھتے تھے۔

اس نظام سے جمہوریہ رومہ کی قومی سپاہ وجود میں آئی تھی۔ جب تک اسے جنگ میں کامیابیاں ہوئیں اور اتحادی افواج کی محدود سی تعداد طلب کرنے کی ضرورت رہی یہ نظام اچھی طرح کام دیتا رہا۔ اتحادی سپاہی اس طمع کے علاوہ کہ انہیں ''رومی شہریت'' کا اعلیٰ اعزاز مل سکتا ہے، اموال غنیمت ہی سے اپنی قدر قلیل تنخواہ میں بسر اوقات کر لیتے تھے لیکن ہنی بال سے گزشتہ دو سالہ محاربات میں نقصان جان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا تھا۔ چنانچہ سال مذکور کی بھرتی میں پکڑے ہوئے اتحادی جوان رومہ کی چھاؤنیوں میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہماری تقدیر کی سب سے بڑی خوبی ہوگی کہ دشمن کے قیدی بنا لیے جائیں کیونکہ زندہ پکڑے گئے تو قرطاجنی ہمیں پیٹ بھر کر کھلائیں گے اور صحیح سلامت وطن جانے کی اجازت دے دیں گے۔ اس برس اترو رویہ اور امبریہ کی بستیوں سے جتنی گاڑیوں، گھوڑوں اور غلے کی مقدار کا مطالبہ کیا گیا، اس پر انہوں نے بہت تلخ احتجاج کیا کہ ہماری کھیتیاں ہنی بال کے کوچ میں بار بار تباہ و تاراج ہوئیں جب کہ لاطیوم کے کھیت خاص اہل رومہ کی اراضی کو چھوا بھی نہیں گیا۔ اس صورت میں اتحادی بستیوں سے کیونکر ممکن ہے کہ

معمول سے دگنا سامان رسد فراہم کریں جس کا اہل رومہ اور مجلس مطالبہ کر رہے ہیں؟

اتحادیوں کے ساتھ چھوڑ جانے کا خطرہ ہونے کے باوجود مجلس نے اپنے مطالبات میں ذرا سی کمی بھی نہیں کی۔ تربیتی چھاؤنیوں سے نئی بھرتی کے جو سپاہی چھپ کر بھاگے، فوجی پہرہ دار انہیں پکڑ لائے اور ان کے ساتھیوں کے سامنے چوبوں سے باندھ کر کوڑے لگائے گئے۔ آخر میں کوئی 370 ملزم بالا حصار (''کاپی تول'') کی پہاڑی سے گرا کر ہلاک کیے گئے۔ سامنیوم کے کوہستانی اقطاع میں امن و انتظام قائم کرنے کے لئے تادیبی لشکر جنوب مشرق بھیجے گئے۔ حکم عدولی کو غداری قرار دے کر اسی جرم کی سنگین سزا کا مستوجب سمجھا گیا۔ کلاویس برادری کا ایک رومی سپہ سالار رسم پرونیس گراکس قصبہ کیومہ کے قریب کسی پہاڑی مندر پر فوج لے کر چڑھا جہاں لوگ رات بھر کا کوہی مذہبی میلا منانے کو جمع ہوئے تھے رومی فوج نے مشعلوں سے روشن کیے ہوئے مندر کو ہر طرف سے گھیر لیا اور کمپانیہ والوں کے مجمع میں قتل عام کیا۔

رومی قائدین کے بے رحم تشدد سے اس بحرانی دور میں رومہ کے شہری بھی معاف نہیں کیے گئے۔ محتسب حکام شکوہ کرنے والوں تک کو پکڑتے پھرتے تھے۔ مصیبت کے وقت بھی یہ ہٹیلا پن ممکن ہے جمہوریہ رومہ کے سلامت رکھنے کا سبب ہوا ہو، سردست تو اس تشدد نے کئی باموقع جنگی شہروں کو ہاتھ سے کھو دیا اور ہینی بال کے حوالے کر دیا۔ خود کاپوا والوں نے کنائی کے بعد کے دنوں میں اول اور اپنے وکلا کو

قنصل دارو ہی کے پاس بھیجا تھا جو اس وقت ونوسیہ میں پہنچ کر پہنچا اور بچے کھچے سپاہیوں کو جمع کر رہا تھا۔ اہل کاپوا نے اپنی اطاعت کی تجدید وتوثیق کی اور پراگندہ خاطر قنصل کو غلہ گھوڑے، ہتھیار بھیجنے کی پیش کش کی۔ دارو کی نامعقولیت ملاحظہ ہو کہ الٹا ان پر برس پڑا۔ کہنے لگا ''جب آدمی نہیں ہیں تو گھوڑے کس کام کے، ان پر سوار کون ہوگا؟ کوئی جیوش باقی نہیں تو ہتھیاروں سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس کا جواب دو''

اس چڑ چڑے پن کی وجہ ایک لٹے پٹے آدمی کی زود حسی ہو سکتی ہے لیکن پھر دارو نے ان سے مطالبہ کیا کہ پوا کا شہر ہینی بال سے لڑنے کے لئے 30 ہزار آدمی فراہم کرے۔ بہ حیثیت قنصل وہ ایک شہر کو جس نے کوتاہی کی تھی اس طرح سبق دے رہا تھا۔ اسی احمقانہ سختی اور بدزبانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل کاپوا میں بے اعتادی پیدا ہوئی اور دارو کو چھوڑ کر ہینی بال سے عہدو پیان کرنے روانہ ہو گئے۔

شہر تارنتم ایک زمانے میں رومہ سے باغی ہوا، اس کی سزا میں وہاں کے معزز خاندانوں کے نوجوان لڑکے اسے یرغمال دینے پڑے تھے کہ آئندہ قابو سے باہر نہ ہونے پائے۔ کنائی سے چند روز بعد انہوں نے جنوب کو بھاگ جانے کی کوشش کی۔ ان میں سے 80 پھر گرفتار کر لئے گئے اور انہیں رومہ کی پہاڑی کے اوپر سے پھینک کر مروا دیا گیا۔ ان کے قتل کی خبر سن کر وہاں کے گھرانوں میں رنج وغضب کا طوفان سا آ گیا۔ اہل تارنتم نے تیفاتہ جا کر ہینی بال سے ملنے کے لئے نمائندے روانہ کیے۔

سیراکیوز کے قرطاجنہ کی طرف ہو جانے کی خبر سے رومہ کے ممتاز اعیان کو واقعی

صدمہ ہوا۔ یہ ایسے شہر کا ہاتھ سے نکل جانا تھا، جسے دیرینہ روایات نے عظمت بخشی تھی اور عملاً وسیع وسائل کا مالک تھا۔ آج فتح کی دیوی کا یادگار تحفہ اس کے سونے کی چمک دمک ان کا منہ چڑاتی معلوم ہوتی تھی۔ اہل شہر حیران تھے کہ ہم نے لافانی دیوتاؤں کی عبودیت کا حق ادا کیا، کیا اس کا معاوضہ قہر و غضب توڑنا ہے؟ ایک طرف جزیرہ سارڈینہ آمادہ بغاوت تھا، دوسری طرف ساحل مقابل کے شاہ مقدونیہ نے ان کے جانی دشمن قرطاجنی برقہ سے دوستی کا معاہدہ کرلیا تھا۔ اعیان مجلس نے یہ تحریر بچشم خود دیکھی تھی سارڈینہ کے لئے جلدی سے ایک بڑا بیڑا تیار کرکے ترکوالتس کو بھیجا گیا۔ جسے رومہ کی قدیم بہادری کا نمونہ سمجھا جاتا تھا۔

مگر اوہام پرست شہریوں کے خوف سے کہیں بڑھ کر پریشانی ان اکابر کو لاحق تھی جو اوہام پرست کم لیکن نظام قدیم پر بھروسہ زیادہ رکھتے تھے۔ یہ ساری عمارت ایسی فوج کی ٹھوس بنیاد پر اٹھائی گئی تھی جو سب دشمنوں پر فائق تھی۔ غالوں کی یورش کے بدترین ایام میں اور پرہوس کی میدانی فتوحات کے وقت، غرض ہر موقعہ پر رومی مردان جنگ کی پوری طرح صف بندی، مقدس عقابی پرچموں کے لئے اور اس طرح شہر رومہ کے لئے فتح و نصرت کا پیام لائی تھی۔ شہر کی علامتی کا صرف یہی ذریعہ رومی اکابر کے ذہن میں آتا تھا۔ لیکن اب وہ شبہ میں پڑ گئے تھے کہ یہ آخری فوجی اجتماع جس کی تیاریاں ہو رہی تھیں، کہیں اس کا انجام بھی ایک اور کنائی نہ ہو؟ میدان جنگ میں ہنی بال کی قدرت کاملہ اعجاز کا درجہ رکھتی تھی۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس کا توڑ کس تدبیر سے کیا جا سکتا ہے؟ آج تک رومی اپنے سابقہ تجربے پر بھروسہ

کر کے لڑائیاں جیتتے رہے تھے۔ یہ دستوران کی قوت متخیلہ کی کوتاہی سے پتھر کی لکیر کی طرح قریب قریب مستقل قانون بن گیا تھا۔ لیکن ہنی بال جیسی طبیعت کا انہیں کوئی سابقہ تجربہ نہیں ہوا تھا۔

بار بار سوالات کے نتیجے میں بعض تبدیلیاں رومہ کے روایتی نظام میں ابھی سے ہونے لگی تھیں۔ فے بیس کو دوبارہ آمر کی بجائے محتسب بنایا گیا ''تقدیر کی نامساعدت رومیوں کو مزید تاخیر کی اجازت نہیں دیتی تھی''۔ امی لیس اور سی پیو گروہ کے اکثر اکابر کھیت رہے تھے۔ اس لئے بھی اب اس کا مجلس اعیان پر اقتدار نہیں رہا تھا۔ یہی لوگ عوامی قنصلوں کے تقرر اور سمندر پار کشور کشائی کے بھی حامی تھے اب کہا گیا کہ ''دیوتاؤں کی مرضی نہیں ہے کہ عوام کے قنصل انتخاب کئے جائیں''۔ خود امرا کے قنصل منتخب کئے جانے کا مسئلہ زیر بحث آیا کہ ایسے سیاسی سپہ سالار جو فقط سال بھر کے لئے منتخب ہوتے ہیں، ہنی بال کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ (فے بیس اور کاہنوں نے کڑک چمک کے شگوفوں اور ربتوں کے طرز عمل کی تعبیروں سے ایک دفع کے انتخابات تو رکوا دیے) عوامی مجلسوں نے جنگ کے لیے اپنے امیدواروں پیش کرنے موتوف کر دیئے۔ ''قوم کے ایسے نازک وقت میں'' مجلس اعیان کو میدان کے آزمودہ کار سرداروں کے انتخابات پر کان دھرنا ضروری معلوم لگا ان میں سے دوگراکس اور مارسیلس کہ سپہ سالاری کا تجربہ رکھتے تھے کہ عہدے پر فائز کیے گئے اور ان کے عہدے کو ایک سال کی میعاد کا پابند نہیں رکھا گیا۔ یہ مارسیلس آگے چل کر ''رومہ کی تلوار'' کہلانے والا تھا اسی خلجان اور دلی تجسس کے سلسلے میں یہ

ابتدائی خیال جسے مشکل سے منصوبہ کہہ سکتے ہیں، انہیں سوجھا کہ مسلمہ قابلیت کے سپاہی ہر شہر کی فصیل اور ندیوں کے گھاٹیوں پر خصوصاً صقلیہ میں حفاظت کے لئے بھیجے جائیں نے ہیں دوبارہ میدان میں آ گیا۔ مارسیلس نہایت عجلت سے نولا گیا جو نیپلز کے باہر کا مورچہ تھا اور جس کا ہینی بال نے محاصرہ شروع کیا تھا۔

''تارنتم کا پھاٹک کھلتا ہے''

ہینی بال کے نئے اتحادیوں نے اس کے واسطے کئی پیچیدہ مسئلے پیدا کیئے۔ انہیں ذہانت اور سیاسی تدبر ہی سے حل کرنا ممکن تھا۔ اول تو کاپوا والے جنہیں جنگ سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا، گرد و جوار کی خیمہ گاہوں میں اپنے قدیم دشمن غالوں اور سامنیوم والوں کو دیکھ کر بہت بدظن ہوئے۔ غال اپنے نئے ساز و پوشاک میں رومی جیوش کے سپاہی معلوم ہوتے تھے مگر غارت گری کی دیرینہ تلک نہیں گئی تھی۔ اسی طرح بروتیہ کے پہاڑی ان بندرگاہوں کے یونانی امیروں کو لوٹنے کی فکر میں تھے جنہیں ہینی بال زیر اثر لانا چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ لوکری پر قرطاجنی لشکر کا قبضہ ہوا تو بروتیوں نے ہینی بال سے شکایات کرنے ایک وفد بھیجا کہ ہم بندرگاہوں کی فتح کے لئے فوج میں بھرتی ہوئے ہیں، زردار یونانی تاجروں کی حفاظت کرنا ہمارا کام نہیں۔ اس نے وفد والوں کو ہنو کے پاس جانے کی ہدایت کی جو اس جنوبی ساحل کی فوجی مہم کا سالار تھا۔ بروتی مطمئن نہ ہوئے بلکہ جمع ہو کر کروتن پر ہلہ کر دیا یہ ایک مضبوط ساحلی مقام تھا۔ بندرگاہ کے ساتھ کی پہاڑی پر فصیل کے اندر بستی تھی لیکن سمندر میں

ایک ٹکرا اندر نکلا ہوا تھا، اس پر ایک غیر معمولی قسم کی عبادت گاہ واقع تھی۔ یہ وہاں کی جونو دیوی کا مندر تھا جس پر زائرین بھاری قیمت کے چڑھاوے چڑھا جاتے تھے اور گلہ بانوں کا عقیدہ تھا کہ یہ دیوی درندوں سے ان کے مویشی محفوظ رکھتی ہے بروتیوں کے حملہ کرنے کی خبر سن کر ہنو خود وہاں آ گیا۔ مندر کے گرد حفاظتی پہرہ لگایا اور کروتن کے بڑے تاجروں کو لوکری میں منتقل کر دیا۔ قرطاجنی نہیں چاہتے تھے کہ بندرگاہ یا مندر کو سر پھرے پہاڑی آگ لگا دیں۔ کھلے کناروں اور لاوارث رہ جانے والی جاگیروں کو لوٹنے کی انہیں آزادی تھی۔ لیکن بندرگاہ پر قرطاجنی عمال نے اپنا عمل دخل قائم کر دیا۔

رومی دستے سمندر کی راہ سے جنوبی بندرگاہوں میں اتارے جا رہے تھے۔ ان کی روک تھام کے لئے قرطاجنی سپاہ کو بہت سے شہروں میں ادھر سے ادھر چکر لگانے پڑتے تھے۔ فوجوں کے ایسے بار بار کوچ میں ہنی بال کو اپنے نائب سالاروں کو الگ الگ لشکر دے کر مختلف اقطاع میں ذمہ دار بنانا ضرور رہا ان میں سب سے ممتاز ہنو اور مہر بال تھے اور اس کے حسب مزاج کام کرتے رہے۔ خود وہ جسے ''یونان کلاں'' پر سیادت کی زیادہ تر گشت لگانے میں گزارتا رہا۔ صرف نئی بھرتی کے جوان اور ہاتھی اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پرانی سپاہ کے آزمودہ کار سرداروں نے بظاہر بہت سادشوار کام سنبھال رکھا تھا۔ یہ وعدہ کہ اسپین اور افریقہ کے سپاہیوں کو واپس وطن جانے کی اجازت دے دی جائے گی، وہ پورا نہیں کر سکا کیونکہ الپس کا راستہ ہنوز رکا ہوا تھا۔ اس وقت تک فوج والوں کو اطالیہ میں اراضی تقسیم

کرنے کی بھی نوبت نہیں آسکی۔

ہینی بال ابھی تک ایسی بستیوں پر حملہ کرنے سے بچتا تھا جن کی حفاظت کے لئے شہر پناہیں اور آلات موجود ہوں۔ اگر باشندوں کو اپنی طرف بلانے میں کامیابی نہ ہو تو وہ بستی کو گھیر کر سامان رسد جانا روک دیتا تھا۔ چنانچہ کاسی لی نم نے فاقہ کشی کی وجہ سے اطاعت قبول کی ضدی رومی سالار گراکس اسے محاصرے سے نکالنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہی رہ گیا۔ مگر ہر مہم کے بعد ہینی بال پلٹ کر نولا کو آ جاتا تھا کیونکہ نیپلز جانے والے راستوں پر یہی آخری بستی بچ رہ گئی تھی۔ وہاں کے ادنیٰ طبقے قرطاجنی فاتح کے حامی تھے اور ایک مرتبہ قریب تھا کہ شہر کے دروازے اس کے لئے کھول دیں۔ (رومی مورخ لکھتا ہے کہ "کہنا چاہیے .... کہ ایک بیماری اطالیہ کی تمام شہری ریاستوں میں یہ پھیل گئی تھی کہ عوام الناس اونچے طبقے کے لوگوں سے بگڑے ہوئے تھے اور اپنی ریاست کو قرطاجنہ والوں کی طرف کھینچتے تھے")

اصل میں نواعی سامینوم کے ضلعے کے نمائندوں نے شکایت کی تھی کہ رومہ جمعیتیں نولا سے نکل نکل کر ہمارے علاقے تاراج کر جاتی ہیں۔ ایک دفعہ تو ہینی بال کو بھی غصہ آ گیا۔ کہنے لگا "تمہارے ہاں جو کچھ گزرتی ہے، تم اس کی شکایت مجھ سے کرتے ہو" تاہم وہ اپنے تحت کا لشکر جس میں زیادہ تر بروتی جوان تھے، نولا کا محاصرہ کرنے لے گیا۔ یہاں اسے مارسیلس کی جان دار مدافعت کی ایک نئی جنگی چال سے سابقہ پڑا۔ اس تجربہ کار سپہ سالار نے پہلے تو آبادی کے ستر سرگروہوں کے سر کٹوا دیئے پھر دروازوں پر مستعد پاسبان مقرر کر کے اچانک قلعے سے نکل نکل

کرتا ختم کرتا تھا۔ وہ بوق بجاتا، بھاری اسلحہ والے سواروں کو سرپٹ دوڑاتا ہوا چھاپے مار جاتا تھا۔ ہنی بال کی نئی بھرتی والے اپنے خندقوں میں دبکے رہتے اور مسلسل بارش میں رومیوں کے قہرناک حملوں سے پست ہمت ہو گئے۔ ہنی بال نے انہیں ڈانٹا: ''تم قرطاجنہ کے سپاہی ہونے کے دعوے کرتے ہو؟ تو پھر قرطاجنی سپاہ کے سے کام بھی کرو۔ تم نولا مجھے فتح کر دو پھر جدھر کہو گے میں تمہیں لے چلوں گا۔''

پہلی مرتبہ اس کی فوج کے نقصانات رومیوں سے زیادہ ہوئے۔ مزید برآں 272 نومدی اور اسپینی سپاہی اپنی فوج چھوڑ کر، زمین دیے جانے کے قول قرار پر مار سیلس سے جا ملے۔ گویا ہنی بال کا اندرونی سازباز اور تفریق ڈالنے کا داؤ مارسیلس نے اس پر الٹ دیا تھا۔ لیکن پھر ایک رات یہ قرطاجنی سپاہی یکایک اپنی خندقوں سے غائب ہو گئے۔ رومی سپہ سالار احتیاط سے دیکھ بھال کرتا قلعے سے نکلا کہ معلوم ہو وہ کس راستے گئے۔ لیکن اس کا اندیشہ بیجا تھا۔ ہنی بال اس وقت بہت دور پہاڑیوں سے تیز تیز کوچ کرتا ہوا تارنتم کی طرف جا رہا تھا۔ اس شہر کے دو آدمی اس کے ہمراہ تھے جنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ شہر کے ایک دروازے سے اندر داخل کرا دیں گے۔

نیپلز اور نولا میں کامیابی نہیں ہوئی تو قرطاجنی سپہ سالار یہ موقع ہاتھ سے نہ دے سکتا تھا کہ جنوب کی دوسری سب سے بڑی بندرگاہ میں چپکے سے داخل ہو جائے۔ تمام جزئیات کو اچھی طرح دیر تک سمجھنے کے بعد وہ اس اقدام کے لئے تیار ہو گیا۔ تارنتم کے جوان باشندے جنہوں نے اسے دعوت دی، سچے معلوم ہوتے تھے۔

دونوں کے عزیز قریب رومہ کے یرغمالوں میں مارے گئے تھے۔ دونوں میں ایک مسمی فلی منس اس منصوبے میں پیش پیش تھا اور اس نے یہ تدبیر بتائی تھی کہ وہ شہر کی ایک کھڑکی (چھوٹے دروازے) سے شکار کھیل کر آتا ہے اور دربانوں کو عادی کر لیا کہ اسے رات کو اندر آنے دیں۔ شکار میں سے کچھ حصہ انہیں دے دیتا ہے۔ ہم اسی کھڑکی سے داخل ہوں گے۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا لیکن حفظ ماتقدم کا تقاضا تھا کہ اگر یہ تدبیر کسی سوئے اتفاق سے رہ جائے تو صرف اسی ایک داخلے پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ دوسرا جوان نیکو اپنے ہم خیالوں کو لے کر ایک دوسرے دروازے کو اندر شہر سے آکر جبراً کھلوائے جس کا ہینی بال باہر سے اسے اشارہ دے گا۔ نیکو یہ کام کر سکتا تھا۔

شرائط معاہدہ پر خاصی قیل وقال ہوئی۔ قرطاجنی رضامند ہو گئے کہ اپنی کوئی فوج شہر میں تعینات نہیں کریں گے نہ کوئی خراج لیں گے۔ پھر تفصیل سے سب کوچہ و بازار کا نقشہ دیکھا گیا جو وسط شہر کی بڑی منڈی تک جاتے تھے اور وہاں سے بالا حصار کو یہ بلند جگہ پر بندرگاہ کے اندر تک نکلا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ قلعے کی رومی فوج رات کو اسی بالا حصار میں چلی آتی ہے، صرف شہر پناہ کے پہرہ دار سپاہی باہر رہتے ہیں ان حالات کی ہینی بال نے اپنے دوسرے کارندوں سے بھی تصدیق کر لی اور پھر تاریخ اور وقت بھی مقرر کیا۔

ان خفیہ گفتگوؤں کے وقت وہ زیادہ تر اپنے پلنگ ہی پر رہا اور مشہور کرا دیا کہ طبیعت اچھی نہیں اس لئے دوسری لشکر گاہ میں نہیں گیا۔ نومدی سوار دیہات میں

چھاپہ مارنے کے لئے بھی بھیجے کہ سامان رسد لائیں اور معلوم ہو کہ ابھی وہیں قیام رہے گا۔ پھر مقررہ رات سے ایک رات قبل، چند ہزار ہلکے اسلحہ کے غال اور اپینی سواروں کو جو اندھیرے میں نقل و حرکت کے عادی تھے، لے کر سرعت سے منزل مارتا چلا۔ وہی نومدی چھاپہ مار دور دور تک گرد پھیل گئے اور راہ گیروں کو گرفتار یا قتل کر دیتے تھے تاکہ ہینی بال کے کوچ کا کسی کو پتا نہ چل سکے چیدہ سوار فوج دن میں گھوڑے چرانے والوں کے عقب میں چھپی رہی۔ (چرانے والوں کے رسالے اس وقت تک ان اطراف میں بخوبی معروف ہو گئے تھے) سر شام ہینی بال نے شمشیر زنوں کو سلا دیا اور پھر آدھی رات کے وقت اٹھا کر انہیں حرکت میں لایا۔ شہر کے اندر پہنچنے کی پوری کیفیت رومی وقائع میں تحریر ہے:

"ہینی بال کا رہنما فلی منس کندھوں پر حسب معمول شکار لادے ہوئے تھا۔ کھڑکی سے داخل ہونے کے لئے مسلح سپاہی اس کے ساتھ کئے گئے خود ہینی بال خشکی کی طرف شہر کے صدر (تمی نی تیس) دروازے کو گیا۔ اس محلے میں شہر پناہ کے اندر بہت سی قبریں تھیں۔ دروازے کے قریب اس نے آگ جلا کر اشارہ دیا نیکو نے دیکھ کر اندر سے یہی اشارہ کیا۔ پھر دونوں آگیں بجھا دی گئیں۔ اندر سے نیکو کی ٹولی پہرہ داروں پر جھپٹ کر گری۔ کئی سوتے میں بستروں پر مارے گئے۔ دروازہ کھول دیا گیا ہینی بال نے ہمراہی سواروں کو باہر ٹھہرنے کا حکم دیا کہ کوئی دشمن آئے تو کھلے میدان میں مقابلہ کریں۔ پیادہ جمعیت لے کر خود اندر داخل ہوا۔

ادھر شہر کی دوسری جانب فلی منس اس کھڑکی پر آ رہا تھا جہاں سے اس کے آنے

جانے کا معمول تھا۔ اس کی سیٹی اور جانی پہچانی آواز پر ایک پہرہ دار نے شہر کا یہ چھوٹا دروازہ کھولا فلی منس نے کہا کہ اتنا بڑا سور مار کر لایا ہوں کہ دو آدمیوں سے بہ مشکل اٹھ سکا ہے۔ اٹھانے والوں کے پیچھے وہ خود اور ایک دوسرا شکاری خالی ہاتھ اندر آئے۔ پہرے کا سپاہی اتنا عجیب سور دیکھنے کے لئے لانے والوں کی طرف متوجہ تھا کہ فلی منس نے برچھا اس کے جسم کے پار کر دیا۔ اسی کے ساتھ کوئی تیس ہتھیار بند آدمی جھپٹ کر اندر گھسے پہرہ داروں کو مار ڈالا اور ملے ہوئے بڑے دروازے کو توڑ کر کھول دیا جس کے ذریعے پورا قرطاجنی دستہ گھس پڑا۔ شہر کے چند جوان انہیں چپ چاپ بڑی منڈی تک لے گئے جہاں ہنی بال ان سے آملا۔ اس نے فوراً تارنتم والوں کی رہنمائی میں غالوں کے دو دستے شہر کے بڑے بازاروں پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کئے اور حکم دیا کہ جاگ ہونے پر جو رومی ملے اسے قتل کر دیں لیکن تارنتم کے شہریوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اس میں مدد دینے کے واسطے رہنماؤں کو ہدایت کی کہ اپنے ہم وطنوں کو خبردار کرتے چلیں کہ انہیں کوئی خوف نہیں، وہ مطمئن رہیں۔''

اب شہر میں شور وغوغا برپا ہو گیا تھا پھر بھی شہر والوں میں شاید ہی کوئی سمجھا ہو کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ شہر کے لوگ سمجھے کہ رومی سپاہی لوٹ مار کر رہے ہیں اور بالا حصار کے رومیوں کو گمان ہوا شہر والوں نے دغابازی سے کوئی بلوا کھڑا کیا ہے ان کا قلعہ دار گڑبڑ شروع ہوتے ہی جگا دیا گیا تھا۔ وہ نکل کر گودی تک پہنچا اور چھوٹی سی کشتی میں بالا حصار کے گرد گشت کیا۔ اتنے میں شہر کی تماشہ گاہ سے فوجی ترم زور سے

بجنا شروع ہوا جس سے اور زیادہ افراتفری بڑھی کیونکہ یہ رومیوں کا ترم تھا اہل سازش اسے چرا لائے اور اب ایک اناڑی یونانی اسے بجا رہا تھا جس سے کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ کون کسے کیا حکم دے رہا ہے۔

آخر دن نکلا تو فنیقی اور غال سپاہیوں کو دیکھ کر رومیوں کو جو بالا حصار میں سلامت تھے، حقیقت معلوم ہوئی اور ادھر یونانیوں نے رومیوں کی ہر طرف لاشیں دیکھ کر یقین کیا کہ شہر پر ہینی بال قابض ہو گیا۔ اس نے شہریوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے پاس بغیر ہتھیار کے جمع ہوں، سوائے ان کے جو رومیوں کے ساتھ ہی بالا حصار میں چلے گئے تھے۔ پھر ان سے لطف آمیز الفاظ سے خطاب کیا۔ یاد دلایا کہ ان کے شہر کے جو سپاہی تراسی منو اور کنائی میں اسیر ہوئے تھے، انہیں بلا فدیہ رہا کر دیا گیا تھا۔ پھر اہل رومہ کے متکبرانہ تسلط پر نفرین کی۔ آخر میں کہا کہ ہر شخص اپنے گھر کے باہر دروازے پر ''تارنتی'' کا لفظ لکھوا دے اور جب اہل شہر کے سب دروازوں پر یہ نشان ثبت ہو چکا تو اس نے اپنے سپاہیوں کو رومیوں کے مکانات لوٹنے کی اجازت دی چنانچہ بہت کچھ مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔

یہ کالے چور کی طرح کا تارنتم میں داخلہ ایک جنگی معرکے جیسے غور و فکر کے بعد عمل میں آیا تھا لیکن اس سے بندرگاہ کے سر پر بالا حصار ہاتھ نہ آ سکا اور اس مستحکم قلعے سے رومی نہیں نکالے جا سکے جس کے معنی یہ تھے کہ اس بڑی بندرگاہ پر ہینی بال کا قبضہ تو ہوا لیکن استعمال میں نہ آئی۔

''ارشمیدس کی پنجے''

ادھر ایک اور رات کو ایک اور بندرگاہ پر بالکل دوسری قسم کا حملہ دیکھنے میں آیا۔ طلوع فجر سے پہلے گہری نیند کی ساعتوں میں پچاس چپو والے 60 جہاز سیرا کیوز کی اندرونی جہاز گاہ اکرادنیہ کے پشتہ دیوار کے اندر آہستہ آہستہ چپو چلاتے ہوئے داخل ہوئے۔ ان کی ہیئت عجیب تھی کیونکہ رسوں سے دو دو جہاز بندھے تھے اور ہر جوٹ کے صرف بیرونی پہلو سے چپو چلا کر انہیں لایا جا رہا تھا جیسے دو آدمی مل کر تین ٹانگ کی دوڑ دوڑتے ہیں۔ جہازوں کے اوپر عرشوں اور چپو چلانے کے طبقات میں رومی جیوش کے سپاہی بھاری آہنی ڈھالیں لئے ہوئے بھرے پڑے تھے۔ مستول کی بلیوں پر بادبانوں کی بجائے نرالی قسم کے رسے اور چرخی بندھی ہوئی سیڑھیاں لٹک رہی تھیں۔ مطلب یہ تھا کہ جب سمندر کے رخ شہر کی فصیل تک جہاز پہنچ جائیں تو سیڑھیاں اس پر ٹکا کر بھاری اسلحہ سے مسلح سپاہی چڑھ کر فصیل پر پاؤں جما لیں۔ اسی طرح جگہ جگہ جہازوں سے سپاہی چڑھیں اور دائیں بائیں بڑھ کر ایک دوسرے سے آملیں یہ صفیں باندھ کر اہل شہر پر حملہ کردیں گے تو جیسا کہ سابقہ تجربہ گواہ تھا، رومی جیوش والوں کے آگے کوئی یونانی سیرا کیوزی نہیں ٹھہر سکے گا۔

سیڑھی والے جڑواں جہازوں کے بیچ میں وہ کشتیاں چلی آرہی تھیں، جن میں تیر انداز، پتھر گوکھر وغیرہ پھینکنے کے آلات لئے فلاخن انداز بیٹھے تھے، کہ سیڑھیاں چڑھنے والوں کا راستہ صاف کردیں۔ اگلی قطار کے پیچھے اور بہت سے جہازوں میں امدادی سپاہ تھی کہ پوری بندرگاہ میں پھیلا کر بیرونی دیوار کی حفاظت کرسکے۔

یہ جہاز حملہ سارے سیراکیوز کو نہیں جیت سکتا تھا۔ کیونکہ وہ تین الگ الگ شہروں کا مجموعہ تھا، اس کے گرد گیارہ میل گھیر کی فصیل بنی تھی اور یہ اکثر جگہ بلند نکیلی چٹانوں سے گزرتی تھی۔ سیراکیوز کبھی یورش کر کے فتح نہیں ہوا تھا۔ اور اہل رومہ نے افواہاً یہ بھی سنا تھا کہ ایک آشفتہ سر سے اختر شناس، ارشمیدس نامی نے شہر کے دفاعی آلات ایسے ایجاد کئے ہیں کہ ان کے جہازوں کے آلات جنگ کو بیکار کر دیں گے۔ لیکن انہیں یقین تھا کہ ایک دفعہ بندرگاہ میں گھس گئے تو پانی کی طرف سے محاصرہ کر کے حملہ آور فوج سے وہ کام لیں گے جیسے برچھی کا پھل زرہ چیر کر گھستا چلا جاتا ہے۔ حملہ آور جہازی دستہ خاص مارسیلس کی قیادت میں تھا جسے حکومت نے حکم دیا تھا کہ جس طرح، جس قیمت پر ممکن ہو سیراکیوز کو مسخر کرے اور صراحت کی گئی تھی کہ یہ قیادت اسے تفویض ہوئی ہے ''کیونکہ نولا میں ہینی بال اسے شکست نہیں دے سکا''۔ چنانچہ مارسیلس آبنائے مسینا کے پار اپنی فوج اتار لایا اور اپنے نائب سالار کو ساحل کے پڑاو پر متعین کیا کہ خشکی کی طرف سے محاصرہ کیے رہے۔

حملہ آور جہاز ناسو کے موڑ سے گزر گئے تو محفوظ بندرگاہ میں سمندر کا تموج بھی موقوف اور پانی ساکت تھا۔ یونانیوں کے باقی سب جہاز تجارتی گودی کی پناہ میں دوسری طرف تھے۔ پانی کے جہازوں کے ٹکرانے سے لپ لپ کی نیچی آواز، چپوؤں کی چرچراہٹ کے ساتھ مل جل گئی تھی۔ وہ خیریت سے پشتہ دیوار کے گھیرے میں داخل ہوئے جس کے سرے پر شہر پناہ بلند تھی۔ سرداروں نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب وہ ان بڑے بڑے پتھروں کی منجنیقوں کی زد سے گزر آئے ہیں

جو دن کے وقت رومی جہازوں کو فاصلے سے روک لیتی تھی۔

اتنے میں سامنے کی دیوار کی سیاہی کسی کسی جگہ سے رنگ بدلتی معلوم ہوئی اور اس میں رخنے سے پڑ گئے۔ انہی رخنوں سے چھوٹی چھوٹی برچھیوں کی ایک باڑ چلی اور عرشے کے سپاہیوں کے پیوستہ مجمع پر پڑی۔ سپاہیوں میں ہل چل مچ گئی۔ ادھر شہر پناہ کی طرف سے ترم کی آوازیں گونجنے لگیں۔

سیڑھیوں والے جہاز برابر بڑھتے رہے لیکن جب فصیل کے کنگوروں سے لمبے لمبے ہاتھ ان کے سروں پر بڑھتے نظر آئے۔ یہ جرثقیل کے آلات تھے۔ ان کی زنجیروں میں گڑگڑاہٹ اور ان کے سروں میں کوئی چیز بندھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا یہ وزنی لوہا پتھر وغیرہ کے گولے تھے کہ جہازوں کے اگلے حصے پر اس زور سے گرے کہ ان کے چوبی جوڑ بند ہل گئے اگرچہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ لیکن سروں کے اوپر گڑگڑاتی زنجیروں نے ایک اور کرشمہ دکھایا کہ جہازوں کی نوک دار پیشانی اس طرح اوپر اٹھنی شروع ہوئی گویا سمندر کا پچھون دیوتا نیچے سے دھکیل رہا ہے۔ دراصل زنجیروں میں جناتی پنجے بندھے تھے اور وہ جہازوں کو پیشانی سے پکڑ کر اٹھا رہے تھے تاآنکہ عرشوں سے لوگ پیچھے کے رخ پھسلنے لگے اور جہاز پچھی سے پانی میں ڈوبتے چلے۔ تب یکایک پنجے ڈھیلے ہو گئے اور جہازوں کو پانی میں اس طرح پٹخ دیا کہ لٹکتی سیڑھیاں زور سے پہلوؤں سے ٹکرائیں۔ بعض دفعہ ان مہیب آلات سے اتنے بڑے بڑے گولے گرے کہ جہازوں کے کنارے ٹوٹ گئے، پانی اندر آنے لگا۔ پھر جلتے تیل کے گولے آئے، چوبی حصوں میں آگ لگادی۔ فصیل کے اوپر

سے تیر و سنگ کی بارش الگ ہوتی رہی۔

اتنا نقصان بھی دن کے وقت ممکن تھا کہ خشکی میں رومی جیوش کو پیش قدمی سے نہ روک سکتا لیکن کالے کالے پانی میں یہ آفت بلائے ناگہانی بن گئی۔ سیڑھیوں سے اب کام لینا ممکن نہیں رہا۔ مارسیلس نے ترمیچوں سے پیچھے ہٹنے کا حکم بھجوا دیا اس طرح شخص واحد، ارشمیدس کی ذہانت فائقہ نے بے شمار افراد کی کوشش خاک میں ملا دی۔

ہٹیلے رومی اب خشکی کی طرف سے شہر کی فصیلوں پر چلے۔ قلعہ شکن آلات کو آڑ میں لانے کے بھی انہوں نے سامان کئے تھے۔ لیکن ادھر سے بھی فصیل کو ارشمیدس کی ایجادوں نے محفوظ کر دیا تھا۔ اسے مارسیلس کے کاریگروں سے روزاں و فلاخن کا کہیں زیادہ علم تھا۔ غرض بری حملہ ناکام ہو گیا۔

ہینی بال نے رومن مفرو اور بعض اجیر سپاہیوں کی نیز صقلیہ کی مختصر جمعیت اور بہت سے شہریوں کی بھرت ملا کر ایک فوج دو یونانی سرداروں کے تحت میں سیرا کیوز کی مقامی سپاہ کی مدد کو بھیجی تھی۔ لوی کا بیان ہے کہ "غلاموں کو آزادی کا ہار پہننے کی دعوت دی، مجرم قید و سلاسل سے چھوڑ دیے گئے اور اسی مرکب اژدہام نے پیو کراتس اور اپی کودس کو اپنا سپہ سالار منتخب کر لیا تھا۔" (یہ دونوں ہینی بال کے یونانی سردار تھے۔)

رومی سپہ سالاروں نے محصورین کو تھکا مارنے والے طولانی محاصرے کا اہتمام کیا تھا لیکن ایک تہوار کی رات بعض اہل شہر کی غداری سے وہ اس عظیم شہر کی فصیل

کے اندر داخل ہو گئے۔ اہل جیوش قتل عام کرتے ایک طرف بندرگاہ تک بڑھے اور ادھر بھیر و بنگاہ کی بلیات پیچھے پیچھے گھس پڑی۔ سارے شہر میں کشت وخون کا بازار گرم ہوا۔ اس کا انعام یونانی استادوں کے بیش بہا شاہکاروں کی صورت میں ہاتھ آیا۔ روایت کی جاتی ہے کہ پچھتر سال کا ارشمیدس اپنے کمرے میں ریت کے تختے پر ہندسی مساوات کا سوال حل کرنے میں غلطاں و پیچاں تھا جب کہ رومی سپاہی اندر گھسے۔ اس خلل اندازی پر معلوم ہوتا ہے، اس نے بگڑ کر پوچھا، تم کون ہو؟ مار سلیس کے سپاہیوں نے اسے برچھے میں بلند کر دیا اور پھر لوٹ مار میں لگ گئے۔ اس مرد بزرگ کا جو یونانی دور کا سب سے بڑا ریاضی دان مہندس و اختر شناس تھا، اس بری طرح خاتمہ ہوا۔

سیرا کیوز کی جان کنی کی کراہیں آناً فاناً جزیرہ صقلیہ میں گونجنے لگیں، اور مغربی حصے میں رومیوں سے مخالفت کی آگ بھڑکا دی۔ قرطاجنہ کی ایک فوج نے وہاں مار سلیس کا مقابلہ کیا اور ہینی بال نے اپنے نومدی لشکر کا سپہ سالار قیادت کے لیے بھیجا۔ وہ خود مسینا کی آبنا کے حائل ہونے کی وجہ سے فوج لے کر نہ آسکا اور کوہ تی فاتہ پر اپنا مستقر چھوڑ کر تنہا بھی نہیں آسکا لیکن جنگ کے بحر روم میں پھیلنے اور اس وسیع ترمیدان میں اس کے نشیب و فراز پر تشویش سے نظریں کھائے ہوئے تھا۔

معرکہ کنائی کے بعد اس کے بھائی ہسدروبال نے تعمیل حکم میں برادران سی پیو کی رومی فوج کو دھکیل کر الپس کے پار اطالیہ جانے کا اقدام کیا تھا لیکن بے تحاشہ حملہ کرنے میں ترتیب بگڑ گئی اور خط ابرو سے دھکیل کر محتاط اور رلائق رومی سالاروں

نے قرطاجنیوں کو جنوبی اسپین میں ہٹا دیا۔ بومل کر سار دینہ پر مہم لے گیا تھا۔ وہ رومیوں کے پاسبان بیڑوں سے تو بچ نکلا مگر سمندر کے طوفان کے آگے بے بس ہو کر بلیارک جزیروں میں پناہ لینی پڑی۔ یہاں کے باشندے ہمیشہ سے قرطاجنہ کے دوست دار تھے۔ لیکن جب تک وہ پھر سار دنیہ کے پہاڑی ساحل پر فوج اتارے تر کواتس (رومی سپہ سالار) اہل جزیرہ کی سرکشی کا قلع قمع کر چکا تھا۔ اور اس کے جیوش نے کم تعداد، بے وقت کی قرطاجنی سپاہ کا بھی جلد خاتمہ کر ڈالا۔ تر کواتس رومہ کی قدیم روایات سپہ گری کا نمونہ مانا جاتا تھا۔ اسی نے ان روایات کی یہاں کھلے بندوں یہ خلاف ورزی کی کہ اپنے غیر عسکری ملاحوں (Soeii Navales) کو مسلح کر کے لڑایا۔

اکثر الزام دیا جاتا ہے کہ حکومت قرطاجنہ نے ہینی بال کو اطالیہ مدد بھیجنے میں کوتاہی کی۔ اور بھیجی بھی تو صرف 4 ہزار سپاہی اور 40 ہاتھو لوکری بندرگاہ پر بھیجے۔ یقیناً اس عظیم سپہ سالار کے لیے، جو رومہ کی پوری مجتمع قوت کے سامنے ڈٹا رہا، یہ بہت حقیر مدد تھی۔ پھر ہمارے مصنفین اس کوتاہی کی وہ توجیہ کرتے ہیں جو رومیوں کی افسانہ طرازی کے مطابق بیٹھتی ہے (یعنی اس حکایت کے، کہ ہینی بال نے رومہ سے دشمنی کا حلف اٹھا رکھا تھا اور وہی اپنی شہری ریاست کو جنگ میں گھسیٹ لایا تھا) توجیہ یہ ہے کہ قرطاجنہ تاجروں کا گھر تھا، وہ جنگ وجدال کا شوق نہیں رکھتے تھے لہذا اپنے ضدی ہم وطن کی صرف برائے نام مدد پر کفایت کی۔ لیکن یہ توجیہ صداقت سے عاری ہے۔ قرطاجنہ کے وسائل نے جہاں تک یاری دی وہ جنگ جاری رکھنے کے

لیے دوسری طرف فوجیں بھیجتا رہا۔ بحری راستوں کی کشادگی ہینی بال ہی کی فتح و کامرانی کی ضمانت ہو جاتی۔ پھر جب سیراکیوز کی فوری امداد کے واسطے اس نے درخواست کی تو قرطاجنہ سے 13 ہزار سپاہ جہازوں میں بھر کر بھیجی گئی۔ یہ سیراکیوز کے قریب اتارے گئے لیکن پڑاؤ پر وبا پھوٹی اور بہت سے ہلاک ہو گئے۔ جو بچے تھے، وہ ہینی بال کے فرستادہ سردار کے پاس جمع ہوئے تھے لیکن آخرکار مارسلیس کے بے پناہ سیلاب کے سامنے نہ تھم سکے۔ اطالیہ کے لیے نئی سپاہ کو تربیت دینے کا قرطاجنہ کے پاس سامان نہ تھا اور نہ برقہ خاندان کے جیسے دیگر اعلیٰ سپہ سالار اسے میسر تھے۔ اس کا سب سے باتدبیر امیر البحر بومل کر ایک خاصی طرح سیراکیوز کی بندرگاہ میں در آیا تھا، لیکن ایک بڑے رومی بیڑے کی آمد پر وہاں سے ہٹ گیا۔ پھر جو سو سے زیادہ جنگی جہاز قرطاجنہ سے چلے، ان کا کوئی مستعد آزمودہ کار سربراہ نہ تھا۔ اتنی بات البتہ ماننی پڑے گی کہ بیرسا جیسی محفوظ جہاز سازی کا شہر (قرطاجنہ) کوئی مختتم جدوجہد یا ایک بھی ایسا آدمی پیدا نہ کر سکا جس کی فی فاتہ پر مقیم سپہ سالار کو فوری ضرورت تھی۔

کوہی بیس ہزار جوانوں کی اکی امدادی سپاہ جمع کی گئی تھی کہ خلیج تارتم کے پار جہازوں میں روانہ کی جائے لیکن ہسدروبال کو اور کے کنارے شکست ہوئی تو اس فوج کو اسپین کی طرف موڑ دیا گیا۔ غالباً یہ ہینی بال کی رضامندی سے ہوا۔ کیونکہ اس کا بھائی اور سچا نمائندہ ماگو اس فوج کا سپہ سالار بن کر گیا۔

قرطاجنہ کی مساعی جنگ کمزور نظر آنے کی ایک اور وجہ یہ ہوئی کہ رومن بحریہ کے

جہاز سارڈنیہ، آبنائے مسینا اور اڈریاٹک کے دہانے پر برنڈری وغیرہ باموقع مقامات سے ناکہ بندی میں سرگرم رہے۔ دوسو جنگی جہازوں کا کام ہی یہ تھا کہ ساحلوں پر قرطاجنہ والوں کی تلاش کرتے پھرتے تھے۔ کنائی کے بعد بھی 60 نئے جہاز پانی میں اتارے گئے کہ پرانے یا ضرور رسیدہ جہازوں کی جگہ کام کریں اور ہینی بال کی ساحلی چیرہ دستیوں نے ملاحوں کی بھرتی میں خلل ڈالا تو اجرت پر نئے ملاح لانے کی غرض سے دولت مند شہریوں سے بہت سا روپیہ حکومت نے قرض لے کر کام چلایا۔

یہ جنگی جہاز مارسلیس کی فوجوں کو مذکورہ بالا رات کے حملے میں سیرا کیوز لے گئے تھے مگر ان کا زیادہ اہم کام یہ تھا کہ سی پیو بھائیوں کی اسپینی سپاہ کی رسد رسانی کا سارا انحصار انہی پر تھا۔ پھر انہی کی بدولت سارڈینہ ہاتھ سے جانے سے بچا۔ انہی کی ایک جاسوس کشتی نے شاہ فیلپ کے وفد کو جو ہینی بال سے عہد نامہ کر کے واپس جا رہا تھا، راستے میں جا پکڑا (وفد کو آتے وقت پہلے خشکی پر ایک رومن چوکی کے پہرہ داروں نے روکا تھا وفد کا سردار ایک یونانی مسمی زینوفن تھا اس نے پہرہ داروں کو یہ چکمہ دیا تھا کہ ہم قرطاجنیوں کے پاس نہیں بلکہ رومہ کی مجلس اعیان کے پاس جا رہے ہیں۔ لیکن اب واسی میں بحری سرداروں پر یہ فریب نہیں چل سکا اور اس طرح قرطاجنہ اور مقدونیہ کے درمیان جو عہد نامہ قرتب ہوا تھا بجسہ پہلے رومہ پہنچ گیا اور شاہ فیلپ کو دوسرے قاصد بھیج کر ایک برس تک اس کی نقل پہنچنے کا انتظار کرنا پڑا حالانکہ یہی کانٹے کا سال تھا۔ پھر جب مقدونی لشکر بالآخر ساحل دلماشیہ پر نمودار ہوا تو اس

طرف جو رومن بیڑے گشت لگا رہے تھے انہوں نے مقدونیہ کے جنگی جہازوں کو بھگا دیا اور مقدونی لشکر کو سمندر پار کر کے اطالیہ میں اترنے سے روک لیا۔ غرض اس ایک سال کی اتحادیوں کی تاخیر ہینی بال کو بہت مہنگی پڑی۔

رومن بیڑوں کی خدمت کو ان کے تاریخ نگاروں نے اتنی کم وقعت دی ہے کہ ان کے صرف ایک قائد کا نام محفوظ رکھا۔ بہر حال یہ اتاکلیس اپنا دشوار فرض قریب قریب تمام زمانہ جنگ میں انجام دیتا رہا۔

سن 211 ق م تک جو لڑائی کا ساتواں سال تھا، قرطاجنہ کے جنگی بیڑے میں 130 جہاز ہو گئے تھے۔ اسی سال اسپین سے غیر متوقع فتح کی خبر آئی۔

''اسپین کے لیے ایک نائب قنصل کا انتخاب''

خبر یہ تھی۔ اسپین میں ایک اور کنائی رنائب قنصلی کے مرتبے کے دونوں سی پیو سپہ سالار مقتول۔ فوج کا قریب قریب خاتمہ ہو گیا۔ بچے کھچے سپاہی بغیر سردار کے ابرو کی طرف بھاگے رہے ہیں۔

رومہ کے بڑے چوک میں یہ خبریں سن کر بھرا مجمع سناٹے میں آ گیا۔ پھر مزید تفصیلات نے اور بھی ہوش اڑا دیئے۔ عین قلب اسپین میں قلطسیری قبائل نے حلفیہ عہد و پیان کیا تھا، وہ برادران سی پیو کو دغا دے گئے۔ ایک نوجوان نومدی مائی نسا نے اپنی سوار فوج کو اس طرح چکر دیئے کہ رومن جیوش دھوکے میں آ گئے اور سب سے بدتر یہ ہوا کہ برادران سی پیو کی فوجیں الگ الگ ہو کر برقہ بھائیوں

۔۔۔۔۔۔۔۔ (ہسد روبال، ما گو) اور تیسرے قرطاجنی سپہ سالار کے برق رفتار لشکروں کے پنجے میں پھنس گئیں۔ دشمن کی کارروائی بازی لے گئی۔ اب الپس نہیں تو ابروتک قرطاجنہ والوں کا راستہ کھل گیا۔

ادھر اطالیہ میں ہنی بال چھاتا جاتا تھا۔ اپی نائن کے مشرق و مغرب میں اس کی سرحدی لشکر گاہیں لکریا اور کاسی لینم، ٹائی بر کے شہر (رومہ) سے صرف 150 اور 110 میل پر آ گئی تھیں۔

رومی سوار فوج کا سب سے من چلا سردار گراکس شکار کو گیا یا کسی ندی میں نہا رہا تھا کہ کمین گاہ سے دشمن آ پڑا اور اس کی لاش قول قرار کے بعد سب سے قریبی رومن چوکی پر ایک غیر عسکری قرطاجنی، کرٹلو نے رومیوں کے حوالے کی۔ اس طرح گراکس کی روح بھی فلے مینس، امی لیس، بردران سی پیو اور ایں روے غال کے مقتول قنصل کی صف میں شامل اور اسی دنیا میں پہنچ گئی۔ جو غروب آفتاب کے نیچے ہے۔ صرف ایک مارسلیس اس قابل نظر آتا تھا کہ اس عیار افریقی کو پیچھے دھکیل دے گا جس نے محض باغی غال، یونانی بروتی اور اسی طرح کے ایرے غیرے انفار کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا تھا کہ انہیں باقاعدہ سپاہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔ مگر مارسلیس کو اطالیہ چھوڑ کر کوہستان پائی ریں کا راستہ روکنے کے لیے اسپین نہیں بھیجا جا سکتا تھا۔

سن 211 کے انتخابات کے وقت رومہ کے آبائے کرام کو جنگ کے آٹھویں سال بڑی پریشانیوں کا سامنا تھا۔ تاراج سارڈنیہ اور طاعون زدہ صقلیہ سے غلے کے جہاز آنے کی توقع نہ تھی مارسلیس نے سرکش صقلیہ والوں کو خون کا غسل دے کر

پاک کیا اور یہ خونریزی امن قائم کرنے میں مفید و ممد ہوئی۔ لیکن کتنے ہی کھیت تیار کرنے والوں کے ہاتھ ضرور کم ہو گئے۔ ادھر خود رومن سپاہیوں میں بار بار کی نافرمانی سے سرداران فوج کی بہت بے رعبی ہوئی۔ کنائی کے بعد وہ جیوش جن میں غلام بھرتی کیے گئے تھے، سوائے دیہات میں لوٹ مار کرنے کے اور کسی کام کے نہ نکلے، چنانچہ انہیں توڑ دیا گیا۔ پے نولا نام ایک یک صدی سردار قسم کھا کر دو جیوش لے گیا تھا کہ ہینی بال کو ڈھونڈ کر سر کاٹ لائے گا، وہ تو واپس آیا، مگر دونوں جیوش میں سے کوئی جوان پلٹ کر نہیں آیا۔

صدر محتسب نے مجلس کے اکابر کے روبرو بعض ناگوار اعداد پیش کیے۔ اس وقت تک 23 جیوش اطالیہ میں فوجی خدمت انجام دے رہے تھے۔ سالانہ شمار میں 270,000 (دو لاکھ ستر ہزار) مرد قابل جنگ پائے گئے تھے۔ جن میں سے ازروئے قاعدہ نصف بھرتی کیے جا سکتے تھے مگر ضرورت کی بنا پر 12 فی صدی سے زیادہ باقی نصف سے بھی لینے پڑے۔ جس برس ہینی بال الپس اتر کر آیا، قابل جنگ مردوں کی تعداد 7,70,000 (سات لاکھ ستر ہزار) درج ہوئی تھی۔ سوال یہ تھا کہ زراعت اور جہاز رانی کی ناگزیر ضرورتوں کے لیے کتنے آدمی چھوڑے جائیں۔

ایک نوجوان حاکم نے مندر جوپیٹر کے باہر لوگوں کی تخشم بخشا سن کر انہیں اس طرح تنبیہہ کی: ''جب دیکھو تم ہینی بال کی رٹ لگاتے ہو۔ ہر وقت ہینی بال تمہارے دماغ میں بسا رہتا ہے۔ حالانکہ تمہارا دشمن قرطاجنہ ہے''۔ یہ اسپین کے مقتول سپہ

سالار کا 25 سالہ بیٹا کورنلیس سی پیو تھا جو تدبیر کے معرکے میں شریک اور وہی جوان رعنا تھا جس نے کنائی میں نامزد سرداروں کو اطالیہ سے بھاگ نکلنے کی تجویز سن کر تلوار کھینچ لی تھی۔ لوگوں نے توجہ سے ضرور اس کی بات سنی۔ مگر نوجوان سی پیو نے کبھی فوج کی قیادت نہیں کی تھی۔ وہ بڑے چوک کے رواقوں میں سیاسی مباحث کا لطف اٹھاتا رہا تھا۔ لوگوں نے جواب میں دل کی بات کہہ دی۔ صاف صاف، جیسی اس کی مہر کی انگوٹھی انگلی میں تھی: ''ہینی بال شہر کے کولینا دروازے سے سات دن کی منزل پر ہے۔ قرطاجنہ افریقہ میں واقع ہے''۔

سی پیو نے کہا اور جذبات کی عجیب شدت سے کہا ''ٹھیک ہے۔ لیکن تم قرطاجنہ کو مٹا دو تو ہینی بال کا کیا باقی رہے گا؟''

وہ آشفتہ سر سا نوجوان تھا۔ بارہا بالا حصار کے مندر جوپیٹر کے دربانوں سے کہہ سن کر رات کو مندر کے دروازے کھلواتا تاکہ اندر صبح تک مراقبہ کرتا رہے۔ لوگوں کے پوچھنے پر اس کی شرح یوں کی کہ ''تنہائی کا اس سے کمتر احساس کبھی نہیں ہوتا، جتنا بالکل تنہائی کے وقت ہوا کرتا ہے''۔ توہم پرستوں نے سی پیو کے اس طرح تخلیئے میں نشستوں کی وجہ یہ نکالی تھی کہ سی پیو خود جوپیٹر دیوتا کا بیٹا ہے جس نے اس کے ماں کے پیٹ میں حلول کیا۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ بالکل خالی مندر میں بیٹھا نیچی آواز سے باتیں کرتا سنا گیا تھا۔ اس تنہائی میں کون تھا، جس سے وہ ہم کلام ہوتا تھا؟ ایک اور بات یہ بھی تھی کہ اگرچہ نوجوان سی پیو ایسا حسین تھا جیسے کوئی خوبصورت یونانی عنفوان شباب کے وقت۔ لیکن اس نے کبھی کسی دوشیزہ حسینہ بلکہ کسی کنیز کے ساتھ

بھی، جو اس کی طرف آ جاتی ،خلوت کرنے کا اقدام نہیں کیا تھا۔

سی پیو کی نرالی باتیں فقط حماموں میں گپ شپ کا موضوع ہو کے رہ جاتیں، لیکن 35 قبائل کی مجلسوں نے اس کے حق میں عوامی مطالبے کیے تو انہیں خاص اہمیت حاصل ہوگئی۔ اصل مین عام شہری آبادی خوارک کی کمیابی سے جھنجھلائی ہوئی تھی۔ اس پر پھر ضد اور سرکشی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ بہت سے کسان کھیتوں سے اجڑ کر شہر میں آ بھرے تھے۔ بار بار قلعے کی پہاڑی سے گرا کر لوگ ہلاک کیے جا رہے تھے۔ یہ بھی ان میں اشتعال کے اسباب تھے۔ عوامی مجلسوں نے نئے محصولاالات کا ٹھیکہ بولی بولنے والوں کو دینے کی بڑی مذمت کی اور متمول مالکان جہاز پر برس پڑے کیونکہ ان کے پاس اس بات کی شہادت تھی کہ یہ جہاز والے تاجر دکھاوے کو کچھ سامان لادکر از خود اپنی کشتیاں سمندر میں غرق کراتے اور پھر خزانے سے بھاری رقمیں قیمتی سامان تلف ہونے کا معاوضہ وصول کرتے تھے۔ غصے کی معقول وجوہات کے علاوہ بلاوجہ کا اضطراب زیادہ پھیل گیا تھا مورخ کہتا ہے کہ لوگ محسوس کرتے تھے کہ دیوتاؤں نے انہیں چھوڑ دیا وہ بہت سی قدیم مذہبی مراسم کی جگہ نئے دیوی دیوتاؤں کی تلاش کرنے لگے تھے، چوک کے مجمعوں میں یہ اعتقاد عام ہو رہا تھا کہ سی پیو جو کنائی کے معدودے چند بہادروں مین سے ایک ثابت ہوا، نادیدہ دیوتاؤں سے رابطہ رکھتا ہے۔ آبائے مجلس کو انتخاب سے قبل غورو بحث کرتے وقت لامحالہ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھنا پڑا۔ دیکھنے میں تو یہ پراسرار نوجوان مرزا پھویا معلوم ہوتا تھا۔ یونانی وضع کی کاکلیں تھیں۔ عمر اتنی کم تھی کہ میر عدل (پریٹر) کے

عہدے پر بھی مقرر نہ ہو سکتا تھا۔ البتہ وہ کورنلیس برادری کا فرد تھا اور اس کے محل نما مکان کے عبادت خانے میں 30 مرنے والوں کی "شبیہیں اور نام کی تختیاں آویزاں تھیں جو اس کے اسلاف میں قنصلی رتبے پر فائز ہوئے تھے۔ کوئی ربانی تحریک ہو یا نہ ہو، سی پیو کو بلا شبہ اپنی قوت و قابلیت پر کامل یقین تھا۔ غرض چوک کے ایک منبر پر چڑھ کر جب اس نے سپاہ اسپین کی سپہ سالاری کے لیے اپنے تئیں نائب قنصلی کے امیدوار کے طور پر پیش کیا تو بزرگان شہر نے طے کر لیا کہ پبلیس کورنلیس سی پیو کی مخالفت نہ کریں گے۔ البتہ ایک سن رسیدہ شخص جو قانونی مرابت مطلوبہ سے بہرہ مند ہوگا، رسم پوری کرنے کے لیے ساتھ کر دیا جائے گا۔"

اس طرح نوجوان سی پیو باتفاق رائے نائب قنصل منتخب کر لیا گیا۔ اگرچہ بعض نکتہ چینوں کی رائے تھی کہ وہ لوگ اول درجے کے احمق ہیں جو اسے اسپین بھیج رہے ہیں۔ جہاں اس کے باپ اور چچا کی قبریں شاید اس کا انتظار کر رہی ہوں گی۔

دیکھا جائے تو سی پیو بہت سی صفات میں ایک اور نامی آشفتہ سر جولیس سیزر سے مشابہ تھا۔ اس پر بڑائی حاصل کرنے کی دھن سوار تھی۔ گرد و پیش کے لوگوں کی کوئی وقعت دل میں نہ تھی۔ سخت بے مہر عاقل تھا، مگر اڑ جانے کا، خارج از گمان، مادہ رکھتا تھا۔ ترغیب دینے سے کام نکلتا ہو تو سراپا لطف و مدارا ہو جاتا تھا۔ غالباً کنائی کے بعد رومہ کے پے در پے سالاروں پر اسے اعتماد نہیں رہا اور مجلس اعیان کی ماتحتی سے دور رہنے کا خواہاں تھا۔ فے بیس ابتدا سے سی پیو کی طرف سے بدظن تھا۔ لیکن یہ نوجوان صبر سے موقع کا انتظار کرتا رہا کہ جس وقت حکومت میں کوئی تلاطم برپا ہو تو

وہ اچھل کر کسی اونچی کرسی پر جا بیٹھے۔اس انتظار کے زمانے میں بھی اس نے اپنے بارے میں ایک مذہبی افسانہ بنوالیا اور جب عامتہ الناس کسی فوق عادت امداد کی تلاش میں تھے، سی پیونا دیدہ خداؤں تک پہنچنے کا گویا ایک وسیلہ نظر آنے لگا۔

ماننا پڑتا ہے کہ اس وقت کے محاربہ عظیم میں یہ گر کی بات اس نے پالی کہ ہینی بال اپنی ذات کے لئے نہیں، قرطاجنہ کے لئے لڑ رہا ہے ایک دوسرے پہلو سے دیکھئے تو سی پیو اور رومہ پر بھی یہ بات صادق آتی ہے۔یہ نوجوان سیاست دان بھی (ہینی بال کی طرح) تلا ہوا تھا کہ اپنے باپ کے منصوبے پر عمل کرے اور اسپین کو افریقہ کی سیڑھی سمجھ کر پہلے اسے قبضے میں لائے اور پھر جنگ کا کامیابی سے خاتمہ کرے۔

نئے قرطاجنہ میں پنچون دیوتا

سی پیو اپنے رسمی رفیق اور دو جیوش کے ساتھ ابرو کے شمال میں بہ مقام امپوریہ خیریت سے ساحل پر اترا۔شکست خوردہ فوجوں کے بچے کچھے سپاہی یہیں جمع کئے گئے تھے۔یہیں رومہ کی امدادی سپاہ ماراماری بھیجی گئی نوجوان سپہ سالار انہیں ایک دورنگی شخصیت نظر آیا: مہربان دوست اور ضوابط کی سخت پابندی کرنے والا۔

ہزیمت کے بعد فوج کی قیادت یک صدی سردار لوکیس مارکیس نے سنبھالی تھی۔سی پیو نے اس سے مل کر دیکھا کہ وہ بھی اسی جیسا نوجوان ہے۔سی پیو نے اسے اپنے ساتھ رکھا اور صاف صاف اقرار کیا میں اسپینی محاذ کے حالات سے بالکل ناواقف ہوں۔گزشتہ آٹھ برس میں جو کچھ واقعات اچھے یا برے پیش آئے، ان

سب کی تفصیلات، دولت، دوست دشمن بستیوں کے نام اور احوال پوچھتا رہا۔ یہ گفتگو سواری کے دوران میں ہوتی تھی اور وہ گھوڑے پر دور دوران اونچے میدانوں کا گشت لگاتا رہا جو کوہستان پائی ریں اور بروندی کے درمیان پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے باپ کی فوج کے پرانے سپاہی جو سلامت رہ گئے تھے، انہوں نے بتایا کہ یہی خط محفوظ اور ڈٹے رہنے کے لئے ضروری ہے سی پیوں ان کی فنی بصیرت کی تعریف کرتا اور مسکراتا رہتا تھا۔ اس کے ہمراہ ایک پیشہ اور حربی ماہر لےلیس بطور نائب سالار آیا تھا لیکن اس نے اپنے فوجی عملے کا صدر مارکیٹیں کو مقرر کیا جس پر سب کو حیرت ہوئی۔

اس کا معمول تھا کہ مختلف جمعیتوں کے پرچموں کے پاس تھوڑی دیر کو اتر پڑتا اور جب سپاہی اردگرد جمع ہو جاتے تو ان سے کہتا کہ ہماری شکست کا سبب فوج کا دو حصوں مین بانٹ دیا جانا تھا۔ ورنہ دلیری میں رومی کسی سے کم نہ تھے۔ اس نے کہا، میری سپہ سالاری میں یہ صورت نہیں ہونے پائے گی اور فوج والوں میں یہ احساس بھی پیدا کیا کہ وہ آئندہ واقعات کے بارے میں کوئی وجدانی یقین رکھتا ہے۔

وہ جاڑوں بھر نئے جیوش کو قواعد کی مشق کراتا رہا۔ وہ اتنی اتنی دیر تک انہیں پیدل چلاتا کہ بھاری اسلحہ اور سامان کے بوجھ سے وہ گر گر پڑے اور جو پیچھے رہ جاتے انہیں خوراک نہ دی جاتی اور یا باندھ کر کوڑے سے پیٹے جاتے تھے۔ چوکور قطعات میں نادیدہ سواروں کے مقابل دوڑایا جاتا۔ آلات جر ثقیل پہاڑوں پر لے کر چڑھایا جاتا۔ ان پر سانگ (چھوٹی برچھی) پھینک کر ماری جاتی جو اسپین والوں کا خاص

حربہ تھا۔

سی پیو کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ ساحل سے دور نہ جائے۔ اندرونی علاقوں پر قرطاجنی فوجیں چھائی ہوئی تھیں اور وسطی اقطاع کے باشندے دغا باز تھے۔ اس نے بھی اتفاق کیا کہ اندرون ملک میں زیادہ نہ جانا چاہیے۔ ساحل کے قریب رہنے میں وہ اپنے جنگی جہازوں سے بخوبی کام لے سکتا تھا۔ اب اسے تحقیقات اور مخبروں سے جرح کر کے معلوم ہوا کہ ماگو جنوب میں، (جبل الطارق کے قریب) ہسدروبال کتنابریہ میں اور تیسرا سپہ سالار مغرب میں بحر اوقیانوس کے قریب فوجیں لے گئے ہیں۔ اور نئے قرطاجنہ سے اس منزل سے زیادہ فاصلے پر ہیں پھر سمندر کے تموج اور ساحلی ہواؤں کے بارے میں بحری ناخداؤں سے پوچھ گچھ کر کے اس نے بیڑے کو تیار رہنے کا حکم دیا۔

سردیاں ختم ہوئی تھیں کہ سی پیو بذات خود جیوش لو لے کر جنوب کی طرف روانہ ہوا اور دوسری منزل پر پہنچ کر جمعیتوں کو خبر دی کہ ہمارا بھاری اثالہ پیچھے آ رہا ہے، خود ہم برابر جنوب میں بڑھیں گے اور شہر قرطاجنہ جدید تک کہیں نہیں ٹھہریں گے۔ جیوش کی رفتار تیز ہو گئی۔ قریب ساحل کے ساتھ جنگی جہاز ان کے ہم قدم بڑھتے رہے۔

سی پیوں کی یہ جرأت و جسارت کہ اہل قرطاجنہ کے اسپین میں سب سے بڑے گڑھ پر چھاپہ مارا اور یکا یک اسے جالیا، ماہرین حرب سے داد و تحسین لیتی رہی ہے۔ قلعے کے اندر غالباً صرف ایک ہزار پہرہ دار تھے۔ شہر میں دو ہزار فوج ردیف کے سپاہی اور ہوں گے۔ پھر بھی شاید سی پیو اپنی پہلی قسمت آزمائی میں کامیاب نہ ہوتا اگر

پنچون دیوتا سے استعانت کا یہ ڈھنگ نہ نکالتا کہ نئے قرطاجنہ کے نظر آنے سے پہلے اس نے وعدہ کیا کہ جو سپاہی سب سے پہلے قلعے کی دیوار پر کمند ڈال کر چڑھے گا اسے سونے کا تاج انعام دیا جائے گا اور میں نے خواب دیکھا ہے کہ عین وقت پر پنچون دیوتا اس کی ایسی مدد کرے گا کہ وہ سب پر اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔ مگر انہیں آتا دیکھ کر قلعے کی فوج نے باہر نکل کر حملہ کیا تو اس آویزش میں رومیوں کو انہیں روکنا مشکل ہو گیا اور خشکی کی طرف مشرقی فصیل پر پیش قدمی ناکام رہی۔ تیسرے پہر تک سی پیو انہیں دھکیل دھکیل کر بڑھاتا رہا۔ آخر خود 500 سپاہی اور سیڑھی والوں کو لے کر وہ شمال کی طرف جھیل میں گھسا اور کمر کمر پانی تک پایاب چل کر فصیل کو جا لیا۔ پہرہ داروں کے جوق دوسری طرف مصروف جنگ تھے۔ غالباً سمندر میں جزر کا وقت تھا یا ساحلی ہوائیں اسے روکے ہوئی تھیں کہ بحری جھیل میں پانی اونچا نہیں ہوا لیکن سی پیوں کے سپاہی تو یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ پنچون دیوتا نے اسے روک رکھا تا کہ ادھر سے زینے لگا کر وہ فصیل پر چڑھ گئے اور قلعے کے نیم ویران بازاروں میں گھس پڑے۔ اس طرح صرف سات گھنٹے میں سی پیوں نے وہ قرطاجنی گڑھ جیت لیا جہاں تک ان کے آنے کی کسی کو توقع نہ تھی۔ اس افسانے میں دیوتاؤں کی امداد نہ سہی، کوئی غیبی علم سی پیو کو ضرور مل گیا ہے مزید شاخسانے لگ گئے۔

بہر حال ایک دن میں وہ بڑی بندرگاہ اس کے ہاتھ آ گئی جس میں افریقی جہازوں کے کارواں آ کر پناہ لیتے تھے۔ ہسدروبال کا مال خزانہ اور 18 کارآمد جہاز ملے۔ فوج کو قلعہ بند چھاؤنی ملی اور رومہ کے جنگی بیڑوں کا یہاں تک راستہ

صاف ہوگیا۔ اب ہسدروبال کے لئے خشکی کے راستے اطالیہ پر فوج کشی بھی اس وقت تک کہ سی پیوں نے قرطاجنہ پر قابض تھا ممکن نہیں رہی۔

ادھر ان خبروں نے شارع ساکرہ پر بھیڑ لگانے والوں کے دل بڑھا دیے خاص ہسدروبال ''ذی شان'' پر اچانک حملے اور قبضے کا کسی کو گمان تک نہ تھا لہذا حیرت نے ان کے جوش وخروش کو چند در چند بڑھا دیا۔ اسی زمانے میں مارسیلس کے غنائم ''بہادری'' کی دیوی کے مندر مین لا کر لٹکائے گئے یہ یونانی دیوتاؤں کی مورتیاں سیراکیوز کی لوٹ میں ہاتھ آئی تھیں۔ انہی کے ساتھ ایک طلائی گولا آیا جس پر باریک جالی کا سا کام کیا ہوا تھا۔ یہ ارشمیدس کا تیار کیا ہوا کرہ ارض (کا نقشہ) تھا۔

بازاروں میں لوگ کہتے پھرتے تھے کہ رومیوں کو ایک ہنی بال کی تلاش تھی۔ نوجوان سی پیو نے یہ کمی پوری کردی۔ ضرور وہ دیوتاؤں کا منظور نظر ہوگا؟ جس طرح مارسیلس بہادروں کا بہادر تھا۔

دست مردہ کا پیغام

''اس وقت قرطاجنی اور رومی، دونوں نیرنگی تقدیر کا ہدف اور بیم ورجا کے تذبذب میں ایسے مبتلا تھے کہ اور کبھی نہ ہوئے تھے''

212 تا 210 قبل مسیح کانٹے کے سال گزرے ہیں مگر اس تمام مدت میں تاریخ کے کٹے پھٹے نسخوں میں خود ہنی بال ایک دھندلی تصویر بن گیا ہے۔ اس کے منصوبوں اور اندیشوں کا تو کیا پتا چل سکتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس زمانے میں وہ

اپنے دشمنوں کی نظر سے کسی نہ کسی طرح چھپا ہی رہا بجز اس کے کہ کبھی کسی فوج کو ساتھ لے کر نکلا ہو۔ حالانکہ بظاہر کاسی لینم کے برجوں سے اپی نائن کے سرے کی ''قلہ سفید'' تک تمام وادیوں میں گشت لگاتا پھرتا تھا۔ یہ ساری زمین اب اس کے پاؤں کو لگ گئی تھی۔

تاہم شریر بچوں کی سی شوخیاں کرنی نہیں چھوڑتا تھا۔ مثلاً ایک رومی سالار کو صحیح لاطینی میں شکست کی پیش گوئی کی تحریر، تاریخ اور مقام کے تعین کے ساتھ ملتی ہے۔ وہ اس تنبیہہ کی پروا نہیں کرتا، بڑھے جاتا ہے اور فی الواقع شکست کھاتا ہے۔ پیش گوئی (جسے ہنی بال نے عیاری سے لکھوا کر بھیجا تھا) درست نکلتی ہے۔ ایک اور چھاؤنی والوں کو نائب قنصل کا حکم نامہ موصول ہوتا ہے جس پر اس کی باقاعدہ مہر ثبت کی ہوئی ہے۔ تعمیل کے لئے لوگ تیار ہو جاتے ہیں، اتنے میں کسی کو یاد آتا ہے کہ وہ نائب قنصل مارا جا چکا ہے اور اس کی مہر کی انگشتری ضرور قرطاجنہ والوں کے قبضے میں ہو گی۔

قرطاجنہ والے اپنے ضابطہ پرست دشمنوں کو خوب چکمے دیتے ہیں۔ کبھی پہاڑیوں پہاڑیوں پلک جھپکتے میں آگ بھڑکتی اور ایسے اشارے دیتی ہے جنہیں رومن نہیں جانتے۔ کبھی ایبری (ہسپانوی) سپاہی الاؤ کے گرد ناچتے نظر آتے ہیں۔ رومی صف لشکر بڑھ کر تیر یا برچھیاں ان پر پھینکتی ہے تو جھٹ زمین پر بیٹھ کر بوچھاڑ کو سر پر سے گزر جانے دیتے ہیں اور پھر نہایت پھرتی سے اٹھ کر اپنا خونی حربہ چلاتے ہیں۔ کبھی وہ چڑھی ندیاں، کشتیوں کے پل باندھ کر اس طرح عبور کرتے ہیں کہ

پاؤں ذرا نہیں بھیگتے پھر پل کو سمیٹ کر لا دے لیے چلے جاتے ہیں کبھی ٹائی برندی میں بہاؤ کے خلاف جہاز آتے دکھائی دیتے ہیں اور پھر یکا یک غائب ہو جاتے ہیں۔ پتا نہیں چلتا کہ یہ کیا چیز تھی۔

قرطاجنہ والے جہازوں کے بارے میں خاص ہنر جانتے تھے۔ ہینی بال نے تارنتم والوں کو بتایا کہ وہ اپنے جنگی جہاز اندرونی بندرگاہ سے کس طرح نکال کر لے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ رومیوں نے قلعے سے زنجیریں باندھ کر اس کا بیرونی راستہ روک رکھا تھا۔ اس نے شہر کے ایک بازار میں بیلنوں پر کشتیاں چڑھا کر حکم دیا کہ انہیں ٹھیلتے ہوئے کھلے سمندر کی ریتی تک لے جائیں۔ دراصل تارنتم واحد بندرگاہ تھی جسے اس کے مقدونی اتحادی استعمال کر سکتے تھے اور اس کا ہینی بال کو برابر دھیان لگا رہتا تھا وہ ایسی ایسی جزئیات پر نظر رکھتا تھا کہ اس کے دشمنوں کو ان پر توجہ تک نہ ہوتی تھی۔ مثلاً وہ باخبر تھا کہ کنائی کے شکست خوردہ جولیش جو سقلیہ بھیج دیئے گئے تھے نہایت دل شکستہ ہو رہے ہیں اتر سکن کاشتکار جو ابھی تک رومیوں کے وفادار تھے پہلی مرتبہ اس کے زیر حکومت علاقوں میں آنے لگے ہیں۔ اس کی خبروں کے ذرائع کا رومیوں کا پتا نہ چلتا تھا۔ بہت سے نومدی بظاہر قرطاجنہ کا ساتھ چھوڑ کر رومی لشکروں میں آ جاتے۔ رومی سردار بہت خوش ہوتے لیکن تھوڑے دن بعد یہ مفرور واپس ہینی بال کے پاس جاتے اور چشم دید واقعات اسے سناتے تھے۔ سکندریہ کا ایک مصری تی فاتہ میں دیکھا گیا حالانکہ بطلیموسی مصر اور مقدونیہ میں دشمنی تھی اور مقدونیہ ہینی بال کا حلیف ہو گیا تھا لیکن اسی مصری سے اسے پتا چلا کہ رومہ کی

مجلس اعیان سخت پریشانی مین بطلیموسوں سے غلے کے جہازوں کا سودا کر رہی ہے۔ خود ایک رومی سردار اگرچہ تی فاتہ میں اسیر تھا، برابر ہینی بال کے ساتھ رہتا اور دیر تک اس سے باتیں ہوا کرتی تھیں اگرچہ کسی کو خبر نہ تھی کہ کیا باتیں ہوتی ہیں۔

اسی زمانے میں کاپوا شہر ہاتھ سے نکل گیا تھا لہذا تی فاتہ کی پہاڑی پر نئے مورچے تعمیر کرائے گئے اور دوسرے قصبات میں قرطاجنی سپاہ مقامی حفاظت کیلئے تعینات ہوئی۔

دراصل رومیوں نے کاپوا کے خلاف پوری قوت لگا دی تھی۔ ''یونان کلاں'' کی سرکشی میں انہیں سب سے بڑھ کر اشتعال کاپوا کے دغا دے جانے سے ہوا تھا۔ ادھر نولا میں ہینی بال کو محاصرے میں ناکامی ہوئی اور اس کے دوامی غالب کا طلسم ٹوٹا تھا انہیں سمندر سے محاصرہ کرنے اور وال ترنوندی کے راستے آگے تک بڑھنے کا حوصلہ ہوا۔ اس عرصے میں رومی سرداروں نے بعض نئ تدبیریں بھی نکالی تھیں کہ قرطاجنہ کے خطرناک ہلکے پھلکے رسالوں کا ان کے نیم مسلح سوار خاطر خواہ مقابلہ کر سکیں۔ رومیوں کی کمزوری سوار فوج ہی میں زیادہ تھی۔ اب انہوں نے سانگ پھینکنے والے سدھائے کہ سواروں کے پیچھے سوار ہوں اور قرطاجنہ کے خوف انگیز اوچی سواروں پر نیچے اتر کر سانگ چلائیں۔

ان تیاریوں کے ساتھ تمام جنوب کی رومی افواج کو کاپوا پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا گیا۔ اہل شہر بہت ڈرے اور ہینی بال سے مدد مانگی جو اس وقت تارنتم کے قلعے کے لئے زور آزمائی کر رہا تھا۔ اس نے ہنو کو زرہ پوش رسالے دے کر بھیجا کہ جیسی

کچھ ممکن ہو کاپوا کی امداد کرے۔ اسی سلسلے میں آگ کے اشاروں سے وہ نقل و حرکت ہوئی جس کا گراکس شکار، ایک رومی لشکر تتر بتر ہوا اور سینٹی خورے پنولا کو شکست و ذلت نصیب ہوئی۔ دو رومی سپاہ جو کاپوا پہنچ گئی تھیں، گھبرا کر پہاڑوں میں بھاگیں اور خندقیں کھود کر پڑ گئیں۔ اس طرح محاصرہ ٹوٹ گیا، لیکن ہٹیلے رومیوں نے اسے ترک نہیں کیا۔ دوبارہ دونوں نائب قنصل فوجیں لے کر بڑھتے چلے آئے اور کاپوا کے گرد انہوں نے مورچہ بندی کر لی۔ دوبارہ شہریوں نے ہنی بال کو مدد کے لئے پکارا اور اس مرتبہ وہ خود دو منزلہ سفر طے کر کے آزمودہ کار پیادہ فوج اور 32 ہاتھیوں کے ساتھ آیا۔ یہ پیام چوری سے شہر میں بھیج دیا گیا کہ جس وقت اور مقام پر محاصرین کے مورچوں پر وہ ہنی بال کو حملہ کرتے دیکھیں اپنی پوری فوج لے کر وہیں باہر آ جائیں۔ اس یورش سے دشمن کے اپنے مورچے ایک خاص مقام پر آگے پیچھے دونوں طرف سے بچانے پڑ جائیں گے۔ شہر والوں نے ان ہدایات کی تعمیل میں ایک فصیل پر اپنی عورتوں بچوں کو جمع کیا کہ وہ لڑائی دیکھیں اور شور مچا کر اپنے بہادروں کا دل بڑھائیں۔ لیکن صرف یہی کام تھا جسے انہوں نے ضرورت سے زیادہ زور شور سے انجام دیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ انہی کے ہنگامے کے باعث رومن قرطاجنہ دونوں ہی طرف کے سپاہی اپنے سالاروں کا حکم نہیں سن سکے۔ لیکن جہاں تک لڑنے والوں کا تعلق ہے کاپوا کے سپاہی بلیوں کی باڑ توڑ کر محاصرین کے مورچوں میں داخل نہ ہو سکے۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود ہنی بال نے پیادہ فوج سے تیز و تند حملہ کیا تھا ان کی

مدد پر چرم پوش ہاتھی تھے اور قرطاجنی بیرونی مورچے توڑ کر اندر گھس آئے تھے۔ چنانچہ تین ہاتھیوں نے گھوڑوں اور لدو جانوروں کے احاطہ میں گھس کر بڑی ہل چل ڈالی۔انہیں آگ کے زور سے بہ مشکل ہٹایا گیا۔پڑاؤ کے اندر خونریز معرکہ پڑا۔ ایک نائب قنصل زخمی اور پوراجیوش شکست کھا کرفرار ہوا۔کسی تری بیون نے بہ مشکل اسے دوبارہ جھنڈے تلے سمیٹا۔ایک اسپینی دستہ مارتا کاٹتا شہر کے اندر تک پہنچ گیا۔ بایں ہمہ رومی مورچوں کا مجموعی نظام اور جھیل گیا اروہینی بال کو حملہ آور سپاہ کو واپس بلانا پڑا کیونکہ دشمن کی دونوں فوجوں سے اس کی تعداد کم ترتھی اور مورچہ بند پڑاؤ کے اندرایک جانب رومن صفیں تھیں اور دوسری طرف سے شام کے قریب وہ تیز رو ولتر نو ندی کے بیچ میں آ گیا تھا۔اس دشوار موقع پر پھرایک بار اس نے اپنے منصوبے میں فوری تبدیلی کی۔اسی قسم کے ایک مفید مطلب نومدی کے ذریعے جو دشمن سے جھوٹ موٹ جا ملے تھے اس نے شہر کی فوج اور اپنے اسپینی سرداروں کو جو دشمن کی صفیں توڑ کر شہر کے اندر داخل ہو گئے تھے، پیام بھیجا کہ جس طرح ہو سکے چند روز اور تھمے رہیں۔اس کے بعد دشمن کی فوجیں خود محاصرہ چھوڑ کر ہٹ جائیں گی۔

خود ہینی بال رومہ کی سڑک پر پڑ لیا۔

''وہ رومہ کو محصور کرنے نہیں آیا''

ایک قلیل استعداد فوج کو ندی پار کرا کے میدان جنگ سے ہٹا لے جانا کچھ کم نازک کام نہیں تھا۔لیکن قرطاجنی سپہ سالار کو جیسا کہ خود وہ دوربینی سے سمجھ گیا تھا،

غیر زخمی نائب قنصل کے تذبذب سے مدد ملی۔ اس رومی سپہ سالار نے اس رات اپنی سپاہ کو مورچوں میں روکے رکھا۔ ہینی بال کا حفظ ماتقدم دیکھئے کہ ندی کے کنارے گھاٹ روکنے کے لئے بھی مورچہ بندی کرا دی۔ راتوں رات اس کے سپاہی جتنی کشتیاں مل سکیں لے آئے اور بلا اطلاع اندھیرے میں پار ہو گئے جتنے ہاتھی سلامت تھے انہیں بھی ہمراہ لے گئے۔ دوسرے کنارے پر ہنو اور ماگو کی سوار فوج ان کے شمالی کوچ کی آڑ بن گئی۔ دن نکلتے نکلتے تمام قرطاجنی کاپوا کی حد نگاہ سے باہر ہو چکے تھے۔

ٹائی بر کے عظیم شہر (رومہ) کو سات سال کی معرکہ آرائی میں کوئی گزند نہیں پہنچا تھا۔ کیا ہینی بال کو امید تھی کہ وہ اچانک اسے جا لے گا؟ بعض دفعہ یہی رائے لگائی گئی ہے۔ اس کا ایکا ایکی ادھر مڑ جانا خاص رومہ پر یلغار کرنا نظر آتا تھا اس نے اندرونی راستہ ''شارع لاطینی'' اختیار کیا تھا۔ ساحل کے سہل تر راستے پر جابجا دشمن کے قلعے کھڑے تھے اور یہ ''شارع اپی نائن'' کئی جگہ گزرتے ہوئے جنگی جہازوں سے نظر آ سکتی تھی۔

مگر جلد ہی ہینی بال نے پیہم سفر کرنے والے سپاہیوں کو ایک دن پڑاؤ میں آرام کا دیا۔ پھر دشمن کے علاقے میں داخل ہو کر سوار دائرے میں پھیلتے چلے گئے اگی ہوئی کھیتیوں کو روند ڈالا۔ کھلیانوں میں آگ لگا دی اور میدان و وادی میں تلوار اور مشعل سے خوف و دہشت کا سماں باندھ دیا۔ فرستادہ رومی سواروں نے پلٹ پلٹ کر لامحالہ یہ خبریں رومہ شہر میں اور ادھر نائب قنصلوں کے کاپوا کے گرد پڑاؤ پر جا کر

سنائیں۔تاہم ہینی بال نے کاسی نم کی بلند، خاکی پہاڑی کے اور دو روز فوج کو آرام کرنے، گھوڑے چرانے اور دیہات لوٹنے کا موقع دیا (یہ کاسی نم وہی پہاڑی ہے جس نے گزشتہ بڑی جنگ میں اتحادی افواج کو رومہ پر بڑھنے سے بہت دیر تک روکے رکھا تھا)

اس سے یہ بات صاف واضح ہے کہ وہ شہر رومہ پر اچانک چھاپہ مارنے کے لئے لمبی لمبی منزلیں طے نہیں کر رہا تھا۔ اس کی نظر آگے کی طرف نہ تھی جانب عقب نگراں تھی۔ دشمنوں سے اپنے اقدام کا راستہ مخفی نہیں رکھا اور یہ بھی اجازت دی کہ کاپوا کا رومی پڑاؤ اور مجلس اعیان باہم مراسلت کرلیں۔ دراصل اسے امید یہ تھی کہ دونوں نائب قنصل محاصرے کے مورچے چھوڑ کر رومہ کو بچانے کے لئے اس کے تعاقب میں چل کھڑے ہوں گے۔ پوری سوار فوج اس کے ہمراہ تھی اور کاسی نم کے نیچے کے کھلے میدان میں وہ انہی سواروں کی تیز نقل و حرکت سے دشمن کو پھر اسی طرح گھیر کر ختم کرسکتا تھا جس طرح فلے می نیس کی فوجیں تعاقب میں دوڑ پڑیں اور ہلاک ہوئیں۔

اس امید کے بر آنے میں کچھ کسر باقی نہیں رہی تھی ہینی بال کی آمد کی خبر نے رومہ کے کوچہ و بازار میں وہ دہشت پھیلائی کہ مدتوں یاد رہی۔ جیسا کہ قاعدہ ہے اور کنائی کے بعد ہوا تھا شروع کے آنے والوں نے رائی کا پہاڑ بنا دیا سنایا کہ نواح کے دیہات میں آگ لگی ہوئی ہے۔ نومدی سوار ہمارے پیچھے سرپٹ چلے آتے تھے۔ ہینی بال ایڈ پورتا سی (ہینی بال شہر کے دروازوں پر) کا آواز بلند ہوا۔

عورتیں گھر کی چاردیواری سے بے تحاشا نکلیں اور مندروں کی طرف دوڑیں۔ مجلس عمائد نے دن رات کھلے چوک میں اجلاس لگایا جہاں سے لوگوں کو دیکھے اور خود نظر آ سکے۔ تمام اعیان کو حکم دیا کہ اپنے سابقہ عہدوں کے اختیارات سے کام لیں۔

کورنلیس خاندان کا بزرگ (جو اپنے ہم خاندان نوجوان سی پیو سے بالکل مختلف مزاج آدمی تھا) مطالبہ کرتا تھا کہ شہر کو بچانے کے لئے کاپوا سے رومی فوجیں بلالی جائیں۔

بارے فے بَیس نے دانش مندوں کی سرگوہی کی۔ وہ قرطاجنی سپہ سالار کی جنگی چالوں کا دیرینہ تجربہ رکھتا تھا۔ اس موقع پر شہر کے محافظ دیوتا جوپیٹر کو یاد کر کے اس نے سوال کیا کہ ہینی بال کاپوا میں محاصرین کے مورچے نہیں توڑے گا، رومہ کی مضبوط فصیلوں کو کس طرح جیت لے گا؟ ''رومہ کا محاصرہ کرنے نہیں آیا کاپوا کا محاصرہ تڑوانے آیا ہے۔'' چنانچہ نائب قنصلوں کو پروانہ کیا کہ صرف اتنی فوج کہ محاصرے میں کمزوری آئے بغیر بھیج سکتے ہیں، شمال میں روانہ کریں۔ اور یہ پندرہ ہزار کے قریب سپاہی منزلیں مارتے ہوئے ساحلی سڑک سے چلے۔ ایک ندی اترنے میں جس کی کشتیوں کا پل قرطاجنی جلا آئے تھے، تاخیر ہوئی پھر بھی رومہ کے افق پر ان کے نمودار ہونے سے قبل یہ امدادی لشکر جنوبی دروازوں پر پہنچ گیا۔

ہینی بال اینو کے گھاٹ سے ٹائی بر کے کنارے کنارے آیا تھا جلتے ہوئے دیہات اس کی رہ گزر کا پتا دے سکتے تھے اور قرطاجنی سواروں کی صورتیں دیکھ کر گاؤں والوں پر سخت ہیبت طاری ہوگئی تھی۔ رات کو افریقہ والوں کے خوفناک جنگی

نعرے سن کر بھاگ رہے تھے۔ اور شہر کے دروازوں پر ان کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ ہینی بال نے شہر سے صرف تین میل کے فاصلے پر خیمے گاڑ دیئے۔ سواروں کا ایک دستہ لے کر کولینا دروازے کے باہر بلند مقام پر اطمینان سے گشت لگایا اور ادھر کی فصیلوں کا معائنہ کرتا رہا۔ تین جیوش شہر کی حفاظت کے لئے پہلے سے موجود اور دفاعی آلات سے مسلح فصیلوں پر مامور تھے۔ ان کی پناہ میں فصیل کے باہر کاپوا کے آئے ہوئے جیوش متعین ہوئے لیکن مدافعین اپنی کثرت یعنی تقریباً 25 ہزار ہونے کے باوجود حملہ آور کے مقابلے میں ایک دفعہ بھی لڑنے کو نہ نکلے۔ قرطاجنی آس پاس کے مندروں کو لوٹنے اور بیش قیمت سامان منقولہ کو سمیٹنے میں بے روک ٹوک مشغول رہے۔

ایک مرتبہ شاید ان کی تحقیر کی غرض سے بڑے چوک کے بازار میں اس اراضی کی فروخت عمل میں آئی جہاں قرطاجنی لشکر خیمہ زن ہوا تھا۔ قیمتیں وہی رکھی گئی تھیں جیسی معمولی دنوں میں تھیں۔ اس بیع وشری کا سارے شہر میں چرچا ہوا۔

دوسرے ہی دن قرطاجنی لشکر کے ترجمان کو ساتھ لیے ہوئے ایک قاصد شہر میں آیا۔ وہ کوئی فوجی آدمی نہ تھا بلکہ منشی متعدی گروہ کا شخص، یہ مختصر پیام لایا تھا: ''ہینی بال، چوک (فورم کی) سب دوکانیں فروخت کرنا چاہتا ہے۔ جتنے کی بولی آپ لگائیں میں اسے خبر کر دوں۔'' یہ دل لگی اس شیخی کا جواب تھی جو رومہ میں قرطاجنی پڑاؤ کی زمینیں بیچنے کے پیرائے میں کی گئی تھی۔ مگر بوڑھے فے بیس کو یہ ہنسی دل لگی پسند نہ آئی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ قرطاجنی حملہ آور آج دولت رومہ (''اپی ریوم

رومانوم'') کے عین قلب میں در آئے اور خاص لاطیوم کو تاراج کر رہے ہیں۔ مقدس الپس پہاڑیاں، ان کے گھوڑے روند رہے ہیں۔ 30 میل اوپر کوہ سراکنہ کی دیوی کا مندر انہوں نے توڑ ڈالا۔ شمال، جنوب اور مشرق کی جلتی بستیوں سے دھواں اٹھتا نظر آتا ہے۔ پھر بھی 5 رومی جیوش شہر پناہ کے اندر دبکے بیٹھے ہیں۔

اتنے میں سنا کہ ہینی بال اپنے ہاتھی اموال غنیمت (عقابی پرچم وغیرہ) لیے ہوئے چل دیا۔ اس مرتبہ اپنے کوچ کی سمت وراہ کا کوئی پتا اس نے نہیں لگنے دیا۔ مگر اس تاخت کے عواقب جلد ہی ظہور میں آئے۔ قرطاجنی سپہ سالار سونے چاندی اور بیش قیمت اشیاء سے اپنے ذخیرے بھر کر لے گیا۔ اس کے مقابلے میں رومہ کے خزانے کو اسی قدر نقصان اٹھانا پڑا۔ اگلے سال لاطیوم اپنے حصے کے محاصل اور سامان رسد نہیں فراہم کر سکا۔ 12 اتحادی اور ملحقہ مرکزوں سے خبر آئی کہ وہ کچھ نہیں دے سکتے کیونکہ دینے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا۔ ادھر شہر کے ادنیٰ طبقات میں پھر شورش ہونے لگی کہ جنگ کا بوجھ وہ برداشت کر رہے ہیں اور جن امرا نے یہ آگ بھڑکائی، وہ کوئی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ (بے ماگی کے انہی سنین میں مجلس اعیان کو دولت مندوں کے ذاتی سرمائے سے روپیہ قرض لینا پڑا، اس وعدے پر کہ ختم جنگ پر ادا کیا جائے گا) عوام کی فریاد یہی تھی کہ ''جنگ ختم کرنے کی کوئی تدبیر کیوں نہیں کی جاتی''۔ رومہ کا خون بہ رہا ہے کہ وہ دم توڑ دے۔ ایک مقرر نے بازار میں چلا چلا کر کہا کہ ''قرطاجنہ اور کمپانیہ والوں سے کچھ کم نقصان ہمارے قفصل نہیں پہنچا رہے ہیں۔ دشمن نے ہمارے گھروں کو آگ لگا دی۔ کھیت میں کام کرنے والے غلاموں

کو اب حکومت نے چھین لیا اور برائے نام معاوضہ ہمیں دے کر ان سے جنگی جہاز چلوا رہی ہے۔ اگر کسی کے پاس سونا چاندی باقی ہے تو خبردار ہو جائے، حکومت اسے بھی چھین لے گی۔ ہمارے پاس خالی زمین کے سوا کچھ نہیں رہا۔ اب کوئی بتائے کہ کون سا حاکم وہ چیز دینے پر ہمیں مجبور کر سکتا ہے، جواب ہمارے پاس باقی ہی نہیں ہے؟''

زیور اور جواہرات حکومت نے ضبط کے، بیویوں کو صرف ایک کنگن رکھنے کی اجازت تھی خاندان کا سربراہ کنبے کے ہر فرد کے لئے ایک اونس (کوئی تین تولے) سونا رکھ سکتا تھا۔

انہی دنوں بڑے بازاروں میں پراسرار آتش زنی کی وارداتیں ہوئیں۔ حکام نے کاپوا کے جاسوسوں پر اس کا الزام لگایا۔ فے بیس گروہ دلیلیں تردید میں پیش کرتا تھا لیکن ہینی بال اور اس کے سواروں کے کولینا دروازے تک آ جانے سے عوام میں دوبارہ وہی افسانہ گشت لگانے لگا کہ اس قرطاجنی فاتح کو شکست دینا غیر ممکن ہے۔ مذہبی پاگل پن کا ایک اور دورہ لوگوں پر پڑا۔ گلی کوچوں میں غیب دان کہتے پھرتے تھے کہ دیوتاؤں کا غضب شہر کو برباد کر دے گا۔ کہا جاتا تھا کہ فتح کی دیوی پر بجلی گری۔ اب اسپین اور سیراکیوز سے لائے ہوئے غنائم بھی لوگوں کو کامرانی کا شگون نہیں نظر آتے تھے۔

سنہ 211 - 210 م رومہ کی مالیات کے زوال و اضمحلال کے سال تھے۔ ہینی بال کو مزید تاخت و تاراج اور جس وقت جہاں چاہے من مانی دست درازیوں سے

روکنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ جیسا کنائی کی ہزیمت کے بعد ہوا تھا، سن رسیدہ فے بیس ہی کو دوبارہ میدان میں نکلنا پڑا اور جلدی ہی مارسیلس کو صقلیہ سے طلب کیا گیا کہ حملہ آوروں کو اطالیہ میں تباہ کن گشت لگانے سے روکا جائے۔ ''تقدیر مارسیلس کو ہینی بال کی طرف گھسیٹ رہی تھی۔''

ایک شہری کا خاتمہ

ہینی بال نواحِ رومہ سے غائب ہوا تو مجلس اعیان کو توقع تھی کہ وہ پھر کمپانیہ واپس جائے گا۔ لیکن بجائے ادھر جانے کے وہ اپولیہ کے پار سامنیم کی پہاڑیوں سے گزر کر اپنے مختصر لشکر کو اطالیہ کے انتہائی جنوب میں لے گیا اور ریکا یک سفید پہاڑی کے دامن میں رہجیم کی بندرگاہ پر جا گرا۔ یہ مسینا کے بالمقابل رومیوں کے آبنائے پار صقلیہ میں جانے کی بندرگاہ تھی اور ہینی بال کے قابو میں نہیں آئی تھی۔ اصل میں یہ غیر متوقع نقل و حرکت قرطاجنی بیڑوں کو مدد دینے کی غرض سے کی گئی تھی۔ یہ بیڑے ابھی تک صقلیہ کے مغربی کونے پر تھے، کبھی ساردینہ پر چھاپے مارتے اور کبھی مقدونیہ کے اتحادیوں کو اڈریاٹک پار سے لانے کی کوششیں کرتے۔ وہ رومیوں کے 215 جہازوں کی اکثریت اور بحری غلبے کا ابھی تک کامیاب مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم تارنتم کے جنگی جہازوں کو ساتھ لے کر انہوں نے آبنائے مسینا میں رومیوں پر سخت ضرب لگائی اور ان کے چند بحری دستے تباہ کر ڈالے تھے۔ اس موقع پر عرشے کے رومن سپاہیوں سے قرطاجنہ کے بحری کاروانوں کے سامنے کچھ بنائے

نہ بنا تھا۔

ہینی بال، لوکری، تارتم اور دو اور بندرگاہیں دشمنوں سے جیت چکا تھا لیکن رجیم پر محافظ فوج کی قوی تر تعداد ڈٹی رہی اور اس کا اچانک حملہ کامیاب نہ ہوا تو وہ یہاں سے پلٹ گیا جس طرح نیپلز سے ہٹ آیا تھا۔

دوسری طرف کاپوا نے رومیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

''یونان کلاں'' کا یہ عظیم شہر ہر طرف سے گھر گیا اور محاصرین کے پیہم بڑھتے ہوئے مورچوں کا مقابلہ زیادہ عرصے تک نہ کر سکا۔ آخری دن سفیروں کو شرائط اطاعت طے کرنے کے لئے بھیجنے سے پہلے کاپوا کی مجلس اعیان بڑی تلخ قیل وقال ہوئی۔ جس امرا کو امید تھی کہ شہر رومہ کے اعلیٰ حکام نرمی سے کام لیں گے لیکن عام رائے یہی تھی کہ ایسی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اس خیال کے رکن وبیس دریئس نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اب ہمارے پاس صرف ایک آزادی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ رومن جیوش کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے جسموں کو آگ میں ڈالنے کی اچھی طرح تیاریاں کر لیں!

لکھا ہے کہ ''تقریباً 27 ارکان دریئس کے ہمراہ اس کے مکان پر گئے اس کے ساتھ نا ؤ نوش میں شرکت کی اور جہاں تک ہو سکا شرابیں پی کر دلوں کو مردہ وافسردہ کیا۔ پھر ایک نے ایک کے ہاتھ میں سیدھا ہاتھ دیا اور زہر کھا لیا۔ وہ اپنی اور اپنے شہر کی تقدیر پر روئے اور بعض تو اپنے گھر جا کر مرے اور کئی رہ گئے کہ وریئس کے ساتھ ایک ہی چتا میں جلائے جائیں۔ بہت سے کھانے اور شراب کی وجہ سے زہر

نے رگوں میں اثر دیر میں کیا اور اس رات نیز اگلے دن تک وہ زندہ اور تشنج کی تکلیف میں رہے۔تاہم قبل اس کے کہ شہر کے دروازے محاصرین کے لئے کھولے جائیں، سب دم توڑ چکے تھے۔''

پہلا رومن جیوش شارع اپین سے شہر میں داخل ہوا۔پہرہ لگا کے سب ہتھیار لے لیے گئے۔مقامی فوج میں قرطاجنی دستے بھی قید ہوئے۔مجلس عمائد کے ارکان نائب قنصلوں کے پاس لے جائے گئے۔53 کو قتل کر دیے جانے کا، باقی سب کو غلام بنا کے بیچنے کا حکم ہوا۔رومن فوج کے بخشیوں (=کواستروں) 2070 پونڈ وزن کا سونا، 32 ہزار پونڈ چاندی قیدیوں کے مکانات سے ضبط کی۔باقی ماندہ شہریوں کو جلاوطن کر دیا گیا۔

چونکہ علاقہ زرخیز،عمدہ کاشت کیا ہوا تھا اور یہاں کاریگر بہت اچھے دستکار تھے، لہذا اسے شہر رومہ کے فائدے کے واسطے پیداوار کا مرکز قرار دیا گیا۔''اس میں باہر کے لوگ،آزاد غلام، چھوٹے کاریگر اور معمولی کاروباری آ کر بس گئے۔''

سیراکیوز کی طرح کاپوا کو بھی رومہ کی مجلس اور قوم کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی یہ خوفناک سزا دی گئی۔(حالانکہ درحقیقت کاپوا والوں نے ہینی بال کی سپاہ کو روپے یا آدمی کی کوئی موثر امداد نہیں دی تھی) لوی لکھتا ہے کہ دشمن کو بھی ماننا پڑا کہ رومہ اپنے دغاباز حلیفوں کو کیسی سخت سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

اس طرح قدیم ثقافت میں سے کچھ اور سرمایہ اور زوال پذیر یونانیائی دنیا کا ایک اور مرکز تاریخ کے صفحات سے محو ہو گیا۔

کاپوا کی تسخیر سے محاصر فوجوں کے کثیر حصے کو دوسری طرف لے جانے کی آزادی مل گئی۔ جنوب سے مارسیلس بھی آ گیا کہ چک پھیریاں کھاتے ہوئے قرطاجنی لشکر کے مقابلے کے واسطے پیش قدمی کی قیادت سنبھالے۔

یہ سیراکیوز کا فاتح شہر میں آیا تو خیر مقدم کے نعروں سے اس کا استقبال کیا گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا آزمودہ کار سپاہی، سرعت سے موثر کام کرنے کی صلاحیت کا مالک تھا۔ دشمن سے بھڑ کر کئی بار جما رہا اور دست بدست جنگ جیتا تھا۔ وہ خود کو ہینی بال کا مد مقابل باور کرتا تھا اور قرطاجنی سپہ سالار نے ایک بار اس کی نسبت کہا تھا کہ ''مارسیلس کام کرنے والا آدمی ہے۔ آرام نہیں لیتا۔ کامیاب ہو تو پیچھا نہیں چھوڑتا، دب جائے تو پلٹ کر وار کرتا ہے۔''

ادھر اس وقت (209 - 208 ق م) تک حملہ آور سپاہ اپنے سابقہ وجود کا فقط متحرک ڈھانچہ رہ گئی تھی۔ نو سال کی معرکہ آرائیوں کی بھاری قیمت ان بہادروں کو ادا کرنی پڑی جو ایلپس کی چوٹیاں پار کر کے آئے تھے۔ اب ان میں سے بعض کے بچے اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ باپ کی ڈھالیں اٹھا کر پیچھے پیچھے چلیں۔

سپاہ کی مجموعی تعداد ممکن ہے ابتداء کی نسبت کچھ بڑھ گئی ہو۔ رومن فراری، اترسکن اور اب کاپوا کے جلاوطن اس کی صفوں میں شامل تھے۔ نومدی رسالوں کی ہیئت و تعداد میں بظاہر فرق نہیں آیا جس کا سبب شاید یہ ہو گا کہ نئے جوان افریقہ سے چھپ چھپا کر آتے اور بھرتی ہوتے رہتے تھے۔ تاہم ہنو، زرہ پوش سوار فوج سمیت اور علی ہذا مہربال کا ہم اب نام نہیں سنتے۔ صرف سپہ سالار ہی کو اپنی قشون قاہرہ کی صحیح

تعداد معلوم تھی اور وہ اس کا اظہار کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ پھر خلیج تارنتو کے ساحلی مقامات پر اسے حفاظتی دستے تعینات کرنے پڑتے تھے کیونکہ انہی سے سمندر تک پہنچنا ممکن تھا ایک دفعہ لوکری کو رومن لشکر نے محصور کیا، تو خود ہینی بال نے اپنے آپ کو اندر پہنچایا اور بیرونی میدان سے برق رفتاری نومدی سواروں کے حملے کے ساتھ اندر سے نکل کر تاخت کی۔ یہ تدبیر جو کاپوا میں نہیں چلی تھی لوکری میں بخوبی کامیاب ہوئی۔ محاصرہ ٹوٹ گیا۔ سلابریہ کی مدافعت کے لئے بھی 500 افریقی آخر دم تک لڑے۔ اور نکل جانے کا موقع چھوڑ کر اسی کے بازاروں میں لڑتے ہوئے جان سے گزر گئے۔

سنہ 209 ختم ہو رہا تھا۔ رومی لشکر مارسیلس کے پیچھے پیچھے جنوبی وادیاں طے کر رہے ہیں۔ ہینی بال کی سرعت سے نقل و حرکت کا مقصد واضح نہیں ہوتا۔ گمان ہے کہ اپنی بندرگاہوں کی حفاظت کر رہا ہے لیکن مارسیلس کے سامنے سے بروتیم کی کوہستانی بلندیاں چھوڑ کر اپولیہ کے اونچے نیچے میدانوں میں ہٹ جاتا ہے مارسیلس مدت سے تعاقب کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ لشکر گاہ سے لشکر گاہ مل جائے اور روبرو میدانی جنگ میں فیصلہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ وہ خیمے نصب کرتے ہوئے قرطاجنیوں کے سر پر پہنچ جاتا ہے اور انہیں ہٹا دیتا ہے۔ ایک موقع پر دشمن کے ہاتھی رومن لشکر پر حملہ کرتے ہیں اور تجربہ کار سپاہی ہر طرف سے نرغہ کر کے ان جسیم جانوروں پر سانگیں پھینک پھینک کر مارتے ہیں۔ پھر ایک بار سیلس کا کم سے کم ایک لشکر، اتحادی دستوں سمیت شکست دے کر بھگا دیا جاتا اور چار پرچم دشمن کے ہاتھ

میں چھوڑ آتا ہے۔

اسی واقعے پر مارسیلس نے بازوؤں کی اتحادی فوج کو کھانے کے لئے صرف جو دیے اور رات کے وقت جیوش کی تمام صفوں کو اس طرح سامنے کھڑا کیا کہ ننگی تلواریں بغیر میان کے ان کے ہاتھ میں تھیں۔ پھر اس نے زبان سے انہیں ایسے کچوکے دیے کہ سپاہی کہتے تھے لڑائی میں تیر وتلوار کے گھاؤ سے زیادہ گہرے تھے۔ اس نے کہا:

''کیا میں سپاہیوں سے خطاب کر رہا ہوں؟ ان صفوں میں تو مجھے کوئی سپاہی دکھائی نہیں دیتا۔ تم سپاہی ہو تو تمہارے جھنڈے کہاں ہیں؟ رومن لشکروں کو دشمن سے اور دفعہ بھی شکستیں ہوئی ہیں۔ لیکن یہ منفرد کارنامہ تمہیں نے دکھایا کہ دشمن کو پیٹھ دکھائی۔''

اس زجر وتوبیخ کے بعد مارسیلس جواب قنصلی کے منصب پر فائز ہو گیا تھا، ان معتوبوں کو خاص اپنی قیادت میں لے کر چلا۔ ہر روز معلوم ہوتا کہ دشمن سے قریب تر آ گیا ہے اور پھر وہ چھلاوہ دور نکل جاتا اور مارسیلس کی بے تابی اور جھنجھلاہٹ زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ اسے خبردار کر دیا گیا تھا کہ ہنی بال کے حیلوں سے ہوشیار رہے جعلی دستخطوں کے مراسلات ،قرطاجنی سپاہ پوری طرح رومی دوردی اور اسلحہ سے مسلح، پسپا ہوتے پیادوں کے عقب میں چھپی ہوئی سوار فوج اور اسی طرح کے داؤ گھات میں نہ آئے۔ لیکن اب مارسیلس کو فقط بیچ کی پہاڑیاں نظر آتی تھیں، غصے میں اور کچھ نہ سوجھتا تھا۔

ہنی بال کا پڑاؤ کرنے میں ایک خاص طریقہ یہ تھا کہ کسی چھوٹی پہاڑی کے متصل رات گزاری جائے کہ وہ پہاڑی ایک حصار کا کام دے۔ اس کے حائل ہونے سے رومی لشکر گاہ زیادہ نزدیک نہیں آ سکتا تھا۔ اور بلندی سے قرطاجنی گردو پیش کو بخوبی زیر معائنہ رکھ سکتے تھے۔ اب جس علاقے سے گزر رہے تھے وہاں جنگل کھڑے تھے اور اس لیے قرطاجنی لشکر گاہ مشکل سے نظر آ سکتی تھی۔ ایک سہ پہر کو وہ درختوں کی آڑ میں دکھائی دی جس کے سامنے اونچا ٹیکرا تھا۔ اس پر جھاڑیاں تھیں لیکن آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ مارسیلس نے اسے دیکھ کر حکم دیا کہ ٹیکرے پر فوراً قبضہ کر لیا جائے، قبل اس کے کہ قرطاجنہ والے وہاں خندقیں کھود کر مورچے بنا سکیں۔ پھر رسالوں کے دو لشکر لے کر، جن میں ایک اترسکن تھا وہ خود دوسرے قنصل کو ساتھ لیے ہوئے چلا کہ ٹیکرے کے اوپر چڑھ کر گرد و پیش کے موقع کا معائنہ کرے۔ دوسرے قنصل کے تبردار (''لکڑ'') اور ماتحت سردار ہم رکاب تھے۔ ٹیکرے تک نیچے کے نشیبی حصے سے گزر کر ایک بیٹا جاتی تھی۔

یہ دو سو سے زیادہ رومن سوار اسی نشیب سے گھوڑوں کو دلکی لیے جا رہے تھے کہ ان پر حملہ ہوا۔ ٹیکرے کی چوٹی سے نومدی شہ سوار جھپٹ کر گرے۔ پہلوؤں سے بھی جوقوں نے یورش کی۔ اترسکن اتحادی بھاگ کھڑے ہوئے۔ زیادہ تر وہی سلامت رہ سکے۔ مارسیلس برچھا کھا کر گھوڑے سے گرا، ہلاک ہو گیا، دوسرے زخمی قنصل کو اس کے رفیق نکال کر لے گئے تھے۔ مگر وہ بھی جاں بر نہ ہو سکا۔ دونوں قنصلوں کے مارے جانے کے علاوہ ٹیکرے کی کمین گاہ سے اس ایک ہی جھٹکے میں پانچ رومن علم

اور ہنی بال کے ہاتھ آئے۔ رات کو اس نے لشکر گاہ کو بڑھا کر اپنا خیمہ ٹیکرے کے اوپر نصب کرایا۔ مارسیلس کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ رومی مراسم تدفین سے اسپین والے واقف نہ تھے۔انہوں نے قبر پر اپنے دستور کے مطابق مشعلوں کا رقص کیا۔

ادھر رومن سپاہ بے سرو سالار رہ گئی تھی۔ وہ سرعت سے قریب ترین پہاڑ پر چڑھی اور خندقیں کھود کر پڑاؤ کیا۔ ہنی بال کی فوج کا تعاقب اب چھوڑ دیا گیا۔فوجی حکام کو پروانے دوڑائے گئے کہ مارسیلس کی مہر کیے ہوئے کسی حکم کی تعمیل نہ کریں کیونکہ مقتول قنصل کی مہر اب دشمن کے قبضے میں ہے۔

دونوں قنصلوں کے مارے جانے کی خبر سے شہر رومہ میں اور زیادہ مایوسی پھیلی۔ نو سال سے ہر اقدام جو ہنی بال کے خلاف کیا گیا۔ ہزیمت ونقصان پر ہی ختم ہوا۔ کوئی سپہ سالار باقی نہیں رہا جو اس سے نمٹنے کے لائق ہو نہ عوام میں مزید نقصانات جان برداشت کرنے کی سکت رہی۔

لیکن انہی ایام میں نئے قرطاجنہ کی فتح کی خبر سے لوگوں کو ہمت بندھی۔ سی پیوں کا نائب لے لیس فتح کے ثبوت میں کئی گاڑیاں بھر کے چاندی اور قیدی قرطاجنیوں کی کمانیں رومہ لایا۔ ایک خاص نشانی بڑی سی ڈھال تھی جس پر چاندی سے ہسدروبال برقہ کا چہرہ ٹھپہ کیا ہوا تھا۔ یہ قلعے کے مندر جوپیٹر میں آویزاں کی گئی کہ ہر کس وناکس دیکھ سکے۔ یہ مندر وہی تھا جہاں سی پیو رت جگے کیا کرتا تھا۔

مجلس عمائد نے نئے قرطاجنہ کی خبر سمندر پار شاہ مقدونیہ کو ایصال کی (جو رومیوں کی سفارتی ساز باز کی بدولت اتولیوں سے جنگ میں الجھا ہوا تھا) اس کے

معنی یہ تھے کہ بحر روم میں رومہ اور اس کے اتحادیوں کا پلڑا جھکتا چلا اور قرطاجنہ اور آزاد شہری ریاستوں کا پلڑا بالآخر ہلکا پڑ گیا۔

مقدس چوزوں کا انتباہ

تارنتم کے قلعے میں رومی محصور تین سال سے برابر ڈٹے ہوئے تھے۔ ایک مضبوط قرطاجنی بیڑا سمندر کی طرف سے اس کی ناکہ بندی کے لئے آیا تھا لیکن رومیوں کے بیڑوں کی آمد دیکھ کر واپس چلا گیا۔ (سقوط سیراکیوز کے بعد امیر البحر بومل کرنے جو کمزوری دکھائی اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ ممکن ہے اسپین کو کمک بھیجنے کی وجہ سے آدمیوں کی کمی پڑ گئی ہو۔ اور یا محض لاطینی جہازوں کی کثرت دیکھ کر قرطاجنی ناخداؤں نے جنگ کا خطرہ مول نہ لیا ہو)۔ بالآخر خود شہر تارنتم نے رومیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس پر فے بیَس نے خشکی اور تری سے حملہ کیا تھا اور ہینی بال اس وقت بہت دور بروتیم میں تھا اور یوں بھی خلیج تارنتو کے بحری راستے سے عبور نہ کر سکتا تھا۔ جس طرح اس کے دشمن عبور کر آئے ''تالٹے'' فے بیَس نے یہاں بھی حسب معمول پھونک پھونک کر قدم بڑھایا اور تقدیر نے بھی اس کی یاوری کی بروتیہ کے سپاہی (قرطاجنہ کی طرف سے) شہر کی حفاظت پر مامور تھے۔ ان کا ایک سردار کسی عورت کی عاشقی کے سلسلے میں تیار ہو گیا کہ فے بیَس اور ایک دستہ فوج کو بندرگاہ کی طرف کے دروازے سے شہر کے اندر آ جانے دے گا۔ بندرگاہ والی فصیل شہر تک رومی جہاز آ چکے تھے۔ اس چوری سے داخلے کی خبر قلعے کی رومی

سپاہیوں کو کر دی گئی تھی۔ فے بئس نے اپنے ایک دستے کو شہر کی دوسری طرف بھیج کر شور مچوایا کہ شہری محافظ ادھر متوجہ رہیں۔ پھر اندھیرے کے پردے میں وہ بندر گاہ والی فصیل پر آ جانے میں کامیاب ہو گیا۔

فلی منس اسی طرح کے دھوکے سے ہینی بال کو شہر تارنتم کے اندر لایا تھا گھوڑے پر چڑھ کر چلا اور مفقود الخبر ہو گیا۔ محافظ قرطاجنی سپاہ کی قیادت یہاں (جاسوسوں کے حاکم) کرشلو کو تفویض کی گئی تھی، وہ رومی سپاہیوں کے ہاتھ پڑا اور ان حالات میں بھی اپنی چرب زبانی سے پکڑنے والوں کو یقین دلا دیا کہ وہ رومی قنصل کا مہمان رہا اور دوستی سے بہرہ مند ہے (فے بئس اس وقت چوتھی دفعہ قنصل بنایا گیا تھا) لیکن قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ رومی تاریخوں میں اس حملے کے حسب ذیل واقعات مفصل تحریر ہیں:۔

''کرشلو نے ہتھیار ڈال دیئے اور قنصل کے پاس لے جایا جا رہا تھا کہ راستے میں ایک رومی سپاہی ملا، اس نے اسے مار ڈالا۔ رومی سپاہی ہر شخص کو مسلح ہو یا غیر مسلح اور قرطاجنی ہو یا تارنتم کا شہری، ہر طرف، ہر جگہ قتل کر دیتے تھے۔ علی ہذا بروتیم والوں کو غلطی سے یا قدیم فطری دشمنی سے مار ڈالتے تھے۔ اور یا یہ دکھانا چاہتے تھے کہ تارنتم دغابازی کی تدبیر سے نہیں بلکہ تلوار کے زور سے فتح کیا ہے۔ کہتے ہیں 30 ہزار تک شہری غلام بنائے گئے۔ کثیر مقدار میں مسکوک اور غیر مسکوک چاندی اور 3 ہزار 80 پونڈ سونا ہاتھ آیا۔ بہت سی قیمتی تماثیل اور تصاویر جو سیراکیوز کے نادرات کا مقابلہ کرتی تھیں اس مال کے علاوہ لوٹی گئیں۔ البتہ فے بئس نے تارنتم کے غضب

ناک دیوتاؤں کے بھاری بت وہیں چھوڑ دیئے'' (اصل میں یہ اتنے وزنی تھے کہ اس کے منہدس انہیں اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے) ''پھر شہر پناہ توڑ کر کاملاً مسمار کر دی گئی۔''

فے بیس کے تارنتم پر فوج کشی کرنے کی خبر ہینی بال کو ڈیڑھ سو میل سے زیادہ فاصلے پر ملی ۔وہ کلولینا کی بندرگاہ کا محاصرہ چھڑانے وہاں آیا اور کامیاب ہوا تھا۔فوراً ساحل ساحل منزلیں مارتا ہوا چلا لیکن راستے ہی میں تھا کہ شہر تارنتم اور اس کے قرطاجنی محافظوں کے انجام کی اطلاع ملی ۔ کہنے لگا۔''اچھا تو رومہ والوں نے بھی تارنتم فتح کرنے والا ایک ہینی بال ڈھونڈ لیا۔''

اسے فکر تھی کہ فے بیس کو آسانی سے نکل کر نہ جانے دے۔ بندر متاپونتم کے قریب اس نے بوڑھے فے بیس کو ایک اور فتح کا لالچ دیا۔ بندرگاہ کے نواح میں قرطاجنی فوج نے خفیہ پڑاؤ ڈالا اور ادھر بستی کے چند باشندے دوڑے ہوئے رومی قنصل کے پاس گئے اور شہر پناہ کے اندر لے جانے کی پیش کش کی۔ ان مصنوعی غداروں نے یقین دلایا کہ شہر میں قرطاجنی محافظ فوج بلا وقت قابو میں لائی جا سکتی ہے۔

لیکن کائیاں ''ٹالیا'' مارسیلس نہ تھا۔پیش کش خاصی طمع انگیز تھی اور ماتحت رومی سردار متاپونتم کے اموال غنیمت لوٹنے کے مشتاق تھے،تاہم فے بیس نے تامل کیا۔ کسی بات سے اسے شبہ پیدا ہوا اور اپنے سپاہیوں کو یقین دلانے کے لیے کہ یہ مہم سازگار نہ ہوگی، اس نے مقدس چوزوں سے شگون لیا جن کا کام یہ بتانا ہوتا تھا کہ قنصل پر کیا گزرے گی؟ جیسا کہ قاعدہ ہے یہاں بھی شگون وہی آیا جیسا کہ فے

پیس کی فوج ہینی بال کے پھندے میں آنے سے بچ گئی۔

یہ قضیہ ختم ہوا تو ہینی بال نے اپنے سرداروں سے ایک بہت عجیب بات یہ کہی کہ ''اگر ہمیں نئی طاقت حاصل نہیں ہوئی تو ہم اطالیہ کی جنگ ہار گئے''۔ یہ بات خلیج کے پرسکون ساحل پر اس کی زبان سے نکلی۔ اس کے گرد جو سپاہ جمع تھی، دس برس سے اطالیہ میں اس نے ایک بار بھی شکست نہیں کھائی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ دشمن اس کے سامنے آنے سے جان چرا رہے تھے۔ پھر ایسا باور کرنے کی کہ جنگ ہار جائیں گے، کیا وجہ ہوئی؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ممکن ہے کوئی باطنی احساس آئندہ واقعات کی خبر سنا رہا ہو۔ لیکن ظاہری احوال بھی تو سامنے تھے: شہر تارنتم ہاتھ سے گیا اور اسی کے ساتھ وہ بڑی بندرگاہ نکل گئی جہاں اس کے مقدونی حلیف لنگر انداز ہو سکتے تھے۔ پھر اس کا اپنا شہر نیا قرطاجنہ چھن گیا اور ادھر اطالیہ میں اکثر ریاستیں اپنی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہوئی (صقلیہ سے افریقہ تک جانے کا کوئی جہازی پل اب نہیں باندھا جاسکتا تھا۔ مغربی بحر روم کا نقشہ اس کے ذہن سے کبھی محو نہیں ہوا اور اب اس نقشے پر مایوسی کی ظلمت پھیل رہی تھی۔

صرف ایک امکان یہ باقی تھا کہ اگر اس کی آزمودہ کار سپاہ کی عددی قوت بڑھ جائے تو شاید وہ ایک آخری جنگ میں رومن جتھے کا قلع قمع کر سکتا تھا۔

اس نے قرطاجنہ پیام بھیجا کہ وطنی حکومت اس کے بھائی ہسدروبال کو تاکیدی ہدایت کرے کہ وہ اپنی ساری فوج کو الپس کے راستے اطالیہ لے آئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب پنجم :: ’’سی پیو، ہینی بال کے مقابل آتا ہے‘‘

عورت کا مسئلہ

ذہانت فائقہ صرف انتہائی عرق ریزی کی صلاحیت نہیں ہے بلکہ گردوپیش کے حقائق کو صاف طور پر دیکھنے اوران کی رہنمائی میں چلنے کی قابلیت بھی اس کی لازمی صفت ہے۔ دنیا میں ایسے افرادمعدودے چند ہوئے ہیں جن میں یہ قابلیت آخر تک سلامت رہی ہو۔نپولین بونا پارٹ اوائل عہد میں اس سے متصف تھا لیکن جب اپنے قشون قاہرہ کو ماسکو پر لے کر چلاتو یقین کرتا تھا کہ خاص اپنے نصیب کے راستے پر جا رہا ہے۔ اس کا یقین تو درست ثابت ہوا لیکن نصیب وہ نہ نکلا جس کا خیال اس نے پکایا تھا۔

روسائے رومہ میں سی پیو ہی تقریباً اکیلا شخص تھا جو اس حقیقت کو سمجھا کہ لڑائی قرطاجنہ، ایک شہر سے ہے ایک فرد ہینی بال سے نہیں ہے۔ اسپین نے وہ حقائق دریافت کر لیے جو سابقہ رومی سپہ سالاروں کی نگاہوں سے اوجھل رہے تھے۔مدت دراز کے بعد فرانس کے بادشاہ ہنری چہارم نے رائے لگائی تھی کہ ’’اسپین وہ **ملک** ہے جہاں بڑی فوجیں بھوکی رہیں گی، چھوٹی فوجیں مار کھا جائیں گی‘‘ (نپولین کو بھی ناگوار تجربات نے یہی سبق سکھایا)

رومی سالار نے اپنے تئیں ایک وسیع سطح مرتفع پر دیکھا۔نصف صحرا، تین طرف

پانی، آبادیاں دور دور، سامان رسد قلیل تھا۔ ایسے ملک میں لمبے لمبے فاصلے اسپ سواروں کا تقاضا کرتے تھے نہ کہ ٹھہر ٹھہر کر چلنے والی پیادہ فوج کا جیسی اطالیہ کی چھوٹی چھوٹی وادیوں میں خوب کام دیتی رہی۔ اس کی سمجھ میں بہت جلد آ گیا کہ کیوں قرطاجنہ والوں نے خواہ مخواہ تین مستقل سپہ سالار بنا رکھے ہیں۔ ان کی لشکرگاہیں الگ الگ رہتی تھیں، لڑائی مل کر کرتے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ رسد رسانی میں سہولت ہو۔ دوسرے وہ کسی ایک سپاہ سے لڑنے چلیے تو ہوسکتا تھا کہ پیچھے باقی دو آ لگیں جس طرح انہوں نے سی پیو کے باپ اور چچا کو گھیر کر ختم کر دیا تھا۔ پس نوجوان رومی سپہ سالار نے اپنی واحد سپاہ کو نئے قرطاجنہ سے دور جانے نہیں دیا۔ اس کا یہ مستقر رومہ سے بحری سفر کی آخری منزل بن گیا تھا اور اس کے قریب ہی چاندی کی بیش بہا معارف تھیں جن سے رفتہ رفتہ 20 ہزار درہم کی چاندی روزانہ نکلنے لگی۔ اس بے ماگی میں یہ رومہ کے حق میں اکسیر کا حکم رکھتی تھی۔

سی پیو جانتا تھا کہ دولت وقت ضائع کرنے کی وہ مطلق استطاعت نہیں رکھتا۔ اس کے عقب میں وطنی حکومت ناگزیر اخراجات کے جان لیوا چکر میں پھنسی ہوئی تھی۔ مندروں کا بچا کھچا سونا تک مزید جیوش تیار کرنے، نیز بغاوتوں کے فرو کرنے میں بہا رہی تھی۔ بغاوت کی آگ سے اتروریہ تک محفوظ نہیں رہا تھا۔ ادھر جانی نقصانات اسے مجبور کر رہے تھے کہ نئی بھرتی ہوتی رہے اور دوسری طرف ہینی بال جس نے یہ چکر چلایا، جادوگر کی طرح خود کنڈل سے الگ بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا۔ (رومہ کے سرمائے میں روز افزوں کمی ہی کے باعث اس نے لےلیس کو منوں

چاندی دے کر بہ عجلت وطن روانہ کیا تھا)

ادھر تمام مشرقی اسپین پر ہینی بال کا دیو قامت سایہ چھایا ہوا تھا۔ ایبری رئیس اس کی خاطر مدارات کو نہ بھولے تھے۔ انہی کے قلعے کاستلو کے ایک برج میں اس کے بچے کی ولادت ہوئی تھی۔ یہ قلعہ معاون کی پہاڑیوں کے اوپر واقع تھا۔ قلطیبری اور الرجتی قبائل اس کے حکم کے منتظر تھے۔ اس خاموش خودنگر قبائل میں قریب قریب سبھی کے عزیز و اقارب اس کی سپاہ اطالیہ میں شریک تھے۔ سی پیو سمجھ گیا کہ جب تک یہاں کے باشندوں کی کم سے کم کچھ تعداد تائید پر آمادہ نہ ہو جائے گی، اس وقت تک فوجی مہمات کام نہ دیں گی۔ عجب نہیں کہ یہاں کے ماحول کا اثر ہو کہ سی پیو کو ایک اور سیدھا سا خیال یہ سوجھا کہ ہینی بال سے لڑنے کی بہترین تدبیر یہ ہو گی کہ اسی کی تقلید کی جائے۔

یاد ہو گا کہ ٹربیہ ندی ژالہ باری کے معرکے میں نوجوان سی پیو اس پراسرار افریقی سے زیادہ فاصلے پر نہ تھا۔ اسی طرح کنائی کی جلتی دوپہر میں اس کی عجیب طاقت کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ انہی ساعتوں نے سی پیو کی روح پر وہ چوٹیں لگائی تھیں جنہیں جوپیٹر کے مندر میں رات کے سناٹے میں وہ بیٹھ کر سینکا کرتا تھا۔ اپنے ساتھی سرداروں کی ہینی بال پر تبرے بازی سے اسے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ یہ لوگ اپنے حریف کو افریقی نامرد، بے رحمی کا دیو، حیلہ گری کا استاد، غدار دغاباز فنیقی وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ سی پیو کا واقعی کمال تھا کہ اس نے ہینی بال کی حقیقت کو سمجھا۔ ایک رومن امیر زادے کا اپنی خاندانی روایات کو بھلا دینا اور خود اپنی ذات

کے باہر نکل آنا قریب قریب غیر ممکن بات معلوم ہوتی ہے۔ سی پیو جس گھر میں پل کر جوان ہوا اس کے در و دیوار پر اس کے اسلاف کی شبیہیں، ان کے کارنامے اور القاب و اعزازات کے کتابے مزین تھے۔ یورپ نژاد ہونے کی وجہ سے سامی نسل کے حریف کو پوری طرح سمجھنا دشوار تھا۔ بایں ہمہ اس کے مشرقی افکار کی پیروی ممکن تھی۔ سی پیو نے ارادہ کرلیا کہ ہنی بال کے خلاف اسی کے ہتھیاروں سے جنگ کی جائے۔

نئے قرطاجنہ میں چند گھنٹے خون بہایا جاتا رہا، خوب لوٹ مار ہوئی جیسا کہ رومن سپاہیوں کا شہر فتح کرنے کے بعد قدیمی دستور تھا۔ لیکن پھر سی پیو نے حکم دیا کہ تلوار نیام میں کرلی جائے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اسپینی باشندوں سے محکوم قوموں کا سا برتاؤ نہ کیا جائے۔ جو مقامی کاریگر قید کیے گئے تھے انہیں جہازی کارخانوں میں کام دیا اور وعدہ کیا کہ جنگ ختم ہونے پر آزاد کر دیئے جائیں گے۔ اسے اسپین والوں کے یہ ذہن نشین کرنا تھا کہ رومیوں کا تسلط انہیں طرح طرح کے فوائد سے بہرہ مند کرے گا تاکہ آئندہ یہ ولایت مستقل مقبوضہ رہے اور سالانہ چاندی کی معقول مقدار فراہم کرے۔ اسپینی قبائل کے کچھ افراد شہر میں بطور یرغمال نظر بند کیے ہوئے تھے، انہیں سی پیو نے آزاد کر کے اپنی عنایت اور حسن زینت کا ثبوت دیا۔ یہ افراد بڑے رئیسوں کے عزیز، رشتہ دار تھے۔ انہیں سی پیو نے ایک طرح یہ جتایا کہ ”رومہ کی قوم اور حکومت تمہیں اپنے سخت گیر قرطاجنی آقاؤں سے آزادی دلائے گی۔ آئندہ تم امن اور آئین کے ماتحت زندگی بسر کرو گے۔ رومن قوم جو اپنے

دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہتی ہے، اب وہ تمہاری محافظ ہو گی‘‘۔

رومی حاکم خوب جانتا تھا کہ جنگلی قوموں کی جبلت فتح پانے والوں کا ساتھ دینا ہوتی ہے۔ اسے موقع پر لوگوں کو خوش کر لینا بھی آتا تھا۔ ایک اور بات جس کا اس نے ٹھیک ٹھیک اندازہ لگایا، ایبری خواتین کا اپنے شوہروں کے مزاج میں دخیل ہوتا تھا۔ خود سی پیو اوائل عمر میں سن رسیدہ اور نوجوان عورتوں کے زیر اثر آیا اور یقین کرنے لگا تھا کہ وہ فقط بچے پیدا کرنے اور گھر میں اطاعت و خدمت کرنے کے لیے نہیں بنی ہیں جیسا کہ لاطینی عورتوں کا فرض سمجھا جاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ ان کاموں کے علاوہ بھی اپنی شخصیت رکھتی ہیں۔ جیوش کے سپاہیوں نے اس کا میلان دیکھ کر ایک گیت بھی بنایا تھا جسے دوسری تک بندیوں کے ساتھ، راستہ طے کرتے ہوئے الاپتے تھے:۔

’’یوں بولا کورنی لیس:

یک صدی لے لیں سونا

پچھلوں کو دو سب چاندی۔

بس چھوکریاں ۔۔۔۔۔۔۔ وہ میری‘‘

یرغمالوں میں ایک ایبری خاتون کسی رئیس اندبلیس نام کی سالی چھوٹے بچوں کی نگرانی کیا کرتی تھی۔ وہ آئی تو سی پیو نے خیر مقدم کا خاصا قابل دید اہتمام کیا۔ ترجمانوں کے ذریعے تعظیمی الفاظ میں مرحبا کہا، چھوٹے بچوں کو اپنے ہاتھ سے کھلونے دیئے۔ خاتون کی طرف سے جواب میں سفید چغہ پوش رومی سردار کی

جوانی اور خوبصورتی کے اشارے سن کروہ پہلے تو ذرا سٹ پٹایا لیکن پھر سمجھ گیا کہ دراصل اسے ان سیانی لڑکیوں کی فکر ہے جو اس کے پیچھے جمع تھیں۔تب اس نے برابر کے کمرے سے چند جوان سرداروں کو بلایا اور ہدایات جاری کیں کہ ان ہسپینی شریف زادیوں کے ساتھ وہ عزت کا برتاؤ ہر حال میں کیا جائے جیسے وہ اس کی سگی بہنیں ہیں۔ایبری خاتون یہ منظر دیکھتی اور اس کا مطلب سمجھتی رہی لیکن اسی وقت ایک دوسرے رنگ کا دلچسپ واقعہ یہ پیش آیا کہ چند رومی سرہنگ ایک اسپینی دوشیزہ کو لائے جسے انہوں نے خاص سپہ سالار کے لیے خود منتخب کیا تھا۔یہ سیاہ چشم حسینہ کسی غیر معروف خاندان کی لڑکی تھی۔پرجوش سرہنگوں نے اسے اپنے نوجوان حاکم کے دادعیش دینے کو چھانٹا تھا۔عین ایسے موقع پر کہ رومی سپہ سالار نوجوان لڑکیوں کے حفظ ناموس کے احکام سنا رہا تھا، یہ پیش کش سارا کھیل بگاڑ دینے والی تھی۔ تھوڑی دیر تو سی پیو سناٹے میں آ گیا، لیکن پھر سنبھل کر برجستہ یہ بات بنائی کہ لڑکی واقعی بہت حسین و دلربا ہے،فوراً اس کے خاندان کا پتا چلایا جائے تاکہ نائب قنصل کے حکم سے اسے اپنے باپ کے حوالے کیا جا سکے۔

عورتوں کے ساتھ سی پیو کے برتاؤ کا جو کچھ اثر پڑا ہو، اتنا ضروری ہوا کہ انبلیس اور مشرقی ساحل کے بعض بااثر رئیس اس کے دوست ہو گئے۔ یہ اثرات نئے قرطاجنہ سے تراکو اور ابرو کے پار تک پھیلتے چلے۔شمال میں کم سے کم الرجتی قبائل خاموش ہو گئے۔البتہ وسطی اضلاع کے طاقتور، قلطیری، قرطاجنہ سے اپنے اتحاد میں مستقل اور ثابت قدم تھے۔ بے شبہ سی پیو اپنی ذات کے متعلق یہ روایت پیدا کر رہا

تھا کہ رومی اقتدار ایک نیک دل حاکم کے ہاتھ میں ہے لیکن قرطاجنہ والوں سے میدان میں کوئی شکست کھاتے ہی یہ قصہ قصہ ماضی ہو جاتا۔

لامحالہ اسے ہر پہلو پر کامل توجہ کرنی پڑی۔ سوار فوج کے معاملے میں اپنی کمزوری کا تدارک کرنے کی غرض سے ایک طرف تو ساحل افریقہ کے نومدی اور مور قبائل سے ارتباط کی سلسلہ جنبانی کی، دوسری طرف قابل اعتماد جیوش کو تیز پائی کی مشقیں کرائیں کہ اگر قرطاجنی سواروں کی سی سرعت سے جولانیاں نہ دکھا سکیں تو بھی کم سے کم جلدتر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کرنا سیکھ جائیں۔ ان جدید قواعد میں اس نے رومیوں کے تین صفوں میں پیوستہ لشکر کی صورت مین پیش قدمی کرنے کی روایتی پابندی بالکل ترک کر دی۔

ہنی بال نے اس فوجی ترتیب کو سامنے کے رخ صرف الجھائے رکھا اور بازوؤں میں پھیل کر گھیرا اور سخت شکست دی تھی جس کا تماشا سی پیو کنائی میں دیکھ چکا تھا۔ اسی طرح اس نے بلا تامل اسپین والوں کی لمبی دو دھاری تلوار اور مہلک آہنی ہتھیار یعنی سانگ (چھوٹی برچھی) کو رومی سپاہ میں رواج دیا۔

بعد کے رومی قیصروں مین یہ دونوں عام استعمال کے ہتھیار ہو گئے تھے۔ ان کے رومی نام ''گلیڈ یئس'' اور ''پیلم'' دونوں اسپین کی قلی زبان سے ماخوذ ہیں۔

یہ معلوم کر کے سی پیو کو حیرت ہوئی کہ خاص قرطاجنہ کے بہت کم شہری ان کی افواج مین تھے۔ بالفاظ دیگر اس کے دشمن زیادہ جفاکش قوموں کو اپنا رفیق بنانے پر ہی بھروسہ کرتے تھے۔ ایسے اتحاد و رفاقت کا خوف یا طمع سے ٹوٹ جانا غیر ممکن نہیں

ہوتا جیسا کہ سی پیو نے خود اطالیہ میں مشاہدہ کیا تھا۔مگر ہینی بال اور ہسد روبال کے نئے قرطاجنہ کے مکانات میں سی پیو بڑی اجنبیت محسوس کرتا تھا۔ یہ محل بندرگاہ کے اوپر کے رخ بنے ہوئے تھے۔ ان میں جنگی سپہ سالاروں کے رہنے کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ کسی فتح کی یادگار سے آرائش نہیں کی گئی تھی۔ گوشوں میں عبادت خانے اور دیواروں میں یونانی کتابوں کے لیے طاقچے بنے ہوئے تھے۔ کوئی نقاب یا منہ پر ڈالنے کا "چہرہ" ملا بھی تو اس وضع کا نہ تھا جو رومی بہادران جنگ کے منہ پر موت کے وقت ڈالتے اور تبرکاً محفوظ کر لیتے تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ نقال تماشا دکھاتے ہیں بہروپ بناتے ہیں۔ چاندی کے اک تختے پر جزیرہ نمائے ایبریہ کا نقشہ ماہرانہ باریک کام کا کھدا ہوا ملا، جس میں راستے، ندیاں، پہاڑ اس خوبی سے دکھائے تھے جیسے تصویر کے خال وخط ہوتے ہیں۔ سی پیو کو روسہ میں خود اطالیہ کے شہروں کے صرف ناموں اور فاصلوں کی فہرست دی گئی تھی۔ اسپین کی یہ تصویر اس نے خاص طور پر حافظے میں محفوظ کی کہ اب اسی کے میدانوں میں نکلنے کی وہ تیاریاں کر رہا تھا۔

دراصل ہسد روبال کے اقدام سے رومیوں کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ مقابلے میں نکل آئیں۔ ہینی بال کے اس بھائی نے سردیاں وسط ملک کے کارتپانی قبائل میں گزاریں اور اب کاستونو یعنی چاندی کے پہاڑوں کی طرف بڑھ آیا۔ رومیوں کو چاندی کی کانیں خطرے میں نظر آئیں۔ سی پیو کو لازماً ساحل چھوڑ کر جنوب کے پہاڑوں کی طرف کوچ کرنا پڑا۔ لیکن اس نقل وحرکت میں ایک لمحے کے

لیے بھی نہیں بھولا کہ وہ صرف ایک قرطاجنی سپاہ کے مقابل جا رہا ہے۔ ان کے دو لشکر اور کہیں موجود ہیں۔

ہسدروبال بی کولہ میں

مورخ پولی بیئس لکھتا ہے کہ ''ہسدروبال نے ہمیشہ بہادری کا ثبوت دیا۔ ناکامی کو بھی ایسی حوصلہ مندی سے برداشت کیا جو اس کے باپ برقہ کے شایان شان تھی۔ اکثر سپہ سالار نامساعد اتفاقات کا مطلق لحاظ نہیں رکھتے۔ لیکن ہسدروبال جنگ کی تیاری میں کسی نشیب و فراز کو نظر انداز نہیں کرتا تھا ـــــــــــــ میری دانست میں یہ شخص ہم سب کی تقلید و احترام کے قابل گزرا ہے۔''

سی پیو کو اپنے حریف کا احترام کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اس نے رومیوں کے ایک نہایت لائق سپہ سالار کلوئیس نرو کو احمق بنایا جس نے اسے ایک سر بند گھاٹی میں روک لیا تھا۔ بہت کچھ اسی طرح جیسے فے بیس نے ایک بار اطالیہ میں اس کے بھائی کو گھیرا تھا۔ تب ہسدروبال نے آگے آ کر نرو سے نامہ و پیام شروع کیے۔ ایک ہفتے تک انہیں طول دیا اور اس عرصے میں پیچھے جتنی فوج تھی گھاٹی پر چڑھ کر پھندے سے باہر نکل گئی۔ ہسدروبال نے ہفتہ گزرنے پر صلح کی گفت و شنید منقطع کی اور خود بھی چل دیا۔ نرو منہ دیکھتا رہ گیا۔ اتنے میں سی پیو آ گیا۔ نرو کا ہسدروبال سے دوبارہ صرف اطالیہ میں سامنا ہوا۔

غالباً سی پیو کو علم نہ تھا کہ ہسدروبال کو اس کے بڑے بھائی نے انہی گرمیوں میں اسپین سے نکل آنے کی تاکید کی ہے۔ تاہم مجلس عمائد نے خبردار کر دیا تھا کہ وہ ہسدروبال کو کوہستان پائی ریں پار کرنے سے روکے۔ سی پیو کو قرطاجنی سپاہ ایک لمبی گھاٹی میں قصبہ بی کولہ کے نیچے خیمہ زن ملی۔ ہسدروبال کے خیمے ایک نیچے ٹیکرے پر تھے۔ سامنے نالہ اور عقب میں پہاڑی تھی۔ فوج کی تعداد کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا (درحقیقت اس کے افریقی اور اسپینی سپاہی 20 ہزار سے زیادہ نہ تھے بحالیکہ رومیوں کی تعداد 30 ہزار تھی اور اسپینی اتحادیوں کے امدادی دستے ان کے علاوہ اور تھے۔) حملے کا موقع بالکل مناسب نہ تھا لیکن سی پیو کو حملہ کرنا پڑا۔ اس نے احتیاط سے پیش قدمی کی۔ نالہ پار کر کے وہ دیر تک ٹیکرے کے نیچے رکا رہا اور پھر تیزی سے فوج لے کر چڑھ گیا۔ اس نے ہلکے ہتھیاروالے کم تعداد دستے قلب میں لگائے اور زرہ پوش سپاہ کی بڑی تعداد اپنی اور لےلیس کی قیادت میں بازوؤں پر رکھی تھی جو ٹیکرے کے سروں کے خشک نالے پار کر کے دشمن کو نرغہ میں لینے کے لئے چڑھے۔ ٹیکرے کی ڈھلانوں پر سخت لڑائی ہوئی۔ رومیوں نے ہلکے اسلحہ کے کوئی 8 ہزار حریف سپاہیوں کا خاتمہ کر دیا اور خیمہ گاہ لوٹ لی۔ لیکن زرہ پوش قرطاجنی سپاہ 32 ہاتھی اور تمام سوار فوج کے ساتھ جا چکی تھی۔ ہسدروبال پائی ریں کے راستے میں تھا۔ سی پیو اس کا تعاقب نہ کر سکتا تھا۔ دو قرطاجنی لشکر اس کی گھات میں لگے تھے۔ نئے قرطاجنہ کی حفاظت بھی ضروری تھی۔ لہذا اس نے صرف کمک ابرو کے دہانے پر دشمن کو روکنے کے واسطے بھیجی جہاں سے دس برس پہلے ہینی بال گزرا تھا۔

مگر ہسد روبال اپنے مختصر سریع السیر لشکر کو شمال میں ٹیکس کے سرچشموں پر لے گیا۔ اسی راستے میں کہیں ماگو سے ملاقات کی اور قرار پایا کہ وہ بلیارک جزیروں میں جا کر تازہ فلاخن انداز بھرتی کرے اور پھر سمندر کے راستے شمالی اطالیہ میں پہنچ جائے۔ وہیں حل کر کے تینوں فرزند ملائی ہوں۔ چنانچہ ہسد روبال اسی طرف سے باسکوں کے دوست دار قبیلوں کے مغربی درے سے پائی رین میں داخل ہوا۔ آگے بڑھ کر قلطی قوم کی زمینیں تھیں۔ ان سے بھی دوستانہ تعلقات تھے اور ان کے بہت سے جوان ہسد روبال کی فوج میں بھرتی ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ رہون کی وادی میں پہنچ گیا لیکن سردیاں آ گئی تھی اور اتنی دیر سے الپس پار کرنے کا سفر نہ ہو سکتا تھا۔

تاہم ہسد روبال کی آمد کی خبر مارسیلہ سے رومہ دوڑ گئی۔ شہر میں ہنی بال کے ہاتھ سے دو قنصلوں کے مارے جانے کا غم ابھی تک طاری تھا۔ معلوم ہوتا تھا ناراض دیوتاؤں نے جملہ رومی سپہ سالاروں کو جو قرطاجنی جادوگر سے لڑنے نکلے، مار گرایا اور ایسے کسی ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑا جس کی قابلیت پر بھروسہ کیا جا سکے۔ فے بیس کو پیرانہ سالی نے بے کار کر دیا تھا۔ رہا سی پیو تو گویا اس نے بعض معرکے سر کیے مگر اس سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ ہسد روبال کا برابر سے نکل جانا ہی روک دیتا۔ دوسرے وہ اسپین کی سپہ سالاری چھوڑ کر آنا نہیں چاہتا تھا۔ اس طرح سن 208 ق م میں جنگ کے دسویں برس پھر شہر رومہ کو اپنی حالت مخدوش محسوس ہوئی۔ شمال میں اتروریہ اس کے جتھے سے الگ ہو رہا تھا۔ لگوریہ پہلے ہی ایں روئے الپس غالوں

سے مل کر ان دشمنوں کی قوت بڑھا رہا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ "یہ ساری مصیبتیں صرف ایک فوج اور ایک ہینی بال نے ہمارے سر ڈال دی ہیں۔ مگر اب دو ہینی بال اور دو زبردست فوجوں کا اطالیہ میں سامنا کرنا ہو گا۔"

یہ دوسرا اقرطاجنی سب سے خطرناک مقام، یعنی دوائی پو دمیں وارد ہونے والا تھا اور اس کے پہنچنے پر ہینی بال جو کچھ کر گزرے تھوڑا تھا:

انتخابات میں اس نازک سال کے لیے دو قنصل نامزد ہوئے۔ ان کی قابلیت میں شبہ نہیں اگرچہ مشہور نہیں تھے۔ ایک تو وہی کلوڈیس نزو جو اسپین میں ہسدروبال کا سامنا کر چکا تھا، طبقہ امرا سے لیا گیا اور اسے ہینی بال کو روکے رکھنے کا کام تفویض ہوا، دوسرا عوامی قنصل، لیوئیس اپنی مرضی کے خلاف اس عہدے پر منتخب کیا گیا۔ اسے شمال کے لشکروں کی قیادت دی گئی۔ یہ انتخابات، پھر مذہبی نذر و نیاز کے مراسم، جنگی منصوبہ بندی یہ سب کام حسب سابق رومہ کی روایت کے مطابق انجام پائے۔ واقعی توقع کسی کو بھی نہ تھی کہ نزو اور لیوئیس، مل کر برقہ کے بیٹوں کے ہم پلہ ثابت ہوں گے۔

دریائے پو سے پیام

207 (ق م) میں برف پگھلنے کا موسم گزرتے ہی ہسدروبال الپس کے پار ہو گیا۔ وہ ہینی بال سے بھی زیادہ سرعت سے اور بظاہر اسی درے سے گزر آیا۔ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی رومی قائدین اسے پہاڑوں میں روکنے کی امیدیں باندھ رہے

تھے لیکن وہ سپاٹا بھرکے پو تک پہنچ گیا۔ جفاکش لگوری جوق درجوق اس کے لشکر میں آنے لگے۔ سیماب وش غالوں کی ہمتیں تازہ ہوگئیں۔ ہسدروبال نے بھی رومہ کی سرحدی افواج کو پلاستیہ میں بند کردیا جیسے ہینی بال نے کیا تھا اورکوہ اپی نائن کی عظیم کمر کے جنوب و مشرق میں سیلاب کی طرح بڑھا۔ اس کے ساتھ کوئی درجن بھر ہاتھی سلامت تھے۔ اس کی پیش قدمی سرعت سے ہوئی۔

لیکن اب وہ اتفاق پیش آیا جس نے سارے بحر روم کی تقدیر بدل دی۔ پو سے آگے بڑھتے وقت ہسدروبال نے اپنے بھائی کو ایک پیام روانہ کیا۔ اس میں ساحل اڈریاٹک پر مقام کا تعین کیا تھا جہاں دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ملیں گی۔ یہ تحریری پیام دو نومدی اور چار غال سوار لے کر چلے۔ ممکن ہے اس کے مضمون سے بھی باخبر ہوں۔ انہیں دشمن کے پڑاؤ سے بچ کر بہت دور جنوب میں لوکانیہ جانا تھا۔ غالباً رہنمائی کسی غال نے کی۔

اس اثناء میں ہینی بال رومن لشکروں کو چیر کر دوبارہ اڈریاٹک کی طرف بڑھ رہا تھا اور چکر دے دے کر مختلف مقامات سے اپنے فوجی دستے مجتمع کرتا جاتا تھا۔ رومن فوجیں راستے میں روکتی اور جانبازی دکھاتی تھیں۔ لیکن اس کی پیش قدمی اسی اوفیدس ندی کی طرف جاری تھی جس کے قریب کنائی کا خونریز معرکہ ہوا تھا۔ پو سے پیام لانے والے اس کے پیچھے پیچھے چلے لیکن تارتم کے قریب رومی گلہ بانوں کے ہاتھ پڑ گئے۔ اس طرح ہسدروبال کا مراسلہ اوفیدس کے پڑاؤ پر ہینی بال کی بجائے نِرو کو مل گیا۔

اس پریشانی میں نرو کو یکا یک ایسا خیال سوجھا جیسا کہ کبھی کبھی ضابطہ پرست عمال سے غیر معمولی کام کرنے کا باعث ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی مقررہ حدود چھوڑ کر ایک ہزار چیدہ سوار اور ایک پیادہ جیوش لے کر چپ چاپ شمال کی طرف چل پڑا۔ اس کی جنوبی سپاہ ہینی بال کے مقابلے میں حسب سابق خیمہ زن رہی۔ نرو مجلس اعیان کو اطلاعی مراسلہ بھیج کر بغیر منظوری کا انتظار کیے اس تیزی سے چلا کہ رومی جیوش ہی اتنی رفتار قائم رکھ سکتا تھا۔ راستے کے تمام دیہات کو سوار دوڑا کر خبردار کر دیا گیا تھا کہ سامان رسد، گھوڑے، خچر، گاڑیاں جو کچھ فراہم کر سکتے ہوں، اس کی گزر گاہ پر لے آئیں۔

(اکثر اکتابوں میں لکھا ہے کہ نرو نے پڑاؤ کے الاؤ جلتے رہنے دیئے اور زیادہ تعداد لے کر روانہ ہو گیا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ وہ صرف سات ہزار سپاہی لے کر گیا، باقی 30 ہزار سے زیادہ جوان ندی کے مورچہ بند پڑاؤ پر ہی رہے۔ اس کی دوسری فوج ہینی بال کے عقب میں تارنتم میں مقیم تھی۔ دراصل نرو کے ذہن نشین ہو گیا تھا کہ انہی چند دنوں میں کہ ایک قرطاجنی بھائی دوسرے کے حال سے بے خبر ہے، جو کچھ ہو سکے کر گزرنا چاہیے۔)

ادھر ہینی بال بھائی کے پیام کے انتظار میں آگے نہ جا سکا کہ معلوم نہیں ہسدربال کس طرف سے آ رہا ہے۔ دشمن کے پڑاؤ سے ایک جیوش اور بلاتے کے سوار جانے کی خبر سے پوری حقیقت نہیں واضح ہوئی اور اس موقع پر جاسوس سوار بھی صحیح کیفیت بتانے میں ناکام رہے۔

ہسدروبال ریمنی کے مقام سے گزر کر اڈریاٹک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس طرح ریچھ کو آتے دیکھ کر سدھے ہوئے کتے دوڑ پڑتے ہیں، رومی لشکر اپی نائن کے مشرق میں متارو ندی پر لی ویس کے ماتحت مجتمع ہونے لگے۔ قرطاجنی فوج نے ندی کو فانو کے مقام پر عبور کیا تو اچانک رومی لشکر گاہ سامنے تھا۔ یہاں کے جغرافیے سے ناواقف ہسدروبال کو دیکھ بھال کے لیے توقف کرنا پڑا اور عجب نہیں کہ وہ بڑے بھائی کی ہدایات ملنے کا بھی منتظر ہو۔ اسی اثنا میں نزورات کے وقت لیوئیس کے لشکر سے آملا۔ اس نے خبردار کر دیا تھا کہ اس کی آمد مخفی رکھی جائے۔ چنانچہ اس کے تھکے ہوئے سپاہی یہاں کے خیموں میں گھس کر شب باش ہوئے، ان کے لیے الگ خیمے نہیں لگائے گئے تھے۔ لی ویس اور اس کے سردار مصر تھے کہ جنوب سے اتنی بڑی منزل مار کر آنے والے ابھی کچھ آرام کریں لیکن نزو کو ہنی بال کا تجربہ تھا۔ اس نے زور دیا کہ بلا توقف حملہ کر دینا چاہیے۔ یہی رائے مان لی گئی۔ پھر بھی قریب تھا کہ ضابطہ پرستی سارا کھیل بگاڑ دے۔ کیونکہ ترچی نے صرف لی ویس کے خیمے سے ترم ایک بار بجانے کی بجائے دوسری دفعہ بھی بجایا جس سے کائیاں ہسدروبال سمجھ گیا کہ ایک قنصل کی بجائے دو قنصلوں کی سپاہ کا سامنا ہے اور دشمن کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ نظر بر ایں اپنی فوج کو بڑھنے سے روکا اور چاہتا تھا کہ فلامی نی سڑک سے جنوب کی طرح کترا کر نکل جائے لیکن اندھیرے میں راستہ دکھانے والے بھٹک گئے اور صبح ہوتے دشمن کی فوج نے وہ راستہ روک دیا۔ اس وقت ممکن تھا کہ وہ پھر پو کی طرف پلٹ جائے لیکن اس نے وہیں جنگ کے لیے صفیں مرتب کرا

لیں۔

یہ متارو ندی کا معرکہ ان لڑائیوں میں شمار ہوتا ہے جن سے تاریخی واقعات کا رخ پلٹ گیا۔ دوسرے یہاں ہسدروبال نے قوم دار فوجیں جمائی تھیں، یعنی لگوری، غال، اسپینی و افریقی۔ اور یہ آخری موقع تھا کہ خود اطالیہ کی اقوام رومن جیوش کے مقابلے میں مل کر لڑیں جنہیں آئندہ رومی قیاصرہ کی سپاہ کا شریک غالب بننا مقدر تھا۔ ہسدروبال نے اپنے ہاتھی لگوریوں کو دیئے تھے اور شروع میں ان عظیم الجثہ جانوروں نے آگے بڑھنے والے دشمن کی صفیں کچل کر راستہ صاف کر دیا تھا کہ لگوری اور غال ندی کے کنارے ہسدروبال تک پہنچ جائیں جسے جیوش کی تعداد کثیر نے گھیر رکھا تھا۔ لیکن وہ وقت پر نہیں پہنچ سکے۔ کئی گھنٹے تک سخت کشت و خون ہوتا رہا۔ جنگ برابر کے پلڑوں میں تلی ہوئی تھی جب کہ نرو نے دائیں سرے سے اپنے سات ہزار تیغ زن غالوں پر ہول دیئے پھر سواروں کو یہیں ایک پہاڑی پر لڑتا چھوڑ کر وہ اپنے تھکے ماندے پیادوں کو لشکروں کے عقب تک بڑھائے چلا گیا۔ ان کی بڑی تعداد ابھی تک سلامت تھی اور اسی جیوش کا ہسدروبال کے بازوؤں سے آ کر بھڑ جانا، صفوں میں انتشار کا آخری سبب ہو گیا۔ ادھر ہسدروبال گھوڑا بڑھا کے اس گھمسان میں در آیا تھا کہ دوبارہ صفیں درست کرے کہ خود وہ مارا گیا اور قرطاجنہ کی بے سری فوجیں قواعد دان کثیر التعداد رومی جیوش کا زبردست ریلا روکنے کے قابل نہیں رہیں۔ غال فوج کو بہت کم نقصان پہنچا تھا مگر وہ میدان سے ہٹ گئی اور اتحادی بھی پناہ گزینوں میں شامل ہو گئے۔ اسپین و افریقہ کے جانبازوں میں بہت کم

سلامت رہے تھے اور ان میں کوئی ہسدروبال کی جگہ سنبھالنے کے لائق نہ بچا تھا۔ اس طرح اس کی پوری سپاہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے لشکر گاہ میں ابھی تک 4500 (ساڑھے چار ہزار) رومن سپاہی قید تھے۔ لی ولیس کے آدمیوں نے انہیں چھڑایا۔ بایں ہمہ رومن سپاہ نے اس معرکے میں شدید نقصانات اٹھائے۔ صرف غیر متوقع کامیابی نے ان کے دل بڑھا دیئے۔

اسی رات نرو اپنا لشکر واپس مارا مار جنوب کی طرف لے چلا اور 210 میل کی مسافت صرف 6 دن میں طے کر کے اوفیدس کے پڑاو پر پہنچ گیا۔ وہ اس تیزی سے چلا تھا کہ راستے کی بستیوں کو متارو کے معرکے کی خبر سب سے پہلے اسی کے سپاہیوں سے ملی۔

شہر رومہ میں مجلس اعیان بڑے چوک میں صبح سے شام تک اپنے اجلاس لگاتی تھی۔ اہل شہر آتے جاتے ادھر ادھر ٹھٹک رہتے کہ میدان جنگ کی کوئی خبر کان میں پڑ جائے۔ ایک دن "افواہ سنی گئی کہ دو سوار شہر کے ابریہ دروازے پر اطلاع دینے آئے کہ دشمن کا قلمع قمع کر دیا گیا۔ اول اول لوگوں کو یقین نہیں ایا لیکن پھر اسی دروازے سے (داروغہ) مان لیس کا پرچہ آیا جو چوک کے راستے کچہری میں لایا گیا۔ لوگوں نے وہ ہجوم کیا کہ ہرکارا شہر کے دروازے تک نہیں پہنچ سکا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ خود وہ سوار شہر میں آ رہے ہیں۔ بچے، بوڑھا سب کے سب ادھر دوڑے کہ اپنے کانوں سے اتنی بڑی خوشی کی خبر سنیں اور بچشم خود خبر لانیوالوں کو دیکھیں۔۔۔۔۔۔ مجلس عمائد نے فیصلہ کیا کہ چونکہ ہمارے دونوں قنصل بخیر و

سلامت ہیں اور دشمنوں کے سردار وسپاہ کو انہوں نے قتل کر دیا، تین دن تک شکرانے کا جشن منایا جائے۔''

وہاں اوفیدس کے پڑاؤ پر پہنچ کر نرو نے حکم دیا کہ ''ہسد روبال کا سر جو وہ کاٹ کر احتیاط سے اپنے ہمراہ لایا تھا دشمن کی چوکیوں کے سامنے پھینک دیا جائے اور افریقی اسیران جنگ پابہ زنجیر انہیں دکھائے جائیں۔ ان میں سے دو کو چھوڑ دیا جائے کہ ہینی بال کو جا کر ساری سرگزشت سنادیں۔'' اس کی تعمیل ہوئی۔

دونوں قنصلوں کے لیے رومہ آں ے پر جلوس فتح کا اعزاز منظور کیا گیا۔ مجلس نے تاکیدی احکام جاری کیے کہ اتروریہ اور امبریہ کے صوبوں کے جن لوگوں نے ہسد روبال کو کسی قسم کی بھی مددودی تھی ان کی ''تطہیر'' کی جائے۔ رومہ میں مہینوں تک خوشیاں منائی جاتی رہیں۔ لوگوں نے سنا کہ ہینی بال کو ہسد روبال کا بریدہ سر ملا تو اس نے فوراً اوفیدس سے پڑاؤ اٹھوایا اور بہت سے لوکانیہ والوں کو ساتھ لے کر خلیج تارنتم کو متاپونتم تک خالی کر دیا۔ پھر بروتیہ کی پہاڑیوں میں ہٹ گیا۔ اطالیہ کے اسی سرے پر ٹھہرا رہا۔ اس پر حملہ کرنے کا کسی نے خیال تک ظاہر نہیں کیا۔'' بلکہ جب تک خود اس نے جنبش نہیں کی رومیوں نے اپنے آپ سے اسے نہیں چھیڑا ۔۔۔۔۔۔ درحقیقت وہ اس اکیلے شخص کے اندر بے پناہ طاقت ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے حالانکہ اب اس کے چاروں رف شکستگی کے آثار تھے''۔

برقہ خاندان کی بادشاہی کا خاتمہ

12 سال پہلے جب نئے قرطاجنہ سے چلا، اب تک پیش قدمی کی قوت ہینی بال کو حاصل رہی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس سے محروم ہوا شاید دل میں ہنستا ہو گا کہ دشمن اتنی کثیر افواج رکھنے کے باوجود اس کے خلاف اقدام نہیں کرر ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس نے اپنی کمزوری کا حال ان پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ ورنہ اصل سپاہ اطالیہ کا اب صرف پنجر باقی رہ گیا تھا۔ اسی میں لوکانیہ کے کسان، یونانی جہازی، رومی مفرور، بروتیہ کے انگھڑ پہاڑی شامل کر لیے گئے تھے۔ غالباً اس کا اصلی مورچہ اس کے نام کی افسانوی شہرت و ہیبت تھی۔ مگر اطالیہ کی اس پھننگ پر بھی اس کی سلطنت خود دولت قرطاجنہ سے زیادہ بڑی تھی۔ لوکری اور کروتن کی دو، اگرچہ چھوٹی بندرگاہیں قبضے میں تھیں ☆ اپنی فج کے لیے سامان خوراک کے ذخیرے کافی وافر تھے اور حسب ضرورت چاندی بھی موجود تھی۔ کوئی شبہ نہیں کہ وہ افریقہ یا اسپین جہاز میں جانے کی سوچتا ہو گا۔ ممکن ہے، ہسدروبال کی موت نے اسے تن بہ تقدیر اپنے اطالوی میدان ہی میں رہنے کا قنوطی جذبہ پیدا کیا ہو اور یا شاید یہ خیال کہ اطالیہ چھوڑنے سے بروتیہ کی سپاہ تتر بتر ہو جائے گی بحالیکہ اسپین میں ماگو اور دوسرے قرطاجنی سپہ سالاروں کو وطن سے سپاہی اور جہازوں کی کمک بھیجی جا رہی ہے۔ آخری بات یہ کہ وہ قطعی توقع رکھتا ہو گا کہ دونوں رومی قنصل اس کے آخری مقبوضہ علاقے پر پوری طاقت سے فوج کشی کریں گے۔ اور وہ بے قرار تھا کہ ایسا ہو تو جس طرح حقارت سے ہسدروبال کا سر پھینکا گیا تھا، اس کا انتقال لے کر دل ٹھنڈا

کرے۔

آئندہ سال قطرہ قطرہ جو خبریں اسے ملیں، تشویش افزا ہی تھیں۔ فصلوں کے تیار ہونے پر صقلیہ سے غلے کے جہازوں نے ٹائی بر کے کنارے خوراک کی کمی ختم کر دی۔ لاطیوم کے کھیتوں میں دوبارہ زراعت ہونے لگی۔ بہت سے خلاصیوں کو چھٹی مل گئی کہ جہازوں کی بجائے پھر کھیتوں میں جا کر کام کریں۔ ادھر اڈریاٹک کے پار شاہ مقدونیہ نے تقدیر کو رخ بدلتے دیکھا تو رومہ کے باج گزار اتولیہ والوں سے صلح کر لی۔ اسی کے ساتھ مقدونیہ نیز سیراکیوز سے قرطاجنہ کا چند روزہ اتحاد ختم ہو گیا (''اگر تم شکست کھاؤ تو تمہارے دوست بھی ساتھ چھوڑ جائیں گے'')

آخری مصیبت اسپین کی ہزیمت تھی۔ ماگو اور دوسرے قرطاجنی سپہ سالاروں نے اپنی تمام فوجیں الیپا کے مقام پر نوجوان سی پیو کے مقابلے میں جھونک دیں لیکن بازوؤں پر اس کے تیز و تند حملے نے قرطاجنی صفوں کو توڑ دیا اور پوری فوج کو مارا مار سمندر کے مغربی ساحل کی طرف ہٹنا پڑا۔ صرف گادس اجتماع کا بڑا مرکز باقی رہ گیا اور ہینی بال جانتا تھا کہ مقدونیہ کی طرح وہ بھی مصیبت کے وقت قرطاجنہ کے کام نہیں آئے گا۔ حقیقت میں یہی ہوا کہ اس قدیم شہر نے تارتم کی طرح رومیوں سے پیام سلام کیے اور اپنے دروازے کھول دیئے۔ وہ ایسے مہمان آقا بن کر اندر داخل ہوئے کہ پھر جانے کا نام نہ لیا۔ ایبری اور قلطیبری قوموں نے رومیوں سے لڑنا شروع کیا لیکن یہ بعد از وقت مقابلہ تھا۔ چنانچہ اندلس جوان سے پیچھا چھڑا کر آزاد ہوا، بہت جلد سامنے سے بھاگتا نظر آیا۔ دور کے پہاڑوں میں قلعہ الرجتی کے

لوگ رومیوں کے قلعہ شکن آلات سے نہیں ڈرے مگر آخر میں مغلوب کر لیے گئے۔ اور ان کے مردوں اور عورتوں سب کو رومی سپاہیوں نے گلی کوچوں میں تہ تیغ کیا۔ اسی طرح استاپا کو گھیر کر باشندوں سمیت جلا ڈالا۔ ہینی بال کے سسرال والوں کے قلعے کاستولو نے اطاعت قبول کر لی۔ اقصائے شمال میں الرجتی وغیرہ قبائل نے رومیوں کے ذخائر لوٹ لیے تھے، انہیں گھیر گھیر کر رومی جیوش ایک گھاٹی میں لائے اور سب کو قتل کر دیا۔

سی پیو ہیبت پھیلا کر اطاعت کراتا تھا۔ بعض وہ گروہ جو اپنے موروثی دشمنوں سے لڑ کر رومیوں سے آ ملے، ان کو اس نے انعام و اکرام سے نوازا لیکن خود اپنے آدمیوں کے ساتھ بے رحمی دکھانے میں کمی نہیں کی۔ ابرو کے پار ایک جیوش کے سپاہی اپنے سرداروں سے بگڑ گئے تھے۔ سی پیو نے ان کے 35 سرغنہ تنخواہیں دینے کے حیلے سے نئے قرطاجنہ میں طلب کیے۔ یہاں فوج والوں نے انہیں گھیر لیا اور قتل کرنے سے قبل باندھ کر کوڑے لگائے گئے۔

سال نو پر نئے قرطاجنہ میں رومیوں نے ''موت کے کھیل'' کھیلے۔ بہت سے رومی پھنکیت، کشتی گیر وغیرہ وہاں پہنچ گئے تھے۔ اپنے وطن کی طرح جنگ کے دیوتا کو بھینٹ دینے دنگل میں اترے۔ کھیل ختم ہوا تو دنگل کی مٹی پر خون بہا کر نجور جلائے گئے۔

ہینی بال سی پیو کے بارے میں سوچتا ہو گا کہ بعض باتوں میں یہ نوجوان نے ہیَس سے بہت مشابہ ہے مگر بعض اعتبار سے بالکل مختلف ہے۔ بہر حال، جن

طریقوں سے بھی ہو، وہ اسپین پر قابض ہو گیا اور برقہ خاندان کے یہاں تسلط کا خاتمہ کر دیا۔ اس خاندان کی یہ حکومت 30 برس سے زیادہ قائم رہی۔

ماگو ابھی تک اسپین میں موجود تھا۔ وہ گادس کے کئی حکام کو پکڑ لے گیا اور غداری کی سزا میں قتل کیا۔ کوئی 2 ہزار سپاہی اور چند جہازوں سے اس نے نئے قرطاجنہ پر بھی تاخت کی اور آبنائے میں آ گھسا تھا لیکن شہر پر قبضہ نہ ہو سکا اور ماگو نے جزیرہ منورکہ کی راہ لی کہ وہاں نئی بھرتی کرے۔ جیسا کہ ہسدروبال کے ساتھ پہلے منصوبہ کیا تھا۔ ہینی بال نے کروتن کی بندرگاہ سے قرطاجنہ پیام بھیجا کہ ماگو کو لگوریہ کے ساحل پر جا اترنے کی ہدایت کی جائے کہ وہ پو کے محاذ کا رومی جیوش کے مقابلے میں انتظام سنبھالے۔ وہ ایک لنگر گاہ جنوآ (Genua) پر اطالیہ پہنچ گیا لیکن پھر پہاڑوں کے دامن میں کہیں دور نکل گیا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے بہت دور تھے: ماگو کوہستان الپس کے نیچے اور ہینی بال اطالیہ کے جنوبی سرے پر۔

ادھر جنگ کے تیرھویں سال اہل رومہ پر اطالیہ میں غنودگی طاری تھی لڑائی نے انہیں تھکا دیا تھا۔ بہت سے نقصانات کی تلافی اور بہت سا علاقہ دوبارہ قابو میں لانا تھا۔ پچھلے دنوں اطمینان کی صورت پیدا ہوئی تو وہ آرام وسکون سے رہنا غنیمت سمجھے۔ اس کاہلی کا سدباب کرنے کی غرض سے کورنلیس سی پیو نے اپنی چاق وچوبند طبیعت اور عزم راسخ کو کام پر لگایا۔

میناش کی ضیافت

زاما کا بڑا معرکہ جس میں لیس پیو ہینی بال کے مقابل لڑا، 202 (ق م) کی گرمیوں کے ایک تپتے دن ہی میں شروع نہیں ہوا، بلکہ کئی سال پہلے سے سی پیو کے دماغ میں تیار ہو رہا تھا۔ اور زاما میں جو کچھ گزرا، وہ بڑی حد تک ان تیاریوں کے طفیل بروئے کار آیا جو سی پیو نے اس وقفے میں کر لی تھیں۔

الیپا کی لڑائی کو زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ مئی 206 (ق م) میں سی پیو نے سمندر پار افریقہ جانے کا پہلی دفعہ جوکھوں مول لیا۔ وہاں اس پر جو کچھ گزرا وہ ناقابل یقین علی بابا کا افسانہ سا معلوم ہوتا ہے مگر بالکل سچا واقعہ تھا۔

الیپا کی فتح کی بیش قیمت یادگاریں اور حیرت انگیز غنائم سی پیو نے حسب معمول روم کے چوک کو بھجوائے۔ جس اقتدار کی اسے آرزو تھی اس کا مصدر وہی مقام تھا۔ اب اپنی آزمودہ کار فوج اور لائق نائب لے لیس اور مرکینس کی مدد سے وہ پورے اسپین کو فتح کرنا یقینی سمجھتا تھا اور اس کے بعد آبنائے اتر کر افریقہ جانے اور ہینی بال کو اطالیہ چھوڑ کر خود اپنا ملک بچانے کے لیے افریقہ آنے پر مجبور کر دینے کی سوچ رہا تھا۔ یہ کوئی اینچ پینچ کا منصوبہ نہ تھا بلکہ پہلے خود اس کے باپ کو اسی درخشاں جنگی تدبیر کا خیال آیا اور اس نے نومدی قوم کے بادشاہ سی فاش سے سفارتی نامہ و پیام شروع کیے تھے۔ ہینی بال کو سوار فوج یہی بادشاہ ابھی تک فراہم کرتا رہا تھا مرنے والے پسب لیس کا منصوبہ یہ تھا کہ جس طرح ہینی بال نے اطالیہ پر فوج کشی کرنے کے لئے اسپین کو چھاؤنی بنایا وہ افریقہ پر حملہ کرنے کی غرض سے اسی ملک کو رومیوں کی

چھاؤنی بنانے تقلید کرنے کے واسطے قرطاجنی سپہ سالار کی بہت اچھی مثال تھی۔

ترا کو بندر سے پچاس چپو کے بڑے بادبانی جہاز میں سوار ہوتے وقت نوجوان سی پیو کو سابات کا خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ وہ جمہوریہ رومہ کی پوری ساخت بدلنے میں حصہ لے رہا ہے یعنی یہ کہ آئندہ محض اطالیہ کی شہری ریاست نہیں رہے گی بلکہ سمندر پار وسعت پذیر سلطنت بن جائے گی۔ بے شبہ امیلی اور سی پوی خاندانوں کے اکابر ایسے خواب دیکھتے تھے مگر جہاں تک ہمارے نوجوان سی پیو کا تعلق ہے، وہ صرف ایک رومی سپاہ کا سردار تھا جسے شدید ضرورت کے وقت قنصلی اختیارات مستعار دیئے گئے تھے۔ اس کا دائرہ اختیار ساحلوں سے پائی ریں تک محدود اور اسپین کی فتح کے بعد ختم ہو جانے والا تھا۔ بجز اس کے کہ رومہ میں واپسی پر ایک بار فوجی نمائش کرا لے یا بیوی اس کے ہاتھ پاؤں چومے۔ ایسے ادنیٰ اعزاز کی بجائے سی پیو کی رگ رگ میں آرزو بھری تھی کہ پوری جنگ کا فاتح بنے اور خود ہینی بال کو مغلوب کر دکھائے۔

اگرچہ بالفعل یہ ایک غیر ممکن بات نظر آتی تھی، تاہم وقتی حالات کی نامساعدت سی پیو کو اپنی دھن میں رہنے سے باز نہ رکھ سکی۔

سمندر عبور کرنے کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ بحری سفر پر لطف گزرا اگرچہ جوکھوں سے خالی نہ تھا۔ سیفاش نے اس کی حفاظت سے آنے کی ضمانت دی تھی، لیکن یہ ایک جنگلی، متلون مزاج رئیس کی ضمانت تھی جس نے تقاضے کر کے سی پیو کو ملاقات کرنے ساحل پر بلایا تھا۔ ایک اور جہاز نائب قنصل، کا بدرقہ، حفاظت کی بجائے شان

دکھانے کی غرض سے ساتھ تھا۔ یہ دونوں مقام ملاقات سیگا (موجودہ مغربی مراکش) کی راس کے گرد مڑے تھے کہ سات قرطاجنی اساطیل تیز ہوا کے خلاف، لنگر اٹھائے چھوٹی سی لنگر گاہ میں داخل ہوئے۔ رومی جہازوں کو دیکھا تو ان کے عرشوں پر آمادہ جنگ سپاہیوں کا ہجوم آ لگا۔ سی پیو نے دیدہ دلیری سے اپنے جہازوں کو سیدھا چلنے دیا لیکن عرشے پر کسی سپاہی کو نہیں بلایا۔ آندھی کا ایک جھونکا اس کے جہازوں کو عین قرطاجنی بیڑے کے وسط سے ساحل کے چبوترے تک بہا لایا جہاں وہ افریقی بادشاہ سے حفاظت کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ قرطاجنی ناخدا بھی یہ بات سمجھ گئے اور جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا۔

پھر اپنے میزبان کے ایوان میں سی پیو کا بادشاہ کے ایک اور قرطاجنی مہمان سے سامنا ہوا۔ یہ گیسکو کا بیٹا ہسدروبال نام ادھیڑ عمر کا چاق و چوبند امیر تھا جو الیپا کے معرکے میں ماگو کا ساتھی سالار ہو کے لڑا۔ تھوڑی دیر کے لیے تو سی پیو بڑی سوچ میں پڑ گیا۔ مگر سیفاش نے اس دوستانہ ملاقات کی یادگار ایک خاص ضیافت کا جلسہ کرنے کی تجویز کی۔ وہ بہت خوش تھا کہ اس کے گھر میں آج بڑی جنگ کے دو مانی گرامی حریف ہم پیالہ وہم نوالہ مہمانوں کی حیثیت سے جمع ہوئے۔ واضح رہے کہ سیفاش کا پایہ تخت کیرتا، مملکت قرطاجنہ کی سرحد کے گوشے میں واقع تھا اور یہ سن رسیدہ، ساز باز میں استاد فرماں روا وہاں کے شش منزلہ مکانات اور ال (دیوتا) کے عریض وطویل مندر سے اسی طرح موعوب تھا جیسے دوسرے صحرائی قبائلی ہوتے ہیں۔ دوسری طرف سیگا کے پار ایبریہ میں رومیوں کی کامیابیاں سن کر ان کی اور اس

عقاب چہرہ سپہ سالار کی بھی توقیر اس کے دل میں جاگزیں ہوئی، جو بے تکلف اس کے گھر میں چلا آیا۔ اپنی جگہ پر سیفاش ہزاروں ماہر شہ سواروں کو طلب کر سکتا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے اسے یہ شعور ہو گیا تھا کہ رومیوں کو اپنے سے ناراض کرنا نہ چاہیے اور دوسری طرف وہ قرطاجنہ سے بھی منحرف نہ ہو سکتا تھا۔ کھانے کے دوران میں (ترجمانوں کے ذریعے) سی پیو رومن حکومت کے فوائد و فضائل شدومد سے بیان کرتا رہا۔

سیفاش ذاتی طور پر جنگ میں حصہ لینا نہ چاہتا تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ سی پیو کو اس موقع پر امیر ہسدروبال سے رشتہ دوستی استوار کرنا مناسب و برمحل ہو گا۔ سی پیو نے خوشی سے آمادگی ظاہر کی اور کہا کہ وہ اپنے حریف سے کوئی کینہ نہیں رکھتا بلکہ اس کی صحبت سے فی الواقع لطف اندوز ہوا۔ اس پر نومدی بادشاہ نے کہا کہ ایسا ہے تو صلح کی شرائط طے کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ سی پیو نے کہا یہ جداگانہ معاملہ ہے۔ میری حیثیت صرف اپنی مجلس اور قوم کے احکام بجالانے والے عامل کی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا کب جنگ ختم کر کے صلح کی جائے رومہ کی قوم اور مجلس اعیان کا کام ہے۔

اس کے جانے کے بعد ہسدروبال نے اپنے میزبان سے کہا ''یہ شخص جنگ و پیکار سے زیادہ گفتار میں خطرناک ہے''۔

ملاقات کے نتیجے میں سی پیو سیفاش سے اتحادی بن جانے کا وعدہ لے گیا اور قرطاجنی امیر کو اس نے یہ قول دیا کہ قرطاجنہ کی دوستی کبھی ترک نہ کرے گا۔

لیکن سی پیو نے ایک اور بردماری۔ اسے سب سے بڑھ کر ضرورت افریقی شہ

سواروں کی تھی۔ انہیں حاصل کرنے کے لیے اس نے ماسیلس کے رئیس ماسی نسا کو ملا لیا۔ یہ سوار فوج کا وہی نامی سردار تھا جس نے سی پیو کے باپ کی ہزیمت میں نمایاں حصہ لیا اور الیپا میں خود اس کے خلاف لڑنے آیا۔ ماسی نسا کی تعلیم قرطاجنہ میں ہوئی تھی۔ وہ اہل قرطاجنہ کا وفادار رہا لیکن جب ان کی فوجیں مغرب میں پسپا ہوئیں تو گا دس کے ٹاپو میں سوار فوج معرکہ آرائی کے قابل نہیں رہی۔ سی پیو نے اس کے ایک بھتیجے کو قید سے آزادی دے کر بھی اسے زیر بار کیا۔ پھر وہ رات کے وقت اس سے تنہا ملاقات کرنے میں نہ جھجکا اور اسی ملاقات میں رومی کے حسن گفتار اور پھر ذاتی ہوس جاہ نے ماسی نسا کو مسحور کر لیا کیونکہ وہ اپنی ریاست سے انہی دنوں محروم کر دیا گیا تھا۔ غرض چپادلی جنگ کے اس قبائلی سردار نے نائب قنصل کو قول دیا کہ جس دن وہ اپنی رومی فوج کو ساحل افریقہ پر اتارے گا، ماسی نسا نومدی سواروں کا ایک بڑا لشکر لے کر اس سے آ ملے گا۔ آئندہ واقعات سے ثابت ہوا کہ وہ اپنے قول پر واقعی عمل کرنا چاہتا تھا، بحالیکہ سیفاش کی یہ نیت نہ تھی۔ لیکن ماسی نسا اقتدار سے محروم اسپین میں پناہ گزیں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ سیفاش اعزاز و اقتدار دونوں کا مالک تھا۔ ماسی نسا کو اس کے نام تک سے نفرت تھی۔ سی پیو کو اس بات سے بظاہر کوئی تردو نہیں ہوا۔ مگر اس کے تردو کی وجہ دوسری یہ پیدا ہوئی کہ آ نبائے اتر کو افریقہ پر فوج کشی کا سارا منصوبہ منسوخ کرنا پڑا۔ ممکن ہے سیگا جا کر اسے اندازہ ہوا ہو کہ ساحل افریقہ پر اتنا لمبا کوچ بہت دشوار ہوگا۔ یا شاید اسپین کو مرکزی چھاؤنی بنانا مخدوش نظر آیا ہو، جہاں انہی ایام میں رومیوں سے جنگ کی آگ بھڑکی۔ ہم اوپر

بیان کر چکے ہیں کہ الرجتی قلعے کے لوگ آخر دم تک لڑے۔ استاپا میں عورتوں، بچوں تک نے رومیوں کی اطاعت پر زندہ جل جانے کو ترجیح دی۔ معلوم ہوتا تھا ہینی بال کا سایہ ابھی تک سارے ملک پر چھایا ہوا ہے۔

تیگس کی دل کش وادی میں سی پیو نے رومیوں کی ایک نو آبادی بسائی۔ آئندہ زمانے میں اس نے رومی تمدن پھیلانے میں تخم ریزی کا کام دیا۔ سردست فوج کو اس نے اسپین میں چھوڑا، صرف اپنے بے نظیر رفیق لےلیس کو ساتھ لے کر جہاز میں رومہ چل پڑا۔ اسی زمانے میں وہاں سال نو کے انتخابات ہونے والے تھے۔

فے بیَس، سی پیو کے خلاف بولتا ہے

رومہ میں آتے ہی فاتح اسپین کو بزرگان مجلس کی مخالفت کا سامنا ہوا۔ وہ اپنی سپہ سالاری کے علاقے سے بغیر حکم آیا تھا اور ایک قدیم قانون کی رو سے شہر میں داخل ہی نہ ہوسکتا تھا۔ تب اس نے کہہ سن کر اہل مجلس کو آمادہ کیا کہ شہر پناہ کے باہر بلونہ دیوی کے صدر میں آ کر اس کی بات سن لیں۔ اپنی تقریر میں سی پیو نے دیدہ دلیری سے ''جلوس فتح'' کے اعزاز کا مطالبہ کیا۔ یہ اعزاز صرف قنصلی مرتبے کے لوگوں کو دیا جاتا تھا۔ سی پیو اس عہدے پر فائز نہ تھا، اس کی لسانی کام نہ آئی۔ تاہم اس کی ہر دلعزیزی کی بنا پر مجلس نے اجازت دی کہ وہ ایک معمولی شہری کی حیثیت سے شہر کے اندر آ سکتا ہے۔ سی پیو نے اسی اجازت سے اپنے داخلے کو خاصی نمائش کی صورت دے دی اور اس شان سے داخل ہوا کہ آگے آگے چاندی بھری

گاڑیاں اور جلو میں اسپین کے بہادران جنگ نیز اسیر لائے جا رہے تھے۔ عوام ہمیشہ ایسی نمود و نمائش سے، خاص کر جب کہ جنگی ترم بجتے ہوں، اموال غنیمت ساتھ ہوں، نہایت شاد ہوتے تھے۔ اس کے بعد سی پیو ایک اور جلوس اپنے مربی دیوتا جوپیٹر کے مندر پر لے کر چلا جہاں دو چار بھی نہیں پورے 30 بیل کی قربانی چڑھائی اور پھر کثیر خلقت تماشا دیکھنے آئی۔ لوگوں میں ایسی عقیدت بڑھی کہ اعلیٰ الصبح اس کے دروازے پر برآمد ہونے کے منتظر زائرین کا ہجوم لگ جاتا تھا۔ اس کی باتیں گلی گلی دہرائی جاتی تھیں۔ روزانہ کوئی نیا قول سننے میں آتا اور یہ ہمیشہ چبھتا ہوا، تڑاق پڑاق فقرہ ہوتا۔ مثلاً یہ کہ ''میں جنگ جاری رکھنے کے لیے نہیں بلکہ اسے ختم کرنے آیا ہوں۔'' یا یہ کہ ''اب تک قرطاجنہ رومہ کے خلاف لڑ رہا تھا، اب رومہ قرطاجنہ سے لڑنے چلے گا۔''

عوامی مجلسیں اس کی ہر بات پر آمنا صدقنا کہتی تھیں۔ چنانچہ آئندہ سال کے واسطے ایک سپاٹے میں اسے قنصل بنا دیا گیا۔ اس طرح ''امیلی اور سی پیوی'' فریق کو غلبہ ہوا، کلووی رہ گئے اور انہی کی ہار کے باعث نرو فاتح متارو منتخب نہ ہو سکا۔ دوسرا قنصل لی نیس کراسس چنا گیا اور چونکہ وہ ''بڑے پروہت کے'' قدیم منصب کا حامل تھا اور دستور کے مطابق اطالیہ کے باہر نہ جا سکتا تھا، لہذا آئینی بال کا محاذ اس کے تفویض ہوا اور صقلیہ کی سپہ داری سی پیو کو ملی یہی وہ چاہتا تھا۔ افریقہ میں جانے کا پل ہی صقلیہ تھا۔ تاہم صقلیہ سے باہر جانے کی اجازت لینی ضروری تھی اور جب پہلی مرتبہ اس نے وہاں سے قرطاجنہ پر فوج کشی کا خیال ظاہر کیا تو مجلس میں سخت

مخالفت ہوئی۔

اس مخالفت کے عقب میں جامد قدامت پرستی کے خیالات تھے۔ زمیندار طبقے کا مسلک ''زراعت اور اطالیہ'' تھا اور وہ صرف امیر روئیا لپس اقطاع کو دوبارہ فتح کر کے اپنے آباد کار وہاں بسانا چاہتے تھے۔ (جہاں ان دنوں ماگو، غال اور لگوری قوم کا سربراہ بن گیا تھا) سب سے بڑھ کر قوی اور قدیم روایت یہ تھی کہ جمہوریہ رومہ کا وجود ہی صرف اطالیہ میں قومی اور اتحادی سپاہ کے زور سے حکومت قائم کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ ان تصورات کے خلاف من چلے سی پیو کے ذہن میں شخص واحد کی حکمرانی کا تصور جاگزیں تھا جو عملاً ''امپراتور'' یا مطلق العنان بادشاہ ہو، اور رومیوں کو سمندر پار ساری، یونانیائی دنیا کی دولت و تجارت، نیز خطرات کے میدان میں لے چلے۔ غالباً وہ تنہا اس بات کا بھی صحیح اندازہ کر رہا تھا کہ اکابر قوم حکومت کو کدھر لے جا رہے ہیں۔ وہ متارو اور اسپین کی فتوحات پر قانع ہو کر ہینی بال کو اطالیہ میں پاؤں جمائے رکھنے سے تعرض کرنا نہیں چاہتے۔ نیم شعوری طور پر وہ سمجھتے تھے کہ اسے بروتیہ سے اکھاڑنا ممکن نہیں اور انہیں صرف اپنی مدافعت کی فکر تھی۔ قرطاجنہ بخیر و سلامت رہے تو کیا ہوا دو چار سال میں لازماً صلح کی صورت نکل آئے گی اور پھر ہینی بال خود ہی اپنی فوج سمیت وطن واپس چلا جائے گا۔

سی پیو کی غیرت اسے گوارا نہ کرتی تھی۔ جو پیٹر کے مندر کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اس نے ایک تقریر کی اور لوگوں کو یہ افواہ سنائی جو اس تک پہنچی تھی کہ ہینی بال آج کل جونو دیوی کے مندر میں خالی وقت گزارتا اور ایک برنجی لوح تیار کرا رہا ہے

جس پر اس کے فاتحانہ معرکے تحریر ہوں گے۔ (ان کے نام سی پیوں نے گنائے) یعنی تسی نس، وادی تربیہ، جھیل تراسی منو کے قریب اور کنائی کے میدان .... پھر کیا عجب ہے آخر میں وہ یہ بھی درج کرائے پوری رومی قوم پر غلبہ۔''

صقلیہ سے مہم لے جانے کی منظوری جبراً مجلس سے لینے کے سلسلے میں اس نے دھمکی دی کہ وہ یہ تجویز عوامی مجلسوں میں پیش کر دے گا۔ (جو لڑائی ختم کرانے کی غرض سے اس کے ہر اقدام کی تائید کرتی تھیں) یہ دھمکی آبائے قوم سے سرکشی کے مترادف تھی اور اس نے مجلس کے سرگروہوں کو فاتح اسپین کے خلاف صف آراء کر دیا۔ مسئلے پر بھرپور بحث ہوئی۔ ''فے بیَس کبیر'' افریقی مہم کی تجویز، یعنی سی پیو کے خلاف تقریر کرنے کھڑا ہوا۔

''ٹالیا'' فے بیَس رشک رقابت کے مخفی جذبے سے خالی نہ تھا۔ جو بڑی عمر والوں کو ابھرتے ہوئے نوجوانوں سے ہو جاتا ہے جنہیں وہ اپنی جیسی ناموری حاصل کرتے دیکھتے ہیں۔ منجھے ہوئے خطیبوں کی طرح اس نے بڑے داؤں گھات سے کام لیا اور شروع میں خود ہی سوال کیا کہ بھلا میں سی پیو کے خلاف جو میرے بیٹے سے بھی چھوٹا ہے تقریر کرنے کیوں کھڑا ہوا؟ اپنے ''نہایت بہادر قنصل کی روز افزوں شہرت و ناموری پر'' تحسین و آفرین کہی۔ اور اس کے مقابلے میں اپنی ناموری کو ادنیٰ قرار دے کر نوجوان اہل مجلس سے خطاب کیا کہ ''میں نے ہینی بال کو فتح یابی سے روکے رکھا تو وہ بھی اسی لیے کہ تم جوان وقوی تر ہوتے جاؤ گے اور اسے

شکست دے سکو گے‘‘ پھر یکا یک پلٹ کر یہ حقیقت انہیں یاد دلائی کہ ہینی بال دروازے کے سامنے موجود ہے۔ تم افریقہ کیوں جانا چاہتے ہو کہ شاید وہ پیچھے پیچھے افریقہ چلا جائے۔ وہاں جا کر جنگ چھیڑنے سے پہلے اطالیہ کا اطالیہ میں یہ قضیہ کیوں نہیں چکاتے؟......... مجھے بتاؤ کہ (دیوتا نہ کریں کہ یہ فال بد سچی ہو جائے!) اگر فتح مند ہینی بال دوبارہ ہمارے شہر پر چڑھ آئے......... ایسا پہلے ہوا اور پھر ہو سکتا ہے......... تو کیا ہم اپنے قنصل کو افریقہ سے دستگیری کرنے بلائیں گے جس طرح کاپوا سے قنصل فلویس کو طلب کرنا چاہتے تھے۔

اس نے ساحل افریقہ کے خطرات سامعین کے ذہن نشین کیے اور قنصل رگولس کا انجام بد یاد دلایا جو وہاں مہم لے کر گیا تھا۔ پھر سپیو کے اسپین میں کارناموں کی بری طرح تحقیر کی۔ کہنے لگا اس نے کون سا کمال دکھایا کہ خیرت سے بحری سفر طے کر کے اتحادی ساحل پر لنگر ڈالا اور ایک فوج کی جو پہلے سے وہاں متوفی باپ کی سدھائی ہوئی موجود تھی، قیادت سنبھال لی۔ بے شک اس نے نیا قرطاجنہ جالیا مگر یہ اس وقت کہ تینوں قرطاجنی لشکر غیر حاضر تھے۔ وہ کس برتے پر رومہ کی قسمت کی بازی لگاتا اور سمندر پار اس ساحل پر فوج اتارنی چاہتا ہے جہاں کوئی بندرگاہ اور کوئی اپنی سپاہ انتظار میں نہیں ہے۔ فقط نومدی بادشاہ سیفاش کے بھروسے پر؟ اسپین میں اس کے قلطسیر حلیف برگشتہ ہو گئے اور خود اس کے سپاہی تک بگڑ گئے؟ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ متاروندی پر ہمارے قنصلوں کی فوجوں نے مل کر ثابت کر دیا کہ حملہ آوروں کو اطالیہ کی سرزمین پر شکست دی جاتی ہے۔ یاد رکھیے لڑائی کا منجھو وہاں ہے

جہاں ہینی بال ہے۔"

فےبئیس نے اہل مجلس کو یہ سوچنے پر توجہ دلائی کہ سی پیو جو کام کرنا چاہتا ہے وہ ذاتی ناموری کے لیے ہے یا حکومت کے فائدے کے لیے۔ وہ پہلے ہی بلا اجازت دو جہازوں میں افریقی ساحل تک چلا گیا۔ حالانکہ قوم نے اسے اپنی فوج کی خدمت تفویض رکھی تھی، اس نے سارے انتظام کو جوکھوں میں ڈال دیا۔ آخر میں مقرر نے کہا "کورنلیس سی پیو جمہوریہ" رومہ کے لیے قنصل چنا گیا ہے، نہ کہ اپنی ذات کے واسطے۔ ہماری فوجیں رومہ اور اطالیہ کی حفاظت کرنے بھرتی ہوئی ہیں نہ اس لیے کہ مطلق العنان بادشاہوں کی طرح قنصل انہیں جس ملک میں چاہیں لئے چلے جائیں۔

یہ ایک زبردست تقریر تھی اور تقریر کرنے والا فے بیس جیسا ذی توقیر آدمی تھا۔ سی پیو کی سرکشی نمایاں ہوگئی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے اس نے الزامات کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ کہا کہ میری زندگی اور کاموں کے بارے میں آپ حضرات جو رائے قائم کریں مجھے قبول ہے۔ رہا میرا منصوبہ اس کی سب سے اچھی مثال ہینی بال کی فوج کشی ہے جو رومہ کی پوری شہری فوج کا مقابلہ کرنے اطالیہ میں گھس آیا اور کسی موہوم خطرے سے نہیں ڈرا۔ افریقہ میں تو ہمیں اتنی بڑی مخالفت کا سامنا نہیں ہوگا۔ طرفہ تر یہ کہ اب مباحثے نے ہینی بال اور اس کی فوج کشی پر بحث کی شکل اختیار کر لی۔ مجلس نے سی پیو کی آراء سے اتفاق نہیں کیا تاہم اسے اپنے حساب منشا کام کرنے کا اختیار دے دیا کہ "اگر مملکت کی بھلائی اس میں ہو" تو صقلیہ سے سمندر پار افریقہ میں جا

اترے۔تاہم اطالیہ سے رومی جیوش یا 30 سے زیادہ جہاز لے جانے کی اجازت نہیں دی۔البتہ وہ چاہے تو اپنے خرچ سے نئے جہاز بنوا سکتا اور دوسری جگہ کے سپاہی بھرتی کر سکتا تھا۔یہ عجیب طرح کے بے تکے فیصلے تھے۔مگر اصل چیز جو سی پیو چاہتا تھا اس میں وہ جیت گیا۔

آئندہ جو کچھ پیش آیا وہ تنہا اسی کی رائے اور اقدام سے اور شروع میں اسی کے خرچ اور ذاتی جوکھوں مول لینے سے بروئے عمل آیا۔یہ سب کام ذاتی عظمت و نام پانے کے بے پایاں شوق نے اس سے کرائے۔

صقلیہ میں دو باقاعدہ جیوش اسے ملے۔یہ کنائی کی بچی اور بھلائی ہوئی فوج یہاں جلاوطنی کے دن گزار رہی تھی۔

لوکری کی دو چوٹیاں

یہ (پانچواں اور چھٹا) رومی جیوش جلاوطنی میں بڑھاپا آ جانے سے جان سے بیزار ہو رہے تھے۔سی پیو کا آنا انہیں نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوا کہ اس نے پھر انہیں کام، اور وہ بھی ایسے اعلیٰ درجے کے کام پر لگایا۔یعنی افریقہ پر چڑھائی، قرطاجنہ جیسے شہر کی لوٹ اور آخری فتح! جیوش کے سپاہی اگرچہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے، سی پیو کے جاں نثار خدمت گزار بن گئے۔ان کے علاوہ نوجوان قنصل اپنے ہمراہ سات ہزار رضا کار لایا۔یہ لوگ بھی اس کی ماتحتی میں افریقہ کے ہرے بھرے ناتاراج کھیتوں پر ہاتھ مارنے کو ترجیح دیتے تھے۔بہ نسبت اس کے کہ ہینی بال کے سامنے

میدان میں نکلیں اور اپنی با قاعدہ فوجوں میں بھرتی ہوں جن کی چھاؤنیوں میں وبائیں پھوٹ پڑی تھیں۔ یہ رضا کار فوجی خدمت کا تجربہ اور سپہ سالاروں کو جانچنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ دوسرے سی پیو نے ان کی تنخواہیں دگنی کر دی تھیں۔ مگران مراعات کے ساتھ وہ خود بھی دیکھ بھال کے بھرتی کرتا تھا۔ سیرا کیوز (اس کی مرکزی چھاؤنی) کے پر جوش امیر زادے ایک رسالہ مرتب کر کے، چمکتے دمکتے ساز و براق سے آراستہ گھوڑوں پر قیمتی اسلحہ لگائے رضا کار دستہ بن کر آئے تو سی پیو نے انہیں نرمی سے جنگ کی سختیوں کا حال سنایا اور بڑی کشادہ دلی سے انہیں جنگی خدمت سے فارغ کر دینے پر آمادگی ظاہر کی اگر وہ اپنا ساز و سامان تربیت یافتہ سپاہ کے استعمال کے لیے عطیہ دے دیں!

سیرا کیوز کو مارسلیس نے جو خون کا غسل دیا، اس کے زخم ابھی تک نہیں بھرے تھے۔ سی پیو نے اس کی خیر سگالی حاصل کرنے کی تدبیر کہ بیش تر یونانی مکانات کو رومی سپاہیوں نے غارت کیا۔ مالکان مکان اپنے نقصانات کا دعویٰ کرتے تھے۔ ایک نئے نظام کے نوجوان داعی نے ان کی شکائتیں سنیں اور ہرجانہ دینا منظور کیا۔ فوج کا بخشی (''کواسٹر'') رومہ کے عوامی طبقے کا بدشکل سا آدمی تھا۔ یہ کیتو (یا کاتو) جسے آگے چل کر قرطاجنہ سے شدید دشمنی کی بنا پر بڑی شہرت حاصل ہوئی اس کا کاسہ لفظی جملہ Deleuda Est Carthago یعنی ''مٹا دو قرطاجنہ کو'' تاریخ میں انمٹ ہو گیا) اصل میں کاشت کار اور انہی کی طرح نہایت قدامت پرست، تنگ نظر آدمی تھا، امور ملک داری میں ٹانگ اڑاتا اور طرہ یہ کہ بوڑھے نے بیس کا

خاص آوردہ تھا۔ اس نے سپہ سالار کی شاہ خرچیوں پر احتجاج کیا۔ سی پیو نے جواب دیا کہ مملکت کی سلامتی کا میں نے ذمہ لیا ہے، دینار و درم صندوقوں میں محفوظ رکھنے کا ذمہ نہیں لیا۔ کاتو آئندہ محتسب مشہور ہوا۔ من چلے سی پیو سے اس کی مخالفت بہت دن تک چلتی رہی۔

اس کی فوج کی ابتدائی تعداد 12 ہزار سے زیادہ 20 سے کم تھی۔ اسے ناہموار میدانوں میں بھاگ دوڑ کی مشق کرانے کے ساتھ اس نے تجربہ کار سرداروں کو جو آلات جنگ کے استعمال سے واقف تھے، بڑی کوشش سے جمع کیا۔ باربرداری کے جہاز اور کشتیاں جہاں سے ہو سکا فراہم کرائیں۔ قلعہ شکن آلات اور بحری طاقت میں رومیوں کو فوقیت حاصل تھی اور وہ ہنی بال سے لڑنے میں ان حربوں سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ طاقتور بیڑا ہونے سے صقلیہ، قرطاجنہ کے حق میں بڑا خطرہ، اور بیڑا کمزور رہو تو بحری سفر کے لیے مخدوش جگہ ہو جاتی۔ اس سلسلے میں لاطینی وقائع نویسوں نے یہ افسانہ تراشا تھا کہ مجلس اعیان کی مخالفت کے باوجود اطالیہ کی اتحادی ریاستوں، خصوصاً اترسکن قوم نے سی پیو کو روپے اور جہاز سازی کا بے دریغ سامان فراہم کیا۔ لیکن سنہ 204 (ق م) میں اترسکن شہروں کو ان کی حالیہ بغاوت پر سخت سزائیں دی جا رہی تھیں اور آئندہ بھی وہ ماگو کے ورود کے ساتھ سرکشی کرنے والے تھے۔ دوسرے اتحادی فریاد کر رہے تھے کہ رومہ کے لوگوں نے سالانہ رسد کا جو حصہ ان کے ذمے ڈالا ہے، وہ کسی طرح پورا نہیں کر سکتے۔ مجلس اعیان نے ان کی بات سننے سے قطعی انکار کر دیا تھا۔ غرض، واقعہ یہ ہے کہ اطالیہ کے 30 جنگی جہاز اور اسی

قدر صقلیہ سے خود فراہم کر کے سی پیو نے اسی مختصر بیڑے کے بھروسے مہم لے جانے کا عزم کر لیا تھا۔

مذکورہ بالا کہانی کی بنا پر بعض جدید تاریخ نویسوں کا یہ تصور پیش کرنا بھی درست نہیں ہے کہ سی پیو کو اپنی مہم میں ناشکر گزار رومہ سے کوئی مدد نہیں ملی۔ بے شبہ مجلس اعیان کی اکثریت یقین کرتی تھی اور صحیح یقین کرتی تھی کہ سی پیو دوسرے قنصل کی زیادہ بڑی فوج کے ساتھ مل کر چند سال کی مسلسل زور آزمائی میں ہینی بال کو تھکا سکتا ہے جو اطالیہ کے صرف ایک تنگ گوشے میں جما رہ گیا تھا۔ سی پیو بھی اس بات کو خوب سمجھتا تھا لیکن اسی کے ساتھ اس کی متخیلہ اسے بتاتی تھی کہ پھر کیا ہوگا، ہینی بال سے چھٹکارا پا جانے کے بعد تھکی ماندی اطالیہ سے ہرگز امید نہ ہو سکتی تھی کہ وہ ازسرنو افریقہ پر حملے کرے (اور ذاتی طور پر سی پیو اسی فوج کشی کو اپنی ناموری کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا، مذکورہ بالا صورت میں یہ ناموری بہت کم رہ جاتی) مجلس نے شروع میں اسے زیادہ مدد نہ دی تو اس کا سبب یہ تھا کہ اس کے پاس واقعی مزید مدد دینے کو کچھ نہ تھا اور جب تک بڑی فوجیں ہینی بال کو پوری طرح روکے نہ رہیں، اس کا رومہ پر چڑھ دوڑنا بالکل ممکن تھا۔ حقیقت میں یہ بھی اس یک چشم قرطاجنی کا یادگار کارنامہ ہے، اگرچہ اس کا شاذونادر ہی اعتراف کیا گیا ہے کہ اس نے رومیوں کی عظیم افواج اور بیشتر قوت کو تین برس تک اپنی پہاڑیوں کے گرد جمع رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

سی پیو کی دلیری یہ تھی کہ اپنی چند وٹی سپاہ اور مقابلے میں بڑے جوکھوں ہونے کے باوجود بحری مہم لے جانے کا فیصلہ کیا۔ نئے سپاہیوں کا دل بڑھانے کی غرض

سے اول اس نے اپنے خاص نائب لے لیس کو سمندر پار ایک بندرگاہ پیوریکیس (:
بونہ) پر بھیجا۔ یہ قرطاجنہ سے مغرب میں بہت دور واقع تھی۔ لے لیس کا کام اس
کے گرد و نواح کو تاراج کرنا اور ماسی نسا کو یہاں ساتھ ملانا تھا۔ یہ افریقی سردار آیا تو
ہی مگر بہت کم سوار ساتھ لایا۔ حالانکہ یہ مقام اس کی آبائی جاگیر میں واقع تھا۔
دوسری ہمت شکن خبر وہ یہ لایا کہ سیفاش قرطاجنہ کا ساتھ دے گا۔ ماسی نسا نے
سوال کیا کہ ''قنصل سی پیو نے آنے میں کیوں دیر لگائی؟ اس سے کہے کہ جلد آئے
اس نے لے لیس کو خبردار کیا کہ قرطاجنی بیڑا تمہاری تلاش میں چل پڑا ہے اور یہ سن
کر رومی چھاپہ مارنے والے الٹے پاؤں چل پڑے کہ سلامت سقلیہ پہنچ جائیں۔ وہ
یہاں سے جو لوٹ مار کا مال لائے سی پیو نے اسے بہت بڑھا چڑھا کر دکھایا لیکن
بحری سفر کا منصوبہ اس کی تصویر میں ضرور تاریک ہو گیا۔ لے لیس کی تاخت سے
چوکنے ہو کر قرطاجنہ نے مزاحمت کی تیاریاں تیز کر دیں۔ ساحل کی راسوں پر جا بجا
پاسبانوں کی چوکیاں اور روشنی کے میناروں کا سلسلہ قائم کیا۔ اپنی فصیلوں پر فوجی
پہرے لگائے۔ نئی بھرتی اور سرمایہ جمع کیا گیا اور ادھر اندرونی گودیوں میں مارا مار
نئے جہاز بنائے جانے لگے۔''

ان مساعی کے نتائج بہت جلد ظہور میں آئے۔ وہ بیڑا لے لیس کی تلاش میں نکلا
تھا، اس کے بچ جانے کے بعد دوبارہ 6 ہزار جوان 8 سو نومدی سوار، ان کے گھوڑے،
7 ہاتھی اور خزانے کا صندوق لے کر روانہ ہوا اور ماگو کے بحری دستے کی طرح رومی
بیڑوں کے پہروں سے بچ کر سلامت جنوآ پہنچ گیا کہ ماگو کو لگوری اور غال قوموں

کی سربراہی کرنے اور ہینی بال سے جا ملنے کے اقدامات کا حکم پہنچائے لیکن براہ راست ہینی بال کے لئے سو کشتیوں میں غلہ، آدمی اور خزانہ بلا کسی بدرقے کے بھیجا گیا تھا، اس بحری قافلے کو طوفان کے حادثے نے تتر بتر کر دیا 20 بار برداری کشتیاں رومی اسطیل نے ڈبوئیں۔ چند سلامت قرطاجنہ تک واپس آئیں۔ ہینی بال کی بندر گاہ تک ایک بھی نہ پہنچ سکی۔۔

مگر ان واقعات سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ پہرہ دینے والے رومی بیڑوں کی سابقہ مستعدی میں بہت فرق آ گیا۔ آدھے جہازی برخواست کر دیے گئے تھے اور باقی ماندہ پر کاہلی چھائی ہوئی تھی اس زمانے میں خبر آئی کہ ہینی بال اندرونی پہاڑیاں چھوڑ کر لوکری کو جا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی سی پیو نے جس قدر ہو سکا قلعہ شکن آلات، سیڑھیاں وغیرہ فراہم کیں اور لوکری کو چل پڑا۔ یہ بندرگاہ صقلیہ کے ساحل سے قریب تھی البتہ سی پیو کی حدود اختیار سے باہر تھی۔ اس کی نوجوان قفصل نے پروانہ کی اور اس دھن میں کہ کنائی کے جادوگر سے پہلے پہنچ جائے، فوراً روانہ ہو گیا۔ مگر اس عجلت میں بھی جہاز اور آلات ساتھ لانے نہیں بھولا۔

واضح رہے کہ ہینی بال کے پاس بروتیہ کی دو بندرگاہوں میں لوکری بڑی تھی لیکن بستی والوں نے دغابازی سے ایک رومی لشکر کو شہر پناہ کے اندر آنے کا موقع فراہم کر دیا اور وہ پہلے سے اس کے ایک قلعے پر قابض ہو گیا۔ بستی دو پہاڑیوں کے درمیان تھی اور ان کی حفاظت قلعوں سے کی گئی تھی۔ انہی میں سے جنوبی قلعے میں رومی دستہ سی پیو کے ایک ماتحت سردار پلے می نیس کی قیادت میں آ جما تھا کیونکہ صقلیہ ہی سے

لوکری کے کچھ کاریگر رومیوں کی قید سے وعدہ پر رہا کیے گئے تھے کہ رومی لشکر کو اندر آنے دیں گے اور انہی کی غداری سے رومی داخل ہو گئے تھے۔قرطاجنی نگہبان دوسری پہاڑی پر ہٹ گئے تھے۔

ہنی بال شمال سے آندھی کی طرح آیا اور اپنے قلعے کے سپاہیوں کو حکم بھیجا کہ جس رات وہ رومی قلعے پر حملہ کرے وہ بھی نکل کر چھاپہ ماریں۔اسی روز سی پیو بندرگاہ میں جنگی جہاز لے آیا۔اس کے دستے پہاڑیوں کے درمیان بستی کے کوچ ہ و بازار میں پھیل گئے۔ہنی بال شام ہوتے فصیلوں کے قریب پہنچا تو دشمن کے بیڑے کو بندرگاہ میں اور ایک بڑا لشکر قصبے میں تیار پایا۔وہ منجنیقیں یا قلعے پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں ساتھ نہیں لایا تھا لہذا حملہ کرنے سے باز رہا اور قلعے سے اپنے سپاہیوں کو نکال کر واپس چلا گیا۔غالباً اسے سی پیو کے موجود ہونے کی خبر بعد میں آئی۔تاہم رومی جیوش والوں کے اس بلا جنگ مقابلے سے بھی دل بڑھ گئے کہ انہوں نے کبھی نہ ہارنے والے بلائے بے درماں قرطاجنی کا سامنا کیا اور اسے ہٹتے دیکھ لیا۔

افریقہ کا بحری سفر

لوکری کے ہاتھ آنے کے بعد عواقب ایسے ہوئے کہ قریب تھا سی پیو کا سارا منصوبہ ہی برباد ہو جائے۔اس کا قائم مقام پلے می نیس نہایت وحشی مزاج حیوان نکلا جس نے قرطاجنہ کا ساتھ دینے والے باشندوں کو قتل کرایا۔ جوان عورتوں کو پکڑ

کر جبراً قحبہ خانوں میں بھیجا۔ بستی کے مندر کا خزانہ اٹھا کر لے گیا اور یہاں تک بڑھا کہ رومی فوج کے دو عوامی حکموں (برتی تیونوں) کے کوڑے لگوائے۔ لوکری کے باشندے اپنے حاکموں کی اس تبدیلی پر سخت پشیمان ہوئے۔ انہوں نے رومہ کی مجلس عمائد سے فریاد کی۔

سی پیو بھی کسی مقصد کے واسطے سفاکی اور بے رحمی سے کام لیتا تھا جیسا کہ اسپین میں سرکشی کرنے والے فوجیوں کو اس نے سرعام باندھ کر پٹوایا لیکن اس کی فطرت مارسیلس کی طرح وحشیانہ نہ تھی۔ پھر بھی خدا جانے کن وجوہ سے اس نے پلے می نیس کی جانب داری کی۔ مجلس کو پورے مقدمے کی سماعت اور خود سی پیو کی تحقیقات کرنی پڑی۔ عوامی حکم قانوناً ''معصوم'' ہوتے تھے۔ انہیں پٹوانا رومہ کے قوانین کی صریح خلاف ورزی تھی اور مندر کی بے حرمتی کرنا دیوتاؤں کا جرم تھا۔ قنصل نے ایک دفعہ پھر اپنی قانونی حدود سے باہر نکل کر جان جوکھوں میں ڈالی۔ ان شکایتوں پر مستزاد ان کے بخشی کیتو کی تحریر تھی جس میں سی پیو کے سیراکیوز میں طرز عمل کی صیغہ راز میں کیفیت درج تھی۔

معلوم ہوتا ہے رات کو وہ یونانیوں کے ساتھ صحبت ناؤ نوش میں بہت بے تکلفی سے باتیں کرتا۔ چپل پہنے باریک یونانی کرتے میں ادھر ادھر پھرتا بلکہ ان کے اکھاڑوں (جمنازیوم) کے کرتبوں میں شریک ہوتا تھا اور یہ باتیں ایک رومی سپہ سالار کو زیب نہ دیتی تھیں۔ مجلس میں سی پیو کے متعلق اس تازہ بحث کا انجام یہ ہوا کہ اعیان کی ایک تحقیقاتی جماعت سقلیہ بھیجی گئی اور اسے اختیار دے دیا گیا کہ سی پیو کو

معزول کرسکتی ہے۔ دیدہ دلیری سی پیو نے جواب میں اپنی بحری مہم کی مشق تحقیقات کرنے والوں کو دکھانے کا انتظام کیا۔ اعیان نے ساحل کے سامنے جنگی اساطیل حملے کے لیے تیار کھڑے دیکھے۔ گودیوں میں صدہا کشتیاں کنارے سے کنارہ ملی ہوئی پڑی تھیں۔ سی پیو نے انہیں بار برداری کے واسطے ضبط کیا تھا۔ اسلحہ خانے میں ہتھیاروں اور غلے کے انبار لگے تھے۔ چبوتروں پر منجنیق، دبابے اور قلعہ شکن آلات کہ بیشتر سیرا کیوز سے لیے، مہیا تھے سب سے اچھی نمائش یہ کہ نئے جیوش مشق کے میدان میں قدم ملا کے، حکم پر اس طرح چلتے اور پلٹتے تھے جیسے کل کے پرزے۔ مجلس کے ارکان جو تحقیقات کرنے آئے، تجربہ کار، عمدہ کارکردگی سے خوب واقف لوگ تھے۔ انہیں اتنی بڑی نئی بری و بحری سپاہ کا ڈھانچہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ سرکاری خزانے سے اس کے اخراجات بھی نہیں لیے گئے تھے۔ وہ رومہ واپس آئے تو سی پیو کی بڑی تعریفیں کیں کہ لائق باپ کا لائق بیٹا اور اسلاف کی روایات کے مطابق اعلیٰ درجے کا سپاہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسی وقت سے مجلس اعیان کی روش بدلی اور آئندہ اس نے سی پیو کی ہر قسم کی مدد کی جو ممکن ہوئی۔

اس نمائشی مشق و تمرین کے ختم ہوتے ہی سی پیو نے حقیقی فوج کشی کا آغاز کرنے کا حکم دیا فوج کے جہازوں میں سوار ہوتے وقت اسے ایک پیغام سخت ہمت شکن موصول ہوا جسے بہت پھرتی سے اس نے چھپالیا۔ یہ سیفاش کے قاصد تھے جنہوں نے اطلاع دی کہ نومدیہ کا فرمانروا اپنے تئیں قرطاجنہ سے وابستہ محسوس کرتا ہے۔ ایک خط خاص سی پیو کے نام تھا کہ وہ کوئی مہم (جس میں شرکت کا سیفاش نے پہلے

وعدہ کیا تھا) لے کر افریقہ پر چڑھائی نہ کرے۔

رومی سپہ سالار نے اس پیام اور تہیہ کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا بلکہ یہ بات بنائی کہ نومدی قاصد سیفاش کی طرف سے بھی تعجیل کا پیام لائے ہیں جیسے ماسی نسا نے تقاضا کیا تھا۔ پھر تمام افواج کو سوار ہونے کا حکم دیا صبح ہوتے وہ اپنے علم والے جہاز پر چڑھا جو بیڑے کے ایک بازو میں کھڑا تھا۔ 4 سو بار بردار منتخب کشتیاں قافلے میں مرتب جنگی جہازوں کی حفاظت میں اور جہازیوں سمیت 30 ہزار جوان ہمراہ تھے۔ رسم کے مطابق سی پیو نے اپنے ہاتھ سے بھیڑ ذبح کی، اس کی انتڑیاں سمندر میں پھینکیں۔ دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ وہ پنچوں دیوتا سے رومی قوم کے جہازوں کے لئے مدد مانگتا تھا حالانکہ اس نے یہ دعا مانگی کہ ''مجھے قرطاجنہ کا خاتمہ کرنے کی طاقت دو۔''

سی پیو نے پہلے قرطاجنہ کے مشرق میں سرتیس کی طرف چلنے کا حکم دیا تھا لیکن جب قافلے کی آخری کشتی ساحل والوں کی حدنظر سے باہر ہوگئی اس نے یہ حکم بدل کر ناخداؤں کو براہ راست قرطاجنہ چلنے کی ہدایت کی۔

افریقی مہم کی پہلی اطلاع دو ہفتے بعد ایک قاصد جہاز کے ذریعے آئی اور سیراکیوز کے مجمع عام میں اعلان کیا گیا کہ ''فوج کامیابی سے ساحل افریقہ پر اتری۔ فوراً ہی ایک بستی پر قبضہ کیا۔ 8 ہزار قیدی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جہاز میں ثبوت کے لئے قیدی اور غنائم کے صندوق موجود تھے۔''

بایں ہمہ واقعات اسی طرح پیش نہیں آئے تھے۔

سی پیو کی مشکلات

افریقہ حملہ آور کا مقابلہ کرنے کے لئے امن وفراغت کے خواب راحت سے اٹھ بیٹھا۔ شعرا ہمیشہ سے اسے صنف نازک کی بیگم سے تشبیہہ دیتے رہے ہیں۔ افسانوں میں قرطاجنہ کی ملکہ دیدو آتی ہے۔ اسے رومیوں کے مورث اعلیٰ ایناس نے جیت کر چھوڑ دیا تھا لیکن روایت یہ تھی کہ شہر قرطاجنہ کو صور (Tyre) کی بھاگی ہوئی کسی شہزادی نے بسایا۔ ممکن ہے اس کا تانت دیوی سے رشتہ جوڑ کر یہی زنانہ نام (جس سے شہر موسوم ہوا) تجویز کر دیا گیا ہو۔ شہر کی بلند پہاڑی بیرسا پر اس ''بڑی ماتا'' تانت کا مندر بنا ہوا تھا۔ اسی روایت میں زن و مرد کی باہم کشمکش کے استعاروں میں افریقہ کی قدیم ثقافت اور یورپ کی بدویت کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی دکھائی گئی ہے۔ یورپ کے حملہ آور رگولس نے چڑھائی کی اور سمجھتا تھا کہ ساحل افریقہ کو فتح کر لیا ہے مگر جلد ہی دیکھ لیا کہ واپس سمندر میں دھکیل دیا گیا۔

204 (ق م) کے وسط سرما میں سی پیو نے بڑی دلیری اور پوری کامیابی سے سمندر کا راستہ طے کر لیا لیکن پھر غیر متوقع قوتیں اور اسباب اس کے مزاحمت کے لئے پیدا ہو گئے۔ وہ یوتکہ (UTICA) کے قریب لنگر انداز ہوا تھا۔ (اس ''بلد البحر'' کو رومیوں نے یہ نام دیا ہے) اور وہ قرطاجنہ سے بھی قدیم شہر ہونے کی وجہ سے اس نو دولت کا بحری تسلط دیکھ کر اسی طرح حسد کرتا تھا جیسے مارسیلہ۔ مگر مارسیلہ تو بہت دور جگہ تھی اور یوتکہ ایک ندی بگراداس کے دہانے پر قرطاجنہ سے صرف 20 میل کے فاصلے پر بسا ہوا تھا۔ سی پیو کو یقین تھا کہ یوتکہ صلح سے یا بزور جلد قابو میں آ جائے

گا۔اور اسے ایک قلعہ بند چھاؤنی مل جائے گی جہاں سے بحری آمد و رفت ہو سکتی ہے اور قرطاجنہ کی بڑی شہر پناہ صرف ایک منزل پر ہے۔لیکن خلاف امید اس نیم فنیقی نیم یونانی شہر نے نہ صرف مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا بلکہ رومیوں کا حملہ پسپا کر دیا۔سی پیو کو مجبوراً ایک مخالف علاقے میں یوتکہ کے محاصرے کا اہتمام کرنا پڑا۔ادھر خزد ساحل نے دشواریاں کھڑی کر دیں۔کہاں تو یہ امید تھی کہ سیفاش ہزاروں نومدی سوار لے کر قرطاجنہ سے لڑنے اس کی صفوں میں آ جائے گا اور کہاں یہ واقعہ کہ سیفاش نے جس طرح متنبہ کیا تھا فی الواقع ہسدروبال (خلف گیسگو) کا طرف دار بن کر رومیوں کے مقابلے میں آ رہا تھا۔اس ہمس ایک حد تک ایک نوجوان حسینہ یونان والوں کی موسیقی اور ناز و کرشمہ کی تعلیم پائے ہوئی تھی۔اپنے باپ اور قرطاجنہ کی محبت میں سرشار تھی۔ہسدروبال نے اپنے عہد و پیان کی تکمیل و توثیق کے لیے سوفونبہ کو سن رسیدہ سیفاش سے بیاہ دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ نومدی فرماں روا کے حالات سے مطلع اور اس پر اثر ڈالتی رہے۔سوفونبہ نے یہ دونوں خدمتیں بڑی قابلیت سے انجام دیں۔

سی پیو کو یہ خبریں ماسی نسا نے آ کر سنائیں۔اس جلاوطنی افریقی سردار سے معقول تعداد میں سوار فوج لانے کی توقع تھی لیکن وہ صرف دو سو سوار لے کر آیا۔ اپنے ہتھیار اور جذبہ جانبازی کے سوا ماسی نسا کے پاس دوسرے کچھ وسائل نہ تھے۔ اس نے ہنس ہنس کر سنایا کہ میں نے اپنے مرنے کی خبر اڑا دی تھی ورنہ دشمن تلاش میں دوڑ پڑتے اور میرا خاتمہ کر ڈالتے۔

ان حالات نے سی پیو کے سامنے وہ مسائل پیدا کر دیے جن کا اہل جیوش کی تلواروں سے حل ممکن نہ تھا۔ موسم سرما آ پہنچا اور یوتکہ مقابلے میں ڈٹا رہا۔ ادھر جنوبی میدانوں میں قرطاجنی اور نومدی سپاہ جمع کی جا رہی تھی۔ بگراداس ندی کے زرخیز طاس پر چھاپے مار کر اس نے کچھ رسد فراہم کی۔ ساردینہ سے جہازوں میں کچھ غلہ بھی آ گیا۔ اب وہ اپنی لشکر گاہ کو محصور شہر کے مشرق میں ایک پہاڑی راس پر ہٹا لایا۔ ریتی پر جنگی جہاز کھڑے کرا دیے اور ان کے ملاحوں کو بھی محاصرے میں شریک کیا۔ اس پڑاؤ کا نام اس نے ''کاسترا کورنلیہ'' رکھا۔ اور جنگی تیاریوں کے دوران میں بڑی امید افزا اطلاعیں مجلس اعیان کو بھیجتا رہا۔ شکی کاتو پر بھی نظر رکھنی پڑتی تھی اور جانتا تھا کہ شکست کی پہلی خبر پر ہی شاید اسے واپس بلا لیا جائے گا۔

موسم سرما کی بحری طغیانیوں میں شمال کی آمدورفت معطل ہو گئی لیکن قرطاجنی بیڑے کے حملوں سے بھی اسے مہلت مل گئی جس کی روز افزوں تعداد رومیوں کو سب سے بڑا خطرہ نظر آتی تھی۔

سنہ 204 - 203 کے جاڑوں میں عجیب اتفاق ہے کہ ہنی بال کی طرح سی پیو بھی ایک دشمن ملک کی پہاڑی راس پر بھنچا ہوا رہا۔ کئی مہینے ان دونوں کو باہر کے واقعات سے آگہی کی کوئی سبیل نہ تھی پھر بھی ہنی بال غالباً سمندروں کے منظر کو زیادہ صاف دیکھ سکتا تھا جہاں تھکے ماندے مگر ہٹیلے رومہ کے 160 جنگی اساطیل (سی پیو کے افریقی بیڑے کو چھوڑ کر) گاوس سے دلماشیہ کے ساحل تک پھیلے ہوئے تھے۔ 20 رومی جیوش جابجا جمے تھے اور انہی کے آہنی حلقے کے اندر بلیارک سے صقلیہ تک

بہت سے چھوڑے جزیرے تھے۔ جنگ کی کیلی اب صقلیہ بن گیا تھا۔ مجموعی طور پر دیکھیں تو ابرو کے پار اسپین والوں کی مزاحمت دم توڑ رہی تھی۔ پو کے پار ما گو پیش قدمی نہیں کر سکا تھا۔ پہلی مرتبہ ساحل افریقہ کے ایک سر پل پر رومیوں کے پاؤں جم گئے تھے اور اگر چہ قرطاجنہ شہر کو اپنی قلعہ بند راسوں میں کوئی گزند نہیں ہوا تھا، لیکن سمندر کی وہ سلطنت جسے برقہ خاندان قائم کرنا چاہتا تھا، اب رومیوں کے زیر نگیں تھی۔ ہینی بال کو خود قرطاجنہ کے بارے میں تشویش ہونے لگی تھی۔

اس نے اپنے محاذ پر بعض نالوں اور ٹیوں تک پر مورچے لگائے تھے اور دشمن کو دیر تک ان میں الجھا کر بیش قیمت وقت بچایا تھا۔ لیکن اب اس کی زد کن ستیہ پر پڑ رہی تھی جو بروتیہ کی سب سے بڑی منڈی تھی اور ہینی بال خود کروتن کے ٹیکرے کے سرے پر لکی نیہ کا قدیم یونانی مندر تھا جسے محفوظ رکھنے میں اس نے کافی زحمت اٹھائی۔ یہ دیدبان کا کام دیتا تھا اور تخلئے میں دھیان گیان کی بھی اچھی جگہ تھی جیسے کاپوا کے قریب تی فاتہ مل گیا تھا۔ اسی کے عبادت خانے کے داخلے پر اس نے فہرست فتوحات کی برنجی تختی لگائی تھی۔ واضح رہے کہ اتنی مدت میں وہ رومی امراء کے اعزازات و خطابات کی اور فتوحات کی یادگار میں بے شمار لاطینی تختیاں دیکھ چکا اور پڑھ چکا تھا۔ پتھر پر ان کے قوانین کھدے ہوئی مطالعہ کیے تھے لہذا یہ تختی اطالیہ میں اپنی پندرہ سال کی فتوحات میں خود اپنی یادگار نصب کرا دی تھی۔ یہ بھی اس شخص کا جس کے دل میں جنگ و معرکہ آرائی کی کچھ وقعت نہ تھی، چلتے چلاتے ایک مذاق سمجھئے۔ ہینی بال کی طبعی ظرافت میں عمر بھر کوئی فرق نہیں آیا۔

بڑے میدانوں پر فیصلہ

موسم بہار کی آمد کے ساتھ سی پیو اپنے پڑاؤ سے نکل پڑا۔ یہ اس لیے کہ ابھی بحری طوفان کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا اور قرطاجنی بیڑا کھلے سمندروں میں اقدام نہ کر سکتا تھا۔

جاڑوں کے زمانے میں ماسی نسا کے صحرائی سوار قرطاجنہ کے رضا کار سواروں کی بڑی جمعیت کو دھوکے سے لگا لائے اور ان پر کمین گاہ کے رومی رسالوں سے حملہ کرا کے تتر بتر کر دیا۔ اس توقیر افزا کامیابی کے بعد سی پیو کی سوار فوج میں زیادہ ترقی ہوتی گئی۔

اس نے شغل بیکاری کے طور پر سیفاش اور ہسدروبال دونوں سے صلح کی گفتگو بھی جاری رکھی ان کے پڑاؤ اس کے راس کو گھیرے پڑے تھے سیکا کی دعوت کے موقع پر سیفاش نے جنگ ختم کرانے کی بڑی خواہش ظاہر کی تھی۔ اسی سلسلے میں سی پیو نے اپنے قاصد بھیجے۔ طویل طویل بحثیں ہوتی رہیں۔ خصوصاً اس مسئلے پر کہ کیوں نہ فریقین جہاں جنگ سے پہلے تھے وہاں اپنے سابقہ مقام پر چلے جائیں؟ سی پیو اس بات کا نفی یا اثبات میں جواب نہ دیتا تھا مگر اپنے ماہر سرداروں کو قاصدوں کے بھیس میں بھیج کر ان کے دونوں پڑاؤ کے موقع محل اور فوج کی تعداد کا ٹھیک اندازہ کراتا رہا۔ آخر بادل نخواستہ اعتراف کیا کہ مجھے سیفاش کے حسب منشا شرائط قبول کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ نومدی بادشاہ ابھی اس کے جواب پر غور ہی کر رہا ہوگا اور بظاہر عارضی صلح فریقین میں قائم ہی تھی کہ ایک رات دونوں کے پڑاؤوں میں

آگ بھڑک اٹھی اور قرطاجنی اور نومدی سپاہی گھبرا کر بجھانے اٹھے تو سی پیو کے جیوش والوں نے قتل کرنا شروع کیا۔ ماسی نسا کے سوار اس ابتری میں پڑاؤوں کے اندر گھس پڑے ارومزید تباہی پھیلائی۔حتی کہ سیفاش اور ہسد روبال بستروں سے اٹھے تو صرف بھاگ نکلنے کی مہلت ملی۔رومیوں نے بھڑکتی آگ سے بہت کچھ مال غنیمت، ذخائر اور گھوڑے نکال کر قبضے میں کر لیے۔

ہنگامی صلح کو دغا سے توڑ کر سی پیو اور ےلیس نے افریقہ والوں کو اپنے پڑاؤ کے محاصرے کی حدوں سے دور ہٹا دیا۔لشکر گاہوں میں آگ لگا دیے جانے سے ہسد روبال اپنے شہر قرطاجنہ کو چلا گیا اور نومدی فرماں روا اپنے پایۂ تخت کیرتہ میں آ گیا جو قرطاجنہ کے جنوب میں اس کا دارالحکومت تھا پھر تین ہفتے گزرنے پر ان دونوں سرداروں نے جنوب میں وہاں اپنی فوجیں ازسرنو مرتب کیں جسے ''بڑے میدان'' کے نام سے یاد کرتے تھے سیفاش کو اس کی قرطاجنی عروس سوفونبہ نے سخت تر جدوجہد کرنے پر ابھارا۔اسے ایک غیر متوقع کمک پہ مل گئی کہ مغربی ساحل سے 4 ہزار قلطسیری اس کے لشکر سے آئے۔یہ جنگ کے پرانے آزمودہ کار سپاہی تھے۔ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے اور کس طرح قرطاجنہ پہنچے لیکن قیاس کہتا ہے کہ اسپین میں جنگ ختم ہوئی تو وہ سمندر پار ادھر آ گئے کہ رومی دشمن سے پھر مقابلہ کریں۔

انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔سی پیو اپنے دو بہترین جیوش اور ترقی پذیر سوار فوج (رومی اور نومدی) لے کر پڑاؤ سے چلا اور نہایت تیز کوچ کر کے قیرب قریب

بغیر خیمہ وخرگاہ پانچویں دن اتحادیوں کے مقام اجتماع ''بڑے میدانوں'' تک پہنچ گیا۔ یہاں 16 ہزار رومی 20 ہزار قرطاجنی اتحادیوں کے بازوؤں پر گرے اور اسی طرح جیسے کنائی میں ہوا تھا، محاذ بدل کر انہیں تین طرف سے گھیر لیا۔ اتحادیوں کو سخت ہزیمت نصیب ہوئی اور ان کے قلب کی بڑی قوت قلطسیری پیادے، زرہ پوش رومی سواروں کے نرغے میں بری طرح روندے گئے۔ اسپین کا باشندہ ہونے کی وجہ سے (جسے رومہ نے اپنا مقبوضہ بنالیا تھا) وہ جانتے تھے کہ رومیوں سے رحم ورعایت کی کوئی توقع نہیں کر سکتے۔ لہذا آخر دم تک لڑے اور کہا جاتا ہے کہ رومی جیوش کی پوری تعداد ہی مل کر ان کا خاتمہ کر سکی۔

سی پیو کو دشمن پر ایک اور فوقیت یہ حاصل تھی کہ لے لیس اور ماسی نسا جیسے دو اعلیٰ درجے کے نائب میسر تھے۔ انہیں اس نے نومدی سپاہ کے تعاقب میں دوڑایا اور یوتکہ کا محاصرہ چھوڑ کر خود قرطاجنہ کے نیچے سمندری جھیل کے کنارے کی بستی تی نس (تیونس) پر حملہ کیا۔ وہاں اس وقت چونے پتھر کے کھدانے (دکانیں) اور کچھ کاریگر رہتے تھے لیکن جھیل قرطاجنی بیڑے کا محفوظ مامن تھی۔ سی پیو اس کے کنارے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ دشمن کے جنگی جہاز سمندر میں نکل رہے ہیں۔ اسی بات کا اسے سب سے زیادہ خوف تھا چنانچہ فوراً اپنے پڑاؤ کاسترا کورنلیہ کو گھوڑے پر چل کھڑا ہوا۔ رومی جیوش پیچھے پیچھے آتے رہے۔ اس دوڑ میں وہ جیت گیا کہ دشمن سے پہلے پہنچ گیا۔ اس کے قلیل التعداد اساطیل پر قلعہ شکن آلات لگا دیئے تھے کہ یوتکہ پر حملے میں شریک ہوں۔ باربردار کشتیاں لنگر ڈالے غیر محفوظ

پڑی تھیں ۔انہی سے اس نے جنگی جہازوں کے گرد حفاظتی دیوار تیار کرالی ۔شاید یہ خیال ایک رومی سردار ہی کے دماغ میں آ سکتا تھا اور شہر رومہ کے کاریگر ہی مستول توڑ توڑ کر احاطے کی باڑ بنا سکتے تھے ۔اساطیل کے عرشے اتار کر کشتیوں کے درمیان مسلسل پل تیار کیا گیا تھا اور جیوش کے سپاہی اس نرالی جہازی فصیل کے پہرے پر معین تھے ۔قرطاجنی امیر البحر غلطی سے انتظار کرتا رہا کہ رومی بیڑا نکل کر لڑنے آئے گا حالانکہ اس کا اب امکان ہی نہ رہا تھا ۔اور دوسرے دن جب وہ خود ساحل یوتکہ پر بڑھے تو اس عجیب قلعہ بندی کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے ۔تاہم رومی کاریگری میں استاد تھے تو قرطاجنی جہاز رانی کے ماہر تھے ۔انہوں نے کوئی 60 رومی کشتیاں پکڑ لیں اور انہیں کھینچ کر لے گئے ۔مزید برآں یوتکہ کا محاصرہ اٹھ گیا اور کچھ دن سی پیو کو خود اپنے پڑاؤ کی فکر پڑ گئی ۔

جنگ میں اصل فتح و کامرانی ماسی نسا کے نصیب میں آئی جو گھوڑے اڑاتا ہوا اپنے آبائی علاقے ماسی لیلند میں در آیا اور اپنے قبائلی دشمن سیفاش کی مزاحمت کو خاک میں ملا دیا ۔آخر میں اسے شکست دی اور زخمی سیفاش کو قید کر کے دیہات میں تشہیر کرائی ۔جہاں کہیں اس کی مخالفت ہوئی لےلیس اپنے زرہ پوش لشکر لے کر پہنچ گیا لیکن درحقیقت ان اقطاع پر ماسی نسا کے باپ دادا پہلے بھی حکومت کرتے رہے تھے ۔سیفاش کے مقید و مغلوب ہونے کے بعد اور کوئی سرگروہ باقی نہ تھا ۔بدو نے طبعاً فاتح کی اطاعت قبول کر لی ۔کیرتہ مسخر ہوا تو محل کے دروازے پر سوفونبہ، ماسی نسا کے انتظار میں کھڑی تھی ۔نقل ہے کہ اس نے نوجوان نومدی سردار سے التجا کی کہ میں

قرطاجنہ کی ہوں مجھے رومیوں کے حوالے نہ کیا جائے۔ بعض شاعروں نے لکھا ہے کہ ماسی نسا اس کا حسن دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ عجب نہیں کہ اس نے اپنی فتح کی تکمیل سیفاش کی نوجوان زوجہ کو اپنی بیوی بنا کر کی ہو۔ لے لیس مفتوحہ ریاست میں امن و انتظام قائم کرنے آیا تو اصرار کیا کہ سوفونبہ حکومت قرطاجنہ کی گماشتہ تھی اسے رومہ کے حوالے کیا جائے۔ ماسی نسا اب صاحب اقتدار ہو گیا تھا اس نے نہ مانا البتہ سی پیو سے فیصلہ کرانے پر تیار ہو گیا۔ تھوڑے دن میں غالب و مغلوب کاسترا کورنلیہ کے پڑاو پر جمع ہوئے۔ سی پیو اور سیفاش دونوں کو سیگا کی دعوت یاد ہو گی جہاں رومی سردار نومدی بادشاہ کی حفاظت میں آیا اور مہمان ہوا۔ پھر بھی سی پیو نے فیصلہ کیا کہ اپنے سابقہ میزبان کو زنجیروں میں جکڑ کر رومہ روانہ کیا جائے۔ سوفونبہ کے بارے میں جو قصے بن گئے ہیں ان میں آتا ہے کہ سیفاش نے اسی عورت کو الزام دیا کہ وہ اپنے تریا چلتر سے مجھے سی پیو کا دشمن بنانے میں کامیاب ہو گئی۔ اور متنبہ کیا کہ ماسی نسا کو بھی وہ اسی رح رومیوں سے برگشتہ کر دے گی۔ مگر یہ بعید از قیاس بات ہے کہ ایک نومدی فرماں روا جس نے ساری عمر بادشاہی کی، اپنی بدقسمتی ایک عورت سے منسوب کرے۔ بخلاف اس کے جملہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود سی پیو جسے نومدی شہ سواروں کی شدید احتیاج تھی، اس بات کا روادار نہ ہوا کہ سوفونبہ جیسی قرطاجنی بیوی ماسی نسا کے پہلو میں رہے۔ دونوں میں اس مسئلے پر قیل و قال ہوئی۔ آخر ماسی نسا غصے میں سی پیو کے خیمے سے نکلا اور جواب کے لیے ایک رات کی مہلت مانگی۔۔۔۔۔ رومیوں کو اس کی ضرورت تھی تو وہ بھی ان کی پشت پناہی کے بغیر

قرطاجنہ کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ قصے کا خاتمہ ایسے یونانی المیہ فسانوں کی طرح ہوتا ہے جو مورخ لوی کے خاص مذاق کی چیز تھے یعنی یہ کہ ماسی نساء نے اپنے ایک خاص قاصد کو پیالے میں زہر دے کر واپس کیرتہ بھیجا اور سوفونبہ سے دو میں سے کوئی ایک صورت قبول کرنے کا مطالبہ کیا یا موت یا سیفاش کے ساتھ قیدی بن کر رومہ جانا۔ یہ پیام سن کر سوفونبہ نے قاصد سے صرف اتنا کہا کہ ''میں اپنے شوہر سے شادی کے ایسے تحفے کی توقع نہ رکھتی تھی'' اور زہر کا پیالہ پی لیا۔

جو صورت بھی ہوئی ہو، یہ حقیقت ہے کہ قرطاجنی امیر زادی ہلاک ہوگئی۔ کہن سال نومدی بادشاہ کی طوق وسلاسل میں مقید، دوسرے اموال غنیمت کے ساتھ رومہ کے بڑے چوک میں سی پیو کی فتح کے ثبوت میں تشہیر کی گئی۔ اس ساحلی علاقے کی مزاحمت کے خاتمہ کرنے کے صلے میں ماسی نسا کو شاہانہ تحائف ملے اور سی پیو آ ٔس دہ سے اسے بادشاہ کے خطاب سے مخاطب کرنے لگا۔ ایک بڑے دربار میں رومن جیوش کے سپاہی استادہ کیے گئے اور اسے زربعت کا چغہ اور طلائی تاج پہنا کر سرکاری کرسی صدارت پر تخت نشین کیا گیا۔ اس طرح وہ پہلا مشرقی فرماں روا تھا جو آئندہ چل کر رومہ کے متوسل (یا خراج گزار) بادشاہ کہلائے۔ پھر بھی حق یہ ہے کہ سوفونبہ کی خودکشی کی کہانی کے سامنے ماسی نسا کی شہرت ماند ہو کے رہ گئی۔

''قرطاجنہ اپنے فرزندوں کو طلب کرتا ہے''

بڑے میدانوں کی ہزیمت سے اہل قرطاجنہ کو اپنی سلامتی خطرے میں محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے بیرا پر وہاں کے ارکان حکومت جیسا کہ اکثر ہوا ہے، اختلاف آراء کا شکار تھے۔ صلح کے حامیوں کی بڑی جماعت خاندان برقہ کی ناکامی کا اعلان اور اہل رومہ سے شرائط صلح طے کرنے کی طالب تھی۔ ایک گروہ ہینی بال کو واپس بلانے کی رائے دیتا تھا۔ ایک تیسرا افریق سی پیو کو ساحلی مقام سے نکالنے کی مزید سعی کرنے پر مصر تھا۔ بیر سا پہاڑی کے نیچے عام شہری، کاریگر، دکاندار اور ان کی پنچائتیں ہینی بال کو بلانے کے تقاضے کر رہی تھیں۔ سردار اعلیٰ (شوفت) ان مختلف آراء کو سن کر کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ تا آنکہ وسط مارچ سے جون تک رومن سپاہ عقبی زمینوں میں پھیل گئی۔ قرطاجنہ کی مختصر میدانی فوج ''بڑے میدانوں'' میں غارت ہوئی۔ سیرتس سے نومدیہ کے سرے تک شہر کے اندرون ملک جانے کے راستے کٹ گئے۔ گردونواح کے ہزاروں پناہ گزین سامان منقولہ تو لے کر آئے، غذا ساتھ نہیں لا سکے۔ بگراداس ندی سے سیراب ہونے والی کھیتیاں چھوڑ آئے۔ پکتی ہوئی فصل دشمن کے ہاتھ پڑی۔ پرہجوم کوچہ و بازار میں خوراک تھڑ گئی۔ جنگ کا سارا منظر ہی بدلتا نظر آیا۔

شہر کی حفاظت اب راس کے سروں تک تین فصیلیں کرتی تھیں۔ کافی تعداد میں محافظ سپاہی پہرہ دیتے تھے۔ پانی کی جانب داخلے کی پاسبانی بیڑے کا کام تھا لیکن اندرونی علاقوں سے خوراک ملے بغیر شہری چند ماہ سے زیادہ گزارا نہ کر سکتے تھے۔

شہری فوج کے پاس سی پیو کی بڑی سپاہ سے مقابلہ کرنے کا سامان اور جنگی تربیت نہیں تھی۔ نومدی لشکر سے محروم ہونے سے وہ کوئی نئی سپاہ مرتب نہیں کر سکتے تھے۔ نہ کوئی آزمودہ کار آدمی تھا کہ سی پیو کے مقابلے میں اس کی قیادت کرتا۔ سوفونبہ کا باپ ہسدروبال خودکشی کر کے مر گیا تھا۔

مجلس قرطاجنہ نے ہینی بال کے معرکوں کے تجربہ کار سردار ہنو کو تمام دفاعی انتظام سپرد کیا اور الپس کے دامن میں ماگو کو اور جنوبی اطالیہ میں ہینی بال کو قاصد بھیجے کہ اپنی فوجیں لے کر واپس افریقہ چلے جائیں۔ امیر بومل کر کو جو ضرورت سے زیادہ محتاط تھا ہٹا کر زیادہ مستعد سردار کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس کا نام بھی ہسدروبال ہی آیا ہے۔ اسی نئے امیر البحر نے ساحل یوتکہ پر تاخت کی اور 60 باربردار کشتیوں کی غیر معمولی تعداد رسوں میں ساتھ باندھ کر لایا تھا۔ یہ کشتیاں نہایت قیمتی اضافہ تھیں اس بڑے بحری قافلے کا، جسے سمندر پار جانا اور دشمن کے جنگی بیڑوں کے بیچ سے گھس کر ہینی بال کو افریقہ لانا تھا۔ کیونکہ شمال میں لگوریہ کے ساحل پر تو جاں نثار ماگو کے اپنے جہاز موجود تھے اور وہ خود بھی جہاز ران کی چالوں میں استاد تھا لیکن کروتن جیسی بندرگاہ میں ہینی بال کے پاس بہت کم کشتیاں اور بحری سواریاں تھیں۔ خود اس نے ایک عمر سے جہاز کے عرشے پر قدم نہیں دھرا تھا۔ ادھر قرطاجنہ کی اصل ضرورت یہی سپہ سالار تھا۔ ایوان بیرسا کے دروازوں پر بھوکی مخلوق ہینی بال کا نام پکارنے سے نہ تھکتی تھی۔

یہ سن 203 (ق م) کا جولائی اور بحری سفر کا بہت اچھا موسم تھا۔

یہاں پہنچ کر ہم تاریخ میں ایک عجیب خلا سے دوچار ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یکا یک سینما کی تصویر چلتے چلتے رک گئی اور پھر جو چلی تو بالکل دوسرا منظر سامنے آیا۔ جولائی میں ہنی بال اطالیہ کے صوبے بروتیہ کے پہاڑوں میں انتظار کر رہا ہے اور یا شروع سرمایا اکتوبر کے مہینے میں ہم اسے اپنی پوری طرح آراستہ فوج کے ساتھ سمندر پار افریقہ میں دیکھتے ہیں۔ اس وقفے میں فوج کی منتقلی کا عظیم کام انجام پاتا ہے۔ مگر ہمارے لاطینی مورخ اس بارے میں ایک لفظ منہ سے نہیں نکالتے کہ ہنی بال کس طرح اطالیہ سے نکل گیا۔

جدید اہل قلم نے اس معمے پر توجہ کی۔ مگر کوئی صاحب تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ سمندر میں جہازوں کو ڈھونڈنا مشکل ہوتا ہے۔ درست ہے اور ایک نیلسن بھی نپولین کے قافلے کو بحر روم پار کر کے نیل تک جانے میں نہیں دیکھ سکا تھا لیکن یہ پیش نظر مسئلے کا کوئی معقول حل نہیں ہے۔ ہنی بال کے دونوں طرف رومن سپاہ قریب ہی موجود تھی۔ وہ جہازوں پر سوار ہوتے وقت اس کے مختصر لشکر کو آسانی سے کاٹ دیتی اور اس قرطاجنی سپہ سالار پر پہلی فتح پانے کا فخر حاصل کر سکتی تھی۔ پھر سمندر میں یہ فوج باربردار کشتیوں میں بھر کر ہی بھیجی گئی ہو گی۔ خبر ہونے کے بعد اسے رومی اساطیل سے کون بچا سکتا تھا؟

ایک اور نیا مورخ ذہانت سے یہ نکتہ آفرینی کرتا ہے کہ چونکہ رومہ کی مجلس عمائد اس وقت اہل قرطاجنہ سے صلح کی گفت وشنید کر رہی تھی اور رومی قانون کسی دشمن سے جس کی فوجیں اطالیہ مین موجود ہوں امن وصلح کی گفتگو جائز نہیں رکھتا تھا، لہذا رومی

حکومت نے خواہش کی ہوگی کہ ہینی بال اور ماگو دونوں اطالیہ کے ساحلوں سے رخصت ہو جائیں ۔۔۔۔۔۔۔۔مگر یہ بھی صحیح نہیں۔قرطاجنہ سے گفتگو کے لیے ہنگامی صلح قرطاجنی سپاہ اطالیہ تک وسیع نہ تھی۔ہینی بال جب سے الپس اتر کر اطالیہ میں داخل ہوا،ایک دن بھی اس سے کوئی ہنگامی صلح جائز رکھی گئی تھی۔دوسرے اسی زمانے میں ماگو کے جہازی قافلے کے ایک حصے کو رومی بیڑے نے راستے میں جا لیا اور پکڑ لئے گئے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس معمے کا سیدھا حل یہی ہے کہ بظاہر یہاں بھی ہینی بال اسی طرح بے دیکھے نکل گیا جس طرح دلتر نو کے پارکا پوا سے اپنی فوج کو نکال کر (رومہ شہر پر) لے گیا تھا۔بے شبہ کروتن کی بندرگاہ اپنی نیم قوسی خلیج کے کنارے بالکل سطح ساحل پر واقع تھی لیکن اس کے عقب میں لی سیلا کی پہاڑیاں حد نگاہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ان کے اوپر قرطاجنی سپاہ جمی ہوئی تھی۔رومن فوجیں دوسری طرف دور کی ڈھلانوں پر کن سن تیہ کی بستی میں مقیم تھیں۔امیر البحر ہسد روبال ایک مختصر مگر کارگر بیڑا لے کر ہینی بال کو لے چلنے کے واسطے کروتن پہنچا اور چلنے کا دن قریب آیا تو اس نے تمام سپاہیوں کو اختیار دیا کہ جو لوگ چاہیں اطالیہ میں رہ جائیں اور جن کی خوشی ہو اس کے ہمراہ افریقہ چلیں۔بڑی اکثریت نے ساتھ چلنے کو ہی پسند کیا۔عورتوں بچوں کی بہت بڑی تعداد اب اس کی حملہ آور سپاہ کے ساتھ رہنے لگی تھی،انہیں اور کچھ ضعیف نژاد کے چند گروہ بھی اس نے یہیں چھوڑ دیئے (یہ روایت کہ جنہوں نے ساتھ جانے سے انکار کیا،انہیں ہینی بال نے جونو دیوی کے مندر پر قتل کرا دیا،لاطینی

اہل قلم کا سفید جھوٹ ہے) البتہ اس نے اپنے سب عزیز گھوڑوں کو، جو نہیں لے جائے جا سکتے تھے، تلف کر دیا۔ وہ دستے جنہیں اطالیہ میں ٹھہرا رہنا تھا، پہاڑیوں کی قرطاجنی چوکیوں میں متعین کر دیئے گئے کہ جب تک ہنی بال اور اس کی فوج سوار ہو کر جہازوں میں روانہ ہو، پہرے پر رہیں۔ رومی سپہ سالاروں کو اس کی روانگی کی کوئی صحیح خبر نہیں ملی اور غالباً بہت عرصے بعد ان کو یقین آیا کہ فی الواقع قرطاجنی سپہ سالار سمندر میں نکل کر غائب ہو گیا ہے۔

ہنی بال کی معرکہ آرا زندگی کا ایک نہایت عجیب کرشمہ یہ واقعہ ہے کہ اطالیہ میں تو اسپین اور افریقہ کے لشکر لے کر وارد ہوا تھا اور جب اطالیہ سے واپس چلا تو زیادہ تر غال اور بروتی، نیز بہت سے مفرور رومن سپاہی ہم رکاب تھے۔ اگر کچھ ہاتھی سلامت رہ گئے ہوں تو انہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ اطالیہ کے پہاڑ اور لکی نیہ کے مندر کی سفید عمارت دھبہ سا بن کر آخری مرتبہ نظر سے اوجھل ہو گئی تو اس وقت کیا کیفیت دل پر گزری قرطاجنی فاتح نے اسے کبھی نہیں بیان کیا۔ یہ تصور کہ وہ اپنی حکومت پر، جس نے جنگ جاری نہیں رکھی اور اسے واپس قرطاجنہ طلب کیا، غصے سے دانت پیس رہا تھا، محض ان افسانہ گویوں کی سخن آرائی ہے جو اسی پرانی روایت پر ردے جما رہے ہیں کہ جنگ کا سارا منصوبہ ہنی بال نے رومہ سے ذاتی دشمنی کی بنا پر بنایا تھا۔ قرطاجنہ اس کی مرضی کے خلاف افریقہ آنے پر اسے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اطالیہ چھوڑنے کی تیاریاں خود اس نے حسب معمول احتیاط سے کیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سی پیو کی ''بڑے میدانوں'' میں لڑائی نے سارے محاربے کا رخ بدل کر افریقہ کے

ساحل کو محور بنا دیا ہے لہٰذا اپنے باپ ہملکر کی طرح جس نے کوہ اریکس کو خیر باد کہا تھا، اس نے بھی بلا احتجاج اطالیہ کو چھوڑ دیا۔

اس تخلیہ کرنے کے طریق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کی افریقہ جانے والی فوج زیادہ نہ تھی۔ تخمینہ 12 تا 15 ہزار کیا گیا ہے عجب نہیں اس سے بھی کم ہو۔ جہازی قافلے میں صرف کشتیوں سے بربرداری کا کام لیا گیا۔ جنگی اساطیل کے چھوٹے عرشے اور چپو چلانے والوں کی تعداد سے ان میں دوسری سواریوں کی گنجائش زیادہ نہ تھی۔ یہ اساطیل بھی ستمبر کی تازہ آندھیوں اور طوفانی موجوں میں کسی طولانی سفر کی ہمت نہ کر سکتے تھے۔ حالانکہ اس زمانے کے معیار سے کروتن سے افریقہ تک ہنی بال اور اس کے امیر البحر کو بہت لمبا سفر کرنا پڑا۔ یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہاں کے رومن بیڑے کیا کرتے رہے؟ اوستیہ، سار دنیہ اور صقلیہ کے مقامات سے متعلق ڈیڑھ سو یا کم وبیش، جنگی جہاز متعین تھے۔ ان میں سے زیادہ تعداد سی پیو کے لیے کمک اور سامان رسد لے جانے والی سواریوں کے حفاظتی بدرقے کی خدمت انجام دے رہی تھی۔ کیونکہ ان ایام میں سی پیو کی مہم کو سب پر تقدم دیا جا رہا (''سب کی آنکھیں افریقہ کی طرف لگی تھیں'') ایک جہاز دستے نے ماگو کے قافلے کی راستہ بھولی ہوئی چند کشتیوں کو پکڑا تھا۔

خود یہ سپہ سالار دریائے پو پر آخری معرکے میں زخمی ہو گیا تھا۔ وہ اپنی فوج کو وہاں سے ہٹانے، یا ہنی بال سے جا ملنے کے لیے انتہائی کوشش کرنے میں مصروف تھا جب زخم کھایا اور پھر بحری سفر میں مر گیا یا طوفان میں پھنس کر اس کا جہاز برباد ہوا۔

تاہم اس قافلے کے اکثر جہاز بلیاری، لگوری اور غال سپاہیوں کو لے کر آخر کار قرطاجنہ پہنچ گئے۔

صقلیہ کے سمندروں کے رومن بیڑے کردتن اور قرطاجنہ کے درمیان متعین تھے۔ وہ ہینی بال کے قافلے کے گزرنے کے انتظار میں رہے مگر ان کا انتظار کرنا بے کار تھا۔ کیونکہ وہ اور اس کا امیر البحر صقلیہ کا بہت دور سے چکر کھا کر نکلے۔ ممکن ہے مالٹا کی رومی چوکیوں نے انہیں دیکھ لیا ہو لیکن وہ صقلیہ کے بیڑے کی دسترس سے باہر ہو چکے تھے۔ ان کا راستہ بھی قرطاجنہ کو نہیں جاتا تھا بلکہ وہ پھیر کھا کے مشرق کی طرف سے آئے اور قرطاجنہ سے 80 میل مشرق میں وہاں اترے جہاں اب تیونسیہ کی عملداری ہے۔ یہاں ساحل پر ایک بالکل نامتوقع جگہ پر اترتے ہی ہینی بال اپنی فوج کو شمال میں ہدرومتم (Sousse) لے گیا جہاں لنگر گاہ اور ایک اچھی خاصی بستی، رومی فوج کی طلایہ گردی کی حدود سے باہر تھی۔

اب 34 برس کی طویل مدت کے بعد ہینی بال دوبارہ افریقہ کی سرزمین پر تھا۔ اس کے دونوں بھائی مر چکے تھے اور خود وہ پوری رومی قوم کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں اس کا بلا خدشہ سمندر پار کر جانا ان کی مزید تشویش اور حوصلہ شکنی کا باعث ہوا۔ لوی لکھتا ہے کہ ''امید کے ساتھ روزانہ فکر و تشویش بڑھی۔ لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ سولہ سال بعد ہینی بال کے اطالیہ سے چلے جانے پر خوشی منائیں یا اس بات پر کف افسوس ملیں کہ وہ اپنی فوج کو صحیح سلامت نکال کر افریقہ پہنچ گیا۔ فے بیس کبیر (''ٹالیا'') تھوڑے دن

پہلے مرا تھا۔ وہ اکثر پیش گوئی کرتا تھا کہ غیر سرزمین کی نسبت ہینی بال اپنے ملک میں زیادہ خوفناک ہوگا۔ اب سی پیو کو غیر قواعد دان جنگلیوں کے بادشاہ سیفاش کا، بے قاعدہ سپاہ کا جسے دیہاتوں سے مارا مار بھرتی کر لیا گیا تھا، سامنا کرنا نہیں ہوگا بلکہ ایسے خطرناک دلیر ترین سپہ سالار کا، جس کی پیدائش ہی باپ کے فوجی مستقر میں ہوئی۔ اسپین، مما لک غال اور خاص اطالیہ میں کوہ الپس کے دامن سے مسینا کی آبنائے تک ہر جگہ اس کے عظیم کارناموں کے نشان ثبت تھے۔ اس کی سپاہ نے وہ سختیاں جھیلیں جو کسی کو یقین نہ آتا تھا، کہ انسان برداشت کر سکتا ہے۔ اس کے بہت سے سپاہی جن کا سی پیو کو اب سامنا ہوگا، خدا جانے کتنے رومی امیروں کو اپنے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔ کتنے رومی شہروں اور لشکر گاہوں میں فاتحہ گھومے ہیں۔ حکومت رومہ کے سارے حکاموں کے پاس بھی اتنے ماہی مراتب نہ ہوں گے جتنے اکیلا ہینی بال ساتھ لیے پھرتا ہے اور یہ سب ہمارے مقتول سپہ سالاروں کے ماہی مراتب ہیں۔''

اس عالم تشویش میں مجلس عمائد نے حکم دیا کہ دیوتاؤں کو رجھانے کے لیے شہر کے بڑے دنگل میں چار دن تک کھیل کود کیے جائیں اور جوپیٹر دیوتا کی اس کے بالا حصار والے مندر میں ضیافت کی جائے۔

آئندہ واقعات کی جھلک

اگر مجلس عمائد کو صرف تشویش تھی، تو سی پیو بالکل سناٹے میں آ گیا۔ بے شبہ وہ چاہتا اور کوشاں تھا کہ ہینی بال اطالیہ چھوڑ کر افریقہ لوٹ آئے۔ لیکن یہ اس کے ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ کنائی کا جادوگر اتنی بڑی بڑی رومن افواج کو یوں جل دے کر نا کہ بندی کرنے والے بیڑوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنی ''صحیح سالم سپاہ'' کے ساتھ آ جائے گا اور نہ وہ یہ گمان کرتا تھا کہ وادی پو کے آزمودہ کار جنگجو یکا یک بگراوس ندی کے کنارے سے نمودار ہو جائیں گے۔

ان جاڑوں بھر محاصرے کی جدوجہد اور سپیلو کی فوج میں اضافے کے باوجود یوتکہ مقابلے میں ڈٹا رہا۔ اس کی مغربی خلیج رومیوں نے بزرتہ (ہپوریتس) کو لینا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ ابھی تک رسد کی بندرگاہ صرف کاسترا کورنلیہ کا پڑاؤ تھا۔ قرطاجنہ ناقابل تسخیر، اپنے تمام وسائل مجتمع کر رہا تھا۔ ادھر اس کا قوت بازو لیلس سیفاش کو لے کر رومہ گیا تھا، وہیں رک رہا اور ماسی نسا مزید سوار فوج فراہم کرنے مغرب میں نکل گیا۔ واقعی نومدی سواروں کی شدید ضرورت تھی۔ ادھر ضد کا پورا ماسی نسا اپنی پوری ریاست پر قبضہ کرنے کی دھن میں تھا۔ غرض یہ معلوم ہوتا تھا کہ فےبیس کی بری پیش گوئی افریقہ کے بارے میں پوری ہونے والی ہے۔ اب سارا دارومدار اس پر تھا کہ ماسی نسا بروقت سی پیو سے آ کر شریک جنگ ہوا اور کافی تعداد میں رومی افواج جنہیں ہینی بال کے چلے آنے سے فراغت ہو گئی تھی، سمندر پار آ جائے گی کہ ہینی بال کے آنے کی خاطر خواہ تلافی ہو جائے۔ لیکن موسم سرما کے آ

جانے سے کسی بڑی فوج کے لائے جانے کا وقت نہیں رہا اور سال گزشتہ کی طرح اسے اپنے پڑاؤ میں دبکا رہنا پڑا۔ سال رواں میں اتنا فرق ضرور آیا کہ اب کے ہینی بال بھی اسی گوشہ ملک میں اقامت رکھتا تھا۔

اس نازک وقت پر کورنلیس سی پیو نے کمال ذہانت سے وہ کام کیا جس نے محض رومہ کے ایک نامور علاقائی سپہ سالار کی بجائے اسے تاریخ کے بے مثل سوجھ بوجھ والے مشاہیر میں شامل کر دیا۔ ایسا کرنے میں سیاسی فروغ واقتدار پانے کا وہ راستہ اسے چھوڑنا پڑا جس کی ابھی تک دھن میں رہا تھا اور کیتو نام کے حاسد شخص کی نفرت و عناد کا بھی شکار ہونا پڑا، تاہم سر پر اتنا بڑا خطرہ اور سامنے ایک موقع ملتا دیکھ کر اس نے ان باتوں کو نظر انداز کر دیا۔

واضح رہے کہ خوش قسمتی سے یا پیش بینی سے جو اچھی قسمت کو لگا لاتی ہے، سی پیو نے مجلس قرطاجنہ سے گفتگوئے صلح کی مہلت لی تھی۔ وہ گزشتہ گرمیوں کے بعد اپنی سپاہ کو از سر نو مرتب کرنا چاہتا تھا اور قرطاجنہ والے پچھلی بڑے میدانوں کی شکست کے بعد ہینی بال کے وطن آنے کے انتظار میں تھے، لہٰذا حیرت نہ ہونی چاہیے کہ وہ ہنگامی صلح پر آمادہ ہو گئے لیکن یہ صرف افریقہ تک موثر تھی، ملک اطالیہ اس کی شرائط سے خارج تھا۔ سی پیو نے داڑھی والے قرطاجنی سفیروں سے ملاقات کی اور انہیں جانچ کر اپنی طرف سے صلح کی شرطیں بتائیں۔ اس میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ فریقین اپنا اپنا داؤں کر رہے تھے اور سی پیو فریب سے مہلت لینی چاہتا تھا جس طرح پہلے انہیں دھوکے میں رکھ کر قرطاجنی لشکر گاہوں میں آگ لگوا دی تھی۔ باہیں

ہمہ اس کی ذہانت فائقہ نے فریب دینے کے لیے وہی شرطیں پیش کیں جن پر وہ فی الواقع جنگ ختم کرنے کی امید باندھ رہا تھا۔ شرطیں یہ تھیں: جملہ قیدیوں، پناہ گیروں اور مفروروں کو رومہ واپس کیا جائے۔ قرطاجنی تمام فوجیں اطالیہ سے واپس بلا لی جائیں۔ سارڈنیہ، کورسکا، صقلیہ پر رومی قبضہ تسلیم کیا جائے اور اسپین میں قرطاجنہ کوئی دخل نہ دے۔

20 کے سوا باقی جنگی جہاز اور پانچ ہزار تیلنت (قریب ڈیڑھ کروڑ روپیہ اس کے معاون چاندی جس کی قوت خرید زمانہ حال سے کہیں زیادہ تھی) تاوان جنگ ادا کیا جائے۔

رومی افواج افریقہ کو ہنگامی صلح کے زمانے میں رسد رسائی نیز ماسی نسا کو اپنے علاقے میں بادشاہ تسلیم کرنے کی دفعات بھی معاہدے میں تھیں۔

یہ شرطیں مجلس عمائد سے مشورہ کیے بغیر پیش کی گئی تھیں۔ سی پیو کی اتنے سال کے محاربے کی بنیادی وجوہ پر نظر تھی لیکن آئندہ کے بارے میں وہ یہی سوچتا تھا کہ قرطاجنہ سلامت رہے البتہ سمندروں پر رومہ کا تسلط قائم ہو جائے۔ مزید برآں اسپین کے بارے میں وہ سمجھتا تھا کہ وہاں پوری طرح کوئی نظم قائم کرنے میں کئی پشتیں لگ جائیں گی اور یہ کام وہ ضرور انجام دینا چاہتا تھا۔ ممکن ہے خود وہاں حاکم بن کر جانے کی سوچتا ہو۔ رہا ہنی بال اس کے حوالے کیے جانے کی قطعی کوئی شرط اس نے نہیں کی۔ کیونکہ قرطاجنی کا جنگی بیڑا اور ملک اسپین ہاتھ سے جانے کی صورت میں یہ سپہ سالار کوئی گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔

سی پیو قرطاجنہ کے ارباب سیاست کے موشگافیوں کے میلان سے واقف تھا۔ قیل وقال کی طوالت سے بچنے کے لیے اس نے انہیں صرف تین دن کی مہلت دی کہ مذکورہ بالا شرطیں منظور ہوں تو رومہ کو لکھ بھیجیں ورنہ انکار کر دیں۔ مجلس قرطاجنہ میں خاندان برقہ کے مخالفین کے زور دینے سے یہ شرطیں مان لی گئیں لیکن نامہ و پیام جاری رکھے گئے کہ اسے مزید وقت مل جائے۔ قرطاجنی سفیر اور سی پیو کی شرعی رومہ آئیں تو وہاں کے ارکان مجلس بہت حیران ہوئے کہ مہم کی پیہم کامیابیوں کے دوران میں ان کے سپہ سالار کو صلح کی تگ و دو کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟ جیسا کہ ہر جگہ ہوتا ہے آبائے قوم کو یہ بات بھی بہت ناگوار ہوئی کہ ان کے غور و بحث کے بغیر بالا ہی بالا شرائط صلح مرتب کر دی گئیں۔ جہاز ساز، بڑے زمیندار اور کلووی گروہ کے مقررین سی پیو جماعت کے خلاف بولے۔ بحث میں پیچیدگی قرطاجنی سفیروں کے آ جانے سے بھی پیدا ہوئی۔ یہ لوگ فاخرہ چغے پہنے آئے بعض نے رومیوں سے اتفاق کیا کہ ہینی بال بغیر ہماری منظوری کے کام کرتا رہا لیکن جب انہوں نے سابقہ عہد نامے کو پھر نافذ کرنے کی تجویز کی تو اندرونی اختلافات رائے کے باوجود جملہ رومی عمائد متفق تھے کہ اس عہد نامے پر اب بحث نہیں ہو سکتی۔ علے ہذا اس بارے میں، کہ تاوان جنگ زیادہ ملنا چاہیے انہیں حیلہ و فریب کاری کا بھی شبہ ہوا مگر طے نہ کر سکے کہ کس غرض سے، کون فریب کر رہا ہے؟ فے بیس کا، آغاز جنگ کرتے وقت کا وہ قول بھی انہیں یاد آیا کہ ایوان مجلس اور میدان جنگ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ وہ اسی خلجان میں تھے جب کہ ماگو اور ہینی بال کے اپنی فوجوں سمیت اطالیہ سے چل

دینے کی خبر آئی۔ اس خبر نے فوراً شبہات کو تازہ اور بحث کو ازسرنو شروع کرا دیا۔ لے لیس اپنے سپہ سالار کے پاس جا رہا تھا۔ مجلس کا نادری حکم پہنچا کہ واپس آئے اور جواب دے کہ سی پیو کا صلح کی گفتگو چھیڑنے کا کیا مطلب تھا؟ کیا وہ چاہتا تھا کہ ہینی بال افریقہ آ جائے؟

لے لیس نے اس کا بہت اچھا جواب یہ دیا کہ سی پیو نہیں توقع کرتا تھا کہ صلح نامے پر دستخط ہونے سے قبل ہینی بال اطالیہ سے رخصت ہو جائے گا۔ پھر اس نے زور دیا کہ اپنے سپہ سالار پر اعتماد کریں اور ضروری کمک بھجوائیں۔ صلح نامے پر مجلس نے دستخط کیے یا نہیں، یہ ایک نزاعی مسئلہ بن گیا ہے لیکن آخر میں انہوں نے معاملہ عوامی مجلس میں بھیجا اور اس نے مطالبہ کیا کہ ہر مسلح سپاہی، ہر غلے کی بوری اور ہر جہاز جو اطالیہ میں دستیاب ہو سکتا ہو، قطعی سی پیو کو بھیج دیا جائے اور اس کی امداد و اعانت میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔

سی پیو کے مجلس عمائد میں نئے مخالفین بھی پیدا ہو گئے تھے۔ سال نو کے انتخابات کالووی فریق نے جیتے۔ ایک ہنگامی آمر اور نئے قنصل نامزد کیے تاہم سرمائی طوفان کے بعد 120 باربردار اور 20 جنگی جہازوں کا بدرقہ ساردینہ سے چلا اور کاسترا کورنلیہ کے پڑاؤ تک پہنچ گیا۔ وہ نیرو بھی جس نے ہسدروبال کے خلاف متاروندی تک یلغار کی تھی، افریقہ جانے کی تیاریوں میں تھا لیکن 200 باربردار اور 30 جنگی اساطیل کا سب سے بڑا قافلہ صقلیہ کے آگے طوفان میں پھنسا اور موجوں نے اسے قرطاجنہ کی طرف دھکیل دیا۔ رومی اساطیل کسی نہ کسی طرح اپنے جہازیوں کو

نکال لائے لیکن سامان رسد اور ذخائر اسلحہ سے بھرے ہوئے جہاز قرطاجنہ کی توام پہاڑیوں کے درمیان پانی میں جنباں نظر آئے۔ انہیں دیکھ کر قرطاجنہ کی بھوکی آبادی صبر نہ کرسکی اور ایوان حکومت پر یورش کی تا آنکہ قرطاجنی جہازوں نے خلیج سے نکل کر دشمن کے اس تمام سازو سامان کو جالیا جسے نادیدہ دیوتا مل کرت نے اس طرح غیب سے ان پر نازل کیا تھا۔ دراصل ان کے دلوں میں نئے جوش کی آگ اس اطلاع نے بھڑکا دی تھی کہ ان کا محبوب ہینی بال ساحل افریقہ پر اتر آیا۔

اپنے پڑاؤ کاسترا کورنلیہ پر سی پیو انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ ہنگامی صلح کا وقفہ کچھ اور طول کھینچ جائے (نیرو کا جہازی قافلہ عنقریب روانہ ہونے والا تھا) اس نے قرطاجنہ سفیر بھیجے اور رومی جہازوں کو پکڑ لے جانے پر احتجاج اور سامان رسد کی واپسی کا مطالبہ کیا جس کی اسے بڑی احتیاج تھی۔ لیکن سفیروں کو مخالف ہجوم نے آگھیرا جو ہینی بال کا نام پکار کر انہیں چڑاتا، دھمکاتا تھا۔ قرطاجنی حکام نے بہ مشکل رومی سفیروں کو نرغے سے نکال کر واپس ان کے جہازوں میں پہنچایا اور اپنے جہازوں کا بدرقہ ساتھ کیا کہ خلیج کے باہر تک حفاظت سے لے جائے۔ لیکن بدرقہ کے جہاز واپس ہو گئے تھے کہ تقدیر کی دخل اندازی سے قرطاجنی امیر البحر کی جنگی کشتیوں نے رومی سفیروں کے جہاز کو دیکھ لیا۔ بارے یہ بڑا جہاز ان کے حملے سے بچ کر کسی نہ کسی طرح ایک رومی چوکی کے قریب ریتی تک آکے محفوظ ہو گیا۔

پھر بھی سی پیو نے ہنگامی صلح کو قائم رکھ کر اپنے ہرکارے رومہ دوڑائے کہ وہاں قرطاجنی سفیروں کی عوام سے پوری حفاظت کی جائے۔ موسم بہار کی آمد سے بحری

آمدورفت کا زمانہ شروع تھا اور نیرو کے نیا جیوش لے کر آنے کی توقع تھی۔ ماسی نسا ابھی تک مغرب میں دور، سیفاش کی مملکت کے مزید دیہات وقصبات چھیننے میں مصروف تھا۔ کیرتہ کے قاصدوں نے یہ تشویش ناک افواہ سنائی کہ سیفاش کے بیٹے رسالے تیار کر رہے ہیں کہ ہینی بال کے لشکر سے جاملیں۔ اندرون ملک میں کسی مقام پر، سی پیو جانتا تھا کہ قرطاجنہ کی نئ فوجیں، ماگو اور ہینی بال کی آزمودہ کار سپاہ کے ساتھ متحد ہوگئی ہیں اور وہ ان سب کو ملا کر ایک بڑی سپاہ مرتب کرنے میں ہرگز دیر نہیں لگائے گا۔ معلوم ہوتا ہے اسی نئ تنظیم سے اندیشہ مند ہوکر شروع گرمیوں میں اس نے بلا تاخیر اقدام کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک سال قبل بھی انہی ایام میں اس نے بڑے میدانوں کی لڑائی جیتی تھی۔ غرض جو اسباب بھی اس کے پیش نظر ہوں وہ ساری قابل اعتماد سپاہ کو لے کر یوتکہ کے محاصرے کی حدود سے باہر چلا اور اپنی چھاؤنی نیز سمندر سے دور بگراداس ندی تک بڑھا۔ نومدی رسالے کہ بہترین سوار تھے، ابھی نہیں آئے تھے اور وہ روزانہ گھوڑوں پر ہرکارے دوڑا کر ماسی نسا کو جلد سے جلد آنے کے احکام بھیج رہا تھا۔ وہ جنوب مغرب کی طرف جہاں تک ہوسکا ندی کے کنارے کنارے کوچ کر رہا تھا۔ دیہات میں آگ لگاتا، کھیتیاں پامال کرتا اور باشندوں کو گاڑیاں بھر بھر کر غلام بناتا جاتا تھا۔ یہ قرطاجنہ کی زرخیز اراضی تھیں۔

اس تباہی اور تاراجی کو دیکھ کر لامحالہ دیہات والوں نے اپنے بطل جلیل ہینی بال سے فریاد کرنے ہرکارے دوڑائے کہ وہ اپنے سرمائی پڑاؤ ہدروتم سے جلد آئے اور انہیں بچائے۔ قرطاجنہ کی مجلس حاکمہ سے بھی سی پیو کے خلاف اقدام کرنے کا

تقاضا کیا گیا۔ ہینی بال نے مجلس کے قاصدوں سے کہا ''یہ وہ بات ہے جس کا فیصلہ تم سے بہتر میں کر سکتا ہوں'' پھر بھی قاصدوں سے سی پیو کے کوچ کی سمت اور یہ اطلاع اسے ملی کہ ابھی تک رومیوں کے پاس نومدی سوار فوج کی کمک نہیں آئی اور گو بہ احوال ظاہر ابھی وہ کوچ کے لیے تیاریاں نہیں کر سکا تھا، اس نے فوری اقدام کیا۔

ہدرومتم کی بڑی لشکر گاہ سے خیمے اکھاڑ کر اور ساحل کی جھونپڑیاں چھوڑ کر لگوری، غال، بروتی، قرطاجنی سپاہی نکلے اور اپنی اپنی جگہ صف میں جگہ کر کے ایک لمبی قطار کی صورت میں تیزی سے مغرب کو چلے۔ ساحل کے دامنوں سے نکل کر اب وہ میدانوں میں داخل ہو رہے تھے۔ سن رسیدہ ہنوئی سوار بھرتی کا سردار تھا جس میں 2 ہزار نومدی اپنے ایک رئیس کے ساتھ جو سیفاش کا وفادار تھا، آ ملے تھے۔ قطار کے ایک طرف اسی ہاتھی جھومے جا رہے تھے۔ اثالہ مختصر تھا کیونکہ ہینی بال تیز رفتاری سے چلا اور چاہتا تھا کہ ماسی نسا کی سوار فوج کے رومیوں کے شریک کار ہونے سے پہلے سی پیو کو جا ملے۔ اس کے ہمراہیوں کی تعداد تقریباً 37 ہزار تھی لیکن انہیں ابھی تک وہ ایک مرتب سپاہ نہیں بنا سکا تھا۔

طرفہ تر اتفاق یہ ہے کہ ہینی بال جس علاقے میں بڑھ رہا تھا، وہ صرف اس وقت اس نے دیکھا ہو گا جب کہ اس کی عمر نو برس سے زیادہ نہ تھی، بحالیکہ رومی فوجیں اب وہاں کے سب نشیب و فراز سے خوب واقف ہو گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یوما زاما

ذرا دیر کے لئے ان دو حریفوں پر نظر ڈال لیجئے کیونکہ تاریخ میں ایسے حریفوں کا اور کوہی جواب ایسا نہیں ملتا۔ ہنی بال فن حرب کا استاد اور ایسے میدان میں جو خود انتخاب کیا ہو، نہایت خطرناک شخص ہے جسے موقع مقام سے فائدہ اٹھانے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ دشمن کے نادیدہ حصے پر اپنی قوی ترین جمعیت سے حملہ کرنے کا جو ہنر اسے آتا ہے اس کی نظیر نہ تھی۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ ضرب وہ کہاں لگاتا ہے ۔۔۔۔۔ بشرطیکہ مقام جنگ اس کا پسند کردہ ہو۔ اتنا ضرور ہے کہ ابھی تک یہ کاری ضرب اس کی اسپینی اور افریقی سوار لگاتے رہے اور پیش نظر معرکے میں وہ اس کے ہمرکاب نہیں رہے تھے۔

دوسری طرف سی پیو بھی تیاریاں کرنے میں بہت محتاط ہے اگرچہ پیش قدمی کرنے میں نہیں جھجکتا۔ اس کی سب سے منجھی ہوئی حربی چال صرف یہ ایک ہے کہ سپاہ کے سروں کو دونوں طرف سے جھکاتا ہوا لے جاتا ہے اور جنگ کے دوران مین بھی صفوں کو ترچھا کر دینے کا لاجواب ہنر دکھا سکتا ہے۔ اس کے پاس نہایت تربیت یافتہ جیوش ہیں، وہ ان پر اور سپاہی اس پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ ممکن ہے سوار فوج دشمن سے زیادہ تعداد میں اس کے زیر قیادت ہو۔

دونوں متحارب سپہ سالار خوب سمجھتے ہیں، اور ایسا کہ بہت کم قائدین سمجھتے ہوں گے کہ جنگ کا مقصد صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ تخی صلح جیتی جائے!

....

جنوبی میدانوں میں ابھی تک گزشتہ سرمائی بارش کی ہریالی باقی تھی جب کہ سی پیو کو قرطاجنی جاسوسوں سے جنہیں رومیوں نے ایک گاؤں (زرگزا) کے قریب پکڑ لیا تھا، ہینی بال کی آمد کی پہلی خبر ملی۔ کہتے ہیں ان بھیس بدلے ہوئے جاسوسوں سے پوچھ گچھ کر کے اس نے حکم دیا کہ انہیں لشکر گاہ میں پھرایا جائے کہ رومی سپاہ میں جو کچھ دیکھنا چاہتے ہیں، دیکھ لیں پھر خلاف توقع انہیں چھوڑ دیا کہ قرطاجنی لشکر گاہ میں واپس چلے جائیں۔ یہ لشکر گاہ ایک گاؤں زاما کے قریب تھی۔

یہ معلوم کر کے ہینی بال اس کی پیش قدمی کے راستے میں حائل ہو رہا ہے وہ اس کی طرف مشرق میں مڑا اور ایک چھوٹی ندی عبور کی جس کا پانی ابھی تک خشک نہیں ہوا تھا (اس کا صحیح مقام متعین نہیں ہو سکا) یہاں ایک قرطاجنی قاصد اس سے ملا اور پیام دیا کہ ہینی بال لشکروں کے درمیان ذاتی عارضی صلح کر کے اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ سی پیو کو بہت حیرت ہوئی۔ وہ واقف نہ تھا کہ قرطاجنی لشکر کہاں پڑا ہے لیکن اس سلسلہ جنبانی سے اسے اندازہ ہوا کہ ساحر کنائی کو یہاں اس پر اچانک حملہ کرنے کی امید نہیں ہے، جیسے تراسی منو جھیل پر اس نے رومیوں کو گھیر لیا تھا۔

سی پیو کے جیوش اپنی چھاؤنی سے 6 روز کی مسافت پر تھے اور قریب میں حفاظتی پہاڑیاں بھی نہ تھیں۔ اسے اندیشہ تھا کہ معقول سوار فوج کی مدد میسر نہ ہونے سے میدانی علاقے میں اس کے پیادے نقصان میں رہیں گے جہاں انہیں بڑھا لایا تھا۔ وہ اسی فکر میں تھا کہ اتنے میں مغرب سے ماسی نسا اپنے جدید شاہانہ لباس میں چمک دمکتے ماہی مراتب کے ساتھ نمودار ہوا پیچھے پیچھے چھ ہزار جرار

سواروں کی فوج گرد کے دل بادل میں گھوڑے اڑاتی آ رہی تھی۔ 4 ہزار پیادہ سپاہی بھی ان کے ساتھ تھے اگر چہ ان کی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ اصل چیز جس نے سی پیو کو اس جوئے میں تقدیر نے جتایا، جنگ سے پہلے ماسی نسا کا آ جانا تھا۔ اب اس کی سوار فوج دشمن سے کہیں زیادہ کثیر وقوی ہو گئی تھی۔

قرطاجنی قاصد کو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ لشکر گاہ کی طرف سے بھی اطمینان تھا کہ لےلس اور ماسی نسا اس کا انتظام کر لیں گے۔

ہنی بال اور سی پیو کی ملاقات کا قصہ پولی بیَس نے لکھا ہے جو دو پشت بعد سی پیو کے خاندان کا ملازم رہا تھا: ہنی بال وادی کی دوسری جانب ذرا بلند سطح پر اپنی لشکر گاہ سے چند سواروں کے ساتھ آیا۔ پھر انہیں بھی پیچھے چھوڑ کر صرف ایک ترجمان کو لیے ہوئے پیادہ پا بڑھا۔ اس طرح سی پیو اپنے ترجمان کے ساتھ آیا۔ اگر چہ دونوں یونانی زبان روانی سے بول سکتے تھے اور ہنی بال لاطینی بھی سمجھتا تھا لیکن ان کی بات کا ترجمانوں کے ترجمہ کرنے میں فائدہ تھا کہ انہیں سوچنے کا وقفہ مل جاتا تھا۔ دوسرے یہ ترجمان گواہ کے طور پر بھی کار آمد تھے۔

ملاقات ہوئی تو دونوں خاموش رہے۔ ہنی بال عمر میں بڑا اور قد میں نکلتا ہوا تھا۔ تپے ہوئے چہرے پر جھریاں، سر کے رومال (''کوفیہ'') کے سائے میں تھیں جس نے سفید بالوں کو ڈھانک رکھا تھا۔ اس کا سر، جدھر سالم آنکھ تھی ادھر کسی قدر جھکا ہوا تھا۔ سی پیو ننگے سر، خود ہاتھ میں لئے ''خاموش'' اپنا اضطراب دبائے رکھا تھا۔ خود پر کلغی اور زرہ میں جڑاؤ کام کے سوا، عہدے کا اور کوئی نشان اس کے پاس نہ

تھا لمبے وقفے کے بعد ہینی بال نے کہا اور ترجمان کے بولنے تک ٹھہرا رہا۔

''رومہ کے فضل تم کامیاب ہوئے۔ قسمت نے بھی تمہاری یاوری کی''۔ سی پیو خاموش رہا۔ ہینی بال نے پھر تقریر کی:

''کیا تم نے کبھی غور کیا کہ جنگ جاری رکھنے میں رومہ کو کیا نفع مل جائے گا؟ کیا کچھ اور ملک، جتنا اب ہے اس سے زیادہ؟ کیا تم نے سوچا کہ شکست ہوئی تو تمہاری سپاہ ضائع ہو جائے گی؟'' پھر ایک لمحہ ٹھہر کر کہنے لگا ''اگر یہ نہ سمجھتا کہ صلح میں ہم دونوں کا فائدہ ہے، تو اس کی تحریک نہ کرتا۔''

سی پیو چپ رہا۔ عارضی صلح کی شرائط صریحاً ہینی بال کے علم میں تھیں آخر جب وہ بولا تو سوال کیا رومیوں نے جو شرطیں پیش کی ہیں، ان کے سوا ہینی بال کیا تجویز کرتا ہے۔

اس نے جواب میں کہا ''سمندر کے سب جزیرے، جن میں اطالیہ اور افریقہ کے درمیان کے (مالٹا وغیرہ) چھوٹے جزیرے شامل ہوں، قرطاجنہ اسپین سے ہاتھ اٹھا لے گا۔ جہازوں کے حوالہ کرنے کا کچھ نہیں کہا لیکن اپنے پناہ گزینوں کو جو اس وقت قرطاجنی لشکر کے سپاہی تھے، حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ (رومن قانون کی رو سے ان میں اس کے اکثر اطالیہ کے جنگ آزما جاتے)۔''

سی پیو نے صراحت کی کہ وہ قرطاجنہ کو اس سے زیادہ کچھ پیش نہیں کر سکتا جتنا اس کی حکومت عہدنامے کی شرائط مان کر دستخط کر چکی ہے (دستخط ہوئے ہوں یا نہیں، سی پی ہی کی پیش کردہ شرطیں تھیں)

اسی جواب پر دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور اپنے اپنے لشکر کی طرف پلٹ گئے ان میں باہمی رضامندی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بجز اس کے کہ ہینی بال سے پہلے رومیوں نے جو کچھ مانگا اس سے بھی زیادہ دینے پر آمادہ ہوتا لیکن اس نے ان کے پہلے مطالبات ہی میں تخفیف کی تجویز کی۔ پس اب ان دونوں کا فرض یہی رہ گیا کہ حریف کی جنگی قوت کا قلع قمع کر دیں۔

سی پیو نے رات بہت خوش وقتی میں گزاری۔ ماسی نسا جوش میں بھرا ہوا تھا صرف اسے سمجھا کر ایک بازو پر قرار رکھنے کی تاکید کرنی پڑی۔ دوسرے بازو پر رومیوں کی بری سوار فوج پہلے سے لئے لیس کے زیر قیادت تیار تھی۔ ہاتھیوں کی تعداد قرطاجنی لشکر میں اس کے اندازے سے کچھ زیادہ تھی، ان کے متعلق کچھ سوچنا پڑا، ورنہ اپنے کثیر قواعد دان جیوش کو مزید ہدایت کی ضرورت نہ ہوتی۔ اپنے سرداروں سے اس نے کہا ''سپاہیوں کو سنا دو کل کے دن تمہاری محنت مشقت ختم ہو جائے گی۔ صف افیقہ کا مال لوٹا رہ جائے گا۔ پھر وہ شوق سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جا سکیں گے۔''

ہینی بال کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو ایک ایک جمیعت میں گیا۔ ان میں اس کے اطالیہ کے رفیق بھی تھے اور نو وارد گروہ بھی۔ جملہ سالاروں کو ضروری ہدائتیں دیں اور یاد دلایا کہ قرطاجنی سولہ برس تک اہل رومہ کی فوج پر خاص ان کے ملک میں غالب رہے ہیں۔ زاما کے کھلے میدان میں رومیوں کو چھپنے کی بھی جگہ نہیں ہے۔'' ان مقابلہ کرنے والوں کو فصیلیں بنانے کا وقت نہیں مل سکا اور یہ اپنی بڑی

کلیں اور آلات ساتھ لے کر نہیں آئے۔ کیا ان کے چاندی کے عقابوں میں کسی نے کوئی منجنیق کھڑی دیکھی؟''

اس کو مزا لیتے دیکھ کر ماتحت سرداروں کی ہمت بندھ گئی۔ وہ رات بھر نہیں سو سکا کیونکہ لشکر گاہ میں پانی بہت کم تھا۔ سب سے قریبی ندی رومیوں کے عقب کے میدان سے گزرتی تھی۔ طلوع فجر سے قبل ہی بعض گروہ بڑھنے شروع ہوئے حالانکہ اس کی سابقہ سپاہ اطالیہ ہوتی تو شاید ہوا سے رات کے اندھیرے میں لے کر نکل جاتا۔ اس مخلوط لشکر کو نومدیوں کی سوار فوج کے سامنے سے کھلے میدان میں دوسری طرف ہٹانا ممکن نہ تھا اور خود اس پڑاؤ پر پانی کی کمیابی سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے تھے۔

آگے آگے چلنے والے ہاتھی اندھیرے میں نکلنے سے گھبراتے تھے۔ ان کی وجہ سے بھی روشنی ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ ان کے پیچھے ماگو کے سپاہی لگوری، غال اور نئی بھرتی کے بدوی مورچلے جنہیں ہینی بال نے بھاری اسلحہ سے مسلح کیا اور شانہ بشانہ بڑھنا سکھایا تھا۔ خود وہ ایک ٹیکرے پر کھڑا ان سب کی ترتی اور پیش قدمی دیکھ رہا تھا۔ دراصل یہ واحد پیوستہ لشکر نہ تھا بلکہ اس کے تین الگ الگ حصے تھے۔ ایک ماگو والی فوج، ایک تازہ بھرتی نے اپنے پاس روک کے رکھا تھا۔ یہ آخر وقت خود اس کی قیادت میں لڑائے جانے والے تھے۔ رومی ان کو صبح کی مدھم روشنی میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہینی بال کی امید بہت کچھ اسی فوج پر منحصر تھی۔

....

رومی صفیں اپنے قاعدے کے مطابق پیوستہ قطار میں ایک مشین کی طرح

بڑھیں۔ دونوں بازوؤں پر بھاری سوار فوج تھی۔ فریقین کے قریب آتے ہی اسی مقام پر جہاں ہینی بال اور سی پیو کی ملاقات ہوئی تھی، یکایک تمام رومی تم اور نرسنگھے بیک وقت ایسی شدت سے چنگھاڑے کہ ہاتھیوں کی اگلی صف میں کھلبلی پڑ گئی۔ پھر جب وہ رومی قطار کے درمیان عمداً جو فصل چھوڑے گئے تھے، ان میں تیزی سے گھسے تو سنگ وفلاخن کی باڑیں پڑیں جن سے یہ بھاری بھرکم جانور یا تو پیچھے بھاگے اور یا سامنے کے خلاء میں سے دوڑتے ہوئے دور نکل گئے۔ اس طرح تھوڑی ہی دیر میں ان سے عملاً چھٹکارا مل گیا سوائے اس ابتری کے جو انہوں نے دونوں ہی طرف ڈال دی تھی۔

اب سی پیو نے اپنی سوار فوج کو دونوں بازوؤں سے بڑھ کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ قرطاجنی رسالے تعداد میں اس قدر کم تھے کہ وہ ماسی نسا اور لےلیس کے سدھے ہوئے رسالوں کا ریلا نہ روک سکتے تھے۔ ان کی صفیں ٹوٹ گئیں اور وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ نومدی انہیں بھگاتے ہوئے بہت دور تک چلے گئے۔

غال اور لگوری پیادوں سے رومن جیوش کی دست بدست سخت خونریز جنگ ہوتی رہی لیکن قرطاجنی جمعیت انہیں بروقت مدد نہ دے سکی بلکہ جب وہ پیچھے ہٹے اور قرطاجنیوں کو دیکھا کہ انہیں روک رہے ہیں تو اپنے انہیں ساتھیوں سے لڑ پڑے۔ خود یہ نوآموز شہری قرطاجنی سامنے آئے تو اس جانبازی سے لڑے کہ دگنی تگنی تربیت یافتہ رومی فوج کا منہ پھیر دیا۔ انہیں اپنی تیسری صف (تریاری) کو جھونکنا پڑا، تب دوپہر کے قریب قرطاجنی بے شمار مقتول و مجروح چھوڑ کر ہٹائے جا سکے۔ ان کے

عقب میں ہنی بال کی محفوظ جمعیت استادہ تھی جس کے سپاہی رومی جیوش کو اطالیہ میں کئی بار سرنگوں کر چکے تھے۔ان کے غضب ناک حملے نے تھکے ہوئے رومی سپاہیوں کو بدحواس کر دیا۔سی پیو اور اس کے نائب برابر دوڑتے پھرتے تھے کہ اپنی فوجوں کو پسپا ہونے سے روکیں۔ادھر قرطاجنی صفوں کے بکھرے ہوئے سپاہی پھر بازوؤں پر جمع ہو گئے تھے۔سی پیو نے دیکھ لیا کہ یہ خاص ہنی بال کا کام ہے اور اب اس کی ساری امیدیں فقط اس پر منحصر ہو گئیں کہ ماسی نسا کی سوار فوج واپس آ کر دوبارہ رومیوں کی دستگیری کرے۔اس نے اپنے ہٹیلے پن سے پیادہ سپاہ کو اور زیادہ پھیلا دیا اور انہی تھکے ماندے سپاہیوں سے دشمن کی چھوٹی قطار کو گھیرے میں لینے کی تدبیر کی۔ایسا کرنے میں پھر اس نے جوا کھیلا کہ جانباز رومی کچھ دیر اور سختی جھیل جائیں اور سوار فوج واپس آ جائے۔اس طرح آخری قتال ہو۔ہنی بال کی بروتی جنگ آزماؤں سے ٹکرانے پر رومی جیوش کا کیا حشر ہوتا،اس کا کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔لڑائی کا فیصلہ صرف سوار فوج کے بروقت پلٹ آنے سے ہوا،جنہوں نے ہنی بال کے جانباز بروتیوں پر عقب سے سخت یورش کی۔وہ رومیوں کی پھیلتی صفوں کے سروں تک آ جانے سے رخ بدل رہے تھے کہ پشت پر طوفانی نومدی سوار آ پڑے اور انہیں مڑ کر ان سے لڑنا پڑا۔وہ برابر صفیں جما کر لڑتے رہے لیکن کوئی امید اب نہیں رہی تھی۔کوئی قرطاجنی رسالہ دشمن کے سوار کے پے در پے حملوں کو روکنے والا نہ تھا۔دیرینہ سال بہادر نرغے میں آنے کے بعد بچ نہیں سکتے تھے۔مگر وہ اس طرح پاؤں جمائے ہوئے لڑتے رہے یہاں تک کہ اکثر وہیں مارے گئے۔

جب ایک طرف فصل پڑا تو ہینی بال اور چند ساتھی سوار گھمسان سے نکلے اور لشکر گاہ کو واپس آئے لیکن وہ قریب قریب ویران پڑا تھا۔ کوئی کارگر جمعیت باقی نہیں تھی کیونکہ میدانی معرکے میں اس نے ساری فوج جھونک دی تھی۔ (سی پیو نے بعد میں اعتراف کیا کہ ہینی بال نے زاما کی جنگ میں وہ سب کچھ کیا، جو کسی انسان سے کرنا ناممکن تھا) غرض یہاں قیام کیے بغیر وہ مشرق میں ہدرومم تک باگ اٹھائے چلا گیا جہاں ذخائر اور تھوڑی بہت محافظ فوج موجود تھی۔ دوسرے اس طرف نکل جانے سے شہر قرطاجنہ کو یہ ذلت اٹھانی نہیں پڑی کہ اپنے سپہ سالار کے حوالہ کیے جانے کا مطالبہ مانے۔

جنگ جاری رکھنے کے بارے میں ہینی بال کو کوئی موہوم امید نہیں رہی تھی۔ یوم زاما کی انہی چند ساعتوں میں غروب آفتاب ہوتے ہوتے اس کی وہ سپاہ معدوم ہو گئی جس کی سولہ سال تک اس نے فاتحانہ قیادت کی تھی۔ شہر قرطاجنہ کے بغیر فوج مدافعت کرنے کے معنی طویل محاصرہ اور فاقہ کشی پر خاتمہ تھے۔ شہر والوں کو اس نے ہدرمتم سے لکھ بھیجا کہ ہم صرف ایک معرکہ نہیں ہارے۔ پوری جنگ ہار گئے۔ صلح کی جو شرطیں رومیوں نے پیش کیں، انہیں قبول کر لو۔

اسی قیام کے زمانے میں اس نے سنا کہ سیفاش کے بیٹے مغرب کے بعید اقطاع سے سوار فوج لے کر آئے تھے لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اگرچہ ان کی تعداد غالباً کثیر اور خطرناک تھی، پھر بھی رومن لشکروں نے کچھ عرصے میں انہیں پراگندہ کر دیا۔ اگر معرکہ زاما سے قبل یہ ہینی بال کے پاس پہنچ جاتے تو ممکن تھا کہ نتیجہ

جنگ بالکل مختلف بر آمد ہوتا۔ سی پیو نے ماسی نسا کے سوار لشکر کے آتے ہی فوراً لڑائی چھیڑ دی۔ بگرادس ندی کے طاس کو تباہ تاراج کرنے کا مطلب بھی یہ تھا کہ ہینی بال اتنے کم وقت میں سامنا کرنے آ جائے کہ مغرب کی سوار فوج اس تک پہنچنے نہ پائے۔

اطالیہ کے جہازی قافلے جن کا بہت دن سے انتظار تھا، اب افریقہ پہنچ رہے تھے۔ ان میں تازہ رومی جیوش اور نئے قنصل بھی آئے لیکن سی پیو کے اختیارات میں کمی کا سوال نہیں پیدا ہوا۔ اعلیٰ سپہ سالار کی حیثیت سے آخری فتح اسی نے حاصل کی اور جنگ ختم کرانے کی بھی اہل رومہ اسی سے آس لگائے ہوئے تھے۔ اسی نے قرطاجنہ شہر کے برج و بارہ کا تفصیل سے معائنہ کیا۔ طول طویل محاصرے کی ذمہ داری لینے پر وہ آمادہ نہ تھا اور نہ اس کی کبھی یہ خواہش ہوئی کہ اس شہر کو بالکل برباد کر دیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہینی بال نے سی پیو کے دلی خیالات پہچان لیے تھے یہ مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہے گا کہ معرکہ زاما سے پہلے ہینی بال سے ملاقات میں ان سپہ سالاروں کی کیا کیا باتیں ہوئی تھیں۔ ہمیں اس بارے میں صرف اسی قدر معلوم ہے جتنا سی پیو نے آئندہ بیان کرنا پسند کیا۔ مگر کوئی شک نہیں کہ دونوں کو ایک دوسرے کے مزاج سے گہری بصیرت ہوگئی۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ہینی بال نے سی پیو کے قول پر بھروسہ کیا کہ اس کی شرائط میں شرہ قرطاجنہ کو کم سے کم اتنی سلامتی اور آزادی مل سکتی تھی کہ وہاں کے لوگ اپنے حسب مذاق زندگی بسر کریں اور ان کی

قومی خصوصیات باقی رہیں۔

واقع میں صلح کی اب جو شرطیں اس نے پیش کیں وہ گزشتہ سال کی شرائط سے تھوڑی ہی مختلف تھیں۔ نئے اضافے بھی مجلس عمائد نے کرائے تھے اور شرائط یہ تھیں کہ!

(1) 10 کے سوا جنگی جہازوں اور ہاتھی حوالے کر دیئے جائیں۔

(2) عہد کیا جائے کہ قرطاجنہ افریقہ میں کوئی جنگ بغیر رومہ کی رضامندی کے نہیں کرے گا۔

(3) 10 ہزار ٹیلنٹ چاندی پچاس برس میں تاوان دیا جائے۔

(4) قرطاجنہ جمہوریہ کا دوست اور اتحادی بن جائے گا

....

آخرکار شہر قرطاجنہ کو وہ شرط بھی ماننی پڑی جس کے کبھی نہ ماننے کی خاندان برقہ نے قسم کھائی تھی، یعنی رومہ کا دوست ہو جانا۔ تاہم سی پیو کے اصرار سے اس بزرگ شہر کی اندرونی آزادی میں کوئی فرق نہ آیا۔ قرطاجنہ کے باشندوں کو کوئی آزار نہیں پہنچایا گیا۔ ان کی اپنی حکومت، اور شہری اراضی او رمزراعے انہی کے پاس رہے جیسے جنگ سے پہلے تھے۔ ان کی شہری یا غیر عسکری زندگی میں سی پیو کی شرائط سے کوئی دست اندازی نہیں کی گئی۔ ہنی بال کے حوالے کئے جانے کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا۔

رومہ والوں نے کئی جزئی شرطیں بعد میں زبردستی اضافہ کرالیں۔ جیسے یہ کہ قرطاجنہ کے قریب جو جہاز آ پھنسے اور ان کا سامان لے لیا گیا، اس کا پورا معاوضہ ادا

کیا جائے۔ ماسی نسا نومدیہ کے تمام اقطاع کا بلا شرکت بادشاہ مانا جائے۔ رومن مفرور واپس لئے گئے اور تاریخوں کا بیان ہے کہ ان میں رومی شہری صلیب پر لٹکا دیئے گئے۔ دیگر اہل اطالیہ کو قتل کر دیا۔

آئندہ 201 ق م کورنلیس سی پیو جلوس فتح کے ساتھ رومہ واپس آیا تو ایک لاکھ 23 ہزار پونڈ چاندی خزانے کے واسطے لایا۔ اس کے تمام راستے پر عوام اور دیہاتی خلقت کا ہجوم تھا۔ تاہم خیر مقدم کی نوعیت سرکاری سے زیادہ عوامی معلوم ہوتی ہے۔ ایوان مجلس کے مجمعوں میں ممکن ہے احساس ہو کہ ان کا خودرائے سپہ سالار قرطاجنہ والوں کو پوری طرح مغلوب کرنے میں ناکام رہا۔ پھر ارکان مجلس میں کلووی گروہ اس کی بے مثال کامیابی سے حسد کرتا تھا۔ دوستوں میں زیادہ تر فوت ہو گئے تھے۔ (زمانہ محاربات کے قائدین میں صرف دارو معرکہ کنائی کا فراموش شدہ قنصل زندہ تھا) نئے عمائد اس طریقے سے، جس طرح اس نے اپنی پسند کی شرائط صلح حکومت سے منوائیں، ناراض تھے۔ بہت سے اندیشہ مند تھے کہ عوام کی اتنی عقیدت مندی اسے تخت بادشاہی پر متمکن نہ کرا دے۔ مجلس نے صرف ''پرنس ساناتس'' (مقدم یا ممتاز ترین شہری) اور ''افریکانس'' کے اعزازی القاب دینے پر کفایت کی۔

لوی جتاتا ہے کہ ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ پہلا سپہ سالار ہے جو ایک قوم کے نام سے جسے زیر کیا تھا معروف و ممتاز ہوا۔''

وہ اس امتیاز میں بے شک پہلا تھا لیکن آخری نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب ششم :: مشرق میں تعاقب

اس ایوان کے طریقے تم مجھے سکھاؤ

202 (ق م) میں شہر کے بری دروازے سے ہینی بال قرطاجنہ میں داخل ہوا۔تو شہر اس کے لئے بالکل اجنبی ہو گیا تھا۔وہ یہاں سے نو برس کی عمر میں گیا اور باپ کے ساتھ باہر رہا تاہم وہ برقہ خاندان کے محل کا باغ اور اس کی شارع کو نہ بھولا ہو گا ورنہ محل کی پردہ پڑی محراب کو جو غلام گردش کے سرے پر اونچے صحن کے کنارے شرق رویہ بنی ہوئی تھی۔اس دفعہ تخلیے کا یہی گوشہ تخلیے اور کنج عافیت کا کام دے سکتا تھا ورنہ جہاں بھی وہ جاتا لوگوں کا ہجوم اسے گھیرے رہتا کہ چہرے کی زیارت کریں۔ دامن یا آستین کو چھو کر کوئی بات پوچھیں یا معلومات حاصل کریں شہر بھر کی قسمت سالہا سال اسی کی ذات سے وابستہ رہی تھی۔

ہینی بال نے اپنی باقی فوج ہدروتم کے پڑاؤ پر چھوڑی۔اسی میں زاما کے بھولے بھٹکے سپاہی آ گئے اور باربردار جہاز بھی اسی کی حفاظت میں تھے۔شہر کے مجلس عمائد نے اسے فوراً ہی طلب کیا اور وہ قرطاجنہ آیا۔اس عظیم شہر کو جنگ وجدال نے کوئی گزند نہیں پہنچایا تھا۔معلوم نہیں اس کی بیوی زندہ تھی یا نہیں۔بیٹا ضرور فوت ہو چکا تھا۔دوسرے بھائی بھتیجے، نیز سیاسی اشخاص جو برقہ خاندان کا ساتھ دیتے رہے، مکان کے کمروں میں بھرے رہتے تھے۔ان کے چست فقرے اور محاورے سمجھنے

میں ہینی بال کو بعض اوقات اتنی دشواری ہوتی تھی کہ گم گشتہ ''یونان کلاں'' کی یونانی سمجھنے میں پیش نہ آتی تھی۔ محل کے اندر چبوترے پر قدم رکھتا تو گردو پیش کی خوشرنگ دیواریں ایسی حقیقی نہ معلوم ہوتی تھیں جیسی تی فاتہ کی چھتیں یا للکینہ دیوی کے مندر کے پرانے ستون۔ نئے حالات میں اسے دورنگی روش اختیار کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ بہت سوچ سوچ کر باتیں کرتا۔ اسے یقین تھا کہ جنگ پیچھے رہ گئی۔ اب وقت کا تقاضا یہ سوچنا ہے کہ بلا اسلحہ کے مستقبل میں کیا کچھ کیا جاسکتا ہے۔ مگر وطن کے لوگ ابھی تک اسے اپنا جنگ جو سپہ سالار ہی خیال کر رہے تھے اور یہی امیدیں لگائے ہوئے تھے کہ وہ کسی جادو کے زور سے ایسے خفیہ وسائل آستین سے نکال لائے گا جو پھر فتح کی بشارتیں سنائیں گے اور صلح کی شرائط سے انہیں نجات دلادیں گے۔

ایک دفعہ ایوان مجلس میں وہ غصہ ضبط نہ کرسکا۔ ہنو کے گروہ کا ایک جوان امیر تقریرگاہ سے کھڑا للکار رہا تھا کہ قوم کو مسلح ہوکر شہر پناہ کی حفاظت کرنی چاہیے اور اپنے ہاتھی اور جنگی جہاز ہرگز حوالے نہ کرنے چاہئیں۔ ہینی بال نے مقرر کا ہاتھ پکڑ کر شہ نشین سے نیچے کھینچ لیا۔ لوگوں نے شور مچایا۔ حاکم اعلیٰ نے بھی اسے واپس ہونے کا اشارہ کیا۔ ہینی بال نے تقریرگاہ پر کھڑے ہوکر کہا میں آپ سے معافی چاہتا ہوں میں قرطاجنہ سے گیا تو نو برس کا لڑکا تھا۔ اب 45 سال سے زیادہ عمر کا ہوں'' پھر غصہ ضبط کرکے اس نے یوں ہنسی میں بات ٹالی ''آپ جانیں، جنگی خیمہ و خرگاہ سے کچھ واقفیت ضرور ہوگئی لیکن آپ کے قواعد و ضوابط سے واقف نہیں۔ اس ایوان کے طریقے آپ ہی مجھے سکھائیں گے۔'' پھر جب سب ادھر متوجہ ہوگئے تو

اس نے تیہاً کہا "شہر رومہ کو بھی نقصانات اٹھانے پڑے۔ اگر تقدیر آپ کو یہ موقع دیتی تو آپ کیا شرطیں کرتے؟ زیادہ دن نہیں گزرے آپ میں اکثر ڈر رہے تھے کہ دیکھئے کیسی سخت مصیبت پیش آتی ہے۔ شہر کے محفوظ رہنے کا کوئی امکان نہ تھا بجز اس کے کہ ایک رومی نائب قنصل یہاں حاکم بن کر بیٹھا ہوتا۔ مجوزہ شرطوں میں آپ کے جسمانی عیش و راحت کا سامان نہیں لیکن آپ کے دلوں کو اطمینان مل سکتا ہے کہ سب شرطوں کا علم ہو گیا ہے۔ آپ اسی کو غنیمت سمجھیں اور انہیں قبول کریں۔ اب ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ وہ اور بدتر ہو جائیں۔"

ہنی بال کی فہمائش سے مجلس نے صلح کی شرطیں قبول کر لیں لیکن صاحب اقتدار امیروں کی جماعت میں اس کے مخالفین زیادہ ہو گئے ایک بے فوج کے سپاہی اور غیر عسکری امرائے شہر کے نقطہ نظر کا یہ فرق بہت جلد ان کی کشاکش کی صورت میں نمایاں ہوا۔

پانچ مہینے بعد فریقین کے اسیران جنگ دونوں طرف سے رہا کر دیئے گئے۔ سی پیو کی فوج کے نقصانات اور مصارف قرطاجنہ نے ادا کر دیئے۔ صلح نامے پر دستخط اور رومہ کی مذہبی مراسم کے ساتھ توثیق عمل میں آئی تمام رومی فوج افریقہ سے رخصت ہو گئی۔ سی پیو سخت شرطیں عائد کی تھیں مگر ان پر خود بھی پوری پابندی سے عمل کیا جس طرح عہد کیا تھا۔ واقعی "قرطاجنہ کی وہی حدود مملکت جو میرے افریقہ میں اترنے کے وقت اس کے قبضے میں تھیں" بحال رہیں۔ ہنی بال نے اپنے معزز حریف کی رواداری تسلیم کی اور فی الواقع جب ایک ایک رومن لشکر اپنے پرچموں سمیت صقلیہ

جانے والے جہازوں میں سوار ہو کر افریقہ سے رخصت ہوا تو یہ ایک کرشمہ سا نظر آیا (اس عرصے میں رومن فوج کو تادیبی مہم پر مقدونیہ بھیجے جانے کی ضرورت بھی پیش آ گئی تھی)

تاوان جنگ کی پہلی قسط تقریباً 16 ہزار چاندی کی سلاخیں رومہ کو ادا ہونی تھیں۔ قرطاجنہ کے خزانے میں سکہ کم رہ گیا تھا۔ اسپین کے پہاڑوں سے چاندی آنی موقوف اور بیرونی تجارت معطل ہو گئی تھی۔ اب حکومت کی ''صدر کنی مجلس'' کو اتنی بڑی مقدار میں یہ دھات فراہم کرنی تھی۔ (یہ انتظامی مجلس کبھی ''30 رکنی'' کہلاتی تھی)۔

اس نے ذاتی املاک پر محصول عائد کیا جس پر بڑی مجلس میں پھر واویلا مچی۔ یہ تاوان رسم و روایت کے خلاف ڈالا گیا۔ زمانہ امن میں حکومت کا خرچ اشیاء تجارت کے ٹھیکوں اور محاصل رہ روی سے چل جاتا تھا۔ بڑے حکام برائے نام تنخواہیں لیتے تھے (حکومت قرطاجنہ کو حکیم ارسطو جیسے مبصر نے بہت عمدہ حکومت بتایا ہے جس کی ساری تاریخ میں کوئی مطلق العنان بادشاہ یا حاکم جابر نہیں ہوا) زمانہ جنگ میں بہت عرصے کے بعد حکومت نے فوج میں اضافے کی غرض سے منافع پر محصول لگایا تھا۔ لیکن اب اصل سرمائے پر لگائی گئی تو اس کا اثر ظاہر ہے مال دار طبقے پر زیادہ پڑا۔ اسی طبقے کے ایک فرد نے کہا کہ یہ سختی ناقابل برداشت ہو گی۔ اور اس پر ہینی بال کو ہنسی آئی تو وہ چلایا۔

امیر ہینی بال اور خلف ہمل کران مصائب پر جو اسی کے لائے ہوئے ہیں؛ ہمیں

روتے دیکھ کر مزے لیتا ہے۔تب وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا ''میں مزے نہیں لیتا۔ بلکہ معمولی تکلیف پر تم کو روتے دیکھ کر ہنستا ہوں۔تم نے اپنی فوج اور بیڑے کا خاتمہ ہوتے دیکھا قرطاجنہ کے اقتدار کا جنازہ نکل گیا اور کچھ نہ بولے مگر ذاتی دولت کا صرف ایک حصہ ہاتھ سے جاتے دیکھ کر آنسو بہا رہے ہو۔''اس وقت یا آگے چل کر اس نے اپنے منشا کی مزید صراحت کی تھی۔اس تقریر کے صرف چند اجزاء اور وہ بھی دوسروں کی روایت سے ہم تک پہنچے ہیں۔معلوم ہوتا ہے وہ شخص جس نے ہمیشہ تلوار چلائی آخر اپنی قوم کو خبردار کر رہا تھا۔اس نے کہا ''میں باور کرتا ہوں کہ قدیم زمانے میں قرطاجنہ کا انحصار دوسری قوموں سے تجارت پر ہی رہا اور اس نے ابتداً سیاسیات سے اپنے آپ کو الگ رکھا لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ کسی ملک وقوم سے تجارت کی جائے اور وہاں کی حکومت سے واسطہ نہ رکھا جائے۔قرطاجنہ کو کاروبار جاری رکھنے کی غرض سے امن و قانون کی ضرورت ناگزیر تھی۔وہ چاہتا تھا امن قائم ہو مگر اس کے قیام میں خود حصہ لینے سے بچتا تھا۔لیکن کوئی بڑی حکومت کے اندر اور باہر زیادہ مدت تک امن سے نہیں رہ سکتی۔''

پھر اس نے متنبہ کیا کہ ''قرطاجنہ کو خود افریقہ کی جنگ جو قوموں کے درمیان زندگی گزارنی ہے۔مستقبل میں اس کے باشندوں کی ذاتی املاک محفوظ رہے اس کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی'' ------۔اسی طرح سپہ سالار اور تجار کے درمیان فرق کی خلیج وسیع ہوتی چلی گئی۔ایک زمانے تک اپنے ساتھی فوجیوں کی خوراک اور حفاظت کا خیال، آخر میں اس کا خلجان سا ہو گیا تھا۔نفے بیس کا یہ کہنا

کچھ بے بنیاد نہ تھا کہ ہینی بال کو روزانہ یہ تردد کرنا پڑتا ہے کہ کل صبح کھانا کہاں سے آئے گا؟ لیکن اب اپنے شہر میں اس کا ماحول بالکل دوسرا ہو گیا تھا حسن کے کئی محل، عیش و راحت کے سامان سے آراستہ، بخور سے مہکتے، رنگ روغن سے دمکتے موجود تھے۔ ان کی بیگمات بھڑکیلے لباس اور قیمتی زیور پہنے ایک سے ایک اچھی غذائیں کھاتیں اور ناچ گانے دیکھنے میں وقت گزراتی تھی۔

ہینی بال کی زندگی سالہا سال تک فوجی پڑاؤ میں گزری ایک وقت موجودہ صورتحال سے یہ پیدا ہوئی کہ سی پیو کی طرح، وہ بھی اپنے وطن میں سب سے ممتاز شہری مانا گیا مگر کچھ اختیارات ہاتھ میں نہ تھے۔ پرجوش عوام کی مجلس ابھی تک اس کی گویدہ تھی اور مجوزہ محصول سے عوام کو نقصان بھی نہیں تھا۔ لیکن جب انہی ایام میں پورے علاقے کا دورہ کر کے اس نے یہ تجویز پیش کی کہ میں سالانہ تاوان جنگ کی قسط میں بغیر کسی نئے محصول کے اضافہ کر دوں گا تو سب حیران رہ گئے۔ اس نے کہا کہ جملہ انتظامی مصارف اور رومہ کی اقساط ہم معمولی مال گزاری سے پوری کریں گے۔

ہینی بال نے یہ انتظامات کسی طرح انجام دیئے، اس کی تفصیل کہیں تحریر نہیں لیکن وہ شخص جس نے اسپین کے نیم وحشی منتشر قبیلوں کی شیرازہ بندی کی اور پوری فوج کو الپس کے پہاڑوں کے پار چڑھا لایا، اس کو قرطاجنہ کا نظام مال گزاری بدل دینا، کیا دشوار تھا۔

اس تبدیلی سے ان عمال کا زور توڑنا مقصود تھا، جو وصول مال گزاری میں اور

سرکاری واجبات ادا کرنے میں من مانی کیا کرتے تھے۔ پھر آتش زدہ رقبوں میں درخت لگائے گئے، خشک اراضی کو ندیوں سے سیراب کرنے کی تدبیریں کی گئیں اور سابقہ فوجیوں سے زراعت کا کام لیا گیا، تا آنکہ وہ سال آ گیا کہ نئے انتظام کی بدولت سرکاری اخراجات پورے کرکے رومہ کو اس کی قسط کی چاندی ادا کردی گئی۔ ایک جلے ہوئے عہدہ دار نے ہینی بال کے احکام کی تعمیل سے انکار کیا تو وہ اسے پکڑوا کر مجلس عمائد میں لایا اور کہا سابقہ نظام کی ناکامی کا مجسم ثبوت دیکھنا ہو تو ان صاحب کو دیکھئے۔ آگے چل کر ہینی بال نے نظام حکومت کی تجدید کرنی شروع کی اور ان ایک سو ارکان کی حین حیاتی رکنیت کو ہر سال نئے انتخابات کا پابند بنایا، جو خاندانی اثرات سے ایک دفعہ رکن مجلس ہو جانے کے بعد ساری عمر اس منصب کے امتیازات سے بہرہ مند رہا کرتے تھے۔ اس نے کہا یہ طریقہ غلط ہے۔ ہر سال انتخاب ہونا چاہیے تا کہ جنہوں نے کام اچھا کیا ہے وہی دوبارہ منتخب ہوں۔ اس جنگ میں اسے عوام کی پرجوش تائید سے کامیابی ہوئی اب ''شوفت'' (حاکم اعلیٰ) بلکہ ایک آمر بن کر اس نے شہری مملکت کی تعمیر جدید کا آغاز کیا۔

صراحتہ یا کنایتہً اکثر کہا گیا ہے کہ نئے نظام مملکت بنانے میں ہینی بال درپردہ قرطاجنہ کی وہی جنگی قوت بحال کرنا چاہتا تھا جو اس ریاست سے چھن گئی تھی۔ لیکن غالباً یہ اہل رومہ کی قرطاجنہ سے واہمی بدظنی کے شبہات ہیں۔ ہینی بال کے چند سالہ اقتدار کے زمانے میں ان کی کوئی شہادت نہیں ملتی سوائے مسلح پہرہ داروں کے جو تجارتی کاروانوں کے ساتھ بھیجے جاتے تھے یا دس سہ طبقہ اساطیل کے جو بحری

قزاقوں کی روک تھام پر مامور تھے، اور کسی قسم کی جنگی تیاری اس کی سخت کفایت شعاری کے انتظامات میں بظاہر نہیں ہوئی۔ اس کی سابقہ ولایت اسپین میں رومیوں کے خلاف فتنہ وفساد ہوئے لیکن اس میں ہینی بال کا کبھی کوئی دخل نہیں پایا گیا۔ مقدونیہ کا بادشاہ فیلپ رومی فوج کشی کے خلاف ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، یہ بات کہ ہینی بال کی اس کے ساتھ خط وکتابت تھی، اختلاف ہے۔ البتہ معلوم ہوتا ہے وہ اور اس کی نئی یک صدہ مجلس مشرقی ممالک میں اپنے کاروبار تجارت کو ترقی دینے میں کوشاں تھی۔ مغربی بحر روم میں ان کی سیادت کا خاتمہ ہو چکا تھا لیکن مشرق میں سکندریہ، روس، آبائی شہر صور اور راطاکیہ کی بڑی بڑی منڈیوں سے دوبارہ تجارت بڑھا سکتے تھے۔ آخر الذکر اس وقت بعید ایشیا کی تجارت کا سرا اور عظیم شہر تھا۔

بہر حال ہینی بال کی بے باکانہ تنظیم جدید نے قرطاجنہ کے خاندانی امراء میں اس کے دشمن پیدا کر دیئے۔ یہ محض برقہ خاندان سے دشمنی کا معاملہ نہ تھا بلکہ ایک آمر کی مخالفت تھی جسے عامہ الناس کی غیر مستقل تائید حاصل تھی۔ انہی نئے مخالفین نے اپنے وکیل ثائی بر کے شہر رومہ بھیجے اور مجلس عمائد کو یقین دلایا کہ ہم تو رومہ سے سچی دوستی قائم رکھنے کے خواہاں ہیں لیکن ہینی بال حسب عادت اندر ہی اندر اس شہر سے اپنی عمر بھر کی دشمنی تازہ کرنے کی تدبیریں کر رہا ہے جس کے مقابلہ میں سرنگوں ہو چکا ہے! یہ بات دل کو لگتی ہوئی تھی۔ اور اتنے دن میں حالات ایسے ہو گئے تھے کہ رومہ میں بہت لوگ سن کر یقین لے آئے۔ چنانچہ 195 (ق م) میں مجلس کی طرف سے ایک تحقیقاتی جماعت قرطاجنہ روانہ ہئی کہ افریقہ کے معاملات کی تفتیش اور ہینی بال

کے خلاف فرد جرم مرتب کرائے۔

”ہنی بال سمندر کی راہ لیتا ہے“

اسے تقدیر کی ستم ظریفی سمجھئے کہ سن 201 (ق م) میں جنگ جیتنے والا رومہ تو اپنے اندرونی جھگڑوں میں الجھ گیا اور ہارنے والے قرطاجنہ کو اصلاح حال کی آزادی مل گئی۔ یہ خلاف امید حقیقت بڑی حد تک اس عجیب قسم کی جنگ کا نتیجہ تھا جو ہنی بال نے لڑی تھی۔ مغرب میں رومہ کی ملوکیت ابھی تک اسپین کی قوموں کو اپنے جنگی قوانین کے زور سے مطیع نہیں کر سکی تھی شمال میں گھنے غال اپنی سابقہ سرحدوں کو بحال رکھنے کی جدوجہد کیے جاتے تھے۔ ان کے پہلو میں وحشی لگوری دوڑ دوڑ کے مارنے میں مصروف تھے۔ ادھر دریائے پو کے کنارے ہنی بال کا ایک سایہ نمودار ہوا۔ یعنی ماگو ایک زخمی قرطاجنی سردار مسمی ہملکر کو یہاں چھوڑ گیا تھا۔ اس نے سرکش قوموں کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لی۔ رومہ نے حکومت قرطاجنہ سے مطالبہ کیا کہ اس باغی سردار کو واپس بلائے۔ قرطاجنہ والوں نے جواب میں اپنی بے بسی تحریر کی اور یہ کچھ غلط بات نہ تھی۔ اس واقعے سے بھی رومہ کے آبائے کرام ہت کبیدہ ہوئے جیسا کہ ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے یہ مبہم سی بدگمانی دلوں میں پیدا ہوئی کہ ہم نے جنگ تو جیتی، صلح میں ہار گئے۔ صلح نامے کی آخری گفت وشنید کے وقت بھی ڈاڑھی والے قرطاجنی سیاست دان یہی کہے جاتے تھے کہ حکومت قرطاجنہ جنگ کی ذمہ دار تھی۔ کسی نظریاتی جنگ کا تصور رومن دماغ کے لئے بالکل اجنبی تھا۔

ان کے قوانین کی رو سے جنگ کے مجرم صرف وہی افراد تھے جنہوں نے فی الواقع ان کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ چنانچہ حکومت قرطاجنہ کو مجرم ثابت کرنے میں وہ بڑے خلجان میں پڑے بالآخر صلح نامہ پر دستخط کرتے وقت مجلس کے مدبرین کو ہینی بال کے مخالف قرطاجنی گروہ کی تائید کرنی پڑی جو ساری جنگ کا ذمہ دار صرف اسے قرار دیتے تھے۔ غرض سی پیو کی پوری ترغیب و تفہیم نیز عام ہر دلعزیزی ہی کی بدولت صلح نامہ منظور کیا گیا۔

طرہ یہ کہ قرطاجنہ سے رومی قیدی واپس آئے (جن میں بہت سے مجلس عمائد کے ارکان تھے) انہوں نے اس افریقی شہر کے سامان عیش و تجمل کے قصے سنائے کہ وہاں کے محلات میں کیسے کیسے نفیس شیشے کے پردے اور چاندی کے منقش نجوردان ہیں اور حمام کے حجروں میں مہکتی بھاپیں اڑائی جاتی ہیں۔ مجلس نے پہلا سرکاری حمام تعمیر کرنے کا اسی سال (200 ق م) حکم دیا۔

حکومت رومہ کو طویل جنگ کی وجہ سے مالی ابتری کے علاوہ معاشرے میں گڑ بڑ کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ غلام اور جہازی ملاح تک، فوجوں میں بھرتی کیے گئے تو نہ صرف اطالیہ میں کسانوں کی بلکہ سارڈنیہ اور صقلیہ میں فصلیں کاٹنے والے مزدوروں تک کی کمی پڑ گئی۔ اسے پورا کرنے کے لیے نئے غلام درآمد کرنے ضروری ہوئے۔ دولت مند زمین دار جنگ کے ٹھیکے لے کر مالا مال ہو گئے تھے اور نئے غلام خرید سکتے تھے۔ لیکن اچھے تندرست غلام مشکل سے ملتے تھے سوائے اس کے کہ یونان کی منڈیوں سے لائے جائیں اور یا کوئی نئی جنگ چھیڑ کر پکڑے جائیں۔

قرطاجنہ سے جنگ ختم ہوتے ہی مجلس عمائد نے اپنے خاص مذاق کے مطابق، لیکن سراسر غیر معقول، پہلا ہی کام یہ کیا کہ فیلپ شاہ مقدونیہ سے معرکہ کنائی کے بعد ہینی بال کے حلیف بن جانے کے الزام پر، انتقامی جنگ چھیڑ دی۔ جانوس دیوتا کے مندر کا پھاٹک کھلا رہا۔۔۔۔۔۔۔عوام کی مجلسوں نے مقدونیہ سے جنگ کرنے کی شدید مخالف کی۔ اتنی تکان اور اضمحلال کے بعد ان کی سب سے بڑی ضرورت اور خواہش یہی تھی کہ فوج کے سپاہی وطن واپس آ جائیں۔ یقین ہے کہ سی پیو افریکانس نے بھی مقدونی مہم کی مخالفت کی ہو گی ورنہ عوام اپنے محبوب سپہ سالار کی رائے سے اتنا سخت اختلاف نہ کرتے۔ بایں ہمہ مجلس اپنے فیصلے پر قائم رہی۔ قرطاجنہ سے شرائط صلح کے مطابق جنگی ہاتھی رومہ بھیجے گئے تھے۔ ان کی بڑے دنگل میں نمائش کرا کے ،مقدونیہ کی مہم میں حصہ لینے کی غرض سے اسی طرف بھیج دیا گیا۔

ان معرکہ آرائیوں میں سی پیو کے حالت جمود میں رہنے کی کوئی اطمینان بخش وجہ نہیں بتائی گئی۔ اس کی عام مقبولیت کا یہ حال تھا کہ چاہتا تو بادشاہ کا خطاب حاصل کر لیتا لیکن ایسی کبھی خواہش اسے نہیں ہوئی۔ ممکن ہے دس برس تک معرکہ آرائی نے اسے اتنا تھکا دیا ہو کہ اب سیاسی توڑ جوڑ میں کچھ دلچسپی نہ رہی ہو۔ کلووی گروہ کی قیادت تو اس نے قبول کر لی لیکن معلوم ہوتا ہے زیادہ تنہائی میں یونانی کتابیں پڑھنے اور وہی مکالمے کرنے میں گزارتا رہا جن سے سیراکیوز میں لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ کسی نے اس کی نسبت یہ فقرہ چست کیا تھا کہ افریقہ کا شیر پنجرے میں ڈال کر لایا گیا ہے کہ اسی کے اندر پڑا اپنے کرتب دکھاتا رہے۔

''رکن اول'' ہونے کے باوجود وہ اسی طرح بے کاری میں گزار رہا تھا جب کہ 197 (ق م) میں فیلپ کی فوج پر فتح پانے کی اور دوسری طرف اسپین سے بڑی بغاوت کی خبریں آئیں۔سی پیو کی آرزو اسی صوبے کو ''رومن ہسپانیہ'' بنانے کی تھی۔ اسپین کے خفی جذبہ غرور نے اکثر قوموں کو جو ایک دوسرے سے نہایت مختلف تھیں، وہاں کے رومی حکام سے لڑا دیا۔امن پسند تر دتانی تک تند خو قلطسیری کی طرح باغی ہو گئے۔ابرو کے شمال میں رومی قنصل نے لوگوں کو ہتھیار حوالے کرنے کا حکم دیا تو وہاں کے بعض جنگلیوں نے انہی ہتھیاروں سے خودکشی کر لی، مگر حوالے نہیں کیا۔ مان لیس قنصل نے انہیں خبردار کیا تھا کہ بغاوت سے رومی فوج کو اتنا نہیں نقصان پہنچے گا جتنا خود انہیں ہو گا اور اسی غرض سے ''ہم یہ تدبیر کر رہے ہیں کہ آئندہ تم بغاوت قابل نہ رہو۔''

وادی پو کی طرح اسپین پر بھی ہنوز ہنی بال کی پرچھائیں چھائی ہوئی تھی۔مجلس عمائد حیران تھی کہ صلح کی ایسی شرطیں کیوں مرتب کی گئیں کہ وہ اپنی من مانی تدبیر کرنے میں آزاد چھوڑ دیا گیا اور کوئی شک نہیں کہ پھر قرطاجنہ کی قوت بحال کرنے میں مصروف تھا۔معلوم ہوتا ہے قرطاجنہ کا توڑ سی پیو نے ماسی نسا کو خیال کیا تھا لیکن اس نومدی بادشاہ کو ابھی تک اپنے علاقے واپس لینے اور نئے محلات تعمیر کرانے ہی سے فرصت نہ تھی۔دوسرے ناممکن نہ تھا کہ قرطاجنی سپہ سالار پھر ماسی نسا کا دل جیت لے اور نومدی شہ سواروں کا ایک زبردست لشکر اپنی قیادت میں لے کر اسپین پر فوج کشی کرے جہاں ہر طرف جنگ و بغاوت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ خود قرطاجنہ کے امراء رومہ آئے اور سن (195 ق م) میں انہوں نے شکایت کی کہ ہینی بال خود مختار حاکم بن بیٹھا ہے اور رومہ کے خلاف نیا جتھا بنانے کے لیے شکست خوردہ مقدونیہ والوں سے نامہ و پیام کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہو سرکاری مداخل قرطاجنہ کو خفیہ مورچہ بند کرنے میں خرچ کر رہا ہے۔ انہی شکایات کی بنا پر ہینی بال کی مبینہ سازش معلوم کرنے کے لیے ایک تحقیقاتی جماعت قرطاجنہ بھیجنے کی مجلس نے تجویز کی۔ سی پیو نے اس پر احتجاج کیا اور کہا کہ ''رومہ کو زیب نہیں دیتا کہ قرطاجنہ کے اندرونی معاملات سے سروکار رکھے یا ان لوگوں کا ہم آہنگ ہو جائے جو ہینی بال پر الزام لگاتے ہیں۔''

تحقیقات کرنے والے اپنے وقت پر جہازوں میں روانہ ہو گئے۔ وہ قرطاجنہ پہنچے تو ہینی بال کو وہاں نہ پایا۔

جس روز وہ ساحل پر اترے اور پورے اعزاز و کرام سے کوہ بیرسا کے مہمان خانے میں لائے گئے، ہینی بال اس دن تک شہر میں موجود تھا۔ وہ حسب معمول گلی کوچوں میں پھرتا دیکھا گیا۔ شام ہوتے اپنے محل سے ٹہلتا ہوا شہر پناہ کی ایک کھڑکی تک آیا۔ اپنے دو خدمتگار وہیں چھوڑے اور خود باہر نکل کر گھوڑے پر جو پہلے سے وہاں کھڑا تھا، سوار ہو گیا۔ آخری مرتبہ اسے بغیر کسی نوکر یا سامان کے گھوڑے کو میٹھی پوی چلاتے دیکھا گیا جیسے شام کی ہوا کھانے سواری پر نکلا ہے۔

اس رات اور اگلے ایک دن میں ہینی بال نے 140 میل کی مسافت طے کر لی اور ہدرومتم کے قریب مشرقی ساحل پر اپنے ایک بنگلے میں پہنچ گیا۔ اسی کے سامنے

چھوٹی سی لنگر گاہ میں ایک تیز رو کشتی اس کے واسطے تیار کھڑی تھی۔ اس میں لباس، اشیائے نادرہ اور سونے چاندی کا ذخیرہ بار کیا ہوا تھا۔ وہ بلا تاخیر سمندر میں چل پڑا۔ یہ سیرتس خورد کی ریتیوں سے گھرا ہوا وہ ساکن پانی تھا جس میں افسانوی ''احدیوں'' (Lotus- Saters) کا جزیرہ بتایا جاتا تھا۔ یہ عام آمد و رفت کی آبی گزرگاہ نہ تھی۔ ساحل نگاہ سے اوجھل ہوا تو ہینی بال سیدھا مشرق کے رخ چل پڑا۔

اس کی فراری نے قرطاجنہ کو ششدر کر دیا۔ لوگوں کا ہجوم بیرسا پر جا چڑھا کہ اپنے محبوب صنم کی خیر خبر معلوم کریں۔ رومن جماعت تحقیقات کے لوگ بھی کیا کر سکتے تھے۔ بجز یہ کہنے کے کہ ہم سے فرار ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ضرور رومہ کے خلاف فیلپ سے سازباز کر رہا ہوگا۔

جہاں تک معلوم ہے ہینی بال نے کبھی قرطاجنہ سے چل دینے کا خود کوئی سبب نہیں بتایا۔ دانش مندی تو یہی ہوتی کہ روسائے شہر کو وہ اپنے سے نہ بگاڑتا۔ یہ یقینی بات ہے کہ رومہ میں اپنے خلاف فرد جرم لگانے کے ارادے کی اسے خبر ہو گئی ہو گی۔ ایک پشت قبل بھی رومہ کے سفیروں نے سب برقہ بھائیوں کے حوالہ کیے جانے کا مطالبہ کیا اور حکومت قرطاجنہ نے انہیں اسپین (نئے قرطاجنہ) سے واپس طلب کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب کبھی حکومت رومہ نے ہینی بال کو تلاش کیا وہ قرطاجنہ سے کسی نہ کسی طرح بہت ہی دور ہو جاتا تھا۔

اس مرتبہ قریب تھا کہ ایک سوئے اتفاق سے اسے سلامت نکل جانے سے روک دے۔ پہلی رات اس کی کشتی کرکینہ کی چھوٹی بندرگاہ پر کنارے لگی تو وہاں

سوداگروں کے کئی جہاز آئے ہوئے تھے۔ یہ شہر صور کے فنیقی تھے جنھوں نے اسے پہچانا اور بڑی گرم جوشی سے ملے۔ ہینی بال نے بھی جواب میں خاطر مدارات کی اور یہ ظاہر کیا کہ وہ سفارت پر صور جا رہا ہے پھر ناخداؤں اور سوداگروں کو ساحل پر اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی مگر دھوپ سے بچنے کے لیے مہمانوں سے کہا کہ اپنے جہازوں کے بادبان لیتے آئیں، انہیں بلیوں پر باندھ کر بہت اچھا شامیانہ بن سکتا ہے۔ خود اپنی کشتی سے ٹھنڈے ٹھنڈے خوبصورت شراب کے سبو لے آیا۔ یہ سبو سربمہر تھے۔ ان کے ڈاٹوں پر یونان کے مشہور ی فروشوں کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ یہ ضیافت جس کا ہینی بال نے اس خوبی سے اہتمام کیا تھا، رات گئے تک چلتی رہی۔ موسم ٹھنڈا ہو گیا تھا، صور کے شوقین جہازی آخر شب تک جام انڈھاتے رہے اور پھر جو پڑ کر سوئے تو دن چڑھے تک آنکھ نہ کھلی۔ اس عرصے میں میزبان کی کشتی لنگر اٹھا کر نکل چکی تھی۔ خود انہیں بادبان اور مستول درست کرنے میں بڑی دیر لگی اور قرطاجنہ کی بندرگاہ لینے میں تو ظاہر ہے اور زیادہ وقت صرف ہوا۔ اس عرصے میں ہینی بال (قرطاجنہ کی دسترس سے باہر) بہت دور مشرق میں جا چکا تھا۔ آخر بخیر و سلامت صور میں کشتی سے اترا۔

''مشرق میں تین بادشاہ''

ہینی بال کی کشتی کریٹ (قریطش) کی پہاڑیوں کے سامنے سے گزری تو موسم نیم گرم اور سمندر اونگھتے جزیروں سے مرصع نظر آیا۔ صاف آسمان کے عکس سے

سا کن پانی گہرا نیلگوں تھا۔طوفان کی آ ماجگاہ صقلیہ اور آ ندھیوں کے ملک اسپین سے یہ بالکل مختلف دنیا تھی ۔یہ فرق انسانی آبادیوں میں بھی نمایاں تھا۔مشرق کے شہر بہت پرانے دقیانوسی تھے۔شہر صور (Tyre) ایک ٹاپو پر آباد، کپڑے کی انگریزی کی خوشبو سے مہکتا تھا۔ یہاں کے باشندے تجارت میں محو و منہمک ہو گئے تھے۔ دوسرے ملکوں کے سکوں کے تبادلے کے نرخوں کے سوا، انہیں امور ملک داری اور سیاسیات سے کچھ دلچسپی نہ تھی ۔مگر ہینی بال کا نام ان مشرقی سواحل پر داستانی شہرت پا چکا تھا۔اس کی آمد پر حیرت زدہ معتقدین کی طرح انہوں نے خیر مقدم کیا۔وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ (فلسطین کے) ساحل پر آیا اور فنیقی قوم کے اصلی وطن کنعان، اورال دیوتا کی سرزمین پر قدم رکھا۔ایک معنی میں، جلاوطن ہوکر اسے وطن میں آنا نصیب ہوا تھا۔ ہر جگہ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔آراستہ پیراستہ رتھ سواری کے لیے لائی گئی تھی لیکن اس نے گھوڑے ہی پر سفر طے کیا۔ لبنان کے تاریک پہاڑوں کے نیچے سے دریائے عاصی .... (Orontes) کے منابع تک اور وہاں سے انطاکیہ گیا۔

اس کی آمد آمد کی خبر سے انطاکیہ کے بازاروں میں خلقت کا اژدہام ہو گیا تھا۔ لوگ اس کے ورود کو دیوتاؤں کا غیبی انعام سمجھے۔بادشاہ کا فرزند اس کے آگے زمین بوس ہوا۔ چنگ و رباب بجاتے ہوئے طائفے اسے محل تک لائے جو قیام کے لیے آراستہ کیا گیا تھا۔ یہ انطاکس اعظم، مشرق کی یونیائی دنیا کے سب سے طاقت ور بادشاہ کا مقام تھا۔تاریخ بتاتی ہے کہ وہ دنیا ان دنوں زوال آمادہ ہو چکی تھی تاہم اس

بجھتے چراغ کی آخری بھڑک میں ایسی درخشانی آ گئی تھی کہ وہ دور آج بھی تاریخ کے بزرگ ترین زمانوں میں شمار ہوسکتا ہے۔

اس دنیا کا معمار سکندر اعظم گزرا ہے جس نے مشرق ادنیٰ کی قدیم حکمت کا یونان کی ثقافت سے پیوند جوڑا تھا۔ اس کی وفات کو سوا صدی گزر چکی تھی۔ اس کی نیم پخت سلطنت کے سیاسی اعتبار سے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے لیکن معاشرت میں سکندری تہذیب سلامت رہی اور اسباب تمدن نیز علوم کی اس دور میں بڑی بھاری ترقی ہوئی۔ ان دنوں ارشمیدس فوت ہو چکا تھا۔ سکندریہ کے عجائب خانے (''میوزیم'') میں اراتس تھنیس بصارت کھو بیٹھا اور اب غذا ترک کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہا تھا۔ وہ یونان کے عقول خمسہ میں بھی جناتی قوت کا آدمی مانا گیا ہے جس نے کرہ ارض کا محیط ناپا اور وہ مسلمہ محیط سے 50 میل سے بھی کم فرق رکھتا تھا۔ اس فرق کی آئندہ اٹھارہ صدی تک ارباب تحقیق تصحیح نہیں کر سکے اگرچہ اس حکیم نے ارس تو فانس کی طربیہ تمثیلات پر جو تقریظ لکھی اس کا ذوق شوق سے مطالعہ ہوتا رہا۔ اس کا جانشین سکندریہ کے کتب خانے میں اپولونیس بہت اچھا نقاد اور مقلد ضرور تھا مگر اس نے جس قسم کے تصانیف کے زمانے کا آغاز کیا، وہ ادنیٰ اور ادنیٰ درجے کے دماغوں کے لیے تھیں۔ تاہم اس پچھلے دور کو بھی سکندریہ کے کتب خانے کے عظیم ذخیرہ علم و حکمت قدیم کی بنا پر ''سکندریہ کا عہد'' کہہ کر یاد رکھا گیا ہے۔

سیاسی اعتبار سے سکندر اعظم کی سلطنت تین بادشاہوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک مصر میں قائم ہوئی، دوسری شام و ایران سے آگے تک مشرق میں اور تیسری جو خاص

مقدونیہ میں تھی دوسرے یونانی شہروں پر بھی کمزور تسلط رکھتی تھی۔ پھر بھی یہ تینوں بحری معاشیات، روز افزوں دولت اور شہری یا مدنی مرکزیت میں ایک دوسرے سے بہت کچھ مماثل تھیں۔ سب کی زبان یونانی تھی۔ بحری تجارت، شاید سوائے مقدونیہ کے، ان ملکوں میں فروغ پر تھی اور اس نے طبقہ اعلیٰ کا معیار زندگی بہت بلند کر دیا تھا۔ تینوں میں ادلتی بدلتی سرحدوں پر محدود قسم کی جنگیں ہو جاتی تھیں۔ خاص کر اقطاع فلسطین میں جو مصر و شام کے درمیان حلقہ اتصال تھے۔ دوسرے دردانیال کے پار اور یا یونان کی شہری ریاستوں میں یہ لڑائیاں عموماً محاصروں کی صورت میں ہوتیں یا کبھی کوئی ایک شہر یا قلعے کے لیے دوڑ پڑتا، دوسرا جواب میں یلغار کرتا ہوا آتا۔ حربی داؤں گھات سے بھی کام لیا جاتا تھا لیکن انہیں اس طرح کے قومی محاربے سے کوئی مناسبت نہ تھی جیسا قرطاجنہ و رومہ کے مابین برپا ہوا۔ یہ اصولی فرق ہینی بال نے بلا تاخیر سمجھ لیا تھا۔ مذکورہ تین بادشاہیوں کے علاوہ رودس جیسے بعض جزیرے آزد بیڑوں کے مالک تھے پرگانم جیسی شہری مملکتیں کافی اثر رکھتی تھیں۔ پہاڑی قبائل قلط (جلاتی بھی موسوم تھے) وراشیائے کوچک بیثنی اپنی جگہ خودمختار تھے۔

ان میں بڑی یونانیای بادشاہیوں میں مصر افریقہ کا ملک قرطاجنہ کا قدرتی حلیف ہوسکتا تھا اور ہینی بال کو صور کے بجائے سکندریہ کا رخ کرنا چاہیے تھا لیکن زیر نظر یعنی بطلیموس پنجم کے عہد میں مصر، سمندر اور فلسطین دونوں طرف سے قدم ہٹا رہا تھا اور گویا رومہ کی بڑھتی طاقت سے دور ہو گیا تھا۔ مقدونیہ میں فلیپ ہینی بال کا سابقہ

حلیف یونان میں شکست کھا کے خواہی نخواہی پسپا ہو گیا تھا اور یوں بھی وہ خیالی ذمہ داریاں لینے میں بہت دلیر تھا۔ حقیقی کام اس سے نہ بن پڑے تھے۔ اب رہا شام و ایران کا بادشاہ انطیا کس ثالث، تو دس سال بھی نہ گزرے تھے جب کہ اطاکیہ کے اس نوجوان فرماں روا نے ممالک ایشیا میں ہندوستان کے پہاڑوں تک یلغار کی اور سکندر اعظم کی منازل طے کیں کیونکہ خود بھی اسی جیسا بننا چاہتا تھا۔ اس طولانی مہم سے جنگی ہاتھیوں اور سب رفتار پارتھی (=خراسانی) گھوڑوں اور شہ سواروں کی فوج کی فوج لے کر پلٹا۔ بے حساب دولت اس کے پاس تھی یعنی وہ وسائل جن کی ہنی بال کے پاس کمی رہی۔ مزید برآں اس کی سیلابی مہم نے ایشیا کے ریشم اور بیش بہا سامان تجارت کے کاروانی راستوں کا رخ سکندریہ کی بجائے بندرگاہ سیلوکیہ کی طرف پھیر دیا جو اطاکیہ سے قریب تھی۔ اس طرح جواہر نگار اشیا کی کنجی ہاتھ میں آ گئی تو اس کی نظریں ایشیائے کوچک اور دردانیال کے پار یونان پر پڑنے لگیں۔ یہ ولایات اسے غیروں کے ناجائز قبضے میں معلوم ہوتی تھیں کیونکہ اصلاً سکندر اعظم کی مملوک تھیں اور اس کا وارث صحیح وہ خود کو سمجھتا تھا۔ اب یہی اقطاع تھے جہاں انہی دنوں رومہ کے جیوش اپنا قدم جمارہے تھے۔

ان حالات میں ہنی بال رومیوں کے مقابلے کے لیے انطیا کس کی بہترین خدمت انجام دینے کو آموجود ہوا۔ ان میں پہلے خط و کتابت ہوئی تھی اس اطلاع کی بنا پر بھی رومہ کی مجلس عمائد نے بدگمان ہو کر اپنی تحقیقاتی جماعت کو بہ تعجیل قرطاجنہ بھیجا تھا) اس نامی گرامی سپہ سالار کی امنگوں بھرے بادشاہ سے گرمیوں میں افسوس

(افی سس) کے باغوں میں ملاقات ہوئی۔ یہ انیاکس کی شمالی سرحد کی بندرگاہ تھا جہاں اس کے جنگی جہازوں کے پرے کے پرے کھڑے تھے۔ ہینی بال کو ضرور ایسا معلوم ہوا ہوگا۔ جیسے کسی خواب کی تعبیر چشم ظاہر کے سامنے آ گئی پھر بھی اسے یہ دریافت کرنا باقی تھا کہ اس اقتدار کے خواب کے پیچھے حال کیا ہے۔ خود اس کا یہاں پہنچ جانا وہ بات تھی کہ دنیا بھر میں کسی مقام پر اس کا ہونا دشمنوں کی نظر میں ایسا خار نہ ہوسکتا تھا، جتنا یہاں (شاہ انطاکیہ کے پاس) آ جانا۔

کہتے ہیں ہینی بال کے محاربات اطالیہ کے آخری سنین میں ایک رومی وفد دلفی (یونان) کے مشہور مندر سے ایک عجیب پیشگوئی لے کر آیا تھا کہ انجام کار ایک ایشیائی یا مشرقی بادشاہ کی وساطت سے رومہ جنگ جیت جائے گا۔ ممکن ہے یہ پرگانم کے بادشاہ اتالس کی طرف اشارہ ہو لیکن اس کا بھی امکان ہے کہ دلفی کے باخبر کاہن رومہ کی سلطنت کے ایشیا کی طرف پھیلنے کا قیاس کر رہے ہوں۔ اور یہ صورت معرکہ زاما کے فوراً بعد ظہور میں آ گئی۔ ٹائبر کے شہر کا رخ تو بے شبہ مغرب کی جانب تھا لیکن جیسا اوپر بیان ہوا جنگ نے مزدور غلاموں کی ضرورت پیدا کی۔ پھر نئے مالکان جہاز کو حرص ہوئی کہ بحری تجارت میں جس پر اب تک فنیقیوں کی اجارہ داری تھی، وہ بھی حصہ لیں اور منافع کمائیں۔ مشرق کے سامان عیش و تجمل، ریشم، جواہرات، موتی، بخور عربی کا لوگوں کو نہایت شوق ہو گیا تھا اور ادھر یہ عام خیال کہ اتنی بڑی لڑائی جیت کر بھی صلح میں کچھ ہاتھ نہ آیا............ انہی سب محرکات نے مل کر اہل رومہ کی توجہات کو مشرق کی طرف پھیر دیا۔ فیلپ کی مخالفت نے

جنگ چھیڑنے اور یونان میں قدم بڑھانے کا برمحل حیلہ فراہم کر دیا اور اس سے نمٹتے دیر نہ ہوئی تھی کہ اب مشرقی افق پر انطیا کس انہیں سامنے اساتدہ دکھائی دینے لگا۔

آج تک ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ مشرقی ادنی کے اس فرماں روا سے اہل رومہ کو کیا وجہ مخاصمت ہو گئی تھی۔ رودس اور پرگامم نے یہ حجت ضرور پیش کی کہ ایشیائے کوچک میں اس کا غلبہ یونان کو چھاؤنی بنا کر اطالیہ پر فوج کشی کی تمہید ہو جائے گی لیکن ان ریاستوں نے اس قسم کا مقدمہ فیلپ کے خلاف دائر کیا تھا۔ ان کا انتباہ بہت دور افکار سی بات تھی، تاہم یہ رومیوں کے کار آمد ہو گئی۔ غالباً اس خیال خطرے سے فائدہ اٹھانے کا بڑا سبب ان کے سپہ سالار فلے می نیس کی موقع پرستی ہوئی، جس نے فیلپ پر یونان میں فتح حاصل کی اور سی پیو کی روش پر چلنا چاہتا تھا اگرچہ اس جیسا اخلاص اور بے غرضی اس میں نہ تھی۔ فیلپ کو شکست دینے کے بعد اس نے مقدونیہ کو تاخت و تاراج نہیں کیا بلکہ خاکنائے کورنتھ کے میلے میں وہ مصلحت آمیز مشہور تقریر کی جس میں تمام یونانی شہروں کی آزادی کا اعلان کیا اور بظاہر اسی کے ثبوت میں تمام رومن فوجیں یونان کی سرزمین سے ہٹا لیں (اصل میں دریائے پو کے اُس پار کے قبائل کی سرکشی فرو کرنے کی غرض سے ان فوجوں کو خود اطالیہ میں ضرورت پڑ گئی تھی) اہل یونان شاید اس کے زبانی اعلان سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے لیکن فوجوں کی بازطلبی پر بہت خوش ہوئے اور ہینی بال سے جتنے رومن قیدی سپاہیوں کو خرید اور غلام بنا کر لائے تھے، ان سب کو رہا کر دیا۔

حقیقت میں یہ سب فلے می نیس کا سیاسی فریب تھا اور یونان والے ہی سب

سے زیادہ اس کے دھوکے میں آئے۔ وہ رومہ کی زبردست جنگی طاقت کے زیر سایہ اندرونی خودمختاری پا کر پھولے نہ سماتے تھے۔ حالانکہ رومن فوجوں کو ہٹالیا جانا، شاہ انطیاکس کو دھوکے سے یونان لانے کی چال تھی اور لطف یہ ہے کہ اسے آنے کی دعوت بھی پہلے اتولیہ والوں نے دی جو رومہ کے سب سے دیرینہ اتحادی بنے تھے لیکن اب رومہ والوں نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ اتولی کہتے تھے کہ ہمیں خالص ''یونانی آزادی درکار ہے۔''

فلے می نیس اور مجلس عمائد کے پھندے کی بڑی نفاست یہ تھی کہ وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ اس وقت ''یونان'' کی کوئی حقیقی حدود مقرر نہیں تھیں۔ اشیائے کوچک کا قدیم ''آیونی'' ساحل ایسا ہی یونانی تھا جیسے ایتھنز افسوس جہاں انطیاکس کی فوجیں اور بیڑے جمع ہوئے یونانی دیوی ارتمس کا مقام تھا۔ رومن افواج کے چلے جانے کے بعد اگر یہ بادشاہ یونان کے کسی علاقے میں قدم رکھے تو یہ اہل یونان کو آزاد کرانے کے لئے نہیں بلکہ رومہ کے علانیہ اتحادیوں کی مخالفت ہی سمجھا جائے گا۔

ہینی بال کی ایک آنکھ صحیح سلامت تھی لیکن اسی نے رومیوں کے فریب کا یہ جال دیکھ لیا کیونکہ اسپین میں بھی اہل رومہ اپنے اتحادی ساگنتم والوں کی مدد دینے ہی کے نام سے فوجیں لے کر آئے اور پھر یہ فوجیں واپس نہ گئی تھیں۔ رومیوں کی پیش قدمی کے سدباب کی یہاں بھی اس نے وہی تدبیریں سوچیں جیسی اسپین میں سوچی تھیں: اہل ملک (یعنی اس موقع پر یونانی ریاستوں) سے اتحاد۔ دوسرے سمندر کے راستوں کو روکنے والا بیڑا اور تیسرے خود اطالیہ پر فوج کشی۔ یہ منصوبہ 24

برس قبل بھی کامیاب ہو جاتا اگر قرطاجنہ کا بیڑا اپنے کار منصبی میں ناکام رہ جاتا۔ اسی طرح اب بحر روم کے مشرقی سرے پر بھی اس کی کامیابی کا مدار اس پر تھا کہ فوراً عمل میں آ جائے ورنہ ترک کر دیا جائے۔ غال قوموں نے وادی پو میں ہتھیار اٹھا رکھے تھے۔ اسپین کے قبائل ابرو کے پار رومہ کے قابو میں نہیں آئے تھے۔ پھر، ریاست قرطاجنہ بھی ابھی تک صحیح سالم تھی!

ہینی بال نے اپنی خدمات پیش کیں کہ اگر ایک سو (عرشے والے) جہاز، دس ہزار مسلح سپاہی اور ایک ہزار سوار اسے دیے جائیں تو وہ یہ بیڑا قرطاجنہ لے جائے گا اور وہاں سے اطالیہ پر حملہ کرے گا کہ رومہ کی توجہ ہٹ جائے اور اس عرصے میں انطیاکس مشرق میں یونانیوں کو حلقہ اتحاد میں لانے کا کام مکمل کر لے۔

ہینی بال اور ایک فلسفی

انطیاکس نامور سپہ سالار سے دس برس چھوٹا تھا۔ نہایت ذہین اور فیصلہ کرنے میں ذرا دیر نہ لگاتا تھا۔ شروع ہی سے حیرت انگیز کامیابیاں اسے نصیب ہوئی۔ ایسی شاندار کہ آدمی کا دماغ خراب کر دیتی ہیں۔ اس کی مشرقی ولایات کے حاکم اس کی ایسی اطاعت کرتے تھے جیسے کسی دیوتا کی۔ پھر ان دنوں حکومت رومہ کی طرف سے اسے سخت ناگواری تھی۔ اس کے سفیروں کی دردانیال کی مبہم سرحدوں پر رومی سفیروں سے ملاقات ہوئی تو رومیوں نے بات بات میں دیر لگائی اور بار بار مجلس عمائد سے مشورہ کرنے رومہ جاتے تھے کہ معمولی جزئیات کی اسے خبر دیں۔ بہر حال

رفتہ رفتہ اتنی بات واضح ہوئی کہ حکومت رومہ آبنائے دردانیال کے پار (مغرب میں) کسی علاقے پر انطیاکس کا دعوے کہ وہ سکندر اعظم کی مقدونوی سلطنت کا وارث ہے، قبول نہیں کرتی بلکہ مقدونیہ خاص (فیلپ) کو اپنی حفاظت میں لینے کی مدعی ہے۔ مزید برآں اسے ایشیائے کوچک کی یونانی ریاستوں میں انطیاکس کی مداخلت پر اعتراض ہے خصوصاً پرگانم کو گھیرنے پر، جو حکومت رومہ کا حلیف تھا۔ یہاں تک کہ آخر میں رومہ سفیروں نے صاف صاف متنبہ کر دیا کہ یورپ کی سرزمین پر انطیاکس نے قدم دھرا تو جنگ ہو جائے گی۔ انہوں نے بہت متین و مطمئن لہجے میں یہ انتباہ کیا تھا۔ انطیاکس کو اس قدر سخت اشتعال ہوا اور جس بات سے روکا تھا وہی کرنے پر تل گیا۔ کیا وہ سکندر اعظم جو یورپ کی انہی پہاڑیوں سے آیا، وارث و جانشین نہ تھا؟

وہ ہینی بال کے منصوبے کی خوبیاں اچھی طرح سمجھتا تھا اور رومہ سے کسی بڑی جنگ کا خواہاں یا اس کے لیے تیار بھی نہ تھا۔ تاہم جب قرطاجنی سپہ سالار نے سوال کیا کہ کیا آپ نے غور کیا ہے کہ رومہ کے اس سے اعلان جنگ کے کیا معنی ہوں گے'' تو وہ مسکرایا۔ آبنائے دردانیال سے دریائے سندھ تک کروڑوں انسان اس کی رعایا تھے۔ وہ سمندر پار کے مغربی جنگیوں کے حملے سے نہیں ڈرتا تھا۔ وہ اس کی ایشیائی ولایات میں تو یقیناً قدم نہیں دھر سکتے تھے۔ خود اس کا دعوے کہ یونان کے مشرقی سواحل پر اس کی سیادت تسلیم کی جائے، ہر طرح حق بجانب تھا۔ یونانی نژاد ہونے کی وجہ سے انطیاکس کو کسی معاملے کے عقلی پہلو سمجھنے میں دقت نہ ہوتی تھی۔

البتہ وہ یہ رائے قائم نہ کر سکا کہ عمل کس طرح کیا جائے۔

ہنی بال کے مہم لے جانے کی تجویز اسے پسند آئی لیکن اس کی تیاری میں تاخیر واقع ہوئی۔ جہاں تک بحری قوت کا تعلق ہے وہ بہت کارگر اس کے پاس موجود تھی اوراس کا امیر البحر پولی شنیڈس لائق و مستعد شخص تھا۔ ادھر قرطاجنہ سے صلح کے بعد رومی بیڑے قریب قریب منتشر کر دیے گئے تھے۔ روڈس میں خاصا بڑا بیڑا تھا اور وہاں کی حکومت انطیا کس سے خصوصیت رکھتی تھی پھر بھی سمندر میں بظاہر زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ تیسری تجویز کہ یونانیائی ممالک کا جتھا تیار کیا جائے، اس سلسلے میں انطیا کس نے اپنی ایک بیٹی کلیو پترا بطلیموس شاہ مصر سے بیاہ دی۔ ایشیائے کوچک کے پہاڑی قبائل جلاتی وغیرہ، نیز مشرقی کوہ الپس کے شینی اتحادی بنا لئے گئے۔ یونان خاص میں جفاکش اہل اتولیہ پہلے ہی انطیا کس کے ساتھ مل جانے کا موقع ڈھونڈ رہے تھے۔ اس ناپائے دار سے اتحاد میں ہنی بال نے اپنے اطالوی مشاہدات سے ایک مشابہت یہ بھی دیکھی کہ سادہ دیہاتی یا بدوی قسم کے عوام خوشی سے انکا ساتھ دے رہے تھے لیکن شہری امیر امرا جن پر رومی گماشتوں نے لکڑی پھیری، مخالفت کرتے رہے افسوس میں جنگی تیاریوں کے ساتھ راگ رنگ کے جلسے بھی ہو رہے تھے۔ ہنی بال تاخیر ہوئے جانے پر اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔

اصل میں اس بطل جلیل کی لاعلاج کمزوری تھی تو یہی کہ وہ تنہا کام کرنا اور ایک ہی دھن میں لگے رہنے کا خوگر تھا۔ صرف اس کے مزاج شناس ہی اسے مشورہ دے سکتے تھے۔ کسی تجویز کے بے شمار مختلف پہلوؤں پر ما گو اور ہسد رو بال گھنٹوں بیٹھے

اس کے ساتھ غور و بحث کرتے رہتے تھے۔ اطالیہ میں صرف کرٹلو اور رہنو اس کے ہم راز تھے۔ فوج کے اور سب لوگ اس کی خلوت پسندی کا احترام کرتے تھے کیونکہ اس کی بدولت وہ بڑے بڑے کام ظہور میں آتے دیکھتے تھے۔ اپنے آدمیوں کو ہینی بال نے جس طرح اپنی گرفت میں رکھا، اس سے پہلے صرف سکندر اعظم ہی ایسا کر سکا تھا۔ لیکن بڑے بڑے امیروں کی ہنسی دل لگی کے ساتھ قیادت کرنے کا کردار ادا کرنے کی اس میں صلاحیت نہ تھی۔ کاپوا اور خود قرطاجنہ میں وہ یہ کھیل کھیلنے میں ناکام رہا تھا۔

افسوس میں تو ہر طرف یونانی لوگ تھے ان میں وہ تنہا سامی نژاد آدمی تھا۔ زیادہ تر اپنے کمروں ہی میں رہتا۔ شراب کا زیادہ سے زیادہ ایک پیالہ عموماً تنہائی میں پیتا۔ حالانکہ بادشاہ کے دوسرے مشیر مسمی مینی پس کے دستر خوان پر درباریوں کا ہجوم لگا رہتا۔ یہ مینی پس وثوق سے کہتا تھا کہ جس دن انطیاکس اعظم نے یونان کے ساحل پر قدم رکھا، وہاں کی طاقت ورقومیں اسپارتہ کی قیادت میں دوڑی ہوئی اس کے پاس آ جائیں گی ایسی باتوں سے بارہا ہینی بال کو غصہ آ جاتا۔ ایک دن آیونی شہروں کی سوار فوج کا جائزہ لا جا رہا تھا۔ شاہ انطیاکس فوج تماشوں کا شوقین تھا۔ ہینی بال سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا کہ کیا یہ جرار فوج رومیوں کے لیے کافی نہیں ہو گی؟

ہینی بال نے کہا ''جی ہاں کافی ہو گی، صرف ایک لقمہ کے لیے'' شاہی دربار میں کئی فلسفی صاحبان تھے۔ ان میں ایک شخص فورمیو فن حرب پر قدیم کتابیں پڑھے ہوئے تھا اور فخریہ زنوفن کی ''انا باسین'' سے لے کر ہومر کی رزمیہ نظموں تک کے

اقتباسات سنا سکتا تھا۔ اس نے ایک دن جنگ کے فنون و رموز پر لمبی چوڑی تقریر کی۔ ہینی بال چپ بیٹھا سنتا رہا اور جب سامعین نے اصرار کیا کہ وہ اپنی رائے سنائے تو بولا ”میں نے بہت سے بے وقوفوں کو تقریر کرتے سنا ہے مگر اتنا بے وقوف دوسرا کبھی نہیں دیکھا تھا“۔

مصلحت اندیشی تو یہ تھی کہ انطیا کس کو خوش رکھا جائے اور فضول گو فورمیو سے بگاڑی نہ جائے لیکن ہینی بال کو ریا کاری نہیں آتی تھی۔ فوجی تیاریوں میں ہر مہینے کی تاخیر دیکھ کر غصہ ضبط نہ کر سکتا تھا۔ مگر تاخیر کی وجہ بادشاہ کی سستی نہ تھی۔ دور دور کے نئے سواروں کی بھرتی، صور اور طرسوں میں رومی وضع کے جنگی جہازوں کی تیاری شدومد سے ہو رہی تھی۔ مشرقی بحر روم کی متحارب ریاستوں کو ایک اتحاد کے شیرازے میں باندھا جا رہا تھا۔ ابی دوس سے آبنائے پار کرنے کے نئے مورچے بنائے گئے تھے۔ ادھر انہی دنوں اس کے لائق فائق امیر البحر نے مخالف رودس کے بیڑے کی سخت گوشمالی کی۔ رومن افواج یا بحریہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا۔ یہ خبریں سن کر افسوس والے خوش ہوئے لیکن ہینی بال کو رومیوں کے اس ظاہری تساہل سے سخت بدگمانی ہوئی۔ صور کے تاجر جو صقلیہ سے زیتون کا تیل لایا کرتے تھے، ان کی زبانی اس نے سنا کہ تارنتم اور کروتن سے نئے جنگی جہاز تیار ہو کر صقلیہ کے بیڑوں کو زیادہ قوی بنا رہے ہیں (مذکورہ بالا بندرگاہیں اب رومہ کی اتحادی تھیں)۔ وہ اپنی امدادی مہم صقلیہ ہی پر لے جانے کی سوچ رہا تھا۔ یہ بھی سنا کہ آبنائے مسینا میں نئے رومی جیوش ساحلوں کی حفاظت پر مامور ہوئے ہیں۔ اس کے معنی یہ تھے کہ بظاہر خاموش و

غافل حریف نے پہلے سے ہینی بال کے ادھر کسی ممکن اقدام کا حفظ ماتقدم کر لیا ہے۔ ایک صوری تاجر قرطاجنہ بھیجا گیا تھا کہ وہاں ہینی بال کی مجوزہ مہم میں حکومت کی تائید کا اندازہ لگائے، اسے گرفتار کر کے رومہ کی تحقیقاتی جماعت کے حوالے کر دیا گیا اور گو اس نے انہیں اپنا بھید نہیں بتایا لیکن اسے پوچھ گچھ کے لیے ابھی تک حراست میں رکھا گیا تھا۔

پھر، ظاہر میں تغافل کے پس پردہ وہ اپنی فوجیں جمع کر رہے تھے۔ ہر مہینے اسپین کے سرکش قبائل سے ہتھیار لیتے جاتے اور قابل جنگ غالوں کی تعداد گھٹاتے جاتے تھے۔ رومہ کی یہ تیاریاں سن کر ہینی بال کو اطالیہ پر فوج کشی کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔ البتہ مشرقی سمندر میں ساحل ایشیا کے سامنے اور جزائر ایجین کے پانیوں پر قبضہ حاصل کرنے کا وقت ابھی باقی تھا۔ اس کا یہ خیال سن کر انطیاکس نے کہا اس تمام سمندر میں صرف دو رومی جہاز دیکھے گئے ہیں۔ ہم ایسے بیڑے کو کیسے بھگائیں گے جس کا وجود ہی نہیں ہے۔ اصل میں ہینی بال کے تقاضوں سے کہ عجلت کی جائے وہ اکتا گیا تھا۔ دوسرے انہی آخری ساعتوں میں بھی گفت وشنید کرنے رومہ کے سفیر افسوس آئے تھے اور ان میں سے ایک ویلیوس کئی بار انطیاکس کی عدم موجودگی میں ہینی بال سے ملنے اس کی قیام گاہ پر آیا۔ بظاہر اسے قرطاجنی سپہ سالار سے کوئی خصومت نہیں تھی اور ہینی بال کو بھی یہ جتاتا رہتا تھا۔ اسی پر شہر میں یہ افواہ پھیلی کہ قرطاجنی سپہ سالار شاہی درباریوں سے تو ملنے سے بچتا ہے لیکن رومی سفیر سے اس کا بہت خلا ملا ہے۔ بادشاہ کے سامنے باریاب ہونے سے قبل ویلیوس نے اپنی حکومت

کی اس فیاضیانہ خواہش کا بھی اظہار کیا کہ ساحل آیونیہ کے بڑے شہر پوری آزادی سے بہرہ مند رہیں خصوصاً رودس، ترقی پذیر پرگانم اور خود افسوس۔ بلکہ سفارتی زبان میں حیرت ظاہر کی کہ اہل افسوس جہاز سازی اور اسلحہ سازی کے کارخانوں میں جنگی تیاریوں کی فضول مشقت کھینچ رہے ہیں۔ آخر کس لیے؟ کس سے لڑائی کرنی ہے؟ افسوس والوں سے اس نے یہ بھی اقرار کیا کہ خود ہینی بال ان تیاریوں کو مضحکہ انگیز خیال کرتا ہے۔

لیکن خود بادشاہ سے ولیوس نے رومہ کا وہی انتباہ دہرایا کہ وہ اپنی فوج لے کر یونان میں نہ آئے، ورنہ جنگ ہو جائے گی۔ بادشاہ نے بگڑ کر سفیروں کو تو فوراً رخصت کر دیا اور اپنے مشیروں کو طلب کیا۔ اس فیصلہ کرنے والی مجلس شوریٰ میں ہینی بال کو نہیں بلایا گیا۔ ولیوس کے ساتھ اس کی دوستانہ ملاقاتوں کی خبر بادشاہ شام کو پہنچ گئی تھی۔ اس کے خاص مشیر یا وزیر مینی پس کی رائے میں؟ قرطاجنی سپہ سالار کو کسی بڑی فوج کی قیادت، اعتماد کے ساتھ سپرد نہیں کی جا سکتی تھی بلکہ مناسب یہی تھا کہ خود انطیاکس انہیں لے کر بڑھے اور فتح و نصرت حاصل کرے۔

جملہ مشیروں نے اپنے آقا کا رجحان بھانپ کر بالاتفاق اسی کی منشا کے مطابق رائے دی کہ دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے کہ انطیاکس کس جہاز پر سوار ہو کر اپنا پھریرا ہواؤں میں اڑائے۔ سارے یونان کو سوار و پیادہ فوج سے بھر دے اور ساحلوں پر قطار در قطار جہاز پھیلا دے۔

بادشاہ نے قبول کیا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے اور اس مہم سے پہلے شہر تروئے

(Troy) کے کھنڈروں میں وہ قربانیاں چڑھائے گا۔ ایوان شوری سے اٹھ کر وہ باہر نکلا تو غلام گردش میں ہینی بال تنہا اس کا منتظر تھا۔ اس موقع پر کوئی درباری نہ چاہتا تھا کہ لوگ اسے قرطاجنی سپہ سالار کے پاس دیکھ لیں۔

تھرموپلی کی ہزیمت

ہینی بال نے پوچھا ''مجلس میں کیا رائے طے پائی'' اور جب بادشاہ نے بتایا تو کہا ''گویا آپ رومہ کو جنگ کا سبب مہیا کر دیں گے۔'' انطیاکس نے صرف اثبات میں جواب دیا، تو ہینی بال نے تھوڑی دیر خاموشی سے اسے دیکھا۔ پھر ایکا ایکی کہا ''آپ مجھ سے بداعتمادی کیوں کر رہے ہیں۔''

انطیاکس نے صاف کہہ دیا کہ ''تم رومیوں سے بہت بات چیت کرتے رہے۔''

جواب میں قرطاجنی سپہ سالار نے یہ تقریر کی:

''یہ صرف افواہیں ہیں جو آپ نے سنیں اور اب وہ قصہ سنئے جس کی انطیاکس کو بھی خبر نہیں ہے۔ میرا باپ ہمل کر مجھے مل کرت کے مندر میں قربان گاہ پر لے گیا۔ اس نے میرا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا ہاتھ قربانی کی بھیڑ پر رکھ کر کہا، قسم کھا کہ تو کبھی رومیوں کا دوست نہ ہوگا۔ میں نے قسم کھائی۔ آج میں اپنے وطن سے بے وطن ہو کر آپ کے دربار میں ہوں میں محض اس لیے آیا کہ یہاں رومہ کا مقابلہ کرنے کی جنگی قوت موجود ہے۔ آپ کے درباری مجھے بتائیں کہ کیا یہ بات غلط

ہے؟ میں اپنے باپ کو یاد کر کے آپ سے کہتا ہوں کہ میں آپ کے سب سے مقدم دوستوں میں ہوں۔''

انطیاکس کو یقین آ گیا اور اپنی یونان کی مہم میں بطور مشیر اسے ساتھ لئے رہا۔ اس کا جہازی قافلہ 192 (ق م) کے سرمائی طوفانوں کے موسم سے کچھ ہی قبل بحر ایجین کے پار دمت ریاس کی دوست دار بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا جنگی بیڑے میں جہاز بہت تھے لیکن فوج صرف دس ہزار پیادہ اور 5 سو سواروں اور 6 ہاتھیوں پر مشتمل تھی۔ خود یونان میں شاہ مقدونیہ سے رومیوں نے الگ تھلگ رہنے کا اقرار کرالیا تھا۔ اسپارتہ والوں کی بغاوت جبراً دبا دی گئی تھی۔ صرف اتولیہ کے 4 ہزار مسلح سپاہی انطیاکس کے لشکر میں آ ملے اس طرح یہ مہم محض لڑائی چھیڑنے کے لیے کافی تھی نہ کہ جنگ جاری رکھنے کے لیے۔

ادھر اسپین اور شمالی اطالیہ کی بغاوتیں فرو کر کے حکومت رومہ اس قابل ہو گئی تھی کہ طوفانی موسم گزرتے ہی ایک بڑی سپاہ کو یونان کے مغربی ساحل پر بلا مزاحمت اتار دیا گیا تھا۔

کثیر التعداد رومن لشکروں کو روکنے کے لیے ہنی بال نے ایک تنگ درہ منتخب یا جو ساحل تک دلدلوں اور پہاڑیوں کے درمیان ''تھرموپلی'' کے نام سے موسوم تھا۔ یونانی شامیوں نے اس کی گزرگاہ پر دفاعی مورچے بنائے اور پہاڑیوں کے اوپر بٹیوں کی محافظت اتولی سپاہیوں کے تفویض ہوئی۔ آزمودہ کار رومن سپاہ نے اپنے کوچ میں درے کا سرسری معائنہ کیا۔ کچھ جیوش سامنے کے رخ بڑھے کہ گویا حملہ

کریں گے۔ لیکن دوسرے لشکر پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور اس دفاعی خط کو چھین لیا۔ انطیاکس کی فوج کے پاؤں نہ جمے اور چند ہی گھنٹے میں شامیوں کی شکستہ صفیں بھاگتی نظر آئیں جن کے تعاقب میں رومی رسالے چلے آرہے تھے کہ انہیں دوبارہ مرتب نہ ہونے دیں۔

''سرخ سر'' کیتو اس معرکے میں نائب سالار تھا۔ اس نے یہ فقرہ چست کیا تھا کہ ''شاہ انطیاکس تھرموپلی پر بھی نہ تھم سکا''۔

انطیاکس کوئی 500 رفیقوں کے ساتھ سیدھا اپنے جہازوں کی طرف گھوڑا اڑائے گیا اور بلا تاخیر افسوس روانہ ہو گیا۔ شہر رومہ میں تھرموپلی کے معرکے پر کچھ بہت جوش وخروش نہیں دکھایا کیونکہ وہاں ایک قنصل نیسکا کا بوائی قوم پر فتح کا جلوس نکالا جا رہا تھا جس میں قیدیوں رتھوں اور گھوڑوں کے ریوڑ کے ریوڑ ساتھ تھے۔ کوئی تین من خالص سونا، 26 من چاندی، 2 لاکھ 34 ہزار سکے جن میں کوئی تانبے کا نہ تھا، وہاں کے رئیسوں کی بہت سی مالائیں غنیمت میں ہاتھ آئیں تھیں اور یہ قسمیہ اعلان تھا کہ 50 ہزار میں سے نصف بوائی قتل کیے گئے۔ اسی کے عقب میں اسپین کے میر عدل کی فوج اسپین میں معرکے جیت کر آئی اور گاڑیاں بھر کر چاندی اور 127 پونڈ سونا لائی۔ اس کی شہر میں نمائش کی گئی تھی۔

ادھر سے فرصت ہونے کے بعد بڑی فوجیں اور بیڑے انطیاکس کے خلاف مشرق پر چڑھائی کے لیے تیار تھے۔ نئی مہم کا ناظم سی پیو افریکانس کو بنا کر ساتھ بھیجا گیا۔ لطف یہ ہے کہ دوبارہ اسے برسر کار بنائے جانے کا سبب ہنی بال ہوا کیونکہ

اس کے انطیاکس کے پاس پہنچ جانے سے حکومت رومہ کو ازسرنو خوف پیدا ہوا اور دوبارہ زاما کے فاتح ی کو طلب کیا گیا۔

افسوس پہنچ کر انطیاکس چاہتا تھا کہ یونان میں پچھلے جاڑوں کی ناکامی اور اتولیہ والوں کا جو حشر ہوا، اسے بھول جائے۔ اپنے دل پسند باحوں کی گل گشت میں اسے اپنی وسیع سلطنت کے مخفوش ہونے کا احساس تازہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے مشیر یقین دلاتے تھے کہ سمندر اس کے دشمنوں کی راہ میں حائل ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کسی بڑی فوج کو پار لے آ سکتے ہیں لیکن ہنی بال نے جو اس گفتگو کے وقت موجود تھا (اور بادشاہ اس کم گو قرساجنی کی صحت قیاس ورائے کو اب مان گیا تھا) ان مشیروں سے اتفاق نہیں کیا اس نے کہا ''مجھے حیرت ہے کہ ابھی تک رومی ایشیا میں کیوں نہیں آ گے .... یونان سے ایشیا کا ساحل اتنی دور نہیں ہے جتنا اطالیہ سے یونان ہے''۔ ری ایشیا آں ے کی مجہ تحریک تو ''اہل اتولیہ کے پاس اتنی دولت کہاں تھی جتنی انطیاکس کے پاس ہے''۔ پھر اس نے اپنے ذرائع معلومات کی بنا پر بتایا کہ رومیوں کا بیڑا ''بہت دن سے مالیہ کے مقام پر مجتمع ہو رہا ہے۔ نئے جہاز اور ایک نیا سپہ سالار وہاں بھیج دیے گئے ہیں۔''

انطیاکس ان تنبہات سے گھبرایا۔ کہنے لگا کہ فاہل کا نمبر 13

انطیاکس ان تنبہات سے گھبرایا کہنے لگا کہ کیا رومیوں سے صلح کے نامہ پیام کیے جائیں؟ ہنی بال نے کہا اب اس کا وقت نہیں رہا۔ انطیاکس کی سلطنت محفوظ رہنے کی صرف ایک صورت ہے کہ رومیوں کو سمندر میں شکست دی جائے۔ بادشاہ

شام نے صرف اس موقع پر اس شخص کا مشورہ قبول کیا جس سے بہتر کوئی واقف نہ تھا کہ اہل رومہ کس طرح جنگ کرتے ہیں۔ چنانچہ انطیاکس نے تمام جہاز سازی کے کارخانوں کو بھاری اور اونچے جہاز بنانے کا حکم دیا اور دردانیال کے ایشیائی ساحل کی قلعہ بندی کرانے شمال کا سفر کیا۔ ہینی بال جنوب کو روانہ ہوا کہ صور میں ایک بیڑا تیار کرائے۔

چند ہی مہینوں میں سمندر پر فتح حاصل کرنے کی امیدوں پر بھی اوس پڑ گئی کیونکہ رومی بیڑے رودس اور پرگام کی کمک لے کر سواحل ایشیا کے سامنے نمودار ہوئے۔ سخت کوش پولی شنیدس کے ہلکے سہ سبقہ جہاز مار کھا کے پیچھے ہٹے اور اس کا سارے بیڑے سمیت افسوس کا راستہ دشمن نے روک لیا۔ زیادہ پریشانی سی پیو کے یونان سے دردانیال کی طرف سپاہ جرار لے کر کوچ کرنے کی خبر سے ہوئی۔ وہاں بھی ایشیا میں آنے کے راستے میں سمندر عبور کرنا اور حفاظتی بیڑا اسے رکھنا ہوتا، لیکن یہ آبنائے زیادہ چوڑی نہ تھی۔

صور میں ہینی بال نے فیصلہ کیا کہ زیادہ انتظار نہیں کیا جا سکتا کامیابی کا صرف یہی ایک امکان رہ گیا تھا کہ صور وطرسوس کے بیڑے جمع کر کے شمال میں پولی شنیدس کے محصور بیڑے تک لے جائے جائیں کہ اگر رومی بیڑے کو شکست دی جا سکے تو پھر دردانیال پر شامل سی پیو سے پہلے پہنچ سکتے تھے اور ان کے 40 جنگی جہاز بھی سلامت رہتے تو وہ رومن جیوش کو پار اترنے سے روک سکتے تھے۔

اس منصوبے کے روبہ عمل آنے کا امکان بھی قوی نہ تھا اور ہینی بال کو یقیناً اس کا

اندازہ ہوگا لیکن ہرتی بازی میں یہی آخری داؤں لگانے کو باقی تھا۔ چنانچہ وہ جہاز لے کر چل پڑا۔ تقدیر کی یہ بھی ستم ظریفی تھی کہ دنیا کا سب سے بڑا بری سپاہی آخری معرکہ لڑنے کے لیے تختہ جہاز پر سوار ہو کر نکلا۔

بحری معرکہ

سازگار موسم میں، ساحل کے قریب قریب طرح طرح کے جزیروں اور راسوں کے گرد چکر کھاتا ہوا ہینی بال کا بیڑا شمال کو چلا۔ صور کے ماہر ناخدا راستہ دکھانے کو ہمراہ تھے۔ بیڑے کی اصلی قوت نئے اور کلاں تر اساطیل پر مبنی تھی جن کے عرشے بلند اور چپو چلانے کے کنارے بہت بھاری رکھے گئے تھے۔ پیچھے پیچھے کھلی کشتیوں کا بیڑا، مقابلتاً جھینگوں کا جھلڑ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن یہ گرے پڑوں کو بچانے کے سوا جنگ میں اور کوئی کام نہ دے سکتی تھیں۔ روڈس کی بے گیاہ پہاڑیوں کے سامنے سے گزر کر بیڑا گویا دشمن کی حدود میں داخل ہوا۔ مستول نیچے کر دیئے، بڑے بادبان ہٹا دیئے گئے اور آہستہ آہستہ چپو مارتے ہوئے چلے کہ چپو والے تھک نہ جائیں بیڑا لمبی قطار میں اس طرح چل رہا تھا کہ بڑی جہاز ساحل کے قریب اور دوسرا سرا کھلے سمندر میں تھا۔ اسی بائیں بازو کی قیادت ہینی بال نے سنبھالی۔ دائیں طرف کے کلاں اساطیل ایک شامی درباری اپولونیس کے زیر حکم رکھے گئے۔ ان کا جنگ کے لئے تیار ہو کر چلنا دانش مندی کی بات تھی کیونکہ پہلی ہی لمبی راس کا چکر کھا کے بڑھے تھے کہ دشمن کے جہاز سامنے آتے دکھائی دیئے۔ ان کے آگے آگے روڈس کے سب

سہ طبقہ جہاز اپنے امیر البحر کے ہمرکاب، ساکن سمندر کی چومابی ہوا میں ایک خوش منظر قطار بنائے ہوئے چلے آتے تھے۔

ہینی بال فریقین کے جہازوں کا بھڑنا دیکھ رہا تھا لیکن اپنے جہاز رانوں کے تیزی سے چپوار پھیرنے کا مطلب نہیں سمجھا۔ صور کے ساتھی امیروں نے اسے بتایا کہ ہم نے خطرناک رودس والوں کو بے خبر آلیا اور ہمارا پلہ بھاری ہوگیا ہے۔ قریب کی تانبے کی لوح پر زور سے موگری پڑی۔ اس کی گونجنے والی ضربیں تواتر سے پڑنے لگیں۔ اہل صور نے نعرے ہینی بال کا جہاز بھی تیزی سے دودھیا پانی میں چلا۔ یہاں سے وہاں تک نعرے مل کر خاصی چنگھاڑ بن گئے۔ قرطاجنی سپہ سالار ہمہ تن انتظار بنا دیکھ رہا تھا کہ اس کی قطار زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے اور رودس والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

رودس کے جہازی اعلیٰ درجے کے ملاح تھے لیکن ابتدائی اقدام صور والوں نے کیا اور ہینی بال نے اس عجیب قسم کے بحری معرکے میں پہلی منزل جیت لی۔ رودس کے امیر البحر کے جہاز سے جلد ہی ایک سیاہ جھنڈی لہرائی گئی جو مصیبت میں پھنسنے کی علامت تھی۔ اس کے دو گھنٹے بعد تک ہینی بال کا جہاز صحیح سالم معرکہ جنگ کے وسط میں آہستہ چپو سے چلایا جا رہا تھا۔ لیکن اب بیڑوں کا موقع اور سمتیں بدل گئیں تھیں اور ساحل کے قریب کے رودسی جہاز چالاکی سے شامی اساطیل کی صف میں گھس آئے تھے۔ یہ دیوپیکر جہاز رومہ والوں کے بھدے جہازوں سے مقابلے کے لئے بنائے گئے تھے کہ ان کے کثیر التعداد سپاہی رومن جیوش سے دست بدست

جنگ کے لئے دشمن کے عرشوں پر چڑھ جائیں۔ مگر اس سایدکے بحری معرکے میں ایک بھی رومی جہاز شریک نہ تھا۔ روڈس کے سہ طبقہ جہاز بہت کچھ اس طرح لڑ رہے تھے جس طرح چند نسل پیشتر قرطاجنی جہاز لڑتے تھے۔ اپنی تھوتھنی سے انہوں نے ہینی بال کے اساطیل کو بھی چھیدا اور مجروح کر دیا۔

مگر اصل کمزوری اپولونیس کی ساحل کے قریب سے پسپائی کی وجہ سے واقع ہوئی۔ وہ ضرب خوردہ اساطیل کو بچالے جانے کے لئے پیچھے پلٹا تو اس ساحلی سمت سے روڈس کے جہاز ہینی بال کی صف پر جھپٹ پڑے۔ صور کے مالکان جہاز نے ہاتھ کھولے اور سر جھکا کر کہا ''امیر ہینی بال، نکل چلئے ہم اب اور کچھ نہیں کر سکتے۔''

جب اس نے منظوری دے دی تو دو ملاحوں نے دوڑ کر لمبی سرخ جھنڈی، اساترہ دینے والی بلی پر باندھی کہ وہ ہوا کے رخ لہرانے لگے۔ ضرر رسیدہ جہازوں کو رسوں سے کھینچنے کے لئے تیز رو کھیل کشتیاں بادبان اڑاتی ہوئی آئیں اور ساحل سے اتنی قریب رہیں کہ روڈس والے پہلو سے حملہ نہ کر سکتے تھے۔ غروب آفتاب کے ساتھ وہ پلٹ کر چلے گئے۔

ہینی بال سوائے ایک کے اپنے سب جہاز سلامت لے آیا لیکن ناکہ بندی توڑ کر افسوس تک راستہ صاف کرنے کا مقصد پورا نہ کر سکا۔ پولی شنیدس نے چند ماہ بعد اس کی ایک آخری کوشش کی تھی مگر شکست کھائی اور نطیا کس کو دوانیال کے قریب اپنے بیڑے کے نقصانات کا علم ہوا تو اس نے یہاں کی قلعہ بندی ہی موقوف کر دی کیونکہ رومی بیڑے اب ایشیائی ساحل کے کسی مقام پر بھی رومی جیوش کو جہازوں میں

لا کر اتار سکتے تھے۔ چنانچہ سی پیو شادی کی برات جیسی خوشی مناتا ہوا اپنی فوجوں کو سمندر پار لے آیا اور شامی بادشاہ جو رسد کے ذخیرے چھوڑ گیا تھا، ان سے تھکے ماندے رومہ سپاہیوں کی ضیافت کی۔

یہ پہلا موقعہ تھا کہ رومہ کی سپاہ نے ایشیا میں قدم رکھا اور اطمینان و فرصت سے تر دے کے کھنڈروں سے گزرتی ہوئی جنوب کو روانہ ہوئی۔ اسی موقع پر سی پیو نے ایک انوکھا سا طرز عمل اختیار کیا۔

سی پیو کی کامرانی اور زوال

سی پیو ہنی بال حریف مقابل تھا لیکن آخر میں اس کی زندگی قرطاجنی سپہ سالار سے بہت قریبی مناسبت رکھتی نظر آتی ہے۔ فن حرب کے یہ دونوں ماہر اس کے ظاہری طمطراق کے یا جنگ کے ذریعے کسی ذاتی فائدے کے آرزومند نہیں پائے جاتے۔ سی پیو ایام جوانی میں جو کچھ بھی حرص جاہ اقتدار رکھتا ہو وہ اب جاتی رہی تھی۔ ایک خیال نصب العینی کی تلاش ضرور باقی تھی لیکن اسے واضح کرنے کی کبھی اس نے جسارت نہیں کی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ یقین رکھتا تھا کہ مشرق میں داخل ہو کر رومیوں کو صرف یونانی کی ثقافت محفوظ رکھنے کی غرض سے ہتھیار استعمال کرنے چاہئیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ محافظت اور نگرانی کریں نہ کہ غارت گری۔

دردانیال کو عبور کرتے وقت اس نے اہتمام کیا کہ بتھینیہ کے کسی قدر نیم وحشی بادشاہ پروسیاس کو غیر جانب دار رہنے کی ترغیب دی جائے۔ قدیم آیونیہ میں سفر

کرتے رہنے سے ایسے مرد سپاہی پر اثر پڑے بغیر نہ رہا ہو گا جو یونانی ادبیات کا گرویدہ تھا۔ افریقہ کی طرح، یہاں بھی ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ سی پیو گردو پیش کے واقعات کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا اور جس تہ تک اس کے دماغ کی رسائی ہوئی وہ یہ نتیجہ تھا کہ ''رومہ الکبری'' کی تقدیر متقاضی ہے کہ یہ بزرگ شہر کمزور یونائی ریاستوں کا کشورستاں نہ ہو بلکہ محافظ بن جائے۔ ممکن ہے اس کے طرز عمل پر انطیاکس کے اس فیاضانہ فعل کا بھی اس وقت اثر پا ہو کہ شاہ موصوف نے سی پیو کے بیٹے کو جو ایک بحری معلکے می اسیر کیا گیا تھا بغیر کسی فدیے کے واپس بھیج دیا۔ یہ فیاضی مصلحت اندیشی سے خالی نہ تھی لیکن فقط ایک ذاتی عنایت رومی سپہ سالار کے مقاصد جنگ کے سامنے زیادہ وزن نہ رکھ سکتی تھی۔ اگر چہ وہ اپنے بھائی اور قنصل لوسیس کو محض مشیر کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا لیکن اس محاربہ عظیم کی رہ نمائی اسی کے تفویض ہوئی تھی اور ایشیاء میں ابتداء منازل سفر ہی کے وقت اس نے انطیاکس کو صلح کی یہ شرطیں کہلا بھیجی تھیں کہ کوہ طارس تک سارا ایشیائے کوچک حوالے اور تاوان جنگ ادا کیا جائے۔

ہینی بال نے افسوس میں بادشاہ کو رائے دی کہ یہ شرطیں مان لی جائیں لیکن مشرق کے خود پسند فرماں روا کو ایسا کرنا منظور نہ ہوا۔ جنوب کو روانہ ہونے میں اس نے ایشیائی افواج مجتمع کیں اور ڈٹ کر لڑنے کی تیاری کی۔ اسی موقع پر سی پیو نے اسے وہ عجیب پیغام بھیجا جس پر آئندہ طول طویل مباحثوں کی نوبت آئی۔ پیغام میں انطیاکس کو تاکید کی تھی کہ وہ ہرگز اس وقت تک جنگ نہ کرے جب تک کہ خود

سی پیو موجود نہ ہو اس کا مطلب اس نے کبھی واضح نہیں کیا۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ وہ بیمار پڑ گیا اور سپاہ کے عقب میں رہ گیا تھا جب کہ افسوس کے قریب مگنیسیہ کے میدان میں آزمودہ کار جیوش نے انطیاکس کے لشکر کی دھجیاں بکھیر دیں۔ سی پیو کی طرح ہینی بال بھی اس میدان جنگ سے بہت دور تھا۔

طارس کے پار سے انطیاکس نے سفیر بھیج کر پھر شرائط صلح دریافت کیں تو سی پیو نے کج ادائی سے مختص جواب دیا کہ شرطیں وہی ہیں جو جنگ نیسیہ کے معرکے سے قبل پیش کی گئی تھیں۔

جنگ تو اسی پر ختم ہوگئی لیکن رومہ کی مجلس عمائد کی مداخلت ختم نہیں ہوئی۔ اس کے اکابر انطیاکس کو نہایت دولت مند اور سی پیو کی شرطوں کو ضرورت سے زیادہ نرم سمجھتے تھے۔ بحث کے دوران میں کتو کی بات سنی گئی اور نئی شرطیں بڑھائی گئیں کہ تاوان جنگ 15 ہزار تیلنت دیا جائے۔ انطیاکس اپنا بیڑا اور ہاتھی حوالے کر دے۔ وعدہ کرے کہ مجلس کی رضامندی کے بغیر اپنی مغربی سرحد پر کوئی جنگ نہیں کرے گا اور آخری مطالبہ یہ کہ ہینی بال کو رومہ کے حوالے کر دیا جائے۔

انطیاکس نے 188 (ق م) میں بلاتعویق سب شرطیں مان لیں اور بحر روم کے سواحل سے دست بردار ہوگیا۔ ادھر اتولیہ کے سرکش باشندوں سے بلا شرط اطاعت کا مطالبہ کیا گیا اور بہادر رودس والوں سے بھی جنہوں نے رومہ کے نکمے بیڑوں کے لئے فتح حاصل کی تھی، آزاد حلیفوں کی بجائے ماتحت شہریوں کا سا برتاؤ کیا جانے لگا۔ چنانچہ ، رومی سرمایہ داروں نے رودس سے زیادہ حصہ دیا تھا، لیکن آگے

چل کر رومہ کے اس ایشیاء حلیف سے بھی اس کے جدید مقبوضات، یہ حیلہ کر کے چھین لیے کہ اس کی قوت حد سے بڑھ گئی ہے۔ مقدونیہ کو زیر نگیں لانا باقی رہا لیکن دنیائے یونان کی ہیئت بدل رہی تھی اور وہ خراج گزار بادشاہوں اور شہری ریاستوں کا مجموعہ ہوتی جاتی تھی۔ فلے می نیس نے ان کے اندرونی آزادی کا جو ڈھکوسلا بنایا تھا، وہ بنا رہا مگر اب اس کا ڈھکوسلا ہونا، زیادہ آشکار ہو گیا۔

اب اڑیل کیتو ہی تھا جس نے سی پیو کے خلاف بار بار الزامات وارد کیے۔ اسے زوال پذیر یونانیت، اس کے نفیس آداب اور ادبیات یونان سے سخت نفرت تھی۔ وہ موٹے چھوٹے کپڑے پہننا، بازاریوں کے ٹھرے پینا پسند کرتا تھا۔ سی پیو کی بیوی امی لیہ ایشیائی اور زیور سے آرائش کرتی تھی۔ کیتو اس پر چبھتے ہوئے فقرے کستا تھا۔ اس کے ذہن میں فولاد جیسے سخت بے رحم اور صابر قدیم رومیوں کی خیالی مثال جمی ہوئی تھی، اور اسی کا والہ و شیدا تھا۔ حسین و جمیل سی پیو سے جس نے پہلے افریقہ میں فتح پائی اور اب ایشیا کا معرکہ جیتا، کیتو کا حسد بڑھتا چلا گیا۔ یہ دو حریف سیاسی گروہوں کے سرغنہ بھی تھے لیکن کیتو کی دشمنی ذاتی وعیت رکھتی تھی۔ اسی نے کسی دوسرے مقرر کی زبان سے الزام لگوایا کہ انطیاکس نے 5 سو ٹیلنٹ چاندی معرکہ مگ نیسیہ کے بعد رومی فوج کی رسد کے لئے ادا کی تھی، سی پیو نے وہ اپنے پاس دبا لی۔ پھر اس کی لشکر گاہ میں ایشیائی تکلفات اور بے راہ روی کی شکائتیں کیں۔

سر پھرے سی پیو نے ان الزامات کا جواب اپنے مزاج کے مطابق یہ دیا کہ حسابات کے بہی کھاتے ایوان مجلس میں لا کر پھاڑ ڈالے اور الزام لگانے والوں سے

کہا کہ اب ثبوت کے لے وہ یہ پرزے جمع کریں پھر اہل مجلس سے اس طرح خطاب کیا کہ آپ لوگ ان امور کی تحقیقات کیوں نہیں کرنا چاہتے کہ خزانے میں 15 ہزار ٹیلنٹ چاندی کس کے توسط سے آئی۔ اسپین افریقہ اور ایشیا کی فرماں روائی کس کے ذریعے آپ کو ملی۔

یہ سی پیو کی جلسہ عام میں آخری تقریر تھی۔ اس کے بعد وہ جو حقیقت میں کچھ دولت و زر نہ رکھتا تھا، از خود وطن چھوڑ کر چل دیا۔ اس کے زوال میں بھی ہینی بال کے ساتھ یہ عجیب مماثلت قائم رہی کہ وہ یونانیائی ریاستوں کی آزادی کے نصب العین کے لیے لڑا اور ناکام ہوا۔ ہینی بال نے کبھی انہیں رومہ کے خلاف باہم شیرازہ بند ہو جانے میں مدد دینے کی کوشش کی تھی۔

جب رومی گماشتوں نے صلح ہونے کے بعد ہینی بال کی تلاش کی تو وہ افسوس میں ملانہ صور میں۔ کچھ روز بالکل غائب رہا۔ پھر ایک جزیرے میں نمودار ہوا جس پر رومی گماشتوں کے بقول بحری قزاق حکومت کرتے تھے۔

بتی نیہ کا مکان

ہینی بال پہلے جزیرہ قریطش (کریٹ) میں آیا۔ یہ شکستہ ساحل جزیرہ معروف بحری راستوں سے الگ تھلگ واقع تھا اگرچہ اتنی دور نہیں تھا کہ اس کے آزادہ رو جہازی کبھی کبھی تجارتی راستوں پر ہاتھ مار جانے سے باز رہتے۔ پھر بھی اسے دنیا کے واقعات سے اور دنیا کو اس کے وجود سے دلچسپی نہ تھی۔ اور یہ بھولا ہوا جزیرہ خاصا

محفوظ مامن ہوسکتا تھا۔ ہینی بال اندرونی جزیرہ ایک مختصر سی میدانی بستی گورسینا میں چلا آیا جہاں زیتون کے جھنڈ کثرت سے تھے۔ بستی کے مکانات ایک مندر کے گرد بنے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی اصلیت نہیں چھپائی اور شاید چھپا بھی نہیں سکتا تھا۔ بظاہر اس دور دست گمنام جگہ آنے سے اس کا مقصد یہ سوچنا تھا کہ اب آئندہ کیا کیا جائے۔

گورتینا والوں کو وہ اس لیے بھی یاد رہا کہ انہیں اس نے ایک مزے دار چکمہ دیا۔ چاندی سونے کی کچھ مقدار ابھی تک اس کے پاس تھی۔ اس نے بڑے اہتمام سے اپنے بھاری مرتبان مندر کے مہنتوں کے پاس امانت رکھوائے۔ ان میں اوپر سونے چاندی کے سکے چمک رہے تھے مگر یہ صرف ہینی بال جانتا تھا کہ نیچے سیسہ بھرا ہے۔ مدر کے محافظوں نے خوشی خوشی رسید بھی لکھ دی لیکن اس کا اصلی خزانہ فینقی دیوتاؤں کے کھوکھلے برنجی بتوں میں مخفی تھا جو مکان کے سامنے راستے پر دھرے رہتے تھے اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرتا تھا۔ فریطش اور نہ معلوم کتنے پردیسی دیوتاؤں کے بتوں کا گھر بن گیا تھا، کیونکہ جزیرے کی آبادی مختلف قوموں پر مشتمل تھی۔ ان میں کئی فرار رومن سپاہی بھی تھے جو ہینی بال کی جنگوں میں گرفتار ہو کر یونان آئے اور قریطش کے بڑے شہروں کے جہاز رانوں کے غلاموں میں شامل کر لیے گئے تھے۔ ان سن رسیدہ لوگوں کو جو بیس برس قبل تربیہ اور کنائی کے میدانوں میں اوپچی بن کر لڑنے آئے تھے اب یہاں ہل چلاتے دیکھ کر ضرور ہینی بال نے دل میں مزا لیا ہوگا۔ وہ خود ساٹھ سال سے تجاوز کر چکا تھا۔

قرطیطش میں جو کچھ گزرا اس کا حال رومہ بحری وقائع کے ایک غیر معروف سے باب میں تحریر ہے۔ انطیاکس سے صلح کے بعد جمہوریہ رومہ کے جہاز ایشیا کے سواحل اور جزائر میں آنے جانے اور حالات دریافت کرنے لگے۔ اسی میں ایک شخص مسمی لابیو کے چھوٹا سا بیڑا لے کر قرطیطش جانے کی نوبت آئی۔ بظاہر وہ وہاں کے لوگوں میں خانہ جنگی اور رومہ کے تجارتی جہازوں کو ستانے سے روکنے کے لیے آیا تھا۔ اسی سلسلے میں اسے رومن قیدیوں کا پتہ چلا اور اگرچہ اسے ہینی بال کی موجودگی کا صریحاً کوئی علم نہ تھا لیکن عجیب بات ہے کہ صرف گوتینا ہی وہ بستی تھی جس نے اپنے قیدی غلام رومی سردار کے حوالے کیے۔ ممکن ہے مہنتوں نے ہینی بال کا راز چھپایا ہو اور یا لابیو سے کوئی اندرونی قرارداد کر لی ہو۔ بہر حال ہمارا قرطاجنی سپہ سالار اپنے برنجی بتوں کو لے کر مکان سے غائب ہو گیا۔ زیر نظر تحریر میں یہ کچھ نہیں لکھا کہ رومیوں نے یا خود قرطیطش والوں نے آخر کار جب اس کی امانت کے مرتبان کھول کر دیکھے تو کیا کیفیت ہوئی۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ لابیو نے اپنی قرطیطش کی معرکہ آرائی کے صلے میں جلوس فتح نکالنے کی درخواست کی۔ مجلس عمائد نے اسے رد کر دیا کیونکہ اپنی قوم کے فقط چار ہزار قیدیوں کو چھڑا لانے کی اس کی نظر میں وہ وقعت جتنی پانچ ہزار دشمنوں کو قتل کرنی کی ہوتی۔ تاہم اس کی اشک شوئی کے لیے سونے کے سکوں پر نے بیس لابیو کا چہرہ کندہ کرانے کی منظوری دی۔

....

اس مرتبہ ہینی بال آبنائے بتی نیہ سے نیل کر دور مشرق میں بحیرہ مارمورہ کے

گھرے ہوئے سمندر کے کنارے چلا آیا جہاں رومی جیوش اور جنگی اساطیل کی دسترس نہ تھی۔

معلوم ہوتا ہے اس کے اس مامن کی سی پیو افریکانس کو خبر تھی لیکن سے بازٗ تھا اور اس نے اپنی معلومات اپنے تک ہی رہنے دیں۔ قرطاجنی سپہ سالار کی شہرت پر پردے پڑ گئیں۔ ایک دلکش پٹی جس کے سرے پر نکومدیہ تھا، اسی پر مچھیروں کے ایک گاؤں لبی سا میں اس نے سکونت اختیار کر لی۔ قریب ہی پہاڑ کی وہ چوٹی نظر آئی تھی جسے بعض وطن سے بچھڑے ہوئے یونانیوں نے ''اولمپس'' کا نام دیا تھا۔ وہ روزانہ سواری کو نکلتا تو برف پاشیدہ چوٹی کو نشان منزل کے سور پر نگاہ میں رکھتا تھا۔ کبھی کبھی سوار ہو کر شاہ پر پروسیاک کے دہقانی دربار میں بھی جاتا جو گزشتہ ہاری ہوئی جنگ میں انطیاکس کا حلیف رہا تھا۔ اس طرح وہ پاوسیاس کا مہمان دوست ہو گیا اور امور مملکت میں اسے صلاح مشورے بھی دیتا تھا۔ خود پروسیاس ناخواندہ کند ذہن سا آدمی تھا۔ ہینی بال کی کتابیں یہاں بھی اس کے ساتھ تھیں اور غالباً یہیں اس نے روس والوں کے واسطے تاریخ کا مختصر مقالہ تحریر کیا۔

بازنطیوم کے پہاڑی گڑھ اور دردانیال کے میدان جنگ و جدال کے بیچ میں مارمورہ گویا طوفانی بحر روم کا عقبی گوشہ آپ ہے جس کے پرسکون پانی کے کنارے کالی پہاڑیاں بہت اچھی پناہ گاہ بناتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ہینی بال کبھی اندرون ملک میں آگے تک نکل جاتا ہو جہاں جلاتی قوم کے لوگ امل کرگاتے اور پہاری قلطی جوڑے تیغے اور لمبی ڈھالیں لیے پھرتے اور اسی طرح اسلاف کی بہادری کی کتھائیں سناتے

تھے جیسے کچھ زمانہ قبل اس نے بوای اور انسبری قبیلے والوں کو گاتے سنا تھا۔ صوبہ جلاتیہ (گلیشیہ) کو رومی فتح کرنے کی فکر میں تھے اور پہاڑوں کے ادھران کا خراج گزار شاہ پرگانم اور پروسیاس میں بھی جھگڑے چل رہے تھے۔

ہینی بال کی سکونت گاہ آرام و آسائش کے سامانوں سے خالی تھی لیکن خاصی بڑی تھی۔ اس میں چھ دروازے تھے اور حسب عادت اس نے ایک خفیہ دروازہ بھی تیار کرلیا تھا۔ یعنی پائیں باغ کے احاطے کی سنگ بستہ دیوار میں ایک فصل باہر نکل جانے کے لیے رکھا تھا۔ یہ تنہائی کا مقام لوگوں کے لیے کوئی کشش نہ رکھتا تھا اور خود ہینی بال نے معلوم ہوتا ہے پہلی دفعہ بیرونی دنیا کے معاملات سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ پروسیاس کے ملازمین کے سوا کوئی اور ملاقاتی اس کے پاس نہیں آتے تھے۔

بتی نیہ کے حکمران نے تو اس کا بھید چھپائے رکھا لیکن رومہ سے اس کے وکیل طلب کیے گئے کہ رومیوں کے دوست شاہ پرگانم کے جھگڑے کی وجوہ بتائیں تو ایوان مجلس کی گفت و شنید میں بتی نیہ کے ایک وکیل کے منہ سے ہنی بال کا نام نکلا جسے فلے می نیس نے سن لیا۔ بحر روم پر فرمانروائی کرنے والوں کے حافظے میں ابھی تک اس نام کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ اسپین کی مستور سرزمین سے لے کر ایشیا کے میدانوں تک ہر جگہ انہیں ہینی بال کا سامنا رہا تھا۔ تیز فہم فلے م نیس نے مجلس عمائد کو غور و بحث کے لیے یہ اطلاع دی۔ سوال یہ تھا کہ ہینی بال بتی نیہ میں بیٹھا کیا نئی ہنڈیا پکا رہا تھا؟ بروئے صلح نامہ انطیا کس کو اسے رومہ کے حوالے کرنا واجب تھا۔

رسمی بحث کے بعد مجلس نے فلے می نیس کو اختیار دیا کہ وہ ہینی بال کے حوالے

کیے جانے کا مطالبہ کرے۔ چنانچہ بتی نیہ کے وکلا واپس وطن کو چلے تو فلے می نیس بدرقہ لے کر ان کے ساتھ گیا۔نکومدیہ پر لنگر انداز ہوتے ہی یہ لوگ سیدھے شاہ پروسیاس کے پاس گئے جس نے جلدی سے نوکروں پہرہ داروں کو رومی ملاقاتی کے استقبال کے لیے جمع کیا۔مگر تکریم تعظیم کے باوجود اس نے ہینی بال کو حوالہ کرنے سے انکار کیا۔وہ ایک جنگلی آدمی تھا۔اور اپنی پناہ میں آنے والے نامور مہمان کی حفاظت اس پر لازمی تھی۔ فلے می نیس کی کوئی دلیل اس نے نہیں مانی۔مگر آخر میں کہا کہ ''اگر تم ہینی بال گرفتار کرنا چاہتے ہو تو تم کو خود ہی یہ کام کرنا ہوگا۔''

جب فلے می نیس چلا گیا تو پروسیاس نے مسلح پہرہ دار بھیجے کہ ہینی بال کے لبی سا کے مکان کے سب دروازوں کی نگہبانی کریں۔اس کے نوکر نے انہیں دیکھ کر اسے خبر دی مگر صدر دروازے پر آ کر اس نے پہچان لیا کہ وہ بتی نیہ کے سپاہی ہیں۔ پھر کمروں سے نکل کر وہ اپنے سرد کے پائیں باغ میں گیا تو اس سے باہر جانے والے راستے پر بھی دو مسلح پہرہ دار کھڑے تھے۔

ذرا رک کر وہ پھر مکان کے اندر کھانے کے کمرے میں آ گیا اور اپنے نوکروں سے جو وہیں جمع ہو گئے تھے شراب کا ایک پیالہ منگوا کر کہنے لگا۔اہل رومہ ایک ملعون بوڑھے کی موت کا انتظار کرتے کرتے اکتا گئے ہیں۔وقت آ گیا ہے کہ ان کی سخت فکر پریشانی کو ختم کر دیا جائے۔وہ سال ہا سال سے زہر ساتھ رکھتا تھا، اب اسے شراب میں ڈال کر پیا اور پھر یہ الفاظ کہے ''پرہوس کو لوگوں نے خبردار کر دیا تھا کہ اس کے لیے جو زہر تیار کیا گیا ہے، اسے نہ پیے لیکن فلے می نیس کو ان گزرے ہوئے

لوگوں کا خلف رشید ہنا بھی مشکل ہے۔"

اس طرح سن 183 (ق م) میں ہینی بال کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔سمندروں کے پار اسی سال سی پیو افریکانس نے یہ حکم دے کر وفات پائی کہ اس کی لاش حکومت رومہ کے علاقے سے باہر دفن کی جائے۔

مورخ لوی لکھتا ہے "اس طرح نہ صرف جیتے جی بلکہ مر کر بھی اس نے اپنے آپ کو جلاوطن کرلیا"

سیرت ہینی بال پر تبصرہ

ہملکر کا بیٹا بال ایسا چاپ دنیا سے چل دیا گویا باغ کے چوردروازوں سے باہر نکل رہا ہے۔بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ شاید آج بھی اس کی قبر موجودہ ترکی گاؤں گبمر کے شمال میں کسی سردابے میں ہوگی۔یہ گاؤں خلیج نکومدیہ کے بالائی جانب واقع ہے۔

خود اس نے اپنے بارے میں کوئی صراحت نہیں کی ہمیں اپنے طور پر دیکھنا ہوگا کہ وہ اپنے معاصرین میں کس نظر سے دیکھا جاتا تھا۔یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اپنی ذات کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے سے وہ احتراز کرتا تھا۔عجب نہیں، اسی خاص میلان کی محض عقلی توجیہ کے لیے لوگوں یہ روایت گھڑ لی ہو کہ وہ بعض اوقات بھیس بدل کر گشت لگاتا تھا۔کوئی سکہ بھی ایسا نہیں ملا جس میں اس کا چہرہ کندہ کیا ہوا ہو حالانکہ اس کے ہم عصر رومن سپہ سالاروں اور یونانی والیان ملک کی سی پیوں والے

بہت سے سکے ملتے ہیں۔

سکندر اعظم کے مقابلے میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ ہینی بال کی ذاتی زندگی آخر تک سادہ اور تخلیہ پسندی کی رہی۔ شراب کا وہ عادی نہ تھا اور ساری عمر صرف ایک عورت (بیوی) سے اس کا واسطہ رہا۔ جہاں تک معلوم ہے اس کا ایک ذاتی مکان قرطاجنہ میں اور ہدروتم کے قریب جائیداد تھی لیکن ان کی طرف بھی اس کی کوئی خاص توجہ نہیں پائی جاتی۔ نکتہ چینوں نے اسے حریص بتایا ہے لیکن رومہ والوں کے بالکل برخلاف اس نے کاپوا اور تارتم جیسے دولت مند شہروں سے بھی کوئی خراج یا امدادی رقم وصول نہیں کی۔ قرطاجنہ کے سرکاری خزانے تک سے بہت کم مالی امداد طلب کی۔ وہاں کے نظام مالیات میں اس کی سخت اصلاحات کی زد دوسرے دولت مندوں پر پڑی تو خود وہ یا اس کی املاک بھی ان سے بچی نہیں رہیں۔

چند مواقع پر ہینی بال غصہ ضبط نہیں کر سکا۔ ان کی حکایتیں مشہور ہو گئیں۔ مگر یہ اتنے کم موقعے تھے کہ ہم کہہ سکتے ہیں عام طور پر وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھتا تھا۔ فتح و کامرانی کے بعد بھی نمود و نمائش کی بجائے ہم اسے اس فکر میں منہمک دیکھتے ہیں۔ کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ اگرچہ بعض موقعوں پر اپنے متبعین کے جشن منانے کا ضرور اہتمام کرتا تھا۔

پولی بیس کہتا ہے کہ اہل قرطاجنہ ہینی بال کو حریص کہتے تھے اور اہل رومہ سفاک بتاتے تھے۔ محاربات ہینی بال میں کسی فریق نے بھی انتہائی سخت دلی دکھانے میں کمی نہیں کی۔ قرطاجنی سپہ سالار نے لاطیوم کا علاقہ قریب قریب ویران کر ڈالا لیکن اس

کے باپ ہملی کر نے اجیر سپاہ کی بغاوت فرو کرنے میں جیسی سختی سے کام لیا، وہ ہینی بال میں ہرگز نہ تھی۔ ممکن ہے باپ کی خون خواری کا لڑکپن میں مشاہدہ کرنے سے اسے قتل و خونریزی سے نفرت ہو گئی ہو۔ اسپران جنگ کا یا کسی مفتوحہ شہر کے باشندوں کا خون اس کی گردن پر نہیں ہے حالانکہ ایسا قتل عام رومن افواج کی عادت مستمرہ بن گیا تھا۔ اسی طرح ان میں اور ہینی بال میں یہ فرق بھی واضح ہے کہ قرطاجنی فاتح نے مقتول رومی سپہ سالاروں کی عزت سے تدفین کرائی اور ادھر زندہ رومی سپہ سالاروں نے یہ بہیمیت دکھائی کہ ہسدروبال کا سر کاٹ کر قرطاجنی پہرہ داروں میں پھینکا۔ اس عہد میں یہ کوئی اخلاقی مسئلہ نہ تھا۔ گریکس اور مارسیلس جیسے لوگ مخالف قوم کے افراد کو بے تامل مروا ڈالتے تھے لیکن ہینی بال ان سے اعلیٰ تہذیب و ثقافت کا مالک تھا، اس نے جہاں ممکن ہوا انسانی جان کی حفاظت کی۔

کیا وہ اوہام پرست تھا؟ اس عہد کے ایک قرطاجنی کے بارے میں ایسا کہنا دشواری سے خالی نہیں۔ اتنا تو یقینی ہے کہ اس نے سکندر یونانی کی طرح یا آئندہ سیزروں (قیاصرہ) کی طرح اپنے لیے کیس ربانی صفت یا خدائی کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور نہ سی پیو کی طرح نادیدہ دیوتاؤں کی امداد کا کوئی اعلان (خواہ واقعی عقیدے کی بنا پر، خواہ محض وقتی مصلحت کے طور پر) کبھی کیا۔ بظاہر وہ اپنی سعی و تدبیر پر ہی بھروسہ رکھتا تھا اور اپنی فوج والوں سے بھی مادی فوائد ہی کے لیے حقیقی کوشش پر انحصار کرنے کی ہدایات جاری کرتا تھا۔

یہاں پہنچ کر ہم اس کی دماغی خصوصیات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ بے شبہ

وہ انسانوں کے سب سے بڑے قائدین میں شامل ہے۔ اس نے نظام حکومت کے قدیم نمونوں کو یہ ثابت کرنے کے لیے درہم برہم کر دیا کہ انہی معمولی افراد کی ایک جمعیت یا کوئی گروہ اکابر عملاً وہ کام کر سکتا ہے جس کا منطقی دنیا میں خواب تک کسی نے نہ دیکھا ہو۔ اس باب میں اس کا مثیل صرف ایک سکندر یونانی گزرا ہے۔ مگر ان میں ایک بڑا واضح فرق ضرور ہے کہ سیمابی مزاج سکندر نے بہت سی اقوام کو جنہیں مطیع کیا، کسی نہ کسی طرح اپنی کچھی میں بھر لیا اور یورپ وایشیا کی ایک مخلوط سلطنت کا نقش بنا کر دکھا دیا۔ یہ سلطنت قائم نہ رہ سکی تاہم چند یونیائی حکومتوں کی صورت میں اس کے اجزا سلامت رہے۔ بخلاف اس کے ہینی بال اہل یورپ بلکہ یونانیوں تک کو اپنا نہیں بنا سکا اور خود ہمیشہ ان سے الگ ایک قرطاجنی ہی رہا۔ دوسرے سکندر تو داستان گویوں کا دل پسند موضوع بن گیا اور انہوں نے اس کے کارناموں کو بڑھا چڑھا کر ایک افسانوی داستان حمزہ بنا دیا کہ اس دورہ عالم کا بطل جلیل ہو گیا ہے لیکن ہینی بال کی سوانح لکھی تو صرف اس کے دشمنوں نے اور رفتہ رفتہ اسے اپنے تعصبات کے مطابق برائی میں ضرب المثل بنا دیا۔ مثلاً لوی کا قول کہ:

''اس کی سفاکی'' انسانیت کے خلاف۔ اس کی دغابازی فنیقیوں سے بدتر تھی۔

بایں ہم لوی اور اس کے ہم نوا ہینی بال کی یگانہ روزگار قیادت کو محو و نابود کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ 36 برس کے طویل عرصے تک بحر روم کے جملہ ممالک میں اس کی ذات مقیاس الحرارت بنی رہی اور اس کی وجہ سے آئندہ واقعات عالم کا رخ بدل گیا۔ بعض تخیلات جنہیں ہم جدید سمجھتے ہیں، حقیقت میں اسی قرطاجنی سپہ سالار

سے ہم نے سیکھے۔ سکندر اعظم سے اتنے عطیات ہمیں نہیں ملے یہ طرفہ حقیقت کہ ہنی بال اپنے معاصرین میں خاصا اجنبی نظر آتا تھا، اور آج ہماری ذہنیت کو مانوس شخصیت معلوم ہوتا ہے، اس کی وجہ غالباً یہی ہے اور اسی سبب سے ہم اس کے طریق عمل کو بخوبی سمجھ جاتے ہیں۔ مثلاً اسپین کی معاون سے مصارف سپاہ کے لیے چاندی فراہم کرنا۔ ''جزیرہ والوں سے الپس کے مناسب حال لباس لے لینا، مرکہ تراسی منو کے بعد رومیوں کے اسلحہ اور سازو سامان سے از سر نو اپنی فوج کو آراستہ کر دینا، وغیرہ، چھوٹی چھوٹی قوموں کو ایک مخلوط سپاہ کی شکل میں اور لوگ بھی مرتب کرتے رہے ہیں لیکن ہنی بال نے پہلی دفعہ اسے عمل میں لا کر دکھا دیا۔ زمانہ حاضرہ میں کچھ اسی قسم کی شیرازہ بندی بحر روم کے جنوب میں مصر سے مراکش تک صورت پذیر ہو رہی ہے لیکن اس کی قیادت کو کوئی ہنی بال نہیں ہے۔ پھر اہل رومہ کے ''دل'' متاثر کرنے کے لیے جس طرح اس نے جنگ کی وہی چیز اب ہماری زبان میں ''نفسیاتی جنگ'' کہلاتی ہے۔ علیٰ ہذا اس کا مخبری کا نظام آج بھی نمونے کا کام دے سکتا ہے۔ دشمن کے ''حربی مواد'' یعنی قدرتی وسائل کا جس طرح وہ اندازہ لگاتا تھا، اور یہ کہ ان سے دشمن کو کیونکر محروم کیا جائے، یہ مباحث اور مسائل ہمیں بھی مانوس، جانے پہچانے معلوم ہوں گے۔ اپنے عزیز اسپین سے گھوڑوں کے جو گلے ساتھ لایا تھا، ان کے دانہ گھاس کی فکر سے کسی وقت وہ خالی نہیں رہتا۔''

کارآمد، قیمتی معاون، صقلیہ کے غلے، سار دینہ کے چمڑے اور لوہے کی دھات کو کبھی نہیں بھولتا اور سب سے بڑھ کر جنگلات، چونیہ جہاں بھی مل سکتا ہو، انہیں

برابر یاد رکھتا ہے۔ اطالیہ میں یہاں وہاں پلٹ پلٹ کر اس کا منازل سفر طے کر کے رومیوں کی تیار فصلوں کے وقت پہنچ جانا، ایک پر لطف مطالعہ کی چیز ہے۔ شاید سازو سامان کی کشمکش میں خاص معرکے کا وقت وہ تھا جب کہ اہل رومہ نے سخت مجبوری میں مصر سے چند جہاز غلے کا سودا کیا۔ یہ جہازی قافلہ روانہ تو ہوا لیکن ہینی بال کے مخبری کے اعلیٰ انتظام کی بدولت قرطاجنی بیڑے نے اسے راستے ہی میں پکڑ لیا۔ رومہ کو مالی مشکلات سے نجات صرف اس وقت مل سکی جب سی پیو نے اسپین کی معاون پر قبضہ کیا اور چاندی جہازوں میں لاد کر بھجوائی۔

یہ معاشی مسائل جو دنیائے حاضرہ کی لڑائیوں میں عام طور پر زیر بحث آتے ہیں، محاربات ہینی بال میں ان کی ماہرانہ تحقیقات ابھی تک نہیں کی گئی۔ ٹارن اور گریفتھ کے محققانہ مقالات صرف یونانی ریاستوں، یعنی مشرقی بحر روم سے بحث کرتے ہیں۔ ایک مصنف (روز) کچھ آگے تک گیا اور قرطاجنہ کی بحری سیادت میں زوال کا سبب یہ تجویز کرتا ہے کہ صقلیہ، سار دینہ کورسکا پر رومن قبضہ ہو جانے سے جہاز سازی کا مصالحہ اہل قرطاجنہ کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ حالانکہ گمان غالب یہ ہے کہ اس عظیم بحری کشمکش کے اواخر میں ان کے ہارنے کا سبب عددی کمی ہوئی تھی۔ دوسری طرف ایک اور غلط خیال یہ پھیل گیا ہے کہ قرطاجنہ زرومال کا مخزن تھا اور رومہ میں افلاس چھایا ہوا تھا۔ بھوکوں نے لامحالہ پیٹ بھروں پر غلبہ پالیا۔ عہد حاضر کے لوگ ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر لکھ دیتے ہیں کہ دولت کا پجاری قرطاجنہ رومہ سے لڑنے آیا، جہاں اوصاف حسنہ اور افلاس کے سوا کچھ نہ تھا۔ بے شبہ

قرطاجنہ اعلیٰ تہذیب یافتہ، تجارتی شہر تھا اور 219 (ق م) میں اس کے پاس اپنے اطالوی حریف سے زیادہ مسکوک روپیہ ہوگا اس کا سکہ مشرق میں رودس تک معیاری مانا جاتا تھا لیکن بحری راستوں کی ناکہ بندی سے اس کی تجارت برآمد کو نقصان پہنچا اور جنگ کے دوران میں کم سے کم دو مرتبہ اس کا خزانہ خالی ہوگیا۔ ادھر حکومت رومہ کے پاس کہیں زیادہ قدرتی وسائل تھے اور آخری ایام جنگ میں لوگوں کا سونا چاندی ضبط کر کے اس نے بہت زیادہ دولت فراہم کر لی تھی (سن 157) ق م میں سونے چاندی کی کثیر مقدار کے علاوہ رومہ کے خزانے میں 6 کروڑ سے زیادہ چاندی کے سکے تھے۔ یہ سونا چاندی، بیشتر اطالیہ کے باہر سے لایا گیا تھا۔ ہنی بال کسی کاشمی دیوی کا سپہ سالار نہیں تھا بلکہ درحقیقت اپنی بڑی مہمات میں اسے کبھی کافی سازو سامان میسر نہیں آیا۔ دوسری طرف وہ برابر اسی کوشش میں رہا کہ اپنے وطن کے محدود وسائل پر اپنا بار نہ ڈالے۔ زمانہ حال کے بہت کم اہل قلم نے ان حالات کو دھیان میں رکھا ہے اور نہ رومہ کے بہت بڑے عددی غلبے پر کبھی توجہ فرمائی ہے۔ ان اعداد کا حوالہ، قریب قریب صرف ایک قدیم مصنف استرابو میں ملتا ہے جس نے بتایا کہ قرطاجنہ کی افریقی مملکت کی آبادی 7 لاکھ کے اندر تھی بحالیکہ حکومت رومہ کے زیر نگیں 60 لاکھ کے قریب نفوس تھے۔

غرض ہنی بال مجبور تھا کہ جس قدر آگے چلے، اپنی ضرورت کے وسائل خود ایجاد کرے جس میں گھوڑوں کے علاج معالجے سے لے کر اسیران جنگ کی فروخت تک سبھی باتیں شامل تھیں۔ اپنی دشواریوں کو نئی نئی طرح سے حل کرنے کے گر اسے

خوب سوجھتے تھے اور اس کے حریف ہر چند قیاس دوڑاتے لیکن اس کے اقدامات کا کبھی صحیح اندازہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ عین وسط مہم میں یکایک نقشہ بدل دینے کی عجیب مہارت رکھتا تھا۔ سن 218 میں اسپین کے ساحل روانہ ہوا تو ایک ہی رات میں یہ راستہ چھوڑ کر اس نے الپس پار کر کے رومہ جانے کی ٹھان لی جس کا کسی کو یقین نہیں آ سکتا تھا۔ کنائی کے عظیم معرکے کے بعد شہر رومہ پر چڑھائی کرنے کی بجائے اس نے اسے معاشی اعتبار سے بھینچ لینے کی غرض سے جنوب کی بحری ریاستوں کا نیا جتھا بنانے کی عجیب تدبیر نکالی تھی۔ زاما کے میدان جنگ میں لشکر کو اس طرح ترتیب دے کر لایا کہ ذہین وزیرک سی پیو کے خیال میں بھی نہ آ سکتی تھی۔ اول سے آخر تک اس کے اقدامات اہل رومہ کو ششدر کرتے رہے۔ کبھی کسی سپہ سالار نے پوری فوج کو کہر کے دوسرے طرف اس طرح نہ چھپایا تھا کہ کہر میں سے بے خبر گزرنے والی سپاہ تک کو خبر نہ ہو۔ اور نہ کبھی کسی نے کنائی کے ایسے کھلے میدان کو موت کا پھندا بنا دینے کا کمال دکھایا تھا۔ سکندر یونانی کے سوا اور کوئی سپہ سالار کسی دشمن برِاعظم میں قریب قریب ایک پشت تک اپنی فوج کے گزارے کی ایسی تدبیر نہیں کر سکا تھا جیسی ہنی بال نے کر دکھائی۔

ہنی بال دنیا کا سب سے بڑا سپاہی گزرا ہے۔ تاریخ عالم کے دوسرے مشہور جنگی قائدین اور سپہ سالاروں سے اس کا موازنہ کرنا مشکل ہے اس کا کام بے نظیر تھا۔ ایشیائیوں میں منگول سپہ سالار سبوتائی نے کھلے میدانوں میں سوار تیر اندازوں سے معرکہ جیتا یورپ میں فریڈرک اور نپولین دونوں کو اپنے حریفوں پر ہتھیاروں میں

کچھ نہ کچھ فوقیت تھی۔ دوسرے ان کی کامیابیاں اسی وقت تک رہیں جب تک ان کا عسکری مرکز وطن کی چھاؤنیاں تھیں۔ ورنہ اسپین مصر اور روس میں نپولین کے لشکروں نے دور نکل کر معرکہ آرائی کی جسارت کی تو مار کھائی۔ ہینی بال کی نسبت ہم یہ قیاس نہیں کر سکتے کہ نپولین کی طرح (812ء میں) ایک بڑی سپاہ لے کر ماسکو پر چڑھ دوڑتے۔۔۔ موازنہ کرنے کے لیے لازماً پھر سکندر یونانی کو دیکھنا ہوگا۔ یہ یونانی بادشاہ اور وہ قرطاجنی سپہ سالار دشمن کے وطن اور فوجوں پر بے باکی سے جا پڑنے اور ہر ممکن ذریعے سے اس کی قوت توڑ دینے میں تو یکساں تھے لیکن یہاں بھی ہم ہرگز توقع نہیں کر سکتے کہ ہینی بال ایک براعظم کا موہوم سرا تلاش کرنے کی دھن میں اپنی فوجوں کو ہندوستان کے دریاؤں تک بڑھائے لیے چلا جاتا حتیٰ کہ وہ عاجز آ کر بغاوت پر تیار ہو جاتیں۔ اس کے بارے میں تو وقائع نویس ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ اس کے سپاہیوں نے وہ سختیاں جھیلیں کہ کوئی یقین نہ کر سکتا تھا کہ ایک سپاہ اتنی سختی برداشت کر سکتی ہے۔۔۔ بایں ہمہ اتنی بڑی سپاہ کو اس نے اس طرح وابستہ رکھا کہ کبھی اس کے خلاف یا اندرونی صفوں میں کوئی شورش و سرکشی نہیں ہوئی۔

فن حرب کے جدید نقاد اکثر الزام لگاتے ہیں کہ ہینی بال کو محاصرہ کرنا نہیں آتا تھا۔ جنرل فلر کے الفاظ میں ''وہ ہر موقع کے مطابق کام کر سکتا تھا۔۔۔ بجز جنگی محاصرہ کرنے کے'' لیکن اپنی واحد میدانی سپاہ کو اس نے محاصرین بنانے کی کبھی کوشش ہی کب کی؟ رومیوں کے بہت سے قلعہ شکن آلات اس نے چھین لیے تھے لیکن اس طریق جنگ میں اس کے لاطینی دشمن زیادہ مہارت رکھتے تھے جیسا کہ نولا

میں مارسیلس نے ثابت کیا۔ تاہم دیکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ دوسرے ذرائع سے جنوبی اطالیہ کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا بغیر اس کے کہ پتھر کی دیواروں سے اپنے سپاہیوں کے سر پھڑوائے (جیسا کہ پولی بیئس نے جتایا ہے کہ اس کی سپاہ مستعد اور کارواں تھی، لیکن اس کی تعداد زیادہ نہ تھی) اس کی کوشش تو ہمیشہ ہی رہی کہ دشمن کو کھلے میدان میں لگالائے جہاں اس کی لاجواب سوار فوج جولانیاں دکھا سکے۔ البتہ سن 207 ق م کے بعد بروتیہ کی پہاڑیوں میں اس نے دفاعی مورچہ بندی کر لی تھی۔ اس کے بڑے حریف افریکانس نے بھی یوتکہ کے محاصرے میں پابند ہو جانا یا قرطاجنہ کی شہر پناہ پر بڑھنا پسند نہیں کیا حملہ آور سپاہ کو محاصروں میں کس قدر نقصان اٹھانے پڑتے ہیں، اس کی صدہا مثالوں میں سے ایک حالیہ مثال ہٹلر کا سٹالن گراڈ کا محاصرہ تھا۔

سی پیو حربی تدابیر میں نپولین کے مماثل تھا مگر خود اس نے ہینی بال سے ہی جنگ کرنے کا سبق سیکھا۔ ادھر ہینی بال کو شکست دینے کے واسطے مملکت رومہ کو وسیع پیمانے پر وہ کلی سپاہی بندی اور جملہ وسائل سے اس طرح کام لینا پڑا جو جمہوریت کے بجائے سلطنت یا ملوکیت کیا کرتی ہے اور حقیقت میں جلد ہی وہ ایک ملوکیت بن گئی سی پیو مطلق العنان سلا اور جولیئس سیزر کا پیش رو ثابت ہوا اس ارتقاء میں رومیوں نے اہل مقدونیہ کی بجائے تقلید تو ہینی بال کی کی لیکن ان کے مقاصد بالکل مختلف تھے۔

''اہل قرطاجنہ اپنی بقا اور صرف افریقہ میں حکمرانی کے لیے لڑے لیکن اہل رومہ

اپنی سیادت اور تسخیر عالم کے واسطے جنگ کرتے تھے"(پولی بئیس)

فتح کنائی کے بعد یا قرطاجنہ کی بحری برتری قائم رہنے کے زمانے میں رومہ والے صلح قبول کر لیتے، تو کیا صورت ہوتی؟ اس کا ہم صرف خیالی نقشہ بنا سکتے ہیں۔ ہنی بال کے حسب مراد صلح کا کچھ اندازہ اسپین میں اس کے طریق حکمرانی سے ہو سکتا ہے اگرچہ اس بارے میں بھی ہماری معلومات قلیل و پراگندہ ذرائع پر منحصر ہیں۔ جنوبی اسپین کے رئیسوں کو بظاہر اس نے حکومت کے مزید اختیارات دے دیئے تھے اور یہ ملک قرطاجنہ کی تجارتی سلطنت کے زیر اثر رہتا تو اس کی مقامی خودمختاری بحال رہتی۔ بحراوقیانوس کے سواحل کے حالات دریافت کرنے میں ضرور ترقی ہوتی اور شمالی اطالیہ کے غال اور لگوری غالباً آزادی سے بہرہ مند رہتے۔ کاپوا جنوبی اطالیہ کا جہاں یونانی غلبہ تھا، دارالحکومت بن جاتا۔ ممکن ہے رومی لاطیوم کے جوڑ پر اتروریہ اور سامنیوم آزاد کر دیئے جاتے۔ مگر یہ صورتحال کب تک قائم رہ سکتی تھی، یہ الگ سوال ہے بظاہر تو وہ ہنی بال کی زندگی کی مدت سے زیادہ نہ چلتی۔ اس نے اپنے اہل وطن کو خود ہی خبردار کر دیا تھا کہ ان کی سلطنت صرف تجارت کے بل پر قائم دائم نہیں رہ سکتی۔

ہنی بال کی زندگی میں دنیائے جدید کے لیے بھی ایک بڑا سبق یہ ہے کہ فن حرب کو آلات جنگ اور مہلک اسلحہ کی کثیر فراہمی پر منحصر سمجھنا ضروری نہیں۔ آلات اور مشینی سازوسامان سے قطع نظر، جنگ کا انحصار انسان اور انسانی طبائع کے موازنے پر ہی آ کر ٹھہرے گا۔ وہ ہمیشہ ایک دماغی صناعی رہی اور رہے گی جس میں کوئی اعلیٰ

درجے کا صناع کبھی کسی الپس کے درے سے نمودار ہو کر انسان، روپیہ اور اسلحہ۔۔۔ جملہ قوتوں پر غالب آ جائے گا۔ فوجوں کی کثرت، سازوسامان کے انبار، کوئی چیز بھی دماغی برتری کا فرق دور نہیں کر سکتی۔ سن 219 (ق م) میں حکومت رومہ اس زمانے کے معمول کے مطابق جنگ کے واسطے پوری طرح تیار تھی قرطاجنہ معمول کے مطابق نہ تھا۔" اہل رومہ و قرطاجنہ دونوں پر جو کچھ بیتی اس کا سبب صرف ایک دماغ اور ایک شخص تھا۔"

”قرطاجنہ کو مٹانا ہے“

(Delenaest Carthago)

قرطاجنہ کی تاراجی ہینی بال کی وجہ سے پچاس برس کے لیے ملتوی ہوگئی تھی اس داستان کے تمسے کے طور پر اسے بیان کر دینا مناسب ہے کیونکہ شروع میں رگولس نے افریقہ میں جو شرائط صلح پیش کی تھیں، ان سے لے کر واقعی بربادی کے فیصلے تک ایک صدی سے زیادہ اہل رومہ کے اس مقصد میں تسلسل پایا جاتا ہے اور یہ فرض کرنا درست نہیں ہوسکتا کہ ہملکر کا بیٹا رومیوں کے قرطاجنہ کو برباد کرنے کے مقصد سے ناواقف ہوگا۔ رومہ نے اس بارے میں جو اقدامات کیے وہ ترتیب زمانی سے ذیل میں بالاختصار بیان کر دیئے گئے ہیں۔

سی پیو نے جو شرائط صلح عائد کیں اور ہینی بال نے قبول کیں ان میں شہر قرطاجنہ کو قوم رومہ کی جمہوریہ کے دوست اور حلیف کی حیثیت سے ہر قسم کے گزند سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس کی سن 218 (ق م) کی حدود مملکت مسلم رکھی تھیں، البتہ شرط یہ تھی کہ وہ مجلس عمائد کی رضامندی کے بغیر افریقہ میں کوئی جنگ نہ کرے گا۔ قرطاجنہ نے تاوان جنگ کی قسطیں قبل از وقت ادا کرنے کی پیشکش بھی کی تھی مگر اسے منظور نہیں کیا گیا۔ لہٰذا آخری قسط رومہ کو 152 (ق م) ہی میں ادا ہوئی۔

ادھر چند سال قبل مقدونیہ اور پھر دلماشیہ بھی رومہ کے مطیع ہوگئے 154 (ق م)

میں لگوریہ کی تدریجی فتح مکمل ہوئی ۔ وہاں کے 40 ہزار باشندے سلامت رہ گئے تھے انہیں بھی نکال دیا گیا۔ اسی سال اسپین کے صوبہ نوری تانیہ (موجودہ پرتگال) میں بغاوت بھڑکی تو ہر چند وہاں کے لوگوں نے جلاوطنی کی شرط قبول کر کے ہتھیار ڈال دیئے تھے پھر بھی رومی حاکموں (گالبا اور لوکلس) نے صوبے کے سارے مردوں کو قتل کرا دیا۔

جس سال قرطاجنہ سے تاوان جنگ کی آخری قسط وصول ہوئی مغربی بحر روم کی تمام قوموں کی حالت (بجز اسپین کے) وہی ہو گئی تھی جیسی 219 (ق م) میں ہنی بال کے سامنے تھی۔ یونانی مورخ پولی بیس رقم طراز ہے کہ ''قوم بلا شرط رومیوں کی اطاعت قبول کرتی تھی پہلے اپنی بستیاں اور زمینیں حوالے کر دیتی پھر اپنے سب نفوس مرد و عورت حوالے کرتی اور آبی گزرگاہیں بندرگاہیں مندر اور قبریں تک رومی فاتحین کو دے ڈالتی تا آنکہ اس قوم کی کوئی چیز مملوکہ نہ رہتی، رومی ہر شے کے مالک و مختار ہو جاتے تھے۔''

قرطاجنہ نے صلح نامے کی شرطیں دیانت داری سے پوری کیں حتی کہ ہنی بال کی زندگی میں انطاکیس کے خلاف ''رومی حلیفوں اور دوستوں'' کو امداداً کچھ جہاز اور روپیہ بھی دیا لیکن جب ماسی نسا نے اس کی حدود مملکت میں دست درازی شروع کی تو اہل قرطاجنہ نے مزاحمت کے لیے فوج جمع کی۔ یہ بات صلح نامے کی شرط کے خلاف تھی لیکن قبل ازیں وہ سات مرتبہ رومہ کی مجلس عمائد سے درخواستیں کرتے رہے تھے کہ نومدیہ کے شاہ موصوف اور قرطاجنہ کے رمیان ثالثی کرے۔ رومہ سے

ثالث بنا کر جو لوگ بھیجے جاتے وہ اپنے خراج گزار بادشاہ (ماسی نسا) ہی کی طرف داری کرتے اور صلح نامے کی صریح شرط کے خلاف قرطاجنہ کی حدود مملکت گھٹتی چلی جاتی تھیں سوئے اتفاق سے انہیں نومدی چیرہ دستی لڑ کر روکنے کی کوشش میں بھی شکست ہوئی۔ اور اب جو تحقیقاتی جماعت رومہ سے افریقہ بھیجی گئی اس میں کیتو بھی شامل تھا۔ اس نے پچھلے دنوں جنگی شہرت حاصل کی، اسپین کی بغاوت کچلنے میں حصہ لیا جہاز سازی اور رولوس میں بردہ فروشی کے نئے کاروبار کے ذریعے خوب دولت بھی کمائی تھی۔ قرطاجنہ سے واپسی پر اس نے اہل وطن کو وہاں کی یہ کیفیت سنائی کہ وہ پھر پھل پھول رہا ہے۔ اور رومہ کی رقابت میں اپنی بحری تجارت بڑھا رہا ہے۔ وہاں کے شہریوں کا یہ قول نقل کیا کہ قرطاجنی لوگ اس وقت تک بخیر و سلامت رہیں کہ جب تک ان کا کوئی امیر البحر سمندر میں اپنا ہاتھ ڈبو سکتا ہے۔ مجلس والوں کو ایک تازہ انجیر دکھایا جسے دو دن میں قرطاجنہ سے لایا گیا تھا اور صاف صاف کہا کہ وہ شہر خطرناک ہے۔ پھر اس نے اپنا قول ''دلاندا یز کارتھاجو'' (قرطاجنہ کو مٹانا ضروری ہے) دہرایا۔

مجلس کے بعض ارکان اس رائے کے مخالف تھے۔ سی پیونسیکا نے زور دے کر کہا ''اور میں کہتا ہوں قرطاجنہ کو ہرگز مٹانا نہ چاہیے۔'' ایسے ارکان بھی تھے جنہیں جنگجو نومدیہ والوں کا قرطاجنہ پر قابض ہو جانا مخدوش معلوم ہوتا تھا اس مسئلے پر مجلس کے خفیہ اجلاس میں بحث ہوئی۔ بعد کی تاریخوں میں بھی قرطاجنہ کو بحر روم کے کنارے سے بے نشان کرنے پر موافق و مخالف بہت کچھ قیل و قال کی گئی ہے۔

عمائد رومہ کا فیصلہ بہر حال یہی تھا کہ اس شہر کا کم سے کم اخراجات اٹھا کر خاتمہ کر دیا جائے۔

قرطاجنہ سے ایک سفارت، نومدیہ سے لڑنے کے فعل پر معافی مانگنے رومہ آئی تھی۔ جب قرطاجنی سفیروں نے دریافت کیا کہ ہم اس غلطی کا کیا جرمانہ ادا کریں تو انہیں صرف یہ گول مول جواب دے کر ٹرخا دیا گیا کہ ''رومی قوم کو اطمینان دلاؤ'' اسی طرح دوسری سفارت جو اس مطالبے کی وضاحت چاہنے آئی، اس کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا گیا کہ ''قرطاجنہ والے خود بخوبی جانتے ہیں۔''

بعد ازاں 150ق م میں قرطاجنہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا۔ رومہ کے دونوں بری اور بحری فوجیں لے کر صقلیہ میں اترے کہ افریقہ پر حملے کی تیاری کی جائے۔ قرطاجنہ کی تیسری سفارت رومہ آئی کہ مجلس کی عمائد جو شرائط عائد کرے منظور ہیں۔ ہم اطاعت کرتے ہیں مجلس نے صرف ایک شرط کی کہ وہاں کے ممتاز ترین یا منتخب سو خاندانوں کے 300 بچے بطور یرغمال 30 دن کے اندر بھیج دیئے جائیں۔ بدنصیب قرطاجنہ نے اسے بھی مان لیا اور تعمیل کر دی۔ پھر بھی قنصلوں نے مزید شرائط صلح پر گفتگو سے انکار کیا اور کہ یہ افریقہ پہنچ کر طے کی جائیں گی۔ چنانچہ رومی حملہ آور جہازوں میں پہلے یوتکہ آئے جس نے پہلے ہی رومہ سے اتحاد اور دوستی قبول کر لی تھی۔ یہیں قرطاجنی سفرا رومی قنصلوں کے حضور میں باریاب ہوئے۔ اس طرح کہ دو طرفہ فوجیں صف بستہ اور شہ نشین پر قنصل متمکن تھے۔ انہوں نے تمام ہتھیار، آلات و سامان جنگ ''بلا و غل و فصل'' حوالہ کر دینے کا مطالبہ کیا۔ حکومت

قرطاجنہ نے یہ شرط بھی پوری کردی۔ پھر وہاں کے ممتاز گھرانوں کے لڑکے اور جملہ اسلحہ وغیرہ لے لینے کے بعد پچاس ارکان حکومت رومی فوج کی صفوں میں کھڑے کیے گئے کہ امان دیئے جانے کی شرطیں سنیں۔ اب جس قنصل نے یہ اعلان کیا، اس نے کہا ہماری شرط چند لفظوں میں یہ ہے کہ ''باشندگان شہر قرطاجنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، وہ جہاں چاہیں جا کر اپنی نئی بستی بسالیں جو ساحل سے 80 استادیا (9 میل) کے فاصلے پر ہونی چاہیے، کیونکہ قرطاجنہ کو لازماً منہدم کردیا جائے گا۔''

قرطاجنی وکیلوں کی فریادوفغاں ایک دردناک عذر پر ختم ہوئی کہ ہم اپنے مندر اور بزرگوں کی قبریں نہیں چھوڑ سکتے۔ قنصل نے جواب دیا تم ان مقامات کی زیارت کے لیے آسکو گے۔۔۔۔ جب انہوں نے کہا کہ ہماری معاش بحری آمدورفت پر منحصر ہے، ساحل سے دور پھینکنے کی بجائے بہتر ہے کہ ہماری جان لے لی جائے۔ قنصل نے کہا ''تم زراعت کرکے پیٹ پال سکتے ہو۔ میں ان شرائط میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا، جن کا مجھے حکم دیا گیا۔''

سپاہیوں کے صفوں سے نکل کے رخصت ہوتے وقت روسائے قرطاجنہ ایک اور بات کہنے کے لیے رکے وہ یہ کہ ''ہم میں سے کسی کو تم آئندہ زندہ نہیں دیکھو گے'' حقیقت میں یہی ہوا ان پچاس میں سے چند تو دیہات میں فرار ہوگئے جو قرطاجنہ واپس آئے انہیں مشتعل اہل شہر نے شہر کے دروازوں پر ہی مار ڈالا اور پھر اپنی تباہی کا پیام سن کر مایوسانہ جدوجہد یا حرکت مذبوحی کے لیے تیار ہو گئے۔

انسانی تاریخ میں یہ واقعہ بھی ایک زخم نشتر بنا رہے گا کہ بغیر کسی سر دھڑے یا

سردار کے، بغیر آلات ووارادت یا اسلحہ کے قرطاجنہ کے باشندے جان سے ہاتھ دھو کر خوب لڑے ان کے کاریگروں نے نئے ہتھیار بنائے ان کے تمام گھرانوں سے نئی فوج مرتب ہوئی، ان کی اندرونی بندرگاہ سے جنگی جہاز برآمد ہوئے اور تین سال تک انہوں نے رومن جیوش کو میدانی شکستیں دے کر بار بار اپنے مضافات سے پیچھے دھکیل دیا۔ رومی مورخ اسے تیسری فنیقی جنگ کہتے ہیں اور اس میں فی الواقع حملہ آوروں کو فتح ایسی آسان اور سستی نہیں حاصل ہوئی جیسی کہ مجلس عمائد توقع رکھتی تھی۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ فتح حاصل ہی نہ ہوتی اگر تیسرے سال ایک نہایت کارواں شخص سپہ سالار بنا کر افریقہ نہ بھیجا جاتا۔ یہ سپیو امی لیانس، افریکانس کے بڑے بیٹے کا متبنی فرزند تھا۔ کیتو نے بھی ''پرچھائیوں میں ایک مرد دانا'' کہا ہے۔ بہت کچھ افریکانس ہی کی طرح اس نے اپنی فوجوں میں اعتماد حاصل کیا اور پھر اس عظیم شہر کا ماہرانہ تدابیر سے محاصرہ شروع کیا رسد رسانی کے ذرائع مسدود کیے اور قدم قدم پر لڑ کر اپنے قلعہ شکن آلات فصیلوں تک بڑھا لایا ان کے ٹوٹنے کے بعد بھی شہر والے گلی کوچوں میں لڑتے رہے بلکہ ایک ایک عمارت میں ڈٹ کر لڑے تا آنکہ وہ آگ سے جل گئی یا نیچے سے کھود کر منہدم نہ کر دی گئی۔ عمارتوں کے دھڑا دھڑ گرنے اور دھوئیں کے دل بادل میں جنگ بڑھتے بڑھتے بیر سا کی پہاڑی تک پہنچ گئی۔

پولی بئیس اگرچہ یونانی اور اس وقت بطور یرغمال رومیوں کی قید میں تھا، ان آخری ایام کی آتش زنی، قتل وخونریزی کا چشم دید حال لکھ گیا ہے۔ بیر سا پر مقابلہ کرنے والوں کا سردار بھی بسدروبال نام کا قرطاجنی تھا۔ جب کوئی امید باقی نہ رہی

تو وہ امی لیانس رومی سے ہنگامی صلح کی گفتگو کرنے باہر آیا۔ پولی بینس کہتا ہے اس وقت ہر طرف سناٹا تھا۔ صرف بیرسا کے وسیع مندر کے اردگرد احاطوں میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ جو قرطاجنی سلامت رہے، ان کی شکلیں انسانوں کی سی نہیں نظر آتی تھیں۔ اتنے میں انہی میں سے ایک عورت مل کرت کے مندر کی چھت پر نمودار ہوئی۔ وہ نہایت نفیس پوشاک پہنے تھی، اس کے بچے ساتھ تھے۔ چھت کے نیچے الاؤ سلگ رہا تھا۔ اور عورت کے چند ساتھی جو ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے تھے، تیل ڈال ڈال کر الاؤ کی آگ بھڑکاتے جاتے تھے۔ یہ عورت زور سے پکاری اور تھوڑی دیر میں اس کی آواز وہاں تک سنائی دی جہاں رومی سپہ سالار، مایوس اور ہراساں بسدروبال کے ساتھ کھڑا تھا۔ عورت نے بسدروبال کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور چلائی یہ جو رومی سردار کے قدموں میں کھڑا ہے، یہ میرا شوہر نہیں ہے یہ کوئی آوارہ گرد نامرد ہے جسے مجھ سے زیادہ تکلیف وعذاب اٹھانے پڑیں گے لوگوں کی نظریں اس رداپوش خاتون پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے پہلے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑا اور بھڑکتی آگ میں جھونک دیا پھر چھت پر سے خود بھی اسی الاؤ میں کود پڑی کیسی عجیب بات ہے کہ قرطاجنہ کا آغاز ایک عورت کے افسانے سے ہوا تھا، خاتمہ بھی ایک عورت کے تذکرے پر ہوا۔

امی لیانس نے ہومر کے چند شعر پڑھے جن میں شہرتر دے کے آگ سے جل کر ڈھیر ہو جانے کا ذکر تھا۔ پولی بینس تو یہ معمانہ سمجھا لیکن امی لیانس سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے شہر رومہ کا بھی قرطاجنہ کا سا حشر ہو۔

مجلس عمائد کی طرف سے قرطاجنہ کے کھنڈر دیکھنے کے لیے وفد بھیجا گیا تھا۔ کیتو نے حکم دیا کہ جو مندر اور عمارتیں جلنے سے بچ گئی ہیں، انہیں بھی توڑ دیا جائے۔ لیکن یہ چونے اور پکی اینٹ کی بھاری بھرکم تعمیرات زمین کے برابر نہ کی جاسکیں اور قدیم قبرستانوں کے ساتھ ساتھ ان کے بڑے بڑے ڈھیر سمندر کنارے پھیلے پڑے رہے۔ البتہ وہ شے جسے رومیوں کی تباہ کاری نے کاملاً بے نشان کر دیا وہ قرطاجنہ کی انسانی آبادی تھی کہ تقریباً 50 ہزار باشندے جو بچ رہے تھے، لونڈی غلام بنا کر بیچے گئے یا بھاگ کر، لبیا اور نومویٰ کے اندرونی اضلاع میں منتشر ہوئے (یہ دونوں ملک اسپین اور صقلیہ کے ساتھ رومہ کے صوبے بنا لیے گئے) پناہ گزینوں کا کوئی گروہ اتنا بڑا نہ تھا کہ اپنی جداگانہ بستی بسا لیتا۔ قرطاجنی جہاز سطح بحر سے نابود ہو گئے۔ کتب خانے جو بچ رہے تھے، افریقی رئیسوں میں جنہیں فنقی زبان آتی تھی، بانٹ دیئے گئے۔ ان میں ضرور تاریخ، تذکرہ اور تجرباتی علوم کی کتابیں ہوں گی۔ نیز بحری سیاحتوں کا حال اور زراعت کی درسی کتابیں جن میں سے ایک کا رومیوں نے ترجمہ کیا اور مدتوں اس سے کام لیتے رہے۔ آخر میں قرطاجنہ کی سابقہ مملکت کا نام فاتحین نے ''افریقہ'' طے کیا۔ (جس طرح مشرقی سواحل کا نام، جہاں ہینی بال فوت ہوا ''ایشیا'' رکھا) عجیب بات ہے کہ اس فاتح سپہ سالار کے وطن کی رسم و روایات اور طور طریق محو ہو جانے کے بعد بھی مدت دراز تک قرطاجنی زبان زندہ رہی۔ یہ ضرور فصیح و شستہ زبان ہو گی یونکہ پانچویں صدی عیسوی تک جب کہ سلطنت رومہ کا خاتمہ سر پر تھا اور سینٹ روگس ٹائن ہپو ریجیس کا اسقف تھا، قرطاجنی کے

آثار باقی تھے۔

سن 146 (ق م) میں رومہ کی اور حریف آزاد قوموں کا بھی بحر روم کے ساحلوں سے نام مٹ گیا۔ یونان کی مزاحمت کا آخری گرہ کورنتھ آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسپین، ایبریہ کے نام سے رومی صوبہ بنالیا گیا اور ادھر مقدونیہ کو صوبہ بنا کے تحت کر دیا گیا۔ اس طرح ان قوموں کی فہرست مکمل ہوئی جنہوں نے رومہ کے خلاف ہینی بال کا ساتھ دیا تھا وہ سب محکوم بنالی گئیں۔

☆☆☆☆☆☆

تشکر اور مفروضہ

اہل علم سے

مصنف سٹیفن گسل کی قرطاجنہ پر مدت العمر کی تحقیقی کتابوں کا اور جی وسانکتی کی تواریخ رومہ پر تصانیف کا سب سے بڑھ کر احسان مند ہے۔ سب سے ضروری مسئلہ اسپین کے بارے میں اس نے پیدل کی ضخیم ہستوریا اسپاتا (جز ورول جلد 3 میڈرڈ 1954) اور فیلپ لیموں باربور کے فاضلانہ تجزیے اور شرح پر بھروسہ کیا ہے۔

وہ لوی، پولی بئیس، ولو دورس اور سی لینس اتالی کس کے متون ترجمہ کرنے والے متعدد حضرات کا، اور جن فاضلوں نے ان متون کا پنوس، پلتر، جستن وغیرہ مصنفوں کی کتب باقیہ سے کمال عرق ریزی کر کے پیوند ملایا، ان سے استفادے کا اعتراف وسپاس گزار ہے۔ جغرافے کے معاملے استرابو کی طبع لوئب (Loeb) جسے ہورلیس جوز نے تیار کیا ہے مزل میں مصنف کے کام آئی۔ استاد ڈبلیو ڈبلیو، ٹارن کی کتاب یونانیائی تہذیب اور عسکری مسائل پر یہ نادر خصوصیت رکھتی ہے کہ اس درخشاں مگر الجھے ہوئے عہد کے ہر گوشے سے بحث کرتی ہے۔

زمانہ حاضرہ کے اہل نظر میں ڈل برک (Del Brilck Veith اور Kahrs Tedlt) رومہ اور قرطاجنہ کی کشاکش کے جنگی پہلو کی مفصل مدلل شرح کرتے ہیں

اگرچہ وہ آپس میں بہت کم متفق الرائے پائے جاتے ہیں اور غیر جامعی جنرل فلر سے بھی ہم آہنگ نہیں (یہ سب حضرات ہینی بال کے لشکروں کو اجیر یا بھاڑے کے سپاہی بتانے پر مصر ہیں، حالانکہ وہ اجیر نہ تھے اور ان کے مقابلے میں رومن سپاہ کو رومہ کے محب وطن شہریوں کی فوج قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اس میں فی الواقع 60فیصدی دوسری اطالوی ریاستوں کی جبری بھرتی کے سپاہی تھے) سمندر پار ہینی بالی جنگ کے حالات عرق ریزی سے نہیں تو احتیاط سے I.H. Thiel نے مطالعہ کیے (اسٹڈیز اون دی ہسٹری اوف وی رومن سی پاور ایمسٹرڈم 1946) ہینی بال نے کوہستان الپس کو جس راستے سے طے کیا، اس کے متعلق کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سب سے تازہ اور بامزہ سرگیون بیر کی ''الپس اینڈ ایلیفنٹس'' (لندن 1955) ہے اگرچہ اس اختلافی مسئلے پر اسے حرف آخر نہیں کہہ سکتے۔

رومہ کی اندرونی سیاسیات اور اس سے سی پیو کے تعلق پر H. Serllard کے دو مقالے ہماری رہنمائی کا کام دیتے ہیں۔ اہل فرانس کو ساحل افریقہ سے خاص شغف رہا ہے ان کے اہل قلم میں Lareyre اور Pellegrin کی کتاب ''کارتھیج پیونیک'' (پیرس 1942) میں قرطاجنہ کی قدیم معاشرت کے شواہد کا نچوڑ ہے Greard Walter نے قرطاجنہ کی بربادی پر عمدہ دلائل سے تاریخی واقعات کی اس تعبیر کو جھٹلایا ہے جو اہل رومہ کرتے رہے ہیں۔ بایں ہمہ یہی تعبیر عہد ہینی بال کے متعلق جدید تصانیف میں موجود ہے بحری مسائل پر لکھنے والے صرف ان تاریخی تدابیر کا ذکر کرتے ہیں جن سے رومیوں نے بحر روم پر اقتدار حاصل کیا اور اکثر حربی

ماہرین جنگی معرکوں کے بیان میں فقط لاطینی وقائع نویسوں کے بیانات پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان معرکوں کی نوبت کس طرح آئی خوش قسمتی سے لوی اور اس کے رفیقوں نے ہینی بال کی قدرت ومہارت فن کی پوری تفصیلات دی ہیں جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ فن حرب کے ایسے استاد کامل سے مقابلہ کرنے اور بلاآخر اسے شکست دینے میں اہل رومہ کی توقیر بڑھائی جائے۔

ہمارے زمانے میں بہت سے رومی وقائع سلامت ہیں اور قرطاجنی تحریرات، معدوم ہو گئیں۔ لہٰذا اہل علم لوی اور پولی بیئس اور انہی کے ماخذ پر زیادہ سے زیادہ انحصار کرتے چلے گئے اور اس بات کو فراموش کر دیا کہ بہت سے وہ واقعات ضرور پیش آئے جن کی تحریری شہادت باقی نہیں رہی۔ خاموشی، اپنے بارے میں کچھ بیان نہیں کر سکتی۔

مختصر یہ کہ ہماری تاریخیں آج بھی انہی کتابوں کی جھلک دکھاتی ہیں جو آغسٹس کے زمانے میں لڑکوں کو پڑھائی جاتی تھیں۔

اتنا ضرور ہے کہ کم سے کم یہی وہ زمانہ تھا جب کہ جرم وگناہ کا عجیب سا احساس رومہ والوں کی تاریخ نویسی میں نمودار ہوا ورنہ ہینی بال کے وقت میں وہ ایسے کسی احساس کے خلجان میں نہیں پڑا کرتے تھے۔ اس وقت غلبہ اور فتح خواہ کسی طرح حاصل ہوا ہو، دیوتاؤں کی خوشنودی کی علامت، لہٰذا کامل اطمینان کا موجب تھا۔ رواقیہ کے اخلاق تک مشکل سے رومیوں کے افکار میں کوئی دخل پا سکتے تھے ورجل رومہ کی عظمت وشان اسی میں سمجھتا تھا کہ وہ ''اطاعت کرنے والوں کو زندہ رہنے

دے اور مقابلے کرنے والوں کا قلع قمع کر دے'' اور اسے یہ خیال تک نہ آتا تھا کہ جو لوگ خود داری سے دوسری کی محکومی قبول نہ کریں ان کا قلع قمع کرنا کوئی عظمت کی بات نہیں ہے۔

ٹھیک ٹھیک وجہ معلوم نہیں کہ قرطاجنہ کو تباہ کرنے کے سو برس بعد تاریخ نویسوں نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ اس فعل کی معذرت کریں۔ ممکن ہے اس وقت یہ تباہ کاری نہایت غیر ضروری معلوم ہونے لگی ہو اور یا ہینی بال محاربات سلطنت رومہ کے ظہور کی داستان کا ابتدائی باب بن کر حافظے میں محفوظ کیے جا رہے ہوں۔ بہر حال لوی اور اس کے معاصرین کو عذر و توجیہہ کی ضرورت ضرورت محسوس ہوئی حالانکہ پولی بیئس یونانی جو جنگ کے خاتمے کا عینی شاہد تھا، اس قدر معذرت آمیز رنگ میں نہیں لکھتا۔ غرض اب تباہ کاری کے جواز میں انہوں نے یہ توجیہات کرنی شروع کیں کہ قرطاجنہ کو انتہا درجے کا زر پرست غدار دکھایا جو ''ہاتھ جوڑ جوڑ کر عہد نامہ صلح کی التجا کرتا تھا کہ پھر عہد شکنی کرے'' ہمیشہ رومہ نے کی 241 ق م میں سار دینہ اور کورسکا کو دبالیا 218 ق م میں جنگ کا خود آغاز کیا (لوی نے یہاں صریحا غلط بیانی سے ہینی بال کے اس سال کے اقدامات کو ایک برس پہلے کے واقعات بنا دیا ہے، پھر 201 (ق م) میں معاہدے کے خلاف کیتو کی ٹولی نے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا جسے قرطاجنہ والوں سے پورے اہتمام کے ساتھ مخفی رکھا گیا۔ اسی طرح اہل رومہ کی بے رحمی اور سنگ دلی چھپائے نہ چھپ سکی تو لوی نے ہینی بال کو ظالم و سفاک بنانے کوشش کی اور لکھا کہ ''اس کی غداری فنیقیوں سے بھی بدتر تھی۔''

سلطنت رومہ کی تعریف میں جھوٹے مبالغہ کرنے والوں کے ذہن میں سلطنت کے نقش اول کا سب سے بڑا دشمن ہینی بال اور لائق مذمت قرطاجنہ والوں کا بھی سر گروہ تھا، لہٰذا اس کی انہوں نے عجیب وغریب تصویر کھینچی مگر وہ کسی تجزیے کی تاب نہیں لا سکتی اور نہ بقول Seullard عقل سلیم یا قیاس غالب اسے صحیح مان سکتا ہے۔ بایں ہمہ ہماری تاریخوں میں ابھی تک وہی تصویر دکھائی جا رہی ہے اس میں پہلے تو ایک ایسی قوم کا لڑکا سامنے لایا جاتا ہے جو رومہ کو گرانے کی سازش کر رہی ہے اور اس لڑکے کو قسم دلوائی جاتی ہے کہ وہ رومہ سے عداوت میں کبھی کوتاہی نہیں کرے گا۔ پھر یہ لڑکا اسپین میں جوان ہوتا ہے جسے لاطینی قوم پر حملے کا مرکزی مقام بنایا گیا ہے۔ وہ شہر قرطاجنہ کو بھی (اگرچہ نیم دلی سے) جنگ میں کھینچ لاتا ہے۔ پھر اپنے باپ کے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق بری راستوں سے شہر رومہ تک جا پہنچنے کے لیے روانہ ہوتا ہے مگر معرکہ کنائی کے بعد اس کا جو واحد موقع ملا، اسے کھو دیتا ہے اور آخر میں قرطاجنہ کہ اطالیہ میں اسے مدد نہ دے سکا، اسے واپس طلب کر لیتا ہے اور وہ وطن کو گالیاں کوسنے دیتا ہوا واپس افریقہ چلا جاتا اور انجام کار ایک رومی قنصل سے مغلوب ہو جاتا ہے اس پر بھی وہ سازش سے باز نہیں آتا اور جو کام خود نہ بن پڑا اسے انجام دینے پر انطیاکس سوم کو ابھارتا ہے تا آنکہ فلے می نینس بتی ینہ میں اسے گھیر لیتا ہے (یہاں مجلس عمائد کے اس حکم کا کہ ہینی بال کو قیدی بنا کر لایا جائے، یہ مورخ ذکر اڑا دیتے ہیں) پھر وہ یہ بد دعا دے کر کہ (رومہ کے) مہمان نوازی کے دیوتاؤں کا غضب رومیوں پر نازل ہو، خودکشی کر لیتا ہے۔

میں ایک نئی نسل کے اہل علم سے التجا کرتا ہوں کہ اس مقدمے میں تاریخ کی شہادت کو از سر نو جانچیں اور ہینی بال، اس کی قوم، اور اس کے شہر کی حقیقت کو پھر زندہ کریں۔

☆☆☆☆☆☆

The End------------------ختم شد